آب زم زم

اسلام اور عصری سائنسی تحقیق

از قلم
پروفیسر الدکتور الامیر ابن زید جمحی الشیبی المکی

ترجمہ
مفتی محمد وسیم اکرم القادری ایم اے، ایم فل
شعبہ اسلامیات سپیریئر گروپ آف کالجز سمبڑیال، سیالکوٹ

Marfat.com

آبِ زم زم

اسلام اور عصری سائنسی تحقیق

آب زم زم کی تاریخ، اہمیت، فضیلت، کنویں کی کھدائی، آب شفا، حرمت آب زم زم، دعا کی قبولیت، خصوصیاتِ آبِ زم زم، پینے کے آداب، پلانے کا ثواب، زیارت آب زم زم، فقہی مسائل، آب زم زم اور جدید سائنس جیسے موضوعات پر مشتمل مختصر مگر جامع عربی کتاب "زمزم لما شرب له" کا ترجمہ

از قلم

پروفیسر الدکتور الامیر ابن زید جمجی الشیبی المکی

مترجم: مفتی محمد وسیم اکرمُ القادری (ایم اے۔ ایم فل)

مشتاق بُک کارنر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

ہماری کتابیں، معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

نام کتاب — آبِ زمزم
اسلام اور عصری سائنسی تحقیق
ازقلم — پروفیسر الدکتور الامیر ابن زید جمحی الشیبی المکی
ترجمہ — مفتی محمد وسیم اکرمؔ القادری
اشاعت — 2014ء
مطبع — ناصر شہزاد پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ — گُل گرافکس
قیمت — روپے

استدعا

انسانی طاقت اور بساط میں جو کچھ ہے اس کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ نسخہ ہذا میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہ جائے پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے اگر دوران طباعت کوئی زیر۔ زبر۔ نقطہ۔ شد یا مَد ٹوٹ جائے تو اسے غلطی نہیں کہتے۔ کثیر تعداد میں چھپنے والی مطبوعات میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی خفیف نادانستہ لغزش قابل گرفت نہیں ہوتی بلکہ قابل معافی ہوتی ہے۔ کوئی مسلمان جان بوجھ کر دیدہ دانستہ تو طباعت میں ذرا سی غفلت بھی نہیں کرسکتا۔ پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ اگر اس کتاب کو پڑھنے کے دوران اس قسم کی کسی غلطی کا شبہ ہو تو ہمیں مطلع فرما کر مشکور فرمائیے۔ اِن شاءاللہ آئندہ طباعت میں درست کردی جائے گی۔ ادارہ

Marfat.com

انتساب

پیارے بیٹے "محمد" کے نام

اللہ تعالیٰ اس دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے

اور

راسخ الایمان مومن اور سچا محبِّ رسول بنائے۔

آمین!

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	7
آب زمزم کے نام اور ان کے معانی	9
خصوصیاتِ آب زم زم	18
آب زمزم کا ظہور	25
چاہِ زمزم کا مٹنا اور ظہور	22
زمزم کتنا عرصہ پوشیدہ رہا	26
حضرت عبدالمطلب کی نذر	28
دور رسالت سے لے کر عصر حاضر تک	30
جنتی چشمہ	43
طعام طعم	44
آب زم زم اور لعاب رسول کی برکتیں	47
زم زم اور قلب نبی ﷺ	53
آبِ زم زم اور جبرائیل	55
آب زمزم بہترین شہر اور بہترین مقام پر	67
جن کے لیے آب زمزم ظاہر ہوا	105
جنہوں نے آب زمزم دوبارہ کھودا	119
خیر ماء علیٰ وجہ الارض	135
آب زم زم پیٹ بھر کر پینا ایمان کی علامت	135
زم زم پلانا مستحب اور عظیم ثواب کا باعث	139
لاجواب تحفہ......	142

عنوان	صفحہ
آب زم زم کی فروخت	143
آب زمزم کو گھروں میں لے کر جانا	144
کعبۃ اللہ میں عظیم نشانی و نعمت	146
مکہ کی آبادی کا سبب	147
زم زم ختم نہیں ہوگا	148
شفاء ہی شفاء	150
مشروبِ ابرار آبِ زم زم	152
آب زم زم کو دیکھنا عبادت ہے	153
سابقہ آسمانی کتابیں، علماء اہلِ کتاب اور آبِ زمزم	157
ماء زمزم لما شرب لہ	157
آب زمزم پیتے وقت کی دعا اور نیت	168
اہل مکہ اور آب زم زم	174
آب زمزم اور حج وعمرہ	175
آب زم زم پینے کے آداب	177
آب زمزم بیٹھ کر پیا جائے یا کھڑے ہوکر	180
آب زم زم سے گھٹی اور حسنین کے فضائل	188
حسنین کریمین کی فضیلت	189
سلف صالحین کا زم زم سے تبرک حاصل کرنا	220
آب زمزم کا ذائقہ......	228
آب زم زم کے شفائی اثرات	237

Marfat.com

عنوان	صفحہ
آب زمزم کی تقسیم کا جال	243
چند سال پہلے مکمل ہونے والے منصوبہ جات	243
آب زمزم کی تقسیم کا نظام	245
استعمال شدہ آب زمزم کی نکاسی	245
چاہ زمزم کے چشمے اور پیمائش	251
آب زمزم کا کنواں اور جدید سائنسی تحقیقات	257
عام کنوؤں کے آبی قوانین	258
چاہ زمزم کی پیداواری طاقت	261
آب زمزم اور عصر حاضر	264
آب زمزم اور کیمیائی اور حیاتیاتی تحقیقات	269
پانی کے جدید تجزیے اور آب زمزم	272
پینے کے پانی میں لازمی پائے جانے والے عناصر	277
آب زمزم پر قائم کردہ بیکٹیریائی اور کیمیائی تجزیے	278
مختلف چشموں کے پانی میں نمکیات کی نسبت	280
مختلف کنوؤں کے پانی میں موجود آئنیز کا انکشاف	280
تقابلی کیمیائی تجزیے......	280

عنوان	صفحہ
آب زمزم کا کیمیائی تجزیہ	280
مکہ مکرمہ کے کنوؤں کا کیمیائی تجزیہ	281
آب زمزم اور چشمہ زبیدہ کی کیمیائی تحلیل	281
آب زمزم اور چشمہ زبیدہ کی کیمیائی تحلیل	282
آب زمزم کی حیاتیاتی تحلیل	282
آب زمزم میں پائے جانے والے بیکٹیریا	283
کیمیائی تجزیوں کے نتائج	286
آب حرم مکی شریف کے کیمیائی تجزیوں کے نتائج	289
آب حرم مکی شریف	291
بیکٹیریا تحقیق کے نتائج	291
کیمیائی تجزیے کے نتائج	291
بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے آب زمزم	293
زمزم کی طرف منسوب شخصیات	299
آبِ زم زم کی مدح میں اشعار	301
آب زمزم، اس کے کنویں	321
حج بیت اللہ و عمرہ کا طریقہ اور اس کی فضیلت	337

☆☆☆☆

ابتدائیہ

((اعوذباللہ العظیم وبوجھہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطن الرجیم بسم اللہ والحمدللہ والصلوۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین))

امام بعد!

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بندہ ابن زید عرض کرتا ہے کہ اس کتاب کا موضوع وہ جنتی چشمہ ہے جس کا ظاہر دنیا میں اور مرکز جنت میں ہے، وہ ایک نبی کے لیے ایک فرشتے کے پر کی برکت سے ایک نبی کی ماں کی سعی سے ظہور پذیر ہوا، میری مراد حضرت اسماعیل، حضرت جبرائیل اور سیدہ ہاجرہ ہیں۔

زمزم کا کنواں کعبہ معظمہ کے مشرقی جانب اکیس میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔لغت میں زمزم وزمزمہ کے معنی ہیں:

۱۔ دور سے گنگناہٹ سنائی دینا۔ ۲۔ بکھری ہوئی چیز کو جمع کرنا۔
۳۔ حفاظت کرنا۔ ۴۔ میٹھے اور کھارے پانی کا امتزاج۔
۵۔ بہت زیادہ پانی۔
۶۔ ایک روایت کے مطابق سریانی زبان میں زمزمہ کے معنی ''ٹھہر ٹھہر'' کے ہیں۔

چشمے سے جب پانی ابلنے لگا تو حضرت ہاجرہ نے منڈیر بنا کر اس کو روکنا چاہا اور اس موقع پر بے ساختہ ان کی زبان سے لفظ زمزم نکلا۔ اس لئے یہ چشمہ زمزم کے نام سے موسوم ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم کرے اگر وہ زمزم کو اسی حالت میں چھوڑ دیتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔

امتدادِ زمانہ وسیلاب کی تباہ کاریوں اور قبل از اسلام عربوں کی بے توجہی سے یہ کنواں ڈھک گیا تھا اور اس کا نام ونشان بھی مٹ گیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد اور قریش کے نامور سردار حضرت عبدالمطلب کو خواب کے ذریعے اسے کھودنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور زمزم کا پانی دوبارہ جاری ہو گیا اور اب تک فراوانی کے ساتھ جاری ہے۔

چونکہ زمزم کے معنی کثرت یعنی بہت زیادہ پانی کے ہیں اس لئے اس مبارک کنویں کے بے حدو بے حساب پانی کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھ دیا گیا۔ زمزم کا مبارک کنواں مکہ مکرمہ کے آباد ہونے کا سبب بنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم

Marfat.com

نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ زمزم کی فضیلت کے بارے میں کتب احادیث میں متعدد روایات منقول ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ))

''آبِ زمزم جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے اسی میں مفید ہے۔''

اس کی یہ خاص تاثیر اسی مقام پر اور ان ہی ایام میں پینے میں زیادہ ہے۔

((خَيْرُ مَاءٍ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ زَمْزَمُ فِيْهِ طَعَامُ الطُّعْمِ وَشِفَاءُ السُّقْمِ))

''روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آبِ زمزم ہے۔ یہ بھوکے کا کھانا بھی ہے اور بیمار کے لئے دوا بھی۔''

زمزم کا پانی صرف پیاس ہی نہیں بجھاتا بلکہ اس میں غذائیت بھی ہے، وہ جسم کو پروان چڑھاتا اور قوت ہاضمہ کو مدد دیتا ہے۔ جدید طبی مطالعہ اور کیمیائی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ زمزم کا پانی ان اجزاء پر مشتمل ہے جن سے جگر، معدہ، آنتوں اور گردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کم مقدار میں پینے سے بھی فائدہ ہوتا ہے اور زیادہ پینا بھی مضر نہیں۔ بعض لوگ عازمین حج وعمرہ کو مشورہ دیتے ہیں کہ طوافِ قدوم کے بعد ہی آب زمزم خوب پی لینا چاہئے تاکہ سفر کی وجہ سے معدہ میں جو خرابی پیدا ہوئی ہو وہ دور ہو جائے۔

چاہ زمزم نے ہمیشہ لاکھوں حجاج کرام اور زائرین کی پیاس بجھائی ہے۔ اس میں موجود نمکیات کی مقدار ہمیشہ یکساں رہتی ہے اور اس کے ذریعے میں روزِ اول سے آج تک کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے خواہ کتنی مدت تک رکھا جائے مگر اس میں بو پیدا نہیں ہوتی۔

آب زمزم وسیع پیمانے پر مکہ معظمہ، گردونواح، مدینہ منورہ اور عازمینِ حج وعمرہ کے ذریعے دنیا بھر میں اصلی حالت میں سپلائی کیا جاتا ہے۔

میں اس کتاب میں آب زمزم کی فضیلت، زیارت، پینے کے آداب، اہمیت، پلانے کا ثواب، تاریخ، مسائل، پیمائش، مرکز و مصدر اور آب زمزم کے شفائی اثرات بیان کروں گا۔

میں نے اس کتاب کا نام ''زمزم لما شرب لہ'' رکھا ہے۔

اور توفیق و مدد کی امید اللہ ہی سے ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

آب زمزم کے نام اور ان کے معانی

کثیر نام......فضیلت پر دلیل:

جان لیجئے کہ ناموں کی کثرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نام والا بڑی شان وعظمت والا ہے۔
(حیات الحیوان، باب الف، اسد)

اس لئے کہ آبِ زم زم زمین کے پانیوں میں بہترین پانی، پانیوں کا سردار، زیادہ بزرگی والا، عظیم قدر والا، مومنوں کو بہت پیارا اور نفیس ترین ہے اور پاکیزہ، برکتوں والا، بے شمار خصوصیتوں والا اور فضائل والا ہے۔ یہ بہت سے ناموں سے مخصوص ہے حتیٰ کہ علماء کے مطابق آب زمزم کے مشہور نام ساٹھ سے زیادہ ہیں۔

بارہ مشہور نام:

جناب عبداللہ ابن بری (متوفی ۵۷۲ھ) سے مروی ہے کہ آبِ زم زم کے بارہ مشہور نام ہیں۔

ساٹھ نام:

زبیدی رحمہ اللہ نے فرمایا:

میں نے آبِ زم زم کے نام لطیف اور مختصر انداز میں جمع کیے ہیں جو تقریباً ساٹھ تھے۔ میں نے انہیں حدیث اور لغت کی کتابوں سے تخریج کیا تھا۔

اسماء زمزم اور اشعار عرب:

☆: زمزمی نے نشر الآس (۹/۱) میں لکھا ہے کہ میں نے بعض تعلیق میں زم زم کے ناموں کی نظم دیکھی اور صاحب تعلیق نے اس نظم کو ابراہیم بن عبداللہ طائی برہان الدین قیراطی مکہ جو قاہرہ کے شاعر' فقہ اور ادب کے ماہر تھے (متوفی ۷۸۱ھ) کی طرف منسوب کیا۔ وہ آب زمزم کے متعلق لکھتے ہیں:

۱۔ زم زم کے بہت سارے ناموں میں سے زم زم' طعام طعم اور بیمار کی شفاء ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے نبی اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ پانی جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کھودنے سے نکلا۔

۳۔ اس کا نام سقیا نبی اللہ اور مرویۃ

۴۔ مغزیہ' عافیہ' سالمہ' عصمت اور صافیہ

۵۔ برہ' برکہ' مبارکہ' نافعہ۔

Marfat.com

٦۔ ایسا بھید جو ناسک (قربانی یا حج کرنے والے کو) ڈھانپ لے۔

٧۔ مونسہ‘ حرمیہ‘ میمونہ‘ ظبیہ ‘طاہرہ اور مضنونہ

٨۔ اسے سیدہ‘ عونہ کہا گیا ہے اور اس کا قدیم نام شباعۃ العیال بھی ہے۔

☆: ایک شاعر نے آب زمزم کے ناموں کو اشعار میں نظم کرتے ہوئے کہا ہے:

١۔ آبِ زم زم کے کئی نام مذکور ہیں

٢۔ جیسے برہ‘ سیدہ‘ بشریٰ اور عصمت تو جان لے۔

٣۔ نافعہ‘ مضنونۃ‘ عونۃ الوریٰ‘ مرویۃ‘ سقیا اور طیبۃ تو سمجھ لے۔

٤۔ ھمزۃ جبریل‘ ھزمۃ جبریل

٥۔ اسی طرح سے مبارکۃ اور بیماروں کے لئے شفاء بھی۔

٦۔ مونسہ‘ میمونہ‘ حرمیہ‘ کافیہ اور

٧۔ شباعہ عزت و احترام کی وجہ سے۔

٨۔ مغذیہ‘ گنا گیا‘ صافیہ۔

٩۔ سالمہ اور کھانے والے کے لئے طعام بھی۔

١٠۔ نیک لوگوں کا مشروب‘ عافیہ ظاہر ہوا

١١۔ طاہرہ‘ تکتم اور سب سے عظیم نام زم زم ہے۔

مشہور اسماء آب زمزم:

یہ کثیر نام آبِ زم زم کے فضائل وخصائص کو چار چاند لگاتے ہیں:

زم زم۔	زمازم۔
سابق۔	سالمۃ۔
طاھرۃ۔	طعام الابرار۔
طعام طعم۔	طیبۃ۔
ظاھرۃ۔	ظبیۃ۔
سقایۃ الحاج۔	سقیا اللہ اسماعیل علیہ السلام
سیدہ۔	برکت۔
برۃ۔	بشریٰ۔
تکتم۔	حرمیۃ۔
عاصمۃ۔	عافیۃ۔
عصمۃ۔	عونۃ۔

Marfat.com

غیاث۔	قریۃ النمل۔
کافیۃ۔	لاتنزف ولاتذم۔
ماثرۃ العباس رضی اللہ عنہ	الشباعۃ
شباعۃ العیال۔	شبعۃ۔
شراب الابرار	شفاء سقم۔
صافیۃ۔	خیرۃ عبدالمطلب۔
رکضت جبریل علیہ السلام	رواء۔
روی۔	روی۔
ری۔	مفداۃ۔
مکتومۃ۔	مونسۃ۔
میمونۃ۔	نافعۃ۔
نقرۃ الغراب الاعصم۔	ہمزۃ جبریل علیہ السلام
وطاۃ جبریل علیہ السلام	مبارکۃ۔
مرویۃ۔	مضعونۃ۔
معذبۃ۔	مغذیۃ۔
مجلیۃ البصر۔	

بشریٰ:

آب زمزم کا ایک نام بشریٰ ہے کیونکہ یہ سیدہ ہاجرہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ پانی کی تلاش میں تھیں تاکہ آپ اور آپ کا بیٹا اس سے زندہ رہیں تو' آپ مایوسی کے قریب تھیں، آپ نے دیکھا تو خوش ہوئیں مسرور ہوئیں اور آپ نے کہا:

''بڑی خوشی کی بات ہے کہ یہ پانی ہے۔''

آپ نے اسے پہچانہیں۔

موٗنسۃ:

آب زمزم کا ایک نام مونسۃ ہے۔ یہ لفظ انس سے بنا ہے اور انس وحشت کی ضد ہے اور مومن اس کے پینے کی وجہ سے انس یعنی سکون قلب پاتا ہے' اس سے الفت رکھتا اور اسے پسند کرتا ہے' محبت کرتا ہے۔

میمونۃ:

آب زمزم کا ایک نام میمونہ بھی ہے۔ یہ یمن سے ہے، یمن کا معنی ہے برکت۔

Marfat.com

برکتہ ومبارکتہ:

آب زمزم کا نام برکتہ ومبارکہ بھی ہے۔ یہ برکت سے بنا سے برکت کا معنی ہے بڑھنا' زیادہونا' سعادت مندی' خیر کی کثرت' یہ تمام معانی آبِ زم زم میں موجود ہیں۔

برۃ:

آب زمزم کا ایک نام برۃ ہے۔ یہ نام آبِ زم زم کے کثیر منافع و پانی کی وسعت کی وجہ سے ہے۔
(النھایہ' ابن اثیر ۱/۱۱۷)

ایک قول یہ ہے کہ نیک لوگوں کے لئے کناروں سے بہہ نکلتا ہے اور بروں سے گہرائی میں چلا جاتا ہے۔
(الروض الانف) (حلبیہ ۱/۳۲-۳۳)

نافعۃ:

آب زمزم کا ایک نام نافعہ ہے۔ اس کے منافع اتنے کثیر ہیں کہ شمار واحاطہ میں نہیں آتے، اس لئے اسے نافعہ کہتے ہیں۔

اعصم:

آب زمزم کے ناموں میں ایک اہل عرب نے قریۃ النمل ذکر کیا ہے اور ایک نقرۃ الغراب الاعصم ہے۔ نقرۃ پرندوں کے انڈوں والی جگہ (القاموس المحیط) اور اعصم وہ جس کے پر سفید ہوں۔

(النھایہ ۳/۲۴۹)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سفید پاؤں والے کو اعصم کہتے ہیں۔ آبِ زم زم کا یہ نام جگہ کے نام کی وجہ سے رکھا گیا اور ان علامات کی وجہ سے جن کے ساتھ کھدائی کا حکم ملنے کے وقت آبِ زم زم کے کنویں کی جگہ پر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی رہنمائی کی گئی کہ آپ کو کہا گیا۔ قریۃ النمل کے پاس اور غراب اعصم انڈوں کی جگہ کے پاس۔

تکتم ومکتومۃ:

یہ زم زم کے کنویں کا نام ہے۔ یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ قبیلہ جرہم کے بعد دفن ہو گیا تھا اور پوشیدہ ہو گیا حتیٰ کہ اسے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ظاہر کیا۔

حرمیۃ:

یہ نام حرم کی طرف منسوب ہے کیونکہ زم زم کا کنواں اللہ عزوجل کے حرم میں ہے۔ یا زم زم کے معظم ہونے کی وجہ سے حرمیۃ اس کا نام ہوا۔

Marfat.com

معذبۃ:

آب زمزم کا ایک نام معذبہ ہے۔ یہ لفظ عذوبۃ سے بنا ہے یعنی میٹھا اور خوشگوار پانی۔

معذیۃ:

آب زمزم کا ایک نام معذیہ ہے۔ یہ لفظ غذا سے بنا ہے اور غذا وہ چیز ہے جس سے جسم کی نشوونما اور مضبوطی ہو۔

حفیرۃ عبدالمطلب:

آب زمزم کا ایک نام حفیرۃ عبدالمطلب ہے، کیونکہ اس کے مکان وجگہ کے غائب ہونے کے بعد اسے نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے کھودا تھا۔

مفداۃ:

آب زمزم کا ایک نام مفداۃ ہے۔ یہ لفظ فداء سے ہے اور فداء سے مراد تعظیم اور کسی کی بڑائی کا اظہار ہے کیونکہ انسان فداء اس پر ہی ہوتا ہے جسے عظیم سمجھتا ہے۔

زم زم کا نام مفداۃ رکھنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے دادا کو جب زم زم کھودنے کا حکم ہوا اور قریش نے اس میں جھگڑا کھڑا کر دیا اور آپ کو روکنے کا حیلہ کیا، آپ کو اس سے سخت تکلیف ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر مانی کہ اگر زم زم کی کھودائی ہوگئی اور اس کا کام پورا ہوگیا اور آپ کے دس لڑکے پورے ہوئے تو وہ ضرور ضرور ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کریں گے۔

قرعہ ہر مرتبہ آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے والد کے نام نکلا اور آپ اپنی اولاد میں سے زیادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے۔ پھر آپ نے سو اونٹ فدیہ کے طور پر دیئے تو انہیں ذبح کر کے تقسیم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آب زمزم کا نام مفداۃ رکھا گیا (وہ چیز جس کا فدیہ دیا گیا ہو)

تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

سابق:

آب زمزم کا ایک نام سابق ہے۔ اس کا مادہ سبق ہے۔ معنی یہ ہے کہ آبِ زم زم کے لئے دوسرے پانیوں پر تقدم، سبقت اور فضیلت ہے۔

سالمۃ:

آب زمزم کا ایک نام سالمۃ ہے، سلام سے بنا ہے اور سلام لغت میں سلامتی کو کہتے ہیں اور سلامتی تندرستی و عافیت ہے۔

Marfat.com

سقایۃ اللہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام:

آب زمزم کا ایک نام سقایۃ اللہ اسماعیل ہے۔ یہ نام اپنے معنی وسبب پر واضح طور پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آبِ زم زم حضرت اسماعیل اور آپ کی والدہ ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کی فریاد رسی، سیرابی اور پیاس مٹانے کے لئے آیا تھا جبکہ آپ دونوں کو سخت پیاس لگی۔

لاتنذف ولاتذم:

آب زمزم کا ایک نام لاتنزف ولاتذم ہے۔ لاتنزف کا معنی ومفہوم ہے کہ آبِ زم زم کبھی فنا نہ ہوگا باوجود یکہ کثرت سے پیا جاتا ہے۔

لاتذم کا معنی ہے: اسے عیب نہ لگایا جائے گا یا نہ اسے برا کہہ کر اس کے حق میں کمی کی جائے گی جیسے کوئی کسی چیز کو مذمت کے لائق پائے اور کہے کہ میں اس کی مذمت کی اور کہا گیا ہے کہ اس کا پانی قلیل نہ ہوگا۔

اگر لاتذم کا معنی لائق مدح نہ ہونا کریں تو اس پر صادق نہیں آتا نہ ہی اس کے مناسب ہے کیونکہ اس کا پانی منافقوں کے نزدیک مذموم ہے۔ ایک قول ہے کہ لاتذم کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اسے زیادہ پیئے اسے یہ پانی کوئی تکلیف دیتا ہے نہ دے گا اور دیگر پانیوں سے جس تکلیف یا بیماری کا ڈر ہوتا ہے اس سے نہیں ہوتا بلکہ یہ ہر حال میں برکت والا ہے لہٰذا کسی بھی طرح اس کے پینے کو برا نہیں کہا جا سکتا اور یہ ہی کامل توجیہ ہے۔

ماشدۃ العباس بن عبدالمطلب:

آب زمزم کا ایک نام ماشدۃ العباس ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو اس کے ساتھ ترجیح دی اور آپ کو اور آپ کی آل کو اس کے پلانے کے ساتھ خاص کر دیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی شیبہ کو کعبۃ اللہ کی دربانی اور خدمت سپرد کر کے مخصوص کر دیا۔ (فتح الباری: ۴۹۱/۳)

اس کے معاملہ کا والی اور اس کے دروازہ کی چابی ان ہی کے قبضہ میں ہے۔

رکضۃ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام:

ہزمۃ جبریل، وطاۃ جبریل، رکضۃ جبریل کا معنی ہے: جبریل کا روندنا، پر سے کنواں کا چشمہ جاری کرنا۔

اکفں کی اصل، پاؤں سے مارنا اور پاؤں سے تکلیف ومصیبت دینا اور پر کا حرکت کرنا۔ زم زم کنویں کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین پر اپنا پر مارا تو آبِ زم زم جاری ہو گیا۔ (النہایہ: ۲۵۹/۶)

آب زمزم کو ہزمہ اس لئے کہتے ہیں کہ جبریل نے اسے زمین میں کھودا تھا، پاؤں زمین پر مارا تو پانی پھوٹ نکلا۔

آب زمزم کو ہمزۃ جبریل بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جبریل نے زم زم کی جگہ پر اپنی ایڑھی ماری تو پانی پھوٹ پڑا۔

چشمہ آبِ زم زم کو ایڑھی سے جاری کرنے میں اشارہ ہے کہ یہ آپ کی وراثت ہے اور وارث محمد ﷺ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور اسے اس کے پیچھے باقی رہنے والا کلمہ (علامت) بنا دیا۔''

یعنی امت محمد ﷺ میں۔

الرواء مرویۃ:

آب زمزم کا ایک نام الرواء مرویہ ہے، رِوَیٰ، رَوِی اور رِی: ان سب کا معنی ایک ہی ہے: کثیر پانی سیراب کرنے والا اور یہ بھی کہا گیا ہے: وہ میٹھا پانی جس میں پینے والوں کے لئے سیراب و سیر ہونا ہے۔

سقایۃ الحاج:

آب زمزم کا ایک نام سقایہ الحاج ہے، اس نام کے رکھے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آب زم زم حاجیوں کی بڑی جماعت کو سیراب کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے حاجیوں کو پانی پلانے کا کام حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کی آل کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ (فتح الباری: ۳/۴۹۰۔۴۹۱)

سیدہ:

آب زمزم کا ایک نام سیدہ بھی ہے، چونکہ آبِ زم زم تمام پانیوں کا سردار ہے، ان سے افضل ان پر مقدم، اشرف، اکرم اور زیادہ رفعت والا ہے اور یہ تمام معانی سید کے معانی میں سے ہیں۔

ظبیۃ:

آب زمزم کا ایک نام ظبیۃ ہے۔ زم زم کے کنویں کا یہ نام ظبیۃ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے رکھا گیا اور ظبیہ، ظبیان کی واحد ہے، اس کا معنی خریطہ ہے کیونکہ خریطہ کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہ جمع ہوتا ہے (اسی طرح کنویں میں موجود پانی جمع ہے)

ظبیۃ چھوٹے مٹکے کے مشابہ ہے۔

عاصمۃ:

آب زمزم کا ایک نام عاصمہ ہے، یہ نام اس لئے ہے کہ جو کوئی اس سے سیراب ہو جائے یہ پانی اسے نفاق سے محفوظ کرتا ہے اور اس کے لئے نفاق سے برات ہوتا ہے۔

عافیۃ:

عافیہ نام کی وجہ یہ ہے کہ جو کوئی اسے پیئے اور اس کے ذریعے شفاء کا طالب ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ بیماریوں سے شفاء دی جن سے حاذ اطباء یعنی ماہر حکیم اور اسپیشلسٹ ڈاکٹر زعاجز ہو گئے تھے۔

طاهرة:

طاہرہ طہر اور تطہر سے مشتق ہے یعنی پاک ہونا۔لہٰذا یہ پانی پاک ہے اپنی ذات میں اور ہر عیب سے بری ہے بلکہ پینے والے کے لئے نفع دینے والا اور سلامتی والا ہے اور گندگیوں میں استعمال کرنے سے اس کی کرامت و بزرگی کی وجہ سے پاک وصاف کر دیا گیا ہے کیونکہ اس کی فضیلت میں الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

طعام طعم:

آب زمزم کا یہ نام حدیث میں وارد ہوا ہے۔اس معنی کا ایک اور نام ہے شباعۃ کیونکہ اگر کوئی بھوک مٹانے اور سیر ہونے کی نیت سے پیئے تو یہ غذائی فوائد میں اور پیٹ بھرنے میں کھانے کی طرح ہے۔

عصمة:

عصمہ کا معنی ہے: کھانے نے اسے بھوک سے روک لیا یعنی کھانا کھانے سے اسے بھوک نہ لگی۔

عونة:

عونہ نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانی عیال دار کا مددگار ہے اور یہ معنی دوسرے ناموں شباعہ اور طعام وطعم میں بھی ہے۔

طعام الابرار:

آب زمزم کا ایک نام طعام الابرار ہے، کیونکہ یہ نیک لوگوں کی غذا ہے۔
اس کے ساتھ ایک نام شراب الابرار بھی ہے۔

طيبة:

ایک نام طیبہ ہے، یہ طیب سے بنا ہے۔طیب وہ کھائی، پی جانے والی چیزوں سے ہے جس سے حواس لذت حاصل کریں۔

زمزم مومنوں کے لئے پاکیزہ، لذت والا اور پسندیدہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے طیبین اور طیبات کے لئے ہے۔(سیرت حلبیہ ۱/۳۲)

ظاهرة:

آب زمزم کا ایک نام ظاہرہ ہے، اور یقیناً اس کی منفعت ظاہر و واضح ہے۔

غياث:

غیاث کا معنی ہے: فریادرس، سیدہ ہاجرہ اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کا اس شدت و سختی کے بعد یہ پانی فریادرس اور مددگار رہا۔

Marfat.com

کافیۃ:

آب زمزم کو کافیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو شخص جس حاجت کے لئے پیئے اس کی اس حاجت کو پورا کرتا ہے۔

شباعۃ العیال:

شعبۃ اور شباعۃ یہ نام اس لیے معروف ہوئے کہ اس کنویں زم زم کا پانی سیراب کرتا اور بھوک مٹا کر سیر کرتا ہے۔

شفاء سقم:

آب زمزم کا یہ نام حدیث میں وارد ہوا ہے، یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر بیماری کی شفاء ہے اور یہ ایک اور نام کے معنی میں ہے: وہ نام عافیت ہے تو جو شخص کسی بھی بیماری سے شفاء طلب کرنے کی نیت سے آبِ زم زم پیئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے شفاء و عافیت عطا کر دی جاتی ہے۔

صافیۃ:

صافیہ کا معنیٰ ہے پاک، آب زمزم کا یہ نام اس لیے ہے کہ یہ پانی شائبوں اور کدورتوں سے پاک وصاف ہے اور کسی وقت مکہ میں میٹھا پانی عزیز تھا مگر کسی انسان کے لئے بیرِ میمون سے طلب کیا جاتا تو ملتا تھا۔

صافیۃ مصطفیٰ کے معنی میں ہے، یعنی جس چیز کی مودت و محبت کے سبب اسے اپنے لئے چن کر پسند کر لیا جائے۔

شراب الابرار:

ابرار، بار کی جمع، یہ برّ سے مشتق ہے اور بر کا معنی ہے: خیر کے کام میں گنجائش' کشادگی اور وسعت اور ابرار کا لفظ اکثر طور پر اولیاء، زاہدوں اور عبادت کرنے والوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ تو اکثر طور پر خیر اور صلاح والوں کو پائے گا کہ آبِ زم زم کے پینے کی چاہت وطلب رکھتے ہوں گے۔

مجلیۃ البصر:

مجلیۃ البصر بھی آب زمزم کا نام ہے، اس کا معنیٰ ہے بینائی کو تیز کرنے والا، یہ لفظ جلو سے بنا ہے اور جلو کا معنی ہے: کشف ظاہر۔ کہا جاتا ہے:

((السماء جلواء))

''آسمان صاف ستھرا بے بادل ہے۔''

زم زم میں دیکھنا' جھانکنا بینائی کو جلا دیتا ہے یعنی نظر تیز کرتا ہے۔

مصنونۃ:

آب زمزم کا مصنونہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ غیر مومن پر اس کے ساتھ بخل کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منافق اس سے سیر نہیں ہوتا۔ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عبد المطلب ﷺ سے خواب میں کہا گیا تھا:

''مصنونہ کو کھودو' اس کے ذریعہ لوگوں پر کنجوسی اور بخل ہے آپ پر نہیں۔''

ابن اثیر نے کہا: مصنونہ وہ چیز ہے جس کی نفاست وعزت کی وجہ سے اس سے بخل کیا جائے۔

(النهاية:۳/۱۰۴)

نیز مضنونہ کا معنی قیمتی چیز ہے۔

زمازم/زمزم:

زمازم کہا جاتا ہے: اس نے مشکیزہ بھرا حتیٰ کہ وہ خوب بھر گیا یعنی پرتن بھرا اور کناروں سے ظاہر ہوا۔

آب زمزم کو پانی کے کثیر ہونے کی وجہ سے زمزم کہا جاتا ہے۔ کثرت کے سبب آبِ زمازم اور زمزم اس کا نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمزم اس کا خاص نام ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیدہ ہاجرہ کے لئے جب پانی جاری ہوا، آپ نے اس کو روکنا چاہا اور اس کا حوض بنایا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمزمہ (آواز دینے) اور آپ سے کلام کرنے کی وجہ سے زمزم ہوا۔ (شرح النووی علی مسلم: ۱۹۴/۸)

یہ بھی مشہور ہے کہ پانی جب ظاہر ہوا تو اس کی آواز کی وجہ سے زمزم نام ہے۔ (فتح الباری: ۴۹۲/۳)

☆☆☆

خصوصیاتِ آب زمزم

خیر ماء علیٰ وجہ الارض:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خير ماء على وجه الارض ماء زمزم فيه طعام الطعم وشفاء السقم))

''زمین پر پائے جانے والے پانیوں میں بہترین آب زمزم ہے۔ اس میں بھوکے کے لئے کھانا' بیمار کے لئے شفاء ہے۔''

صادق ومصدوق آقا ﷺ نے فرمایا:

**((ان ماء زمزم خير مياه الارض على الاطلاق ففيه كل خير و

برکة))

"بے شک زمین کے پانیوں سے بہترین پانی علی الاطلاق آب زم زم ہے۔ اس میں ہر خیر اور ہر برکت ہے۔"

جنتی چشمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ آب زم زم کی اصل جنت سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان فی زم زم عینا فی الجنة من قبل الرکن))

"بے شک زم زم میں ایک چشمہ جنتی ہے جو رکن کی طرف ہے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ آب زم زم جنت سے ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ' باب مافی الدنیا من انھار الجنۃ ۲۱۸۳/۴)

نرالہ ظہور:

آب زمزم کو ظاہر کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ الصلوۃ والسلام کو دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پانی کو حکم کرتا کہ وہ پھوٹ پڑے اور خود بخود نکل آئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے جب اس پانی کے شرف کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور جس کے لئے یہ نکلا اس کی عظمت کو واضح کرنا چاہا تو سید الملائکہ سیدنا جبریل علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم دیا تو انہوں نے زمین پر اپنا پر مارا جس سے یہ برکتوں والا پانی نکل آیا۔ برکت والی جگہ میں' برکت والے سید کے لئے اور برکت والے امین کے فعل کے واسطہ سے۔

اس طرح پانی کی شرافت وعظمت میں زیادتی ہوئی اور اللہ عزوجل اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا ہے فضیلت عطا فرماتا ہے۔

آب زمزم بہترین جگہ پر:

آب زم زم بیت اللہ شریف کے پاس ہے۔ رکن اور مقام ابراہیم کے قریب ہے۔ صفا' مروہ اور عظیم مشاعر کے قریب ہے۔ اور یہ مبارک جگہ اسی طرح ہی نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا بیت عتیق ہوگا اور ایسا مکان جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور انوار کا نزول ہوتا رہے گا۔

اس سے اس پانی کا کبیر شرف اور عظیم قدر معلوم ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اس مناسب مکان کو اختیار فرمایا۔

یہ پانی اللہ کے معظم گھر کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج اور عمرہ کرنے والے حضرات اور اس بیت عتیق کے پڑوسیوں کو سیراب کرتا ہے۔

Marfat.com

ہر بیماری کی شفاء:

بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ اس نے ان کے لئے برکتوں والے آب زم زم کو ہر بیماری سے شفاء کی خاصیت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم وفضل سے جسے چاہے اسے آب زم زم کے ذریعے شفاء عطا کرتا ہے۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((زم زم طعام طعم و شفاء سقم))

''زم زم بھوکوں کیلئے بھوک مٹانے والا کھانا اور بیماروں کے لیے شفاء ہے۔''

((وحمل رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم زمزم فى الاداوى والقرب' وكان يصب منه على المرضى ويسقيهم))

''اور رسول اللہ ﷺ برتنوں اور مشکیزوں میں زم زم اٹھاتے اور آپ بیماروں کے اوپر ڈالتے اور انہیں پلاتے تھے۔''

☆☆☆

آب زمزم کا ظہور

امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''حضرت ابراہیم، اسماعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ کو لے کر زم زم کے بالائی طرف مسجد سے اوپر والے حصے میں تشریف لائے جبکہ اسماعیل علیہ السلام دودھ پیتے بچے تھے۔ ان دنوں مکہ میں کوئی رہنے والا نہ تھا اور نہ وہاں پانی تھا۔ جب آپ نے ان کو وہاں چھوڑا تو ان کے پاس دو برتن تھے۔ ایک برتن جس میں کھجوریں اور ایک برتن جس میں پانی تھا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام پیچھے چلے گئے۔ آپ کے پیچھے ام اسماعیل گئیں۔ عرض کی: آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں جہاں نہ کوئی انسان ہے نہ کوئی دوسری شے چھوڑے جاتے ہیں؟ یہ بات انہوں نے کئی مرتبہ کہی مگر آپ ان کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے تھے۔ آخر کار انہوں نے کہا: کیا اس کا حکم اللہ نے آپ کو دیا ہے؟ تو آپ نے جواباً کہا: ہاں۔ حضرت ہاجرہ نے کہا: تب تو وہ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔ پھر آپ پلٹ آئیں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام چلے گئے حتیٰ کہ جب گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں سے وہ آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے تو آپ نے اپنا منہ بیت اللہ شریف کی طرف کیا اور ہاتھ اٹھا کر ان کلمات کے ساتھ دعا فرمائی:

''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی اولاد کو ایسے مقام پر ٹھہرایا ہے جہاں پر کوئی سبزہ نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے رب اس لئے کہ یہ نماز قائم کریں تو تو بنادے لوگوں

Marfat.com

کے دلوں کو کہ ان کی طرف کھنچے چلے آئیں اور تو انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما' تا کہ یہ شکر گزار ہوں۔"

اسماعیل کی والدہ نے اسماعیل کو دودھ پلانا شروع کر دیا اور اس پانی سے پیتی رہیں حتیٰ کہ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو ماں بیٹا دونوں پیاسے ہو گئے۔ تو آپ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھنا شروع کیا کہ آپ پیاس سے بے تاب تھے اور پریشانی کے عالم میں زمین پر پاؤں مارتے تھے۔"

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ گویا وہ موت کی ہچکیاں لے رہے تھے، سسکیاں لے لے کر رو رہے تھے اور کبھی آواز بلند کرتے تھے۔ کبھی آواز پست ہوتی تھی، جھگڑنے والے کی طرح تو سیدہ کی طبیعت کو بے قراری ہو رہی تھی۔ جب آپ اسے دیکھ کر برداشت نہ کر سکیں تو وہ چلیں تو صفا پہاڑ کو انہوں نے اپنے قریب ترین اس زمین میں پایا۔ اس پر کھڑی ہوئیں، منہ وادی کی طرف کر کے دیکھنے لگیں کہ کیا کوئی نظر آتا ہے تو انہیں کوئی نظر نہ آیا تو آپ صفا سے اتریں حتیٰ کہ جب وادی تک پہنچی تو آپ نے اپنے دامن کو اٹھایا، پھر آپ طاقتور انسان کی طرح دوڑیں حتیٰ کہ وادی کو عبور کر کے مروہ تک پہنچیں، اس پر کھڑی ہوئیں تو دیکھنے لگیں کہ کوئی نظر آئے تو انہیں کوئی نظر نہ آیا اس طرح آپ نے سات مرتبہ کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی صفا و مروہ کے درمیان لوگوں کی سعی ہے۔

جب آپ مروہ پر چڑھیں تو آپ نے ایک آواز سنی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے جبرائیل کو ندا دی تو جبرائیل نے کہا: کون ہے؟ آپ نے جواب میں کہا:

"میں ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی ماں ہاجرہ ہوں۔"

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے آپ دونوں کو کس کے سپرد کیا ہے۔؟"

سیدہ نے جواب دیا:

"اللہ کے۔"

جبرائیل نے کہا کہ انہوں نے تم دونوں کو اللہ کے سپرد کیا ہے۔"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی یا اپنے پیر سے زمین کو کریدا حتیٰ کہ پانی ظاہر ہو گیا۔

امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ پانی بہنے لگا تو اسماعیل کی والدہ گھبرا گئیں تو آپ نے اس کے گرد حوض بنانا شروع کر دیا۔

آپ نے پانی کو مشک میں ہاتھوں کے ساتھ ڈالنا شروع کیا۔ آپ کے ہاتھوں کے ساتھ پانی ڈالنے کے بعد پانی جوش مارنے لگا۔ آپ فرماتی جا رہی تھیں:

"زم زم"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے، اگر وہ زم زم کو چھوڑ دیتیں اور چلوؤں سے نہ روکتیں تو زم زم جاری چشمہ ہوتا۔''

آپ نے پانی پیا اور بچے کو دودھ پلایا۔ بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے پانی پینا شروع کیا تو آپ کا دودھ بچے کے لئے زیادہ ہو گیا۔ آپ کو فرشتے نے کہا: ضائع ہونے کا ڈر نہ رکھو کیونکہ یہاں بیت اللہ ہے، جسے یہ بچہ اور اس کا والد تعمیر کریں گے اور اللہ اس بیت اللہ کے رہنے والوں کو ضائع نہیں کرے گا۔

سیدہ ہاجرہ اسی حالت میں وہاں ٹھہری رہیں حتیٰ کہ ان کے پاس سے جرہم بنی قحطان کا ایک قافلہ یا جرہم قبیلے کے ایک گھر والے گزرے۔ کداء کے راستے سے آتے ہوئے تو وہ مکہ میں اترے۔ انہوں نے پرندوں کو منڈلاتے دیکھا، حالانکہ کبھی کوئی پرندہ وہاں نہ گزرا تھا تو انہوں نے کہا کہ بے شک یہ پرندہ پانی پر گھومتا ہے اور اس وادی میں ہمیں ایک زمانہ گزرا ہم نے یہاں پانی نہیں دیکھا۔ انہوں نے ایک یا دو قاصدوں کو بھیجا۔ انہوں نے پانی پایا تو واپس آ کر خبر دی تو سب پانی پر آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ سیدہ ہاجرہ پانی کے پاس موجود تھیں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ ہمیں اس پانی کے پاس ٹھہرنے کی اجازت دیتی ہیں؟ آپ نے انہیں اجازت دی اور فرمایا کہ تمہارے لئے پانی میں سے اس کے سوا کچھ نہیں جو تم اسے پیو یا جس سے نفع اٹھاؤ۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

☆☆☆

چاہِ زمزم کا مٹنا اور ظہور

قبیلہ جرہم آب زم زم پیتے رہے اور اس کے پاس جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ٹھہرے رہے۔ جب جرہم نے تحقیر آمیز سلوک کیا اور انہوں نے بیت اللہ شریف کی حرمت کو پامال کر دیا، کعبۃ اللہ کا مال جو ہدیۃً آتا تھا وہ ظاہر و پوشیدہ کھانے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے کاموں کا ارتکاب کیا تو آبِ زم زم خشک ہو کر ختم ہو گیا۔

آب زم زم کی جگہ پرانی ہوتی رہی اور مٹی رہی اور اس پر پانی کے سیلاب گزرتے رہے۔ حتیٰ کہ اس کی جگہ ایسی پوشیدہ ہوئی گویا مٹ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جرہم پر خزاعہ کو مسلط کر دیا تو انہوں نے انہیں حرم سے نکال دیا تو شرید کے سوا ان میں سے کوئی نہ بچا اور جرہم فنا ہو گئے۔ کعبہ کے متولی خزاعۃ ہوئے اور جب تک اللہ نے چاہا وہ اس کے متولی رہے۔

ابو صالح سے مروی ہے کہ جب جرہم کی ولایت کا زمانہ لمبا ہو گیا، انہوں نے حرم کی بڑی بڑی چیزوں کو حلال کر لیا اور انہوں نے وہ کچھ پایا جو وہ نہیں پاتے تھے تو انہوں نے حرم کی عظمت کو پامال کیا اور کعبہ معظمہ کے نذرانہ کو ظاہر اور پوشیدہ طور پر کھانے لگے۔ وہ ظلم کرتے اور اس پر جو مکہ کے باہر رہنے والوں میں سے اس میں داخل ہوئے تو وہ کمزور ہوئے۔ ان کے درمیان جھگڑے پیدا ہوئے اور اختلاف ہوا، حالانکہ اس سے پہلے وہ عرب میں سب سے زیادہ عزت والا قبیلہ تھا۔ سب سے زیادہ مال اور اسلحہ ان کے پاس تھا اور سب سے زیادہ عزت والے تھے۔

جرہم میں ایک شخص تھا جسے مضاض بن عمرو بن حارث بن مضاض بن عمرہ کہا جاتا تھا۔ جب اس نے ان کا

Marfat.com

حال دیکھا تو اس نے انہیں خطاب کیا اور نصیحت کی۔ اس نے کہا:

''اے میری قوم! اپنے آپ پر رحم کرو! اللہ کے حرم اور اس کے امن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو حالانکہ تم نے دیکھا اور سنا ان کو جو تم سے پہلی امتیں ہلاک ہوگئیں جیسے قوم ہود، قوم صالح، قوم شعیب تو تم یہ کام نہ کرو! تم صلہ رحمی سے کام لو اور ایک دوسرے کو نیکی کے کام کی نصیحت کرو اور برائیوں سے رک جاؤ ،اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے عزت والے گھر کی عزت پامال نہ کرو اور تم اپنی حالت امن اور قوت سے دھوکہ نہ کھاؤ اور اس حرم میں ظلم کے ساتھ بے دینی کرنے سے بچو، یہ بہت بڑی ہلاکت ہے۔ اللہ کی قسم! یقیناً تم جانتے ہو کہ یہاں کوئی ایک نہ رہا تھا جس نے ظلم کیا ہو اور وہ بے دین ہوا ہو مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی اور انہیں جڑ سے اکھیڑ ڈالا اور اس زمین کو دوسروں سے بدل دیا تو تم سرکشی سے پرہیز کرو کیونکہ سرکش باقی نہیں رہتے حالانکہ تم دیکھ چکے اور تم نے سنا ان کا جو تم سے پہلے رہائش پذیر ہوئے جیسے طمس، جدیس، عمالیق یہ وہ لوگ تھے جن کی عمریں لمبی تھیں۔ طاقت میں زبردست ،ان کے مرد کثیر، مال بے شمار، اور زیادہ۔ جب انہوں نے اللہ کے حرم کو پامال کیا اور اس میں ظلم کے ساتھ بے دینی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے مختلف طریقوں سے نکالا ،بعض وہ ہیں جنہیں بدحالی کے ذریعے نکالا گیا اور بعض وہ ہیں جنہیں خشک سالی سے نکالا گیا اور کچھ وہ ہیں جو تلوار کے زور سے نکالے گئے۔ تم انہیں کے گھروں میں رہنے لگے اور ان کے بعد زمین کے وارث ہوئے تو تم اللہ کے حرم کی حفاظت کرو یعنی تم اس کی عظمتوں کی رعایت رکھو اور اس کے عزت والے گھر کی تعظیم کرو اس سے اور جو کچھ اس میں ہے الگ ہو جاؤ اور جو اس میں داخل ہو اس کی حرمتوں کی تعظیم کرتا ہوا آئے۔ اس پر ظلم نہ کرو۔ نہ اس پر جو اپنے سامان کو بیچنے کے لئے آیا یا تمہارے پڑوس کی خواہش کرتے ہوئے آیا تو بے شک تم اگر یہ کام کرو گے تو مجھے ڈر ہے اس بات کا کہ تم بھی اللہ کے حرم سے ذلت و رسوائی کے ساتھ نکالے جاؤ گے حتیٰ کہ تم میں سے کوئی ایک حرم تک پہنچنے کی طاقت نہ رکھے گا اور نہ اس کے گھر کی زیارت کرنے جو تمہارے لئے حفظ و امان ہے، پرندے اور وحشی جانور اس میں امن پائیں گے۔''

ان میں سے ایک نے کہا: کون ہے جو ہمیں نکالے گا۔؟ کیا ہم عرب میں زیادہ عزت والے اور زیادہ افراد، قوت اور اسلحہ والے نہیں ہیں؟

مضاض بن عمرو نے اسے کہا:

''جب حکم آئے گا تو جو تم کہتے ہو بے کار رہ جائے گا۔''

جو کچھ وہ کرتے تھے اس میں انہوں نے کوئی کمی نہ کی۔ جب مضاض بن عمرو نے دیکھا کہ جرہم حرم میں کعبہ کا مال چوری چھپے اور اعلانیہ لے جاتے ہیں تو اس نے ان دو ہرنوں جو بیت اللہ میں سونے کے تھے اور کچھ تلواروں کا ارادہ کیا۔ تلواریں اور ہرن وغیرہ فارس کے بادشاہ ساسان نے کعبہ کی طرف بطور ہدیہ بھیجی تھیں۔

Marfat.com

مضاض نے انہیں زم زم کے کنویں کی جگہ دفن کر دیا اور زم زم کا پانی بالکل ختم ہو چکا تھا جب تک جرہم نے حرم میں برائیوں کا ارتکاب کیا حتیٰ کہ کنویں کی جگہ پوشیدہ ہوئی اور مٹ گئی تو مضاض بن عمرو اور اس کے بعض لڑکے اندھیری رات میں گئے، انہوں نے زم زم کے کنویں کو کھودا اور گہرا کیا، پھر اس میں تلواروں اور دونوں ہرنوں کو دفن کر دیا۔ (اخبار مکہ، ارزقی: ۹۲/۱، ۹۰)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیئر زم زم کو جرہم نے دفن کیا جب انہیں مکہ سے نکالا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خزاعۃ کو مسلط کر دیا تو انہوں نے انہیں حرم سے نکال دیا تو شرید کے سوا ان میں سے کوئی نہ بچا اور جرہم فنا ہو گئے اور کعبہ کے متولی خزاعۃ ہوئے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ اس کے متولی رہے۔

اس عرصے میں زم زم کا مقام زمانے کے گزرنے سے معروف نہ رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ کو تیار کیا اور انہیں قریش میں سے اس کام کے لئے مخصوص فرمالیا۔

آبِ زم زم مٹا رہا حتیٰ کہ اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہاں تک کہ برکتوں والے نبی ﷺ کے پیدا ہونے کا وقت آ گیا جن کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوتے تھے، جو صاحب کوثر ہیں اور سیراب کر دینے والے حوض کے مالک ہیں۔ تو جب آپ ﷺ کے ظہور کا وقت قریب ہوا اللہ تعالیٰ نے آپ کے دادا کو پانی پلانے کی اجازت دی یعنی جو آبِ زم زم دفن ہو چکا تھا اسے ظاہر کریں۔ (الروض الانف، سہیلی: ۱۲۲/۱)

زم زم کے کنویں سے خواب کے ذریعے پردے ہٹا دیئے گئے اور انہیں کنویں کو کھودنے کا حکم ہوا اور انہیں کچھ علامتیں بتائی گئیں جن کے ذریعے زم زم کی جگہ واضح ہوئی تو انہوں نے اسے کھودا۔

امام سہیلی کی تحقیق کے مطابق جناب عبدالمطلب کا زم زم کو کھودنا رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے تھوڑا عرصہ پہلے تھا یعنی عام الفیل سے پہلے۔

امام تقی الدین الفاسی نے فرمایا:

"جناب عبدالمطلب کا زم زم کے کنویں کو کھودنا نبی کریم ﷺ کی ولادت سے پہلے تھا کیونکہ ہم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جب زم زم کو کھودا تو آپ کا سوائے حارث کے کوئی بیٹا نہ تھا۔" (شفاء الغرام: ۲۴۷/۱)

یہی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیرت ابن اسحاق میں اس کے ثقہ رجال کی سند سے روایت ہے:

"نبی کریم ﷺ کے والد اور آپ کے چچاؤں میں سے سوائے حارث کے کوئی نہ تھا، وہ پیدا ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ان کے بعد عام الفیل میں ہوئی۔"

ابن اسحاق نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

"عبدالمطلب نے فرمایا: میں حجر اسماعیل میں سویا ہوا تھا۔ کوئی میرے پاس آیا، اس نے کہا: طیبہ کو کھودو۔ میں نے کہا؟ طیبہ کیا ہے؟ وہ غصے سے چلا گیا۔ پھر جب میں دوبارہ اپنی اس سونے کی جگہ جا

کر سو گیا تو وہ شخص پھر آیا، اس نے کہا: برہ کو کھودو۔ میں نے کہا: برہ کیا ہے؟ تو وہ پھر چلا گیا۔ جب تیسرا دن ہوا میں پھر اپنے مقام میں سو رہا تھا کہ اس شخص نے آ کر کہا: زم زم کو کھودو۔ میں نے کہا: زم زم کیا ہے؟ تو اس نے کہا: وہ کبھی خشک نہ ہوگا اور نہ قلیل ہوگا اور یہ پانی حاجیوں کی عظیم جماعت کو چیونٹیوں کی بستی کے قریب سیراب کرے گا۔ جب میرے لئے زم زم کا حال اس نے ظاہر کر دیا اور اس جگہ پر مجھے رہنمائی کر دی گئی اور یہ بات واضح ہوگئی کہ کہنے والا سچ کہتا ہے، تو میں نے کدال لیا اور میرے ساتھ میرا بیٹا حارث تھا۔ اس کے سوا میرا کوئی بیٹا نہ تھا تو میں نے اسے کھودا حتیٰ کہ جب میرے لئے کنارے ظاہر ہوئے تو میں نے تکبیر کہی تو قریش نے جان لیا کہ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حاجت پوری ہوگئی تو انہوں نے آپ کے پاس آ کر کہا: اے عبدالمطلب یہ بئر اسماعیل ہے اور اس میں ہمارا حق ہے تو ہمیں اپنے ساتھ شریک کر۔ تو ہم سے انصاف کر بے شک ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے اور اس بارے میں ہم تجھ سے جھگڑا کریں گے۔ آپ نے فرمایا: تم میرے اور اپنے درمیان جسے چاہو ثالث مقرر کر لو میں فیصلہ اس کے پاس لے جاؤں گا۔ انہوں نے کہا: بنی سعد بن ھذیم کی کاہنہ۔ آپ نے فرمایا: درست ہے کہ وہ شام کے بڑے لوگوں میں سے ہے۔ عبدالمطلب سوار ہوئے اور ان کے ساتھ بنی عبد مناف میں سے ایک شخص اور قریش کے ہر قبیلے سے ایک ایک شخص سوار ہو کر چلے اور زمیں اس وقت اس علاقہ کی صحرائی تھی یعنی بے آب میدان تھے۔ چلتے چلتے جب وہ حجاز اور شام کے درمیان پہنچے تو حضرت عبدالمطلب اور آپ کے ساتھیوںؓ سے پانی ختم ہوگیا۔ انہیں پیاس نے ستایا تو انہیں ہلاکت کا یقین ہوگیا۔ انہوں نے اپنے ساتھ قریش کے باشندوں سے پانی مانگا تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا: ہمیں بھی صحرا میں تمہاری طرح تکلیف پہنچنے کا ڈر ہے۔ جب حضرت عبدالمطلب نے قوم کا یہ رویہ دیکھا اور اپنی اور ساتھیوں کی حالت دیکھی تو فرمایا: اے قریش! تمہاری رائے کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے رائے آپ کی رائے کے تابع ہی ہے اور ہمارا معاملہ وہی ہی جو آپ چاہیں۔ آپ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے لئے اپنی طاقت کے مطابق کھودے تو جب کوئی مر جائے اس کے ساتھی اسے اس گھڑے میں ڈال کر مٹی ڈال دیں حتیٰ کہ تم میں آخری ایک مردہ رہ جائے تو ایک آدمی کا ضیاع و ہلاک پوری جماعت کے ضیاع و ہلاک سے آسان ہے۔ وہ بولے: آپ کے ارادہ کو ہم نے سنا، پھر ہر شخص اٹھا اور اپنا گڑھا کھودنے لگا۔ پھر پیاس کی وجہ سے سب بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اللہ کی قسم! ہمارا اپنے آپ کو یہاں ڈال دینا یہ عاجزی و سستی ہے۔ کیا ہمیں کوئی حیلہ تلاش نہیں کرنا چاہیے؟ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی جگہ سے پانی عطا کر دے، کوچ کرو۔ انہوں نے سفر کی تیاری کی حتیٰ کہ جب فارغ ہوئے اور جو قریش ان کے ساتھ تھے وہ تیاری کرتے تھے، حضرت عبدالمطلب اپنی سواری کی طرف بڑھے اور سوار ہوئے جب سواری آپ کو لے کر اٹھی تو اس

کے کھر کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔آپ نے اتر کر پانی پیا' آپ کے ہمراہیوں نے بھی پیا اور انہوں نے اپنے برتنوں کو پانی سے بھر لیا۔ پھر آپ نے اپنے ساتھ چلنے والے قبائل کو بلایا اور فرمایا: پانی لو کہ یقیناً اللہ عزوجل نے ہمیں پانی عطا فرمایا، پیو اور جمع کرلو تو انہوں نے پی کر جمع کر لیا۔ جن قبائل نے آپ سے جھگڑا کیا تھا انہوں سے کہا: اے عبدالمطلب! بے شک اللہ عزوجل نے ہمارے خلاف اور آپ کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم آبِ زم زم کے بارے کبھی بھی آپ سے نہ جھگڑیں گے۔ جس نے آپ کو اس صحرا میں یہ پانی عطا فرمایا ہے، وہی ہے جو آپ کو زم زم عطا کر رہا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے سقایہ کی طرف راشد ہوتے ہوئے لوٹ جائیں۔ آپ اور قبائل قریش آپ کے ساتھ لوٹ آئے اور کاہنہ کے پاس نہ گئے اور عبدالمطلب اور زم زم کے درمیان سے الگ ہو گئے۔"

☆☆☆

زمزم کتنا عرصہ پوشیدہ رہا

سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے چشمہ آبِ زم زم کے پھوٹنے سے لے کر (اس عربی کتاب کے لکھنے کے) دن تک اس پانی کے ظہور کو تقریباً پانچ ہزار سال گزر چکے ہیں جیسا کہ آئندہ عبارات سے واضح ہوگا۔

ابن سعد نے طبقات: ۵۳/۱ اور امام سیوطی نے الحاوی للفتاوی: ۱۳۹/۲ میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن واقد اسلمی سے اور ایک سے زائد اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم اور موسیٰ بن عمران علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ۱۰ قرن ہیں اور ایک قرن سو سال ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا سیدنا موسیٰ بن عمران اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان فاصلہ انیس سو سال ہے اور ان دونوں کے درمیان فترۃ (وہ زمانہ جس میں کوئی رسول دنیا میں موجود نہ ہو) نہیں تھا۔

اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیان ۵۶۹ سال کا عرصہ تھا۔

اس بیان کے مطابق سیدنا ابراہیم اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان تین ہزار چار سو انہتر سال کا عرصہ ہے۔ اس میں ہم ۵۳ سال زیادہ کریں جو نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے پہلے کی زندگی ہے اور ہجرت سے ہمارے اس زمانے تک ۱۴۳۴ چودہ سو چونتیس سال ہیں لہٰذا سب مل کر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سے زمانہ سے اب تک چار ہزار نو سو چھپن سال ہیں۔

اگر ہم اس کل سالوں کی گنتی سے وہ سال نکال دیں جو سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اور اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت میں ہیں یعنی آبِ زم زم کے پھوٹنے اور ظاہر ہونے تک تو وہ ۹۹ سال ہیں۔

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

Marfat.com

"سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جب پیدا ہوئے اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ۹۹ سال تھی۔" (الجامع الاحکام القرآن: ۹/۲۷۵)

نتیجہ یہ ہوا کہ آبِ زم زم کے ظاہر ہونے کی کل مدت چار ہزار آٹھ ستاون ۴۸۵۷ ہے یعنی جو پانچ ہزار سال تقریباً ہے اور اللہ خوب جانتا ہے۔

یہ تو زمین پر پانی کے ظہور کی مدت ہے البتہ اس کا وجود زمین کے نیچے اس سے پہلے تھا۔ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ظاہر ہونے تک اس کی مدت کیا ہے؟ اس کا علم بھی اللہ ہی کے پاس ہے اور عنقریب آگے یہ بات آ رہی ہے کہ چشمہ آبِ زم زم جنت کے چشموں میں سے ہے جسے زم زم کے کنویں کی جگہ لایا گیا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس مبارک پانی کو اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ظاہر کرنے کی اجازت دی تو سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنویں کی جگہ کی زمین پر ضرب ماری تو آبِ زم زم ظاہر ہوا۔

ابن اسحاق نے اس شخص سے روایت کی ہے جو آبِ زم زم کے بارے میں حضرت علی بن ابی طالب سے حدیث بیان کرتا تھا کہ جب عبدالمطلب کو زم زم کھودنے کا حکم ہوا تو انہیں کہا گیا:

"سیراب کرنے والے، صاف ستھرے پانی کی دعا مانگو۔ زم زم کھودو۔ بے شک اس کا کھودنا برا نہیں اور یہ آبِ زم زم چیونٹیوں کے بل کے پاس ہے جہاں کوا کل چونچ مارے گا۔"

دوسرے دن صبح حضرت عبدالمطلب اور آپ کا بیٹا حارث وہاں پہنچے اور اس وقت آپ کا اور کوئی بیٹا نہ تھا تو آپ نے چیونٹیوں کا بل پالیا اور دو بتوں اساف اور نائلہ کے درمیان کوے کو چونچ مارتے بھی پایا۔ آپ نے کدال لیا اور حکم کے مطابق کھدائی شروع کر دی۔ قریش نے جب دیکھا تو آپ کے پاس پہنچے اور بولے: اللہ کی قسم! ہم تجھے ان دو بتوں کے درمیان جن کے پاس ہم ذبح کرتے ہیں کھدائی نہ کرنے دیں گے۔

آپ نے حارث کو کہا:

"تو مجھے کھودنے دے اللہ کی قسم جس کا مجھے حکم ہوا ہے میں اسے کر کے رہوں گا۔"

تو جب انہوں۔ نے جان لیا کہ آپ اس کام کو چھوڑ کر جھگڑے میں بھی نہیں پڑنا چاہتے بلکہ کام کر گزرنا چاہتے ہیں تو وہ آپ سے کھدائی کے معاملہ میں الگ ہوئے اور رک گئے۔ ابھی آپ نے بہت قلیل کھدائی کی تھی کہ آپ کے لئے کنویں کا کنارہ ظاہر ہوا۔ آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا خواب سچا ہے۔

جب آپ نے مزید کھدائی فرمائی تو آبِ زم زم کے کنویں میں سونے کے دو ہرن پائے۔ یہ دونوں ہرن وہی تھے جنہیں مکہ سے نکلتے وقت قبیلہ جرہم والے دفن کر گئے تھے اور آپ نے اس میں کچھ قلعی تلواریں، زرعیں اور جنگی ساز و سامان پایا۔

جب حضرت عبدالمطلب نے زم زم کی کھدائی مکمل کر لی اور اس پر ایک حوض بنایا، جسے آپ بھر دیتے اور حاجی اس سے پیتے۔ قریش کے حسد کرنے والے لوگ رات کے وقت اس حوض کو توڑ دیتے اور عبدالمطلب سے درست کرتے رہتے حتیٰ کہ جب ان کا حوض کو خراب کرنے کا عمل کثیر ہوا تو آپ

Marfat.com

نے اپنے رب سے دعا فرمائی، پھر آپ نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا تھا:

"کہہ دو: اے اللہ! بے شک میں اسے نہانے والے کے لئے حلال نہیں کرتا لیکن یہ پینے والے کے لئے حلال اور مباح ہے۔ پھر تجھے ان سے کفایت کر دی جائے گی۔"

عبدالمطلب نے کھڑے ہو کر اپنی خواب کا اعلان کر دیا اور تشریف لے گئے تو جب کوئی شخص حوض کو خراب کرتا اس کے جسم میں بیماری پیدا ہو جاتی حتیٰ کہ لوگوں نے حوض اور اس کے سقایہ کو چھوڑ دیا۔

☆☆☆

حضرت عبدالمطلب کی نذر

حضرت عبدالمطلب نے زم زم کی کھدائی پر اللہ کے لئے نذر مانی تھی کہ اگر میں نے اسے کھودا' اس کام کو پورا کر لیا اور میرے دس بیٹے پورے ہوئے تو ان میں سے ایک کو اللہ عزوجل کے لئے ذبح کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بزرگی اور اولاد میں اضافہ فرمایا کہ چھ بیویوں سے دس بیٹے ہوئے:

۱۔ حارث۔	۲۔ حضرت عبداللہ۔
۳۔ جناب ابوطالب۔	۴۔ جناب زبیر۔
۵۔ حضرت عباس۔	۶۔ ضرار۔
۷۔ ابولہب۔	۸۔ غیداق۔
۹۔ حضرت حمزہ۔	۱۰۔ مقوم۔

جب دس بیٹے پورے ہو گئے۔ آپ کو شرف عظیم عطا ہوا' زم زم کھود لیا اور اس سے پانی پلانے کا کام پورا ہو گیا' آپ نے اپنے بیٹوں میں قرعہ اندازی کی کہ کس کو ذبح کریں تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔

آپ نے ان کے ذبح کا ارادہ فرمایا تو حضرت عبداللہ ﷺ کے ماموں بنومخزوم' قریش کے بڑے بڑے حضرات اور ان کے اہل رائے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا:

"اللہ کی قسم! آپ اسے ذبح نہیں کریں گے کیونکہ اگر آپ نے ایسا کر دیا تو یہ ایک طریقہ عرب کے اندر جاری ہو جائے گا۔ اس مسئلہ میں آپ کے بیٹے بھی قریش کے ساتھ ہو گئے تو قریش نے آپ سے کہا کہ حجاز میں ایک عرافہ ہے، اس کے کچھ جن تابع ہیں تو اس سے پوچھ۔ پھر تجھے اپنے معاملہ میں اختیار ہے اگر وہ تجھے ذبح کا حکم دے ذبح کرو، اگر وہ کسی ایسے کام کا حکم دے جس میں آسانی ہو تو اسے قبول کرو۔"

راوی کہتا ہے کہ پھر وہ سب اس کے پاس پہنچے۔ اس سے پوچھا اور اس کے سامنے حضرت عبدالمطلب ﷺ نے اپنی صورتحال بیان فرمائی تو اس نے کہا:

"تم سب مجھ سے واپس چلے جاؤ، جب میرا جن میرے پاس آئے گا میں اس سے پوچھوں گی۔"

Marfat.com

پھر جب صبح اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: ہاں! میرے پاس خبر آئی ہے تمہارے اندر دیت کی مقدار کیا ہے؟ انہوں نے کہا: دس اونٹ۔

وہ نجومی عورت بولی:

"اپنے علاقے کی طرف لوٹ جاؤ اور دس اونٹ قربانی کے لئے الگ کر کے اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ اندازی کرو، اگر قرعہ اونٹوں پر نکلے تو انہیں ذبح کر دو اور اگر عبداللہ پر نکلے تو دس اونٹ اور زیادہ کر کے پھر قرعہ اندازی کرو حتیٰ کہ تمہارا رب راضی ہو جائے تو جب قرعہ اندازی اونٹوں کے حق میں ہو تو انہیں ذبح کر دو تب تمہارا رب راضی ہو گا اور تمہارے صاحب کو نجات ہو گی۔"

پھر مکہ کی طرف سب لوٹ آئے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا تو وہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ قریش نے کہا: اے عبدالمطلب! اپنے رب کے لئے زیادہ کر حتیٰ کہ وہ راضی ہو جائے لہٰذا آپ دس دس اونٹ بڑھاتے رہے اور قرعہ حضرت عبداللہ پر نکلتا رہا اور قریش کہتے رہے۔: اپنے رب کے لئے زیادہ کر حتیٰ کہ وہ راضی ہو جائے۔

آپ ایسا کرتے رہے حتیٰ کہ اونٹ سو ہو گئے اور قرعہ اونٹوں پر نکل آیا۔ قریش نے عبدالمطلب سے کہا:

"انہیں ذبح کرو کہ یقیناً تیرا رب راضی ہو گیا ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"پھر تو میری طرف سے اپنے رب کے ساتھ اس وقت تک انصاف نہ ہو گا جب تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام کا تین بار نہ نکل آئے۔"

لہٰذا آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور سو اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی تین بار کی تو ہر بار قرعہ اونٹوں کا ہی نکلا۔ تین بار قرعہ اندازی کرنے کے بعد آپ نے وادیوں' گھاٹیوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اونٹ ذبح فرمائے اور ان اونٹوں سے کسی انسان' پرندے اور درندے کو روکا نہ گیا۔ ان اونٹوں سے آپ نے اور آپ کے بیٹوں میں سے کسی ایک نے کچھ بھی نہ کھایا۔ مکہ شریف کے اردگرد کے دیہاتیوں کو بلایا گیا اور جو باقی بچا اس پر درندے جھپٹ پڑے۔ یہ پہلا موقع تھا جب دیت سو اونٹ ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام بھیجا تو دیت یہی پکی ہو گئی۔

اس دن جب حضرت عبدالمطلب اپنے گھر کی طرف واپس ہوئے تو وہب بن مناف بن زہرہ بن کلاب کے پاس سے گزرے، وہ مسجد میں بیٹھے تھے اور وہ مکہ کے شرفاء میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت آمنہ کا نکاح عبداللہ بن عبدالمطلب رسول اللہ کے والد سے کر دیا۔ (اخبار مکہ ازرقی: ۲/۴۸-۴۹)

جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کھدائی شروع کی۔ وہ آپ پر گراں گزری۔ آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو دس بیٹے عطا کرے تو ایک کو قربان کریں گے، پھر آپ نے کئی عورتوں سے نکاح فرمائے تو دس بیٹے پیدا ہوئے۔ آپ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے نام کا نکلا۔ آپ کو حضرت عبداللہ سے سب بیٹوں سے زیادہ محبت تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

Marfat.com

''اے اللہ! کیا تجھے یہ زیادہ پسند ہے یا سو اونٹ؟''

پھر قرعہ اندازی اپنے بیٹے اور سو اونٹوں میں کی تو قرعہ سو اونٹوں کا تھا لہٰذا آپ نے انہیں ذبح کر دیا۔

☆☆☆

دورِ رسالت سے لے کر عصر حاضر تک آب زمزم کے کنویں کی مرمت وتعمیر کے مختلف مراحل

چاہ زمزم حرم مکی میں عہد قدیم سے ہے، مسلمانوں کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے کیونکہ اس کے تقدس کے واقعات مذکور ہیں۔ اس کا تاریخی زمانہ حضرت اسماعیل تک پہنچتا ہے۔ جب آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ بیت اللہ شریف کے مقام کے پاس ٹھہریں اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل کو پیاس لگی تو وہ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتی رہیں لیکن پانی کا کہیں سراغ نہ پایا۔ بالآخر حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور اپنی ایڑی سے زمین کو کریدا۔ ایک روایت میں بحث کے بجائے عزم کا لفظ آیا ہے اور دونوں لفظ صحیح بخاری میں موجود ہیں تو پانی زمین پر بہنے لگا اور یہ واقعہ زمزم کے معرض وجود میں آنے کا باعث بنا۔ اگر حضرت ہاجرہ اس کے گرد بند نہ باندھتی تو زمزم ایک نہر نما چشمہ ہوتا جو تمام روئے زمین پر بہتا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ہے۔ فاکہی نے ذکر کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زمزم کا کنواں چشمہ پھوٹنے کے بعد حضرت ابراہیم نے کھودا تھا۔ اس وقت مکہ معظمہ میں لوگ آباد ہونا شروع ہوئے تھے۔ اس سے پہلے وہاں کوئی نہیں ٹھہرتا تھا۔ پانی کو دیکھ کر قبیلہ جرہم وہاں آباد ہو گیا، لیکن جب وہ مکہ سے جلاوطن ہوئے تو چاہ زمزم کو بند کر گئے۔ پھر جب آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا زمانہ آیا تو اس نے خواب میں زمزم کی جگہ دیکھی تو اس نے اسے معلوم کرنا چاہا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے اس نے کنواں کھودا جیسا کہ اصحاب سیر نے بیان کیا ہے۔ بعد ازاں مسلمانوں نے اس کی پوری پوری حفاظت کی کیونکہ اس کے پانی کی فضیلت کے متعلق متعدد احادیث آئی ہیں۔ انہوں نے اس پر ایک مربع شکل کا مکان تعمیر کرایا۔ اس کی دیواروں میں پانی کے لئے ٹونٹیاں لگا دیں جو زمزم کے پانی سے بھری جاتی تھیں اور ایک لوہے کا جنگلہ لگا دیا اور اس کی دیواروں کو عمدہ کتابت سے مزین کیا۔

سقایہ عباس:

جس زمانہ میں چاہ زمزم بند تھا حجاج کو پانی پلانے اور وضو کرنے کیلئے حرم شریف میں کئی حوض بنائے گئے، لیکن ان میں زیادہ مشہور سقایہ عباس ہے، کیونکہ یہ صدیوں قائم رہا اور حجاج اس سے فیض یاب ہوتے رہے۔ یہ حوض کعبہ شریف کے مشرق میں چاہ زمزم سے جنوب کی طرف حجر اسود سے ۸۰ ذراع یعنی ۳۶ میٹر ۱۰ سینٹی میٹر کے فاصلہ پر واقع تھا۔

Marfat.com

جناب عبدالمطلب اور ابوطالب وعباس کا دور:

اسی جگہ جناب عبدالمطلب بن ہاشم نے حجاج کے لئے سبیل بنوائی تھی۔ ان کے وصال کے بعد ابوطالب اس خدمت پر مامور ہوئے، لیکن انہوں نے اپنے بھائی عباس سے دس ہزار درہم ایک سال کیلئے قرض لئے، مگر سال پورا ہونے پر قرض ادا نہ کر سکے۔ چنانچہ انہیں مزید ایک سال کی مہلت اس شرط پر مل گئی کہ اگر آمدہ موسم حج کے موقع پر آپ رقم ادا نہ کر سکے تو پھر ''سقایہ'' کے منصب سے دست بردار ہو جائیں، لیکن دوسرا سال گزر جانے کے باوجود قرض ادا نہ کر سکے۔ جس کی وجہ سے حضرت عباس کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ چنانچہ اس وقت سے اب تک حجاج کو پانی پلانے کی خدمت سیدنا عباس کی اولاد انجام دے رہی ہے۔

دورابن عباس:

علامہ ازرقی حضرت ابن عباس کے زمانے میں چاہ زمزم کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

''پہلے زمانے میں زمزم کے دو حوض تھے' ایک حوض اس کے اور رکن کے درمیان تھا جس سے پانی پیا جاتا تھا اور ایک حوض اس کے عقب میں وضو کے لئے تھے جس میں باب وضو کی طرف سے پانی جانے کا راستہ بنا ہوا تھا یعنی باب صفا۔ جس کے پہلو میں چاہ زمزم پر کھڑا ہو کر پانی کھینچنے والا اس میں پانی ڈالتا۔ معاویہ بن ابی سفیان نے چاہا کہ دار الندوہ میں انہیں آب زمزم پلایا جائے مگر ابن عباس نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ آپ کے لئے نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: ابن عباس نے سچ کہا۔ پھر انہیں رمی جمرات کے موقع پر پلایا گیا اور پھر جب منیٰ میں واپس آئے تو وہاں پر پلایا گیا۔ نبیذ پلانے کی جگہ رکن اور زمزم کے مابین صفا کے قریب تھی۔''

سلیمان بن عبداللہ بن عباس کا دور:

ابن عباس کی مجلس کا مقام زمزم کے اس پہلو میں تھا جو صفا اور وادی کے قریب اور زمزم کے مدخل کے دائیں طرف تھی اور پہلا شخص جس نے ان کے بیٹھنے کی جگہ پر گنبد بنایا وہ سلیمان بن عبداللہ بن عباس تھا اور اس وقت مکہ پر سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے خالد بن عبداللہ القسری عامل تھا۔

ابوجعفر کا زمانہ:

پھر امیر المومنین ابوجعفر نے اپنے زمانہ خلافت میں زمزم پر کام کیا اور اس پر ایک کھڑکی لگوائی۔ وہ زمزم کے فرش اور کھڑکی پر سنگ مرمر لگوانے والا پہلا شخص تھا۔

سیدنا عبداللہ ابن زبیر کا دور:

ابتداء میں یہ حوض حجر اسود اور چاہ زمزم کے درمیان حضرت عباس کی نشست گاہ کے قریب تھا، لیکن مطاف کی وسعت کے پیش نظر سیدنا عبداللہ بن زبیر نے ۸۰ ذراع کے فاصلہ پر بنوایا۔

Marfat.com

محمد بن ہارون اور احمد بن محمد کا دور:

بعد میں محمد بن ہارون بن ابراہیم نے اس پر کمرہ بنا کر لکڑی کی چھت ڈال دی اور نالیاں سنگ مرمر کی بنوائیں۔ یہ عمارت ۳۵۰ھ تک قائم رہی۔ پھر احمد بن محمد بن عیسیٰ نے اسے منہدم کر کے چار ستونوں پر منقش لکڑی کی چھت بنوائی جو چاروں طرف سے کھلی تھی۔ یہ تعمیر ۳۷۳ھ تک قائم رہی۔

جعفر اور عمر بن حسن کا دور:

جعفر بن علی بن سلیمان عباسی نے جب حج کیا تو اسے پتھروں اور چونے سے بے حد مضبوط اور مستحکم تعمیر کرایا۔ جو ۴۳۰ھ تک قائم رہا۔ اس کے بعد عمر بن حسن نے اسے منہدم کر کے مکان کی شکل میں ساری عمارت نئی تعمیر کرائی اور شرقاً غرباً دو دروازے بھی رکھے۔ یہ عمارت ۵۲۰ھ تک رہی۔

ابراہیم عباسی اور خلیفہ الناصر کا دور:

بعد میں ابراہیم عباسی نے اس کی تجدید کرائی۔ بعد ازاں جوادالاصفہانی صاحب موصل نے اسے تعمیر کرایا اور اس پر قبہ بھی بنوایا جو ۶۰۷ میں گر جانے کے باعث صاحب موصل اور خلیفہ الناصر الدین اللہ عباسی کی والدہ نے اس کی تجدید کرائی۔

ملک مظفر کا دور:

۶۷۴ھ میں ملک مظفر اور ۷۰۲ھ میں احمد بن عمر مرجانی نے اس کی تجدید کرائی۔ ابن فہد کی روایت کے مطابق ۷۰۶ھ میں محمد بن قلادون نے بھی اسے تعمیر کرایا تھا۔

سلطان ظاہر برقوق اور وزیر حسن پاشا کا دور:

۸۰۷ھ میں سلطان ظاہر برقوق نے اور ۸۷۴ھ میں قایتبائی نے تجدید کرائی اور ۸۹۴ھ میں دوبارہ تعمیر کرائی۔ ۱۱۲۶ھ میں وزیر حسن پاشا نے اسے مرمت کرایا۔

سلطان عبدالحمید کا دور:

بالآخر ۱۲۵۹ھ ہجری میں سلطان عبدالحمید خان کے حکم سے حوض کے گنبذ میں ایک عظیم الشان کتب خانہ (لائبریری) بنایا۔ جس میں ہر موضوع اور ہر فن کی بے شمار کتابیں رکھیں جس سے ہر خاص و عام استفادہ کرتا رہا۔

مختلف بادشاہوں کی توجہ کا مرکز:

چاہ زمزم خلفاء، ملوک اور حکام کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ انہوں نے چاہ زمزم اور اس کے حجرے کی تعمیر کی اور اس میں قابل قدر آرائشیں کیں۔ آل سعود کا زمانہ آیا تو چاہ زمزم کے لئے اہتمام میں مزید اضافہ ہوا۔

Marfat.com

مہدی کا دورِ حکومت:

علامہ ازرقی مہدی کے عہد خلافت میں زمزم، اس کے حجرے اور حوض پر کام کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”زمزم کے حجرے کا ماتھا جس اس کا دروازہ تھا، اور جو مقام سعی کے قریب تھا، اس کا پھیلاؤ بارہ ہاتھ انیس انگشت تھا اور مقام سعی کے قریب اس کے کھلنے کی جگہ دس ہاتھ بارہ انگشت تھی۔ کعبہ کے قریب اس کے کھلنے کا پھیلاؤ ۹ ہاتھ ۱۱۵ انگشت تھا اور درز جو وادی اور صفا کی طرف تھی ۱۳ ہاتھ ۱۱۳ انگشت چوڑی تھی اور زمزم کے حجرے کی اونچائی ۵ ہاتھ تھی۔ اس پر دو ہاتھ اور بارہ انگشت سنگ مرمر تھا اور اتنی ہی ساگوان کی لکڑی تھی اور دیواروں کے وسط میں پورے زمزم کے حوض کی اطراف دائرے میں تھیں۔ حوض کی اونچائی ۱۹ انگشت اور چوڑائی ۱۱۱۸ انگشت تھی، اندر کی طرف دیواروں کی لمبائی دو ہاتھ تھی۔ حوض کی دیواروں پر اندر اور باہر اور وسط میں سنگ مرمر لگا ہوا تھا۔ حوض پر ایک چھت تھی جس کی اونچائی بیس انگشت تھی اور چھت کے نیچے چھتیس طاق تھے جن کے ذریعے حوض سے پانی حاصل کر کے وضو کیا جاتا۔ ہر طاق کی لمبائی بیس انگشت اور چوڑائی چودہ انگشت تھی۔ مقام سعی، کعبہ اور وادی کی جوانب بارہ بارہ طاق تھے اور کنویں کے اردگرد زمزمے کے حجرے کے اندر اور کنویں کی حد سے لے کر حجرے کے دروازے کی چوکھٹ تک سنگ مرمر کا فرش تھا۔ کنویں کے سر کی گولائی باہر سے ساڑھے پندرہ ہاتھ اور اندر سے ساڑھے بارہ ہاتھ تھی اور حجرے پر ساگوان کے چار ستون تھے اور اس پر مربع شکل کے سانچے تھے۔ اس میں بارہ چرخیاں تھیں جن پر پانی کھینچا جاتا تھا۔“

معتصم باللہ کا عہد اور چاہ آب زمزم کی تعمیر و مرمت:

علامہ ازرقی امیر المومنین المعتصم باللہ کے عہد میں ۲۳۰ھ میں کئے گئے تغیرات کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

”اس سے قبل زمزم ماسوائے ایک چھوٹے سے گنبد کے کھلا ہوا تھا کہ عمر بن فرج الرخجی نے اس پر پوری کی پوری ساگوان کی لکڑی کی چھت ڈال دی جس پر اندر کی طرف سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا اور اس کے پہلو میں قندیلوں کا ایک سلسلہ بنایا گیا جس سے ایام حج میں روشنی حاصل کی جاتی۔ اس نے زمزم اور مشروب پینے والی جگہ کے درمیان واقع گنبد پر پچی کاری کی۔ ۲۲۰ھ سے ہر سال موسم حج میں اس کو آراستہ کیا جاتا۔ مہدی باللہ کی خلافت کے زمانہ ۲۵۶ھ میں مسجد کی تعمیر کے لئے بسر نامی ایک خادم آیا جس نے اس کے گنبد کی زمین کو بدل دیا، اس نے سنگ مرمر کو توڑ دیا اور اسے مٹی سے بھر دیا حتی کہ اس کی زمین بلند ہوگئی اور اس میں ایک چھوٹا سا تالاب بنا دیا جس کے وسط میں فوارہ سے پانی نکلتا۔ اس نے اس پر لکڑی کے بند ہونے والے دروازے اور کھڑکیاں بنا دیں۔ کھلی جگہ پر یہ پہلا کام تھا اس سے پہلے لوگ اس جگہ پر نماز پڑھا کرتے اور سویا کرتے تھے۔ گنبد کے چاروں کونوں

Marfat.com

میں ایک ایک چھوٹا رقبہ تھا جنہیں محمد بن داؤد کے زمانے میں اکھاڑ دیا گیا۔"

چھٹی صدی ہجری اور آب زمزم کے کنویں کی مرمت:

علامہ ابن جبیر اپنے سفرنامے میں زمزم کے گنبد کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"۵۷۸ھ میں وہ رکن اسود کے بالمقابل چوبیس قدم کے فاصلے پر تھا اور اس کے کونے سے مقام ابراہیم دس قدم تھا اور اس کے اندر صاف سفید سنگ مرمر کا فرش تھا اور کنویں کا اندرونی دائرہ بیت المکرّم کے مقابل کی دیواروں کی جانب جھکا ہوا تھا اور اس کی گہرائی گیارہ قامہ (ایک قامہ=۶ قدم) تھی اور پانی کی گہرائی سات قامے اور گنبد کے دروازے کا رخ مشرق کی طرف تھا۔ گنبد کے اندر ایک گول سقایہ تھی جس کی چوڑائی ایک بالشت اور گہرائی تقریباً دو بالشت تھی اور زمین سے اس کی اونچائی پانچ بالشت تھی۔ اس میں وضو کے لئے پانی بھرا ہوتا تھا۔ اس کے اردگرد ایک گول چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر لوگ چڑھ کر وضو کرتے تھے۔ گنبد کی سیڑھی پر باب صفا کے رخ پر ایک چبوترہ تھا۔ زمزم کے اوپر نصف حصے میں لکڑی کا عجیب دریچہ تھا۔ اس کی لکڑی میں جالی تھی جس کے سوراخ واضح تھے اور زمزم کے گنبد کی کھڑکی کے اندر راہب کے گوشہ تنہائی سے ملتی جلتی سطح تھی۔ جس پر زمزمی موذن اذان دیتا تھا۔"

خلافت عباسیہ اور چاہ آب زمزم:

التقی الفاسی زمزم کے مقام کی تعریف میں کہتے ہیں کہ وہ مربع شکل کا کمرہ ہے۔ اس کی دیواروں میں پانی کے نو حوض ہیں جو آب زمزم سے بھرے جاتے ہیں، لوگ ان سے وضو کرتے ہیں، سوائے ایک کے جو معطل پڑا ہے اور کعبہ کی طرف کی دیوار میں کھڑکی ہے اور اس کی چھت ساگوان کی ہے اور اس کام کو کرنے والا نا معلوم ہے۔ یہ تعریف ازرقی کی تعریف سے مختلف ہے۔ الفاسی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ازرقی کے زمانے کے بعد چاہ زمزم کی عمارت بنائی گئی اور یہ بات بعید بھی نہیں۔ امام الفاسی کے زمانہ تک بکثرت عباسی خلفاء اور ان میں سے معظم خلفاء منصب خلافت پر فائز رہ چکے تھے۔ اور عباسیوں کو چاہ زمزم کے ساتھ والہانہ محبت تھی کیونکہ سقایہ ان کے دادا حضرت عباس کے پاس تھی اور یہ ان کے لئے بڑے فخر کی بات تھی۔ لہٰذا ناگزیر ہے کہ ان میں سے اکثر نے چاہ زمزم پر تعمیر کی ہوگی۔

نویں صدی ہجری اور آب زمزم کے کنویں کی تعمیر و مرمت:

امام الفاسی چاہ زمزم پر بنائی گئی عمارت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"وہ مکان جس میں چاہ زمزم تھا' اس کے اوپر مؤذنین کے لئے ایک چھتر تھا، دیمک نے اس کے ستونوں کی لکڑی کو کھا کر اسے خراب کر دیا لہٰذا اس چھتر کو ۸۲۱ ہجری میں لکڑیوں کے ساتھ سہارا دے کر گرنے سے روکا گیا لیکن ۷ ربیع الاول ۸۲۲ھ کو چھتر کو گرا دیا گیا۔ اس کے نیچے لکڑی کی مولڈنگ (

آرائشی بیل) اور ریلنگ (جنگلہ) تھی جو دیمک خوردہ تھی۔ لہٰذا صورت حال اس کا تقاضا کرتی تھی کہ چھتر کو کعبہ کی قریبی دیوار، مقام شافعی اور اس مکان کی خلوت کے قریب کی دیواروں پر بنایا جائے جہاں ٹائلوں کے مضبوط ستون تھے، تا کہ اسے لکڑی کے ستونوں کی طرح دیمک کھا کر خراب نہ کر دے لہٰذا ان دیواروں کو اوپر سے نیچے زمین تک اکھاڑا گیا اور ان کی بنیاد کو کعبہ کی جانب ایک ہاتھ کے قریب وسیع کیا گیا اور تعمیرات کے قواعد کے مطابق بنیاد کو زمین میں ایک قامہ (۶ قدم) کے قریب نیچے اتارا گیا اور اسے پہلی بنیاد کے ساتھ ملا کر بنایا گیا۔ اور مقام شافعی والی بنیاد کو چوڑا اور مضبوط پایا گیا تو اس پر ادھیڑی گئی دیواروں کو چھت تک تعمیر کیا گیا اور ہر دیوار میں چونے کے تین محراب بنائے گئے۔ کعبہ کی طرف محرابوں کے درمیان سنگ مرمر کے سیسہ پلائے ہوئے مضبوط ستون بنائے گئے اور ان کے لئے مذکورہ دیوار کی بنیاد سے جگہ خالی چھوڑ گئی اور ان دو دیواروں کی جالیوں کو ان حوضوں تک بڑھا دیا گیا اور ان دیواروں کی چوڑائی زیادہ کر دی گئی۔ ان کے اوپر کو تراشے ہوئے بڑے مضبوط پتھروں سے اور محرابوں کے اوپر تراشے بغیر پتھروں سے چونے کے ساتھ تعمیر کیا گیا' نیز خانہ زمزم کی شرقی دیوار کی اوپر کی چوکھٹ کو سرے تک ادھیڑ کر چونے اور ٹائلوں سے تعمیر کیا گیا۔ اس مکان کی چھت کو کھول کر خراب لکڑی کو عمدہ لکڑی سے تبدیل کر دیا گیا اور اس کی غربی دیوار پر تین مضبوط ستون پختہ اینٹوں اور چونے سے بنائے گئے۔ اسی طرح ایک ستون شامی دیوار پر اور دوسرا یمانی دیوار پر بنایا گیا اور ان دونوں ستونوں کو مضبوط کرنے کے لئے ان کے درمیان ایک لکڑی کا ستون نصب کیا گیا اور ان ہر چھ ستونوں پر لکڑی چڑھائی گئی اور تمام لکڑیوں کو وارنش شدہ لکڑی کی تختیوں سے ڈھانپ دیا گیا۔ مذکورہ ستونوں پر وارنش شدہ لکڑی سے چھت بنائی گئی جو چھ ستونوں کے درمیانی حصے کے لئے سات تھی سوائے اینٹوں کے درمیانی ستون اور سامنے کے لکڑی کے ستون کی درمیان کی جگہ کے' کہ اسے چھت سے خالی چھوڑا گیا۔ اس خالی جگہ پر وارنش شدہ لکڑی سے ایک گنبد بنایا گیا اور اس کے اوپر سے ڈھانپنے کے لئے ایک اور گنبد لکڑی' کھجور کی ٹہنیوں اور بانس سے بنایا گیا۔ وارنش شدہ لکڑی سے ایک عمدہ چھتہ بنایا گیا جو مؤذن کے لئے چھتری کا کام دیتا تھا۔ چھت' گنبد اور چھتے کو لوہے کی میخوں اور کھوں سے مضبوط اور محفوظ کیا گیا۔ وارنش شدہ چھت کے اوپر غیر وارنش شدہ لکڑی سے چھت بنائی گئی اور اوپر والی چھت کو پختہ اینٹوں اور چونے کے ساتھ ہموار کر کے چونے کا پلستر کیا گیا اور چھت کے درمیانی گنبد کو بھی پلستر کر کے مضبوط کیا گیا۔ زمزم کے حجرہ کی پوری سطح کو چونے اور پختہ اینٹوں سے درست کیا گیا اور اس کی جملہ اطراف پر ماسوائے یمانی جانب کے' لکڑی کا مخروط جنگلہ لگایا اور موذن کے چھتر کی یمانی اور شرقی اطراف کے گرد بھی جنگلہ لگایا گیا' جو اس سے قبل نہیں تھا۔ اس کے بعد کھلی جگہ کو جو چاہ زمزم کے آگے لکڑیوں اور میخوں سے بنائی گئی تھی' تنگ کر دیا گیا۔ چاہ زمزم پر لوگوں کو اس میں سے گزرنے سے

Marfat.com

روکنے کے لئے لوہے کی جالی لگا دی گئی اور ان چاروں جالیوں کے گرد مخروطی جنگلہ لگایا گیا۔ قبل ازیں اس جنگلہ کی جگہ پر قد آدم اونچی لکڑیاں تھیں جن پر چونے کا پلستر تھا۔ چاہ زمزم کی جالیوں کا وزن ساٹھ مناقل تھا جو ۲۶۰ درہم کی تھیں۔ اور زمزم کے حجرے کی بعض جالیوں میں لوہے کا اضافہ کیا گیا اور اس سیڑھی کو چوڑا کیا گیا جس سے حجرہ زمزم کے اندر موذن کے چھتر کی طرف چڑھا جاتا تھا۔ اس سے ۸۱۸ھ میں بنائی گئی سیڑھی کی تنگی کو دور کر دیا گیا۔ اس سے خانہ زمزم کے گوشہ تنہائی کی طرف بھی راستہ بن گیا۔ سیڑھی کے لئے غیر مخروطی لکڑی کا جنگلہ بھی بن گیا۔ چنانچہ اس سیڑھی کی وسعت، زمزم کی دیواروں کے مابین اور موذن کے چھتر کی جگہ پر جو تمام کچھ کیا گیا۔ اسے بہت زیادہ بنظر تحسین دیکھا گیا۔ اس کام سے فراغت ماہ رجب ۸۲۲ھ میں ہوئی۔ اس تعمیر کے انچارج خواجہ شیخ علی بن محمد بن عبدالکریم جیلانی تھے جو مکہ معظمہ کے رہائشی تھے۔ اس مکان کے ایک جانب گوشہ تنہائی تھا جس میں ایک چھوٹا سا حوض تھا جو آب زمزم سے بھرا رہتا جس سے خلوت میں داخل ہونے والا پانی پیا کرتا۔ پہلے اس کا ایک دروازہ صفا کی طرف تھا جو بند کر دیا گیا اور خلوت کی جگہ پر محرابی حوض بنا دیا گیا اور صفا کی طرف والی دیوار میں ٹونٹیاں لگا دی گئیں جن سے لوگ وہاں پر نصب شدہ پتھروں پر بیٹھ کر وضو کرتے۔ محرابی حوض پر خلوت تھی اس میں کعبہ اور صفا کی جانب جالیاں تھیں اور حوض پر چھوٹا سا ڈھکنا تھا۔ اس طرح کا یہ کام ۸۰۷ھ میں ہوا تھا۔ پھر اسے ۸۱۷ھ کے پہلے عشرے میں گرا دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بعض جاہل لوگوں نے یہاں پر استنجا کیا اور اس کی بجائے مولانا سلطان الملک المؤید ابوالنصر نے لوگوں کے پانی پینے کے لئے ایک مربع شکل کی سبیل بنا دی جس میں تین مستطیل شکل لوہے کی جالیاں تھیں جن میں خوبصورت لکڑی کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک جالی کعبہ کے رخ پر اور دوسری صفا کی جانب تھی اور مکان کے اندر ہر جالی کے نیچے ایک چھوٹا تالاب تھا جس میں پانی سے بھری ہوئی حوضیاں تھیں اور اس کی چھت روغن شدہ تھی جو سبیل کے اندر سے نظر آتی تھی۔ اس کا دروازہ صفا کی طرف تھا اور اس کا لکڑی کا روشن دان باہر کی طرف سے روغن شدہ تھا۔ نیز اس کے اوپر پتھر میں کھودی ہوئی منقش جھالریں تھیں، سبیل کا اندرون روشن اور اس کا باہر رنگدار سنگ مرمر کا تھا اور وہ ایک خوبصورت تعمیر تھی۔ اس کام کی ابتدا حجاج کی واپس کے بعد ہوئی اور فراغت ماہ رجب ۸۱۸ھ میں ہوئی۔ اس خلوت کی جگہ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بیٹھک تھی جیسا کہ ازرقی اور فاکہی نے بیان کیا۔ حجر اسود سے لے کر حجرہ زمزم کی دیوار کے وسط تک اکیس ذراع (ہاتھ) کا فاصلہ تھا اور اس کا چھٹا حصہ لوہے کا تھا۔''

دسویں ہجری کی تعمیر و مرمت:

کتاب شفاء الغرام کے حاشیہ میں یہ بات لکھی ہے کہ ۹۳۳ھ میں بیت زمزم کے اردگرد سنہری نقش و نگار کیا گیا اور اس میں سلیمانؑ سلالہ آل سلیمان کا نام لکھا گیا۔ ۹۴۸ھ میں بیت زمزم کی تجدید کی گئی اور قاضی بن ظہیرۃ

Marfat.com

المخزومی نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ تجدید امیر خوشکلدی کے ہاتھ پر تمام ہوئی، اس کے فرش کو پلستر کیا گیا، اس پر چھت بنائی گئی اور اس پر خوش نما لکڑی کا گنبد چھت والا چھتر بنایا گیا اور اس [illegible] قہ پر سیسے کی چادر چڑھائی گئی۔

علامہ طاہر کردی اس وقت کے چاہ زمزم کی تعریف میں لکھتے ہیں:

''چاہ زمزم نچلے پانی سے لے کر اوپر تک پتھر، چونے اور پلستر کے ساتھ مضبوط بنا ہوا ہے اور سطح زمین سے دیوار کی جگہ سے لے کر پانی کھینچے والے کے کھڑے ہونے کے مقام تک سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور اس دیوار کے اوپر والے حصے میں سکے کا دائرہ بھی ہے اور وہاں سے سطح زمین تک سنگ مرمر کی حفاظت کے لئے سکے کا خوش نما ستون ہے تاکہ وہ کنویں میں گرنے سے بچا رہے، پھر پانی کھینچے والے کے مقام پر اس کے نصف قد تک تانبے کا عمدہ ستون ہے۔ ہر ایک ستون کے درمیان ایک ذراع کے برابر کشادگی ہے جس کے اوپر سکے سے ڈھلا ہوا ایک گول کالر ہے اور یہ سلطان اعظم سلیمان مرحوم کے دور میں ۹۷۳ھ میں والی وقت خوشکلدی کی کارکردگی ہے۔ مولانا سلطان عبدالحمید خان اور پھر مولانا سلطان عبدالمجید خان کے زمانے میں گول کالر اور سکے کی ماربل اور لوہے سے تجدید کی گئی۔''

گیارہویں صدی کی تجدید و مرمت:

علامہ طاہر کردی مزید بیان کرتے ہیں:

''سلطان احمد اول بن سلطان محمد ثالث ابن مراد ثالث بن سلیم ثانی بن سلیمان اول بن سلطان بن سلیم اول فاتح مصر نے چاہ زمزم میں اتارنے کے لئے کنویں کی گولائی کے مطابق لوہے کی جالی بنانے کا حکم دیا اور اس کے لئے چھ زنجیر بنائی گئیں۔ انہیں کنویں کے اوپر والے دائرے سے باندھ دیا گیا اور مذکورہ جالی کو کنویں داخل کر دیا گیا اور پانی کو اس کے اوپر دو تہائی قامہ کے برابر کیا گیا لہذا جو کوئی کنویں میں گر جاتا جالی اسے ڈوب کر ہلاک ہونے سے بچا لیتی۔ پھر ۱۰۲۷ھ میں جالیوں اور زنجیروں میں لوہے اور تانبے کے باعث آب زمزم کا ذائقہ بدل گیا اور جناب شریف محمد بن سید مصطفیٰ القنادی کے حکم سے جالیوں اور زنجیروں کو چاہ زمزم سے نکال دیا گیا اور ایک عرصہ تک پانی نکلتے رہنے سے ذائقہ درست ہو گیا۔''

منائح الکرم (تاریخ عمارت المسجد الحرام) میں آیا ہے کہ سلیمان بک صنجق نے ۱۰۷۲ھ میں چاہ زمزم کی گنبد کے بغیر تجدید کی۔

علامہ طاہر کردی اس زمانے میں بیت زمزم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ مربع شکل کا ہے اس کی دیواروں میں آٹھ جالیاں ہیں۔ تین کعبہ کے رخ پر، تین المدرج کے رخ پر اور دو دروازے کی طرف، دروازہ درمیان میں ہے اور اس میں پینے کے لئے آب زمزم سے بھری ہوئی دو حوضیاں ہیں، اور کنویں کے قبہ کے اوپر

Marfat.com

ستونوں پر ایک دوسرا حجرہ ہے جو شیخ زمزم (رئیس موذنین) کے لئے ہے اور وہ مقام حنبلی کی طرف سے سیڑھی کے ذریعے اس پر چڑھتے ہیں۔

بارھویں صدی ہجری کی تجدید و مرمت:

علامہ طاہر کردی اضافہ کرتے ہیں کہ ۱۱۱۲ھ میں عمر ابراہیم بیگ نے زمزم کے دائرے کو اندر باہر سے پچکاری اور قلعی سے سجایا، پھر مقام حنبلی کے قریب چاہ زمزم پر بیرونی فرش کو تبدیل کیا اور اس کی لکڑی کو بدلا جو مکبرین کے مقام کے اوپر والے حصے کی تھی، نیز اور بھی ضروری تبدیلیاں کیں اور اس کی چادر پر سونے کا پانی چڑھایا گیا اور حضرت عباس کی سقایہ کی جگہوں کو درست کیا گیا جو مدت مدید میں ٹوٹ پھوٹ سے خراب ہوگئی تھیں۔

تیرھویں صدی ہجری کی تجدید:

قبہ کی بنیاد تک اکھاڑا گیا اور اس کی شمسیہ پتھر سے تجدید کر کے قلعی کی مختلف انواع سے اسے مزین کیا گیا اور اس میں دو الماریاں بنائی گئیں اور اس کی شرقی جانب ایک طاق کھولا گیا۔ طاق کے اندر سے سبیل کے لئے ایک حوض بنایا گیا اور قبہ سے ملے ہوئے حوض کی مرمت کی گئی۔ سلطان عبدالحمید اول کے زمانہ ۱۲۰۰ھ میں مسجد حرام میں بعض جھکے ہوئے ستونوں کی درستی اور مسجد کی چھت کے بعض قبول اور چاہ زمزم اور مسجد کے بعض میناروں کی تعمیر کی گئی۔

علامہ طاہر کردی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں بیت زمزم کی جالیوں کی تجدید کی گئی اور فرش کے سنگ مرمر اور کنویں کے منہ پر ٹونٹیوں کی اصلاح کی گئی، یہ سب کچھ جناب شریف عبداللہ بن شریف محمد بن عون اور الحاج عزت پاشا کے ہاتھ پر سلطان عبدالقدیر خان کے دور سلطنت میں ۱۲۷۹ھ میں ہوا۔

چودھویں صدی ہجری کی تجدید:

علامہ طاہر کردی مزید کہتے ہیں کہ زمزم گول منہ کا کنواں ہے، اس کے منہ کی وسعت کے مطابق سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور قبہ کے اندر کنویں کے اردگرد اس کی بلندی زمینی فرش سے تقریباً ۱۲۰ سینٹی میٹر ہے۔ بیت زمزم کا فرش قبہ کے اندر تک سفید سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے اور کنویں کے منہ کے بالائی حصے پر ٹھوس لوہے کے پائے ہیں۔ پایوں کے اوپر ۱۳۳۲ھ میں لوہے کی جالی لگائی گئی۔ جالی لگانے کا سبب یہ بنا کہ افغانستان کے ایک آدمی نے کنویں میں چھلانگ لگا دی اور جب اسے باہر نکالا گیا تو اس نے اس حادثہ کے لئے حکومت ترکیہ پر تہمت لگائی۔

جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود نے اپنے زمانہ میں اپنے ذاتی خرچ سے دو سبیلیں بنانے کا حکم صادر فرمایا' ایک قبہ زمزم کے قریب دروازے کے پاس اس کے جنوبی پہلو پر' اور دوسری بیت زمزم کی جنوبی جانب غوطہ خوروں کے حجرہ کے جوار میں سلاطین آل عثمان کے زمانے کی بنائی ہوئی قدیمی سبیل کی طرف۔ اور یہ بھی کہ قدیم سبیل کی عمارت کی بھی تجدید اسی طرح سے کی جائے جس طرح وہ 'دو سبیلیں جو اس کے مخصوص نام کے ساتھ بنائی جائیں۔ اس کام کو شیخ عبداللہ دہلوی نے اپنے ہاتھ میں لیا اور زمزم کے گنبد کے قریب سنگ مرمر کے ساتھ جدید

Marfat.com

طرز کی ایک سبیل بنائی اور اس کے چھ منہ بنائے اور اسی طرح سے غوطہ خوروں کے کمرے کے نزدیک دوسری جدید طرز کی سبیل بنائی اور اس کے تین منہ دو ہاتھ بنائے۔ قدیمی سبیل کی عمارت کو بھی جدید صورت میں بنایا جو اپنی پڑوسن سے ملتی جلتی ہے اور پہلی سبیل جو باب زمزم کے قریب ہے اس پر یہ الفاظ تحریر کئے گئے:

((هذا السبيل انشاة الامام عبد العزيز بن عبد الرحمن السعود))

سبیل جو غوطہ خوروں کے حجرے کے پاس بنائی گئی اس پر لکھا گیا:

((انشاء هذا السبيل عبد العزيز بن عبدا لرحمن السعود))

یہ تحریر واضح عربی رسم الخط میں تینوں سبیلوں کی بلندی پر لکھی گئی اور اسے سنہری اور دیگر عجیب وغریب رنگوں سے مزین کیا گیا۔ یہ تینوں سبیلیں حجاج، اہل وطن اور مجاوروں کے لئے صبح اور شام آب زمزم کے مشروب کے لئے سقایہ بن گئیں۔ ان پر سونے کی تین سو اشرفیاں خرچ کی گئیں۔ غوطہ خوروں کے حجرہ کے قریب والی سبیل ۱۳۴۵ھ اور قبہ زمزم والی سبیل ۱۳۴۶ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچیں۔

۱۳۷۴ھ میں چاہ زمزم کے سامنے اور دونوں اطراف کے ایک حصہ میں چھوٹی سی ایک عمارت تعمیر کی گئی جو چھت وار دیواروں پر مشتمل ہے۔ اس کے سایہ میں پانی پینے والے سایہ حاصل کرتے ہیں اور اس کی دونوں طرف متعدد ٹونٹیاں نصب ہیں۔ جن سے لوگ آب زمزم پیتے ہیں اور باہر سے کنویں کے اوپر تک سیڑھی بنائی گئی جب کہ قبل ازیں اصل عمارت میں وہاں پر دروازہ تھا۔ قبہ زمزم پر باہر کی طرف پہلے درج شدہ ان اشعار کو اس کے دروازے پر مشرقی جانب لکھ دیا گیا۔

نیکوکار، صاحب شرافت وسخاوت سلطان عالم عبدالحمید کے لئے قدیمی موروثی شرف (زمزم) کی تعمیر کے باعث مسرت، فتح، نصرت ورفعت ہے، ابن ہاجرہ (اسمٰعیل علیہ السلام) کے (پیاس) کے دن ابراہیم علیہ السلام کا کھودا ہوا کنواں ہے اور آدم علیہ السلام کے زمانے کا جبریل علیہ السلام کا رکضہ (ایڑی مارنا) ہے۔

اور مشرقی جالی پر جہاں شمالی جانب سے قبہ کا دروازہ قریب ہے لکھا ہوا ہے:

((ماء زمزم شفاء من كل داء))

''آب زمزم ہر مرض کی دوا ہے۔''

یہ حدیث ہے جو سیوطی نے اپنی جامع الصغیر میں حضرت صفیہ سے درج کی ہے اور دیلمی نے اسے مسند الفردوس میں نکالا ہے اور کہا کہ یہ ضعیف ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے:

((آية بيننا و بين المنافقين انه لا يتضلعون من زمزم))

''ہمارے اور منافقین کے درمیان فرق کی علامت یہ ہے کہ وہ زمزم کو سیر ہو کر نہیں پیتے۔''

اس حدیث کو حاکم، ابن ماجہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور دونوں حدیثوں کے نیچے یہ الفاظ ہیں (رواہ سلطان عبدالحمید خان ۱۲۰۱ھ) اور جنوبی جانب جو قبہ زمزم کے دروازے کے قریب ہے، پر لکھا ہوا ہے:

((" ماء زمزم لما شرب له، لا يجمع ماء زمزم ونار جهنم في

Marfat.com

جوف عبد“))

”آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے‘ اسی مقصد کے لئے ہے‘ آب زمزم اور جہنم کی آگ بندے کے پیٹ میں اکٹھے نہیں ہوتے۔“

پہلی حدیث کو سیوطی نے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے ابن ابی شیبہ‘ احمد‘ ابن ماجہ‘ اور بیہقی نے حضرت جابر‘ ابن عمر سے روایت کیا ہے اور دوسری حدیث کو کنوز الحقائق میں مناوی نے ذکر کیا ہے اور اس کے نیچے بھی یوں ہی لکھا ہوا ہے:

”السلطان عبدالحمید خان ۱۲۰۱ھ۔“

اور زمزم کے قبہ کی شمالی دیوار جہاں سے غربی جانب قریب ہے لکھا ہوا ہے:

((وسقهم ربهم شراباً طهوراً))

اور قبہ زمزم کی شمالی دیوار پر نصب کردہ ایک قدیم پتھر پر واضح خط میں لکھا ہوا ہے:

”اس مقام اور اس حطیم پر سنگ مرمر کے کام کا حکم سلطان المعظم الناصر محمد بن سلطان بن سلطان الملک المنصو رخاں خادم حرم شریف نے ۷۲۴ھ میں کیا۔“

آب زمزم ڈول کے ذریعے نکالا جاتا اور اسے کھلے منہ کے مخزنوں (حنفیات) میں ڈال دیا جاتا اور ہر حاجی اپنا برتن حنفیہ میں ڈال کر اس میں سے پانی پیتا۔ اسی طرح سے حنفیات کے ساتھ پیالے رسی یا زنجیر سے بندھے ہوتے تا کہ پانی پینے والا ان کے ساتھ پانی نکال لے۔ یہ طریقہ مضر صحت ہونے کے پیش نظر اور شہروں میں ارتقائی مدارج طے ہونے کے نتیجہ میں وزارت اوقاف نے ۱۳۷۳ھ میں چاہ زمزم کے آگے ایک چھتر بنانے کے لئے ٹنڈر طلب کئے تا کہ وہاں پر دو بڑے بڑے ٹینک رکھے جائیں اور ہر ٹینک کی بارہ بارہ ٹونٹیاں ہوں اور اسی طرح سے اس کے مکبر جو چاہ زمزم کے اوپر کی جگہ کی توسیع مطلوب تھی۔ نیز اس کے اور چھتر کیلئے مکبر جو چاہ زمزم کے اوپر تھا‘ کی جگہ کی توسیع مطلوب تھی۔ نیز اس کے اور چھتر کے لئے مکبر تک پہنچنے والی بیرونی سیڑھی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس سکیم کو بذریعہ نیلام عام بروئے کار لایا گیا اور بولی میرے چچا جناب حمزہ کوشک کے حق میں بیس ہزار ریال کے عوض تمام ہوئی۔

اس کام کے دوران شیخ حمزہ مرزوقی جو اس وقت وزیر اوقاف تھے، جب کہ ان کا سیکرٹریٹ حمیدیہ میں تھا‘ کو تجویز پیش کی کہ چاہ زمزم سے وافر مقدار میں صاف ستھرا پانی نکالنے کے لئے زیر آب پمپ لگایا جائے اور اس دور میں کنویں کا پانی انجنوں کے ذریعہ نکالنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاتا تھا۔ حمزہ مرزوقی نے اس تجویز کو دو شرطوں کے ساتھ قبول کر لیا۔ پہلی یہ کہ پمپ لگانے کے کام کی تکمیل سے قبل کوئی رقم نہ دی جائے گی اور دوسری یہ کہ یہ کام طواف کرنے والے کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو۔

شیخ حمزہ نے یہ دونوں شرطیں منظور کر کے شرکت جفالی سے پمپ کی قیمت طے کر لی اور کنویں میں اسے ترکیب کے ساتھ لگانے کے لئے غوطہ خور کا انتظام کر لیا اور یہ کام چھتر‘ تالابوں اور پانی کے نلوں کی تعمیر کا کام ہو

Marfat.com

جانے کے بعد کیا گیا چنانچہ پمپ اوپر والے ٹینک میں اور اس کے بعد کنویں کے اردگرد لگائی ہوئی ٹونٹیوں میں پانی ڈالنے لگا۔ میرے چچا کو ڈول کے ذریعے نکالنے والوں کی طرف سے خاصا پریشان کیا گیا، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ پمپ لگائے جانے سے ان کی ضرورت نہیں رہے گی اور اس طرح انہیں نقصان پہنچے گا۔

پمپ کے ذریعے پانی نکالنے سے آب زمزم زیادہ خوش ذائقہ اور شیریں ہو گیا کیونکہ ڈول پانی کو اوپر کی سطح سے لاتے تھے جب کہ پمپ سطح آب سے دو میٹر نیچے سے لانے لگا۔ پمپ بذریعہ بجلی چلتا تھا اس لئے اس کی کوئی آواز نہ تھی کہ طواف، اعتکاف یا نماز پڑھنے والوں کے لئے خلل کا باعث بنتا، وزارت اوقاف کی طرف سے اس پمپ کی منظوری کے بعد میرے چچا کو ایک فاضل پمپ کی تنصیب کی ذمہ داری بعوض مبلغ دس ہزار ریال سونپی گئی۔

یہ تنصیب چاہ زمزم کی تاریخ میں بڑا انقلاب خیال کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کے ساتھ کنویں سے پانی نکالنے کا طریق کار، پانی کی کمیت اور اس کی نظافت کی رو سے عمدہ اور افضل ہو گیا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ پانی پینے کا طریقہ بھی بہتر ہوا کہ برتن کو مٹی میں ڈال کر نکالنے کی بجائے ٹونٹیوں سے برتن کو بھرنا آسان ہو گیا اور ڈول بھی پمپوں کے پہلو بہ پہلو ڈول سے پانی پینے کے شائقین کے لئے خدمت سرانجام دیتے رہے۔

دنیا میں مسلمانوں کی تعداد میں سال بہ سال اضافہ ہوتا رہا، نیز دوسری عالمگیر جنگ عظیم کے بعد آزاد مسلمان ملکوں میں اضافے، اجتماعی اور اقتصادی حالات میں بہتری اور سفر کی سہولتوں کے باعث ۱۳۵۵ھ سے حجاج کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۷ء) میں حجاج کی تعداد ۹۰۶۶۲ ہو گئی جب کہ ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳ء) میں ۱۰۰۳۹۱۱ تک پہنچ گئی۔

اس اضافہ نے مکہ مکرمہ میں بالعموم اور مسجد حرام میں بالخصوص محدود خدمات کو بوجھل بنا دیا جس نے ملک عبد العزیز کو ۱۳۵۵ء میں سوچنے پر مجبور کر دیا کہ حجاج کے اس اضافے کے پیش نظر مسجد حرام کی عمارت میں توسیع کر دی جائے، چنانچہ ۱۳۷۵ھ میں مطلوبہ تعمیر شروع ہو گئی اور اس ضخیم منصوبے پر ۲۰ سال صرف ہوئے۔

مسجد حرام ۱۳۷۵ھ میں وہی عمارت تھی جسے سلطان سلیم نے ۹۸۰ھ میں تعمیر کروایا، وقتاً فوقتاً چھوٹی چھوٹی اصلاحات اور توسیعات کے باوجود ۴۰۰ سال سے اصل عمارت بغیر کسی تبدیلی کے قائم رہی۔ ہم اس رپورٹ میں مطاف میں ہونے والے عمومی اور چاہ زمزم پر ہونے والے تغیرات کو پیش نظر رکھیں گے کیونکہ جو تغیرات چاہ زمزم پر ہوئے مطاف پر اس نسبت سے نہیں ہوئے۔

کعبہ شریف کے اردگرد بڑے اور چھوٹے محوروں کے ساتھ بیضوی شکل کا بالترتیب چالیس اور پچاس میٹر کا مطاف ہے اور اس پر سنگ مرمر کی ٹائلیں لگی ہوئی ہیں۔ روشنی کے لئے باہر والے محیط پر تانبے کی قندیلیں لگی ہوئی تھیں اور ۱۰۷۴ھ میں زمزم گنبد والی عمارت کے ساتھ ڈھکا ہوا تھا اور اس عمارت کی پہلی منزل مکبر یہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ ۵ محرم ۱۳۷۵ھ کو مسجد حرام کی توسیع کے لئے بڑے اشتیاق کا حامل سرکاری اعلان شائع ہوا اور مسجد نبوی میں استعمال ہونے والے آلات اور سامان کو مکہ مکرمہ منتقل کرنے کی ہدایت کر دی گئی اور یہ بھی کہ مسجد حرام کی توسیع کے لئے معاوضہ جات کی ادائیگی کر کے مطلوبہ چیزوں کو خریدا جائے۔ پھر صفر ۱۳۷۵ھ میں ولی عہد

Marfat.com

امیر فیصل بن عبدالعزیز کی سربراہی میں ایک اعلیٰ ادارہ تشکیل دیئے جانے کا حکم صادر ہوا اور اس ادارے کو اعلیٰ سطح کے فیصلے کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اس منصوبے میں مکمل نفاذ کے لئے آسانی پیدا کرنے کی خاطر ایک انتظامی کمیٹی تشکیل دے دی گئی اور مفصل کام کی نگرانی اس کے سپرد کر دی گئی۔ پھر دونوں کمیٹیوں کو شاہ فیصل کی سربراہی میں ایک ہی کمیٹی میں مدغم کر دیا گیا۔ چنانچہ سرکاری ہدایات کے مطابق مجوزہ عمارت کا ڈیزائن اور اس کی تعمیر کا کام شیخ محمد بن لادن کے سپرد کر دیا گیا۔ جو ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ کو مقام سعی اور محلہ اجیاد کی طرف اور قشاشیہ روڈ کے اردگرد شروع ہوا۔ مقام سعی اور اجیاد کے اردگرد کی جائیدادوں کو خرید کر انہیں گرا دیا گیا۔ مقام سعی کو قائم رکھا گیا اور اس کام کے دوران باب علی کے قریب قدیمی حرم کا ایک حصہ گر گیا۔ ۲۳ شعبان ۱۳۷۵ھ کو ایک تقریب میں شاہ سعود نے تعمیر کے افتتاحی مرحلہ کے موقع پر باب ام ہانی کے سامنے سنگ بنیاد رکھا۔ اس تقریب میں شاہی خاندان، علماء اشراف اور سرکاری ملازمین نے شرکت کی۔ یہ تقریب بین الاقوامی رسمی تقریبات کا منظر پیش کر رہی تھی۔

اس عظیم منصوبے سے دوسرے مرحلے میں جو جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ سے لے کر ۱۳۸۸ھ تک جاری رہا، قدیمی مطاف کی توسیع مکمل ہوئی۔ چاہ زمزم پر کی عمارت کو گرا دیا گیا اور کنوئیں کا منہ سطح مطاف سے نیچے ہو گیا۔ ہر منبر اور چھتری کو تبدیل کیا گیا اور مقام ابراہیم کے لئے نئے سرے سے بنیاد قائم کی گئی۔ مقام جدید کا افتتاح جلالۃ الملک فیصل بن عبدالعزیز نے ایک سرکاری تقریب میں ۱۸ رجب ۱۳۸۷ھ کو کیا۔

اس توسیع کے نتیجے میں مطاف کا قطر ۸۔۶۴ میٹر ہو گیا، اس اعتبار سے کہ کعبہ قطر کا مرکز ہے۔ مطاف کو ۲۵ میٹر چوڑی اور ۲۰ سینٹی میٹر اونچی دوبا ہم متجاوز گزرگاہیں محیط ہیں اور مطاف کے فرش پر مختلف حجم کے اٹلی سے درآمد شدہ سفید سنگ مرمر لگائے گئے ہیں۔ بعض تاریخی مقامات کے سیاہ پتھر کے ساتھ، ان کی جائے وقوعہ کو محفوظ کیا گیا۔ طواف کے لئے مستقل طور پر بطور معمول استعمال ہونے والے دائرے کے اندرونی حصہ کو صفوں کے ساتھ ممیز نہیں کیا گیا لیکن دائرے کے بیرونی حصہ کو ۸ گول صفوں میں کالے سنگ مرمر کے دس سینٹی میٹر چوڑے حاشیے کے ساتھ واضح کیا گیا جو نماز باجماعت میں صفوں کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ سنگ مرمر کی سلوں سے بنے ہوئے وہ راستے جو مطاف سے آکر ملتے ہیں، ان میں اور ان کی حدود میں صدیوں سے کوئی تبدیلی نہیں کی گئی، بلکہ ان میں سے بعض کی تاریخ کا آغاز تو جیسا کہ روایت کیا جاتا ہے، اسلام سے ماقبل ہوتا ہے۔ روشوں کے مابین کھلے قطعے کنکریوں سے ڈھکے ہوئے ہیں اور حصاوی کہلاتے ہیں۔ اوقات نماز میں ان پر چٹائیاں بچھا دی جاتی ہیں اور حجاج ان حصاوی پر کبوتروں کے لیے گندم کے دانے پھینکا کرتے ہیں۔

چنانچہ کعبہ کے اردگرد مطاف کا رقبہ ۳.۵۸ مربع میٹر ہو گیا جو مطاف سے محیط روشوں کو چھوڑ کر قریباً ۸۵۰۰ افراد کے لئے کافی ہے۔ حج اوقات میں یہ رقبہ معہ روشنیوں کے ۴۱۵۴ مربع میٹر تک پہنچ جاتا ہے اور ۱۴۰۰۰ افراد کے لئے کافی ہو رہتا ہے جب کہ اژدھام بڑھ جاتا ہے جس کے باعث طواف کی رفتار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اور اٹھنے والے قدموں کو چھوٹا کر دیتا ہے اور طواف کی تکمیل میں قریباً ایک گھنٹہ چالیس منٹ صرف ہوتے ہیں۔

مطاف کی توسیع کے ساتھ چاہ زمزم کی اوپر کی عمارت کو منہدم کر دیا گیا اور دائرہ مطاف کے بیرونی محیط کے

Marfat.com

قریب چاہ زمزم کے منہ کو مطاف کی سطح سے نیچے کر دیا گیا' اسے کعبہ کی طرف سے نصف دائری دیوار محدود کرتی ہے جس کا نصف قطر ۹۰ء۴ میٹر تک پہنچتا ہے اور اسے دیگر اطراف سے مستطیل شکل کا ایک پردہ جس پر نمبز ادرج ہے' محدود کرتا ہے اور شرقی جانب سے ۶۷ء۱۴ میٹر کی ۲۴ درجہ سے بنائی ہوئی کنویں سے گھری ہوئی سطح زمین پر سیڑھی کے ذریعے پہنچنا ممکن ہے جو ٹونٹیوں والی جگہ تک لے جاتی ہے۔ اس کا رقبہ ۱۵.۸۸x۸.۴۸ میٹر ہے اور مطاف سے نیچے ۲.۷ میٹر پر ہے۔ پینے والی جگہ کا رقبہ ۱۰۰۷ء۴ مربع میٹر ہے جس میں ۵۴۲۷ مربع میٹر مردوں کے لئے اور ۴۶۴۷ مربع میٹر عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ ۳۹ ٹونٹیوں کے ساتھ تعمیر شدہ ہے۔

پچھلی صدی تک کنویں کے حجرہ کی شرقی جانب سخت ٹھوس ڈھانچے پر مشتمل تھی۔ کنوئیں کا مشاہدہ سلاخوں میں سے کیا جا سکتا تھا اور کنوئیں تک رسائی ان دروازوں میں سے ہو سکتی تھی جو اس لوہے کے ڈھانچے میں ثبت تھیں اور یہ دروازے عام طور پر بند ہی رہتے تھے۔ مردوں کے لئے پانی کی بیس ٹونٹیاں اور عورتوں کے لیے پانی کی انیس ٹونٹیاں تھیں جو زیر زمین مخزنوں سے زمزم کی سیڑھی کے دونوں طرف متصل تھیں۔ پھر یہ ٹونٹیاں باب السلام کے مخزن سے مل جاتی تھیں اس کے بعد کہ پانیوں کی تعقیم (Steralization) بالائے بنفشی شعاعوں کے ساتھ کر دی گئی۔

زمزم کی ٹونٹیوں سے دائمی استعمال کیلئے نکلنے والا پانی دیوار کے ساتھ بنی ہوئی نالی میں جمع ہو جاتا ہے، پھر عورتوں کے حصے کی جانب جاتا ہے اور غربی طرف سے ہو کر حرم سے باہر شہر کے نکاس کی نالی میں پمپ کر دیا جاتا ہے۔

☆☆☆

جنتی چشمہ

آب زم زم تو وہ ہے جس کے خصائص اور فضائل ایسے ہیں جو اسی کے ساتھ خاص ہیں اور وہ اس کے سوا کسی دوسرے پانی میں نہیں پائے جاتے۔

حدیث میں ہے:

''آب زم زم جنت سے ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((''خیر ماء علی وجه الارض ماء زم زم''))

''زمین پر سب سے بہترین پانی زمزم ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث میں ہے:

((ان ماء زم زم من عیون الجنة))

''بے شک آب زم زم جنتی چشمہ ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے خبر دی کہ آب زم زم کی اصل جنت سے ہے اور یہ حدیث ابن

Marfat.com

عباس رضی اللہ عنہ کے کلام پر موقوف ہے مگر اس کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع والا ہے کیونکہ یہ بات ان مسائل میں ہے جن میں رائے اور اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک حبشی زم زم میں گر کر مر گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو اتارا تو اس نے اسے نکالا، پھر فرمایا: اس سے سارا پانی نکالو۔ پھر جو شخص کنویں کے اندر تھا اسے فرمایا: ڈول اس چشمہ کی طرف سے بھرو جو بیت اللہ شریف اور رکن کی طرف ہے، کیونکہ وہ چشمہ جنت کے چشموں میں سے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۶۲ بسند صحیح)

اخبار مکہ ۲/۳۵ میں ہے کہ عبدہ بنت خالد بن معدان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک یہ بات کہی جایا کرتی تھی: آب زم زم اور سلوان کا وہ چشمہ جو بیت المقدس میں ہے جنت سے ہیں۔

قرطبی نے الجامع لاحکام القرآن: ۹/۳۷۰ میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا:

((ان فی زم زم عیناً فی الجنة من قبل الرکن))

"بے شک زم زم میں ایک چشمہ جنتی ہے جو رکن کی طرف ہے۔"

اس معنی کو اور اس بات کو ہر اس شخص نے تحقیق سے لکھا جس نے بھی آب زمزم کے متعلق تحریر کیا:

"زم زم کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کے لیے ظاہر فرمایا۔"

☆☆☆

طعام طعم

یہ آب زم زم کی عظیم نشانی ہے جو زم زم کے باقی رہنے تک باقی رہے گی اور اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے:

((انها مبارکة انها طعام طعم))

"بے شک یہ برکت والا ہے، بے شک یہ بھوک مٹانے والا کھانا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک آب زم زم برکت والا اور بھوکے کو سیر کرنے والا ہے۔"

طعم طاء کے پیش اور عین کے جزم کے ساتھ مصدر ہے: معنی ہے آب زم زم پینے والے اور کھانے کے طور پر استعمال کرنے والے کو آب زم زم کھانے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

سیدنا ابوذر غفاری جندب بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیس دن رات اس حال میں رہے کہ آپ کے پاس آب زم زم کے سوا کوئی کھانا پینا موجود نہ تھا تو (آب زم زم پینے سے) فربہ ہو گئے حتیٰ کہ موٹاپن آنے سے پیٹ کے بل ظاہر ہو گئے۔

Marfat.com

ایک صوفی سترہ دن بیمار رہے (اس قدر شدید بیماری تھی) کہ وہ نہ کھانے پینے کے لئے منہ کھول سکتے تھے نہ کلام کے لئے مگر اس قدر کہ تھوڑا تھوڑا پانی پی لیتے۔ ان سترہ دنوں کی مدت میں ان کے پاس نہ کھانا تھا نہ کوئی مشروب مگر آب زم زم میسر تھا۔ یہ آب زم زم ہی ان کی بھوک مٹا دیتا اور انہیں بھوک کا احساس نہ ہوتا حتی کہ اللہ تعالی نے اس مدت کے بعد انہیں شفاء عطا کر دی۔

سیدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے قصہ میں ہے کہ آپ کو اور آپ کے بیٹے کو سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالی کے عزت والے گھر کے پاس چھوڑ دیا۔ دونوں کو چھوڑ کر ان کے پاس ایک چمڑے کا برتن جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ جس میں پانی تھا چھوڑا۔ ام اسماعیل علیہما الصلوۃ والسلام نے اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کو دودھ پلانا اور خود وہ پانی پینا شروع کر دیا حتی کہ جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا۔ سیدہ اور آپ کے بیٹا کو پیاس لگی اور آپ اپنے بیٹے کی طرف دیکھتی تھیں کہ وہ پیچ و تاب کھا رہے تھے تو اچانک سیدہ فرشتہ کے ساتھ آب زم زم کی جگہ کے پاس تھیں تو فرشتہ نے اپنی ایڑی سے یا اپنے پر کے ساتھ پانی کی جگہ کو کھودا حتی کہ پانی ظاہر ہو گیا۔ پھر سیدہ نے پانی سے پینا شروع کر دیا اور آپ کا دودھ آپ کے بیٹے پر چھلکنے لگا۔ (صحیح بخاری: الانبیاء، باب یزفون ۶/۳۹۶۔۳۹۸)

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ سیدہ ہاجرہ آب زم زم سے غذائیت حاصل کرتی تھیں تو وہ آپ کو کھانے پینے سے کافی ہوتا تھا۔ (فتح الباری: ۶/۴۰۳)

اس طرح آب زم زم سب چیزوں سے پہلے اور چشمہ پھوٹنے کے پہلے دن سے سیدہ ہاجرہ اور آپ کے بیٹے اسماعیل علیہما الصلوۃ والسلام کے لئے طعام طعم (بھوک مٹانے والا) ہے۔

اس طرح اللہ تعالی نے آب زم زم کو ام اسماعیل اور آپ کے بیٹے کے لئے غذا بنا دیا۔

امام قرطبی نے سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۷ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اہل خانہ کے لیے آب زمزم کو غذا کا قائم مقام بنا دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن)

شیخ عبدالرشید ابراہیم تاتاری ایک تاتاری عالم ہیں جو عہد عثمانی میں ہوئے، ان کا وصال ۱۳۶۴ھ کو ہوا، وہ اپنے سفرنامہ میں جس کا نام انہوں نے "العالم الاسلامی" رکھا ذکر کرتے ہیں:

"میں نے کئی ہفتے آب زم زم پر اکتفا کرتے ہوئے اپنی بھوک کو روکنے کے لئے گزارے اور یہ فعلی یقینی، قطعی تجربہ تھا جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔"

علامہ ابن قیم متوفی ۷۵۱ لکھا ہے:

"میں نے ایسے لوگوں کا مشاہدہ کیا جنہوں نے آب زم زم کو کئی دن بطور غذا استعمال کیا، نصف ماہ تقریباً اور اس سے زیادہ اور انہوں نے بھوک محسوس نہ کی۔ لوگوں کے ساتھ لوگوں کی طرح طواف کرتے رہے اور مجھے خبر دی گئی کہ اس حال پر کبھی کبھی وہ چالیس دن تک رہے۔" (زادالمعاد: ۴/۳۹۳)

اس زمانے میں جس میں ہم جی رہے ہیں اب بھی کئی نیک شخصیتوں نے آب زم زم بھوک مٹانے' پیٹ

Marfat.com

بھرنے کی نیت سے پیا تو انہیں آب زم زم کے علاوہ کسی کھانے کی احتیاج نہ رہی۔ ایسے حضرات میں سے ایک فضیلۃ الشیخ' صاحب ورع' زاہد' علامہ' استاد محمد سعید طنطاوی حفظہ اللہ بخیر وعافیۃ ونفع بہ۔ وہ آب زم زم پر رہے جبکہ وہ حرم مکی میں رمضان کے آخری عشرہ میں معتکف تھے اور ان کے پاس کوئی کھانا کوئی مشروب سوائے آب زم زم کے نہ تھا اور آب زم زم آپ کو کسی کھانے کی احتیاج سے بے نیاز کر دیتا تھا اور آپ کو بھوک کا شعور نہ ہوتا۔

سیدہ ام ایمن سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو بچپن میں شکایت کرتے نہیں دیکھا' نہ بڑے ہو کر' نہ بھوک میں اور نہ پیاس میں۔ آپ صبح کرتے تو آب زم زم پی کر لیا کرتے تھے۔ میں آپ کے پاس کھانا پیش کرتی تو آپ فرماتے: میں اسے نہیں چاہتا میں سیر ہوں (یعنی میرا پیٹ بھرا ہے مجھے بھوک نہیں)

(طبقات ابن سعد ۱/۱۶۸) (عمدۃ القاری ۹/۲۷۷، اس کی سند مجہول ہے)

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ' باب من فضائل ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴/۱۹۲۱ میں ہے:

''جب ابو ذر مکہ میں آئے اور حرم شریف میں داخل ہوئے اور اس میں تیس دن رہے، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے حتی کہ آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، آپ نے اور آپ کے ساتھی نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا' پھر نماز پڑھی تو جب آپ نے اپنی نماز پوری کر لی۔ ابو ذر کہتے ہیں کہ میں سب سے پہلا ہوں جس نے اسلام کے سلام کے ساتھ حضور کو سلام عرض کیا۔ میں نے عرض کیا: السلام علیکم یا رسول اللہ۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: وعلیک ورحمۃ اللہ۔ پھر فرمایا: تو کون ہے؟ میں نے عرض کیا: میں بنو غفار سے ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا: تو کب سے یہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: میں یہاں تقریباً تیس دن رات سے ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو تجھے کھانا کون کھلاتا رہا؟ میں نے عرض کیا: میرے لئے آب زم زم کے علاوہ کوئی کھانا نہ تھا، میں تو فربہ ہو گیا ہوں حتی کہ میرے پیٹ کے بل ٹوٹ گئے ہیں اور میں اپنے پیٹ پر بھوک کی کمزوری محسوس نہیں کرتا۔''

اخبار مکہ ۱/۵۱۔۵۲ میں ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

''لوگ آب زم زم میں جاہلیت کے اندر مقابلہ کرتے تھے حتی کہ اگر عیال والے ہوتے تو عیال کے ساتھ صبح وہاں آتے اور اس سے پیتے۔ یہ پانی ان کے لئے صبوح ہوتا تھا اور ہم اسے اپنے عیال پر مدد شمار کرتے تھے (صبوح وہ دودھ ہے جو صبح دوہا جائے اور صبح کے وقت ہر کھائی اور پی جانے والی چیز کو بھی صبوح کہتے ہیں)''

اخبار مکہ ۲/۴۷ میں صفیہ بنت بحرۃ سے روایت ہے کہ میں نے ام ہانی بنت ابی طالب بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک پیالہ دیکھا جو مسجد میں رکھا ہوتا تھا اس میں آب زم زم ڈالا جاتا تھا تو ہم جب اپنے گھر والوں سے کھانا طلب کرتے تو وہ کہتے ام ہانی کے پیالہ کی طرف جاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم اسے شباعہ (پیٹ بھر دینے والا' بھوک مٹانے والا) کہا کرتے تھے۔ عیال پر کیسی اچھی مدد تھی۔

Marfat.com

(ازرقی ۵۲/۲) (اخبار مکہ، فاکھی ۳۲/۲) (مصنف عبدالرزاق ۱۱۷/۵) (ابن ہمام، فتح القدیر ۳۹۸/۲) (مجمع الزوائد ۲۸۱/۳)

☆☆☆

آب زم زم اور لعاب رسول کی برکتیں

آب زمزم کا اعزاز:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ زم زم کی طرف تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ کے لئے ڈول نکالا، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نوش فرمایا، پھر اس میں کلی فرمادی، پھر اسے ہم نے زم زم میں انڈیل دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے تو میں اپنے ہاتھ سے نکالتا۔

(مسند امام احمد: ۳۷۲/۱) (معجم طبرانی) (نصب الرایۃ: ۹۰/۳)

اس کی اسناد مسلم کی شرط پر ہے۔ شیخ احمد شاکر نے مسند کی شرح ۱۷/۵ امیں اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پیا۔ پھر مضمضہ کر کے ڈول میں ڈال دیا اور حکم دیا تو اسے زم زم میں ڈال دیا گیا۔ (اخبار مکہ ازرقی ۵۴/۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آب زم زم کا ڈول لایا گیا تو حضور ﷺ نے مضمضہ کیا تو اسے منہ سے ڈول میں ڈال دیا، اس میں مشک (کستوری) سے زیادہ خوشبو تھی۔

(مسند امام احمد: ۳۱۸/۴) (سبل الہدی والرشاد ۴۲/۱۰، راوی ثقہ ہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے منہ مبارک سے نکلے ہوئے پانی (لعاب) کی برکت زم زم کی برکت پر غالب ہے، لہذا آب زم زم کو برکت پر برکت حاصل ہوگئی اور لذت پر لذت، شفاء پر شفاء، نور پر نور، پاکیزگی پر پاکیزگی حاصل ہوئی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ڈول میں کلی فرمائی اور اسے آب زم زم کے کنویں میں ڈال دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ اپنی امت پر کس قدر رحیم ورؤف تھے کہ آپ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ جو آپ کے بعد آئیں آپ کی امت میں سے تاقیامت وہ آپ کے جوٹھے کی فضیلت و برکت سے محروم رہیں۔ آپ کی پاکیزگی کی برکت سے محروم رہیں۔ پس ہم اپنے ماں باپ سمیت آپ پر فدا ہو جائیں۔ آپ پر اور آپ کی آل، اصحاب اور احباب سب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ہمیشہ صلوۃ وسلام ہو۔

وہ پانی جس میں سے رسول اللہ ﷺ منہ مبارک میں لے کر پھونک کر اس میں ڈال دیں ان عظیم ترین بشارات میں سے ہے جن کی طرف عالم دوڑتے ہیں اور عارف اس کی قدر کے پیش نظر اس کی حرص رکھتے ہیں۔ تو مبارک آب زم زم کی کیا فضیلت جس میں رسول اللہ ﷺ نے برکت ڈال دی۔

Marfat.com

(صحیح البخاری، کتاب الغازی باب غزوۃ الطائفہ ۴۶/۶، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابی موسیٰ وابی عام الاشعریین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۴/۱۹۴۳)

بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: ''میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی شخص آیا تو اس نے کہا: اے محمد! آپ نے جو میرے ساتھ وعدہ کیا تھا اسے پورا نہیں فرمائیں گے۔؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تجھے خوشخبری ہے۔ دیہاتی نے آپ سے کہا: آپ نے مجھ پر ''خوش ہو جا'' کو بہت کر دیا؟ تو رسول اللہ ﷺ ابوموسیٰ اور بلال کی طرف متوجہ ہوئے غضب کی حالت میں اور فرمایا: اس شخص نے خوشخبری کو رد کر دیا ہے تم دونوں قبول کرلو! ان دونوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے قبول کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک برتن (پیالہ) منگوایا اس میں پانی تھا۔ اس میں آپ نے اپنے ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا اور اس میں پھونک کر کلی کی، پھر فرمایا: اس سے پی لو اور اپنے چہروں اور سینے کے اوپر والے حصوں پر ڈال لو اور خوش ہو جاؤ۔ ان دونوں نے پیالہ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل فرمایا تو انہیں حضرت ام سلمہ، ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پردے کے پیچھے سے آواز دی: اپنی امی کے لیے جو کچھ برتن میں ہے بچانا، تو انہوں نے اس سے آپ کے لئے کچھ بچالیا۔''

ہمیں چاہیے کہ ہم اس آب زم زم کی خوشخبری کو قبول کریں جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے برکتیں ڈال دیں اور اس کے پینے کے ساتھ برکتیں حاصل کرنے کے لئے ہمیں اس پر متوجہ ہونا چاہیے۔ اس سے وضو کر کے اور اپنے جسموں پر انڈیل کر یا مل کر برکتیں حاصل کریں، وغیرہ۔

لعاب دہن کے معجزات:

حضور نبی کریم ﷺ کا لعاب مبارک بیمار کی شفاء، سخت پیاس والے کی سیرابی، غذا، طاقت، برکت اور نشو ونما ہے۔ کتنے ہی مریضوں نے آپ ﷺ کے لعاب دہن شریف سے شفاء پائی تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک ایسی برکت ہے جس کا ظہور اس پانی کو کثیر کرنے سے ہوا جو کئی سو بلکہ کئی ہزار کے لئے کافی ہوا جیسا کہ غزوہ حدیبیہ میں اس طرح ہوا تھا۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ ۵۸۱/۶ میں سیدنا براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے، ہم اس سے پانی نکالا یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ نہ چھوڑا تو نبی کریم ﷺ کنویں کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے، پانی طلب فرمایا۔ پھر کلی کرتے ہوئے کنویں میں پھونک کر پھینک دیا۔

ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے لعاب دہن اس میں ڈالا، ہم زیادہ دیر نہ ٹھہرے کہ پھر ہم نے پانی پیا حتی کہ سیر ہوئے اور ہماری سواریاں بھی سیر ہو گئیں۔ (فتح الباری: ۴۴۱/۷)

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں سے ہے کہ اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تو بھی پانی ہمیں کافی ہوتا۔
(فتح الباری: ۷/۴۴۱)

حضرت عبدالرحمان بن خبیب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں اپنی قوم کے ایک آدمی کے ساتھ حضور نبی اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ کے لیے جارہے تھے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"ہم بھی آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔"

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا:

"کیا آپ مسلمان ہیں؟"

ہم نے نفی میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہم مشرکین کے مقابلے میں مشرکین سے مدد نہیں چاہتے۔"

یہ سن کر ہم نے عرض کیا کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنگ میں شرکت کرنے کی اجازت عطا فرمادی، لڑائی کے دوران دشمن کے ایک جنگجو نے میرے کندھے پر وار کیا اور میرا بازو کاٹ کر رکھ دیا۔ میرا بازو لٹکنے لگا اور میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کٹے ہوئے بازو میں لعاب مبارک لگایا اور اسے سی دیا۔ میرا بازو جڑ گیا اور میں بالکل صحیح ہوگیا، پھر میں نے اس دشمن کو قتل کردیا جس نے مجھ پر وار کرکے میرا بازو کاٹ ڈالا تھا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 3، القسم الثانی، عربی صفحہ 86) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 164) (السنن البیہقی، جز 9، عربی صفحہ 37) (اسد الغابہ، جلد 2، عربی صفحہ 110) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 418)

ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں کہ ابورہم کلثوم بن حصین بن خلف بن عبید الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو زیادہ تر اپنی کنیت "ابورہم" سے ہی مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد مسلمان ہوئے۔ انہیں معرکۂ بدر میں شمولیت کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔ مگر اس کے بعد ہونے والے تمام غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعتِ رضوان میں بھی موجود تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دو مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

غزوۂ احد میں دشمنوں کا ایک تیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلے میں آ کر پیوست ہوگیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صورتِ حال میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی گردن سے تیر نکال دیا اور زخم پر لعابِ دہن لگایا تو زخم ٹھیک

Marfat.com

ہوگیا۔ مگر اس کے بعد سے حضرت ابورہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہی ''المنحور'' یعنی کاٹے ہوئے گلے والا۔ مشہور ہوگیا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الاول، عربی صفحہ 180) (الاستیعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 1327) (الاستیعاب، القسم الرابع، عربی صفحہ 1660) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 250)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے غزوۂ خیبر کے موقع پر سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں کل علم (جھنڈا) اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر لازماً اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے رُخصت ہو گئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ پرچم کسے عطا کیا جائے گا؟ ہر ایک کی تمنا تھی کہ پرچم مجھے عطا کیا جائے۔

دوسرے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو بلایا جائے۔''

عرض کیا گیا کہ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ انہیں بلایا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں گویا کہ کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم (جھنڈا) لے کر فرمایا:

''ہم ان سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک یہ ہمارے دین میں داخل نہ ہو جائیں۔ (یا ہماری حکومت کو تسلیم نہ کرلیں)''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آرام اور خاموشی سے جاؤ اور ان کے گھروں کے سامنے پہنچ کر سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں جو چیزیں فرض ہیں ان سے انہیں باخبر کردو۔ خدا کی قسم! اگر ایک آدمی بھی تمہاری وجہ سے ہدایت پالے تو یہ تمہارے حق میں سرخ خزانے (سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات) سے زیادہ بہتر ہے۔''

(طبقات ابن سعد، جلد 2، القسم الاول، عربی صفحہ 81) (الصحیح البخاری، جز 4، عربی صفحہ 58-65-73) (الصحیح البخاری، جز 5، عربی صفحہ 23-171) (الصحیح المسلم، جز 12، عربی صفحہ 185-187) (الصحیح المسلم، جز 6، عربی صفحہ 162-25) (السنن البیہقی، جز 9، عربی صفحہ 131) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 28)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے راویوں کا ایک سلسلہ بیان کر کے محمد بن حاطب کی والدہ ام جمیل رضی اللہ عنہم سے یہ روایت کی ہے کہ ''انہوں نے اپنے بیٹے محمد بن حاطب کو بتایا کہ ''میں تجھے حبشہ سے لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئی۔ مدینہ سے دو دن کی مسافت پر ہم ٹھہرے۔ میں نے کھانا پکایا تو تُو نے گرم ہنڈیا اپنے اُوپر اُلٹ

Marfat.com

لی، جس سے تیرا بازو جھلس گئے۔ میں مدینہ منورہ پہنچی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ محمد بن حاطب ہے۔ یہ پہلا بچہ ہے جس کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تیرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے برکت کی دُعا دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا۔ اس کے بعد تیرے ہاتھ پر لعابِ دہن لگاتے گئے اور یہ دُعا مانگتے رہے:

((اِذْهَبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَاشِفَاءَ اِلَّاشِفَائُكَ وَلَايُغَادِرُ سَقَمًا))

"اے تمام انسانوں کے پروردگار! تکلیف دور کردے، شفاء عطا فرما۔ بے شک تو ہی شافی ہے۔ نہیں شفاء مگر تیری شفاء (یعنی شفاء تیرے ہاں سے ملتی ہے) ایسی شفاء عطا فرما کہ بیماری بالکل زائل ہو جائے۔"

حضرت امِ جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"اے بیٹے! جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھی تو تیرا ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔"

(الاستیعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 1368) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 162-295) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 364) (الاصابہ، جلد 3، عربی صفحہ 252) (الاصابہ، جلد 4، عربی صفحہ 373)

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت یحیٰ بن عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے "چشمہٴ ذی قرد" کے قریب عینیہ بن حصن اور اس کے غارت گر ساتھیوں کے مقابلے کے لیے گئے اور کامیابی سے مدینہ واپس لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں ہی مل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر یہ دُعا مانگی:

"اے اللہ! اس کے جسم کی توانائیوں اور چہرے کی خوبصورتی میں برکت عطا فرما۔"

پھر مجھے فرمایا:

"تیرا چہرہ روشن یعنی تو سرخرو ہو جائے۔"

میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی سرخرو ہوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"تو نے مسعدہ کافر کو قتل کیا ہے؟"

Marfat.com

میں نے عرض کیا:

''جی ہاں! یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''یہ تیرے چہرے پر کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں پر دُشمنوں نے تیر مارا ہے جو چہرے کو زخمی کر کے گزر گیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِدھر میرے پاس آؤ۔''

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے زخم پر لعابِ دہن لگایا۔ میرا وہ زخم بالکل ٹھیک ہو گیا اور اس کے بعد کبھی مجھے زخم نہیں لگا۔

(الاستیعاب، القسم الرابع، عربی صفحہ 1732) (المغازی، للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 545) (الاصابہ، جلد 4، عربی صفحہ 157)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یسر بن رزام نے خیبر میں بنوغطفان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس جماعت میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو بنوسلمہ کے حلیف تھے۔ یہ لوگ یسیر بن رزام کے پاس گئے اور اس سے بات چیت کی اور اس سے کافی قرب حاصل کیا۔ پھر اس سے کہا:

''اگر تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں انعام واکرام سے نوازیں گے اور تمہیں منصب عطا فرمائیں گے۔ انہوں نے اسے بار بار یہ بات سمجھائی یہاں تک کہ وہ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ وہ یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مدینہ کی جانب نکلا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے اُونٹ پر بٹھا لیا۔ خیبر سے چھ میل دور ''قرقرہ'' کے مقام پر پہنچے تو یسیر اپنے فیصلے پر نادم ہوا اور اسے خطرہ محسوس ہونے لگا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے کہ اس کا ارادہ بدل رہا ہے۔ تو اسے موقع دیئے بغیر فوراً تلوار کا وار کر کے اس کا پاؤں کاٹ دیا۔ اس نے ایک مڑے ہوئے سرے والی لمبی نیزے نما چیز سے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ضرب لگائی اور انہیں زخمی کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اپنے قریب کے یہودی کو قتل کر ڈالا۔ وہ سب تہہ وتیغ ہو گئے۔ مگر ان میں سے ایک شخص بھاگ نکلا اور جان بچا کر واپس چلا گیا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زخمی حالت میں دیکھا تو ان کے زخم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن لگایا۔ لعابِ دہن لگنے کی دیر تھی کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زخم بالکل ٹھیک ہو گیا۔ نہ اس میں کوئی درد رہا اور نہ ہی زخم۔
(طبقات ابن سعد، جلد 2، القسم الاول، عربی صفحہ 67) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 618) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 567) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 221)

☆☆☆

زم زم اور قلبِ نبی ﷺ

اللہ تعالیٰ نے سوائے آب زم زم کے کسی اور پانی کو اس عظیم جگہ کو دھونے کے لئے خاص نہ کیا اور وہ عظمت و جلال والی جگہ اللہ تعالیٰ کے حبیب مصطفیٰ انور ﷺ کا قلب اطہر ہے اور اسے افضل ترین پانی کے ساتھ ہی دھویا جانا چاہئے تھا۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ ۱/۱۴۷ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام آئے اور حضور بچوں کے ساتھ مشغول تھے۔ جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کو پکڑ کر لٹایا۔ پھر آپ کے قلب مبارک کی جگہ سے شق کیا، پھر دل نکالا اور اس سے ایک خون کا لوتھڑا سا نکالا تو جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا:

"یہ آپ سے شیطان کا حصہ ہے۔"

پھر آپ کے دل کو سونے کے طشت میں آب زم زم سے دھویا۔ پھر اسے درست کر کے اس کی جگہ لوٹا دیا اور بچے دوڑتے ہوئے آپ کی امی دایہ یعنی دودھ پلانے والی کے پاس آئے اور کہنے لگے:

"محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

تو وہ آپ کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا رنگ بدلا ہوا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور میں اس سلائی کا نشان آپ کے سینہ مبارک میں دیکھا کرتا تھا۔

صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ' باب کیف فرضت الصلوت فی اسراء ۱/۴۵۸' صحیح مسلم' الایمان' باب الاسراء ۱/۱۴۸ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میرے گھر کی چھت شق کی گئی اور میں مکہ میں تھا تو جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نازل ہوئے پھر میرے سینے کو شق کیا، پھر اسے آب زم زم سے دھویا' پھر ایک سونے کا تھال لایا گیا جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اسے اس نے میرے سینے میں انڈیل دیا، پھر اسے ملا دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا تو آسمان دنیا کی طرف بلند کیا۔"

Marfat.com

آپ ﷺ کا سینہ مبارک چار مرتبہ شق کیا گیا۔

(فتح الباری ۱/۴۶۰، ۱۳/۴۸۱، سبل الهدی والرشاد ۲/۵۹ طبعة بیروت، شرح المواهب اللدنیۃ للزرقانی ۱/۱۵۳)

ہر بار آپ ﷺ کا سینہ آب زم زم سے دھویا جاتا رہا۔

پہلی مرتبہ آپ کی عمر چار سال تھی اور آپ اپنی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس تھے۔

دوسری مرتبہ آپ دس سال کے تھے۔

تیسری مرتبہ جب جبریل علیہ الصلوۃ والسلام وحی لے کر آپ کے پاس آئے اور آپ کو اعلان نبوت کے لئے کہا گیا۔

چوتھی مرتبہ معراج شریف کی رات۔

آپ ﷺ کے بیان کے مطابق معراج کی شب فرشتے آپ کو اُم ہانی کے گھر سے بیدار کر کے حطیم میں لے آئے تھے، وہیں شقِ صدر ہوا اور پھر وہیں سے آپ سفرِ معراج پر روانہ ہوئے۔

حضور علیہ السلام کا بیان ہے کہ فرشتوں نے اُم ہانی رضی اللہ عنہ کے مکان کی چھت پھاڑ کر مجھے وہاں سے نکالا اور پھر خانہ کعبہ کے حطیم والے حصہ میں لے آئے۔ پھر میرے سینہ کو چاک کیا، قلب مبارک کو نکالا، اسے سونے کے طشت میں رکھ کر آبِ زمزم سے دھویا، اسے علم وحکمت سے بھر دیا اور پھر اپنے ٹھکانے پر واپس رکھ دیا۔

مسلم شریف کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت آپ کا شقِ صدر کیا گیا اس وقت آپ زمین پر نہیں تھے، بلکہ فرشتوں نے آپ کو ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا۔ پھر جب وہ اپنا کام مکمل کر چکے تو مجھے نیچے اتار دیا گیا۔

حضور علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں شقِ صدر کا واقعہ چار دفعہ پیش آیا ہے۔ پہلا واقعہ چار پانچ سال کی عمر میں پیش آیا جب کہ آپ اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں زیرِ پرورش تھے۔ اس عمر میں بچہ عام طور پر لہو ولعب کی طرف مائل ہوتا ہے مگر آپ کو چونکہ منصب نبوت عطا ہونے والا تھا، اس لئے ابتداء ہی سے آپ کی تربیت مقصود تھی تاکہ آپ کھیل کود کی طرف زیادہ توجہ نہ دیں۔ پھر دوسری دفعہ شقِ صدر اُس وقت پیش آیا جب آپ کی عمر مبارک بارہ تیرہ سال کی تھی۔ آغازِ شباب میں اکثر نوجوانوں کے خیالات منتشر ہو جاتے ہیں، مگر آپ علیہ السلام کو چونکہ ایک عظیم ذمہ داری سونپی جا رہی تھی، لہٰذا شقِ صدر کے ذریعے آپ کے قلب مبارک سے وہ تمام چیزیں دور کر دی گئیں جن سے لغزش پیدا ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔

منصب نبوت بڑا بوجھل معاملہ ہے۔ اللہ نے سورۃ مزمل میں فرمایا:

"انّا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً"

"ہم آپ پر ایک بوجھل بات ڈالنے والے ہیں۔"

یعنی وحی الٰہی کا بوجھ اتنا شدید ہوتا تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ شدید سردی میں حضور ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے تو اس بوجھ کو برداشت کرنے کے لیے آپ کا

تیسری دفعہ سینہ چاک کیا گیا، اور پھر چوتھا شقِ صدر سفر معراج پر روانہ ہونے سے قبل حطیم میں کیا گیا، تا کہ آپ پیش آمدہ عجیب وغریب واقعات کو برداشت کر سکیں۔

☆☆☆

آبِ زم زم اور جبرائیل

آب زمزم کو ظاہر کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کو دیا۔ اگر اللہ تعالی چاہتا تو ضرور پانی کو حکم کرتا کہ وہ پھوٹ پڑے اور خود بخود نکل آئے لیکن اللہ تعالی نے جب اس پانی کے شرف کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور جس کے لئے یہ نکلا اس کی عظمت کو واضح کرنا چاہا تو سید الملائکہ سیدنا جبریل علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم دیا تو اس نے زمین پر اپنا پر مارا جس سے یہ برکتوں والا پانی نکل آیا۔

"برکت والی جگہ میں، برکت والے سید کے لئے اور برکت والے امین کے فعل کے واسطہ سے۔"

اس طرح پانی کی شرافت و عظمت میں زیادتی ہوئی اور اللہ عز و جل اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا ہے فضیلت عطا فرماتا ہے۔

اب سید الملائکہ کے مختصر حالات ملاحظہ کیجئے!

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"جبرائیل علیہ السلام کا نام عبداللہ ہے۔ میکائیل علیہ السلام کا نام عبید اللہ ہے۔ اسرافیل علیہ السلام کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ ہر شے جو "ایل" کے ساتھ منسلک ہو وہ اللہ عز و جل کی عبادت کرنے والا ہے۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 382) (تفسیر ابن جریر، 437/1) (تفسیر ابن ابی حاتم، 65/1) (فتح الباری، 165/1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"جبرائیل علیہ السلام کا نام عبداللہ اور میکائیل علیہ السلام کا نام عبید اللہ ہے۔ ہر وہ اسم جس میں "ایل" ہو اس سے مراد ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا عبادت گزار ہے۔"

(ابن جریر)

حضرت اسرافیل علیہ السلام کو ان کے پروں کی کثرت کی وجہ سے بھی اسرافیل کہا جاتا ہے، حضرت میکائیل علیہ السلام چونکہ بارش اور نباتات کے نگران ہیں، ان کو ناپتے اور وزن کرتے ہیں اس لئے ان کو میکائیل کہتے ہیں۔

حضرت عبدالعزیز بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ملائکہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام "خادم رب عزوجل" (اللہ عزوجل کا خادم) ہے۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 351) (تفسیر ابن ابی حاتم، 66/1) (تفسیر در منثور، 92/1) (حاوی للفتاوی، 124/6)

Marfat.com

حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام آسمان کے پیشوا ہیں۔''
(کتاب العظمۃ ،از ابوالشیخ ،حدیث نمبر 359) (تفسیر در منثور، 92/1)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''الا اخبر کم بافضل الملائکۃ جبریل''
(مجمع الزوائد، 140/3، 198/8) (تفسیر در منثور، 92/1) (کنز العمال 353/43)
''کیا میں تمہیں سب فرشتوں سے افضل فرشتے کے متعلق نہ بتاؤں؟ وہ افضل الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔''
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو سبز لباس میں دیکھا کہ انہوں۔ نے آسمان اور زمین کے درمیان کے حصہ کو پر کر رکھا تھا۔''
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''رایت جبریل منھبطا قد ملا ما بین الخافقین علیہ ثیاب سندس معلق بھا اللو لؤ والیاقوت''
(مسند امام احمد، 120/6) (کنز العمال، حدیث نمبر 15167 اور 15168) (تفسیر در منثور، 92/1) (مجمع الزوائد، 257/8) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 343) (طبقات المحدثین، صفحہ نمبر 101 اور 100)
''میں نے جبرائیل علیہ السلام کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے آسمان کے دونوں کناروں کو بھرا ہوا تھا، ان پر نہایت نفیس اور باریک کپڑے تھے جس کے ساتھ لؤلؤ اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔''
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا:
''میں چاہتا ہوں کہ تمہیں تمہاری اصل صورت میں دیکھوں۔؟''
انہوں نے عرض کیا:
''آپ اس کو پسند فرماتے ہیں۔؟''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''ہاں!''
تو انہوں نے عرض کیا:
''فلاں تاریخ، فلاں رات کے وقت مقام بقیع غرقد میں مجھ سے ملاقات فرمائیں۔''
پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حسب وعدہ ملنے گئے تو انہوں نے اپنے پروں میں سے ایک پر کو پھیلایا تو اس نے آسمان کا افق بھر دیا یہاں تک کہ آسمان کی کوئی شے نظر نہ آتی تھی۔'' (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ)

Marfat.com

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمان باری تعالیٰ: "ولقد راہ نزلۃ اخری" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو پاؤں لٹکائے ہوئے دیکھا۔ ان پر ایک بڑا موتی تھا جیسے سبزے پر بارش کا قطرہ ہوتا ہے۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 348) (اخبار اصبہان، از ابونعیم، 98/1) (تفسیر درمنثور، 125/6)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ورقہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

"اے اللہ کے نبی ﷺ! جو آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں وہ کس صورت میں آتے ہیں۔؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ میرے پاس آسمان سے آتا ہے، اس کے دونوں پر موتی کے ہیں اور اس کے پاؤں کے تلوے سبز ہیں۔" (سنن طبرانی)

حضرت شریح بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف معراج کے موقع پر تشریف لے گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصل صورت میں دیکھا۔ ان کے پر زبرجد، بڑے موتی اور یاقوت کے قیمتی موتیوں سے جڑے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے یہ خیال ہوا کہ اس کی آنکھوں کے درمیانی حصہ نے افق آسمان کو پُر کر رکھا ہے اور اس سے قبل میں نے اسے مختلف صورتوں میں دیکھا تھا۔ جبکہ میں نے اسے اکثر طور پر دحیہ کلبی (مشہور صحابی رضی اللہ عنہ) کی شکل میں دیکھا ہے اور کبھی کبھی میں نے اسے اس طرح دیکھا ہے جس طرح کوئی آدمی اپنے دوست کو چھلنی کے پیچھے دیکھتا ہے۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ حدیث نمبر 356) (دلائل النبوۃ، از ابونعیم، 177/1) (تفسیر درمنثور، 124/6)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دو دفعہ کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا۔ پہلی مرتبہ تو اس وقت دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خود کو دکھلانے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے اپنے آپ کو دکھلایا کہ افق کو پر کئے ہوئے تھے اور دوسری دفعہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس معراج کی رات میں دیکھا۔

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 364) (مسند امام احمد، 407/1) (تفسیر ابن کثیر، 247/4) (طبرانی کبیر، 377/10) (تفسیر درمنثور، 122/6) (فتح القدیر، 110/5)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما بین منکبی جبریل مسیرۃ خمسمائۃ عام للطائر السریع الطیران"

(تفسیر درمنثور، 92/1) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 375)

''حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار پرندہ کے پانچ سو سال کے سفر کے برابر ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جبریل له ستمائة جناح من لولو قد نشرها مثل ريش الطراويس''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 374)

''حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لؤلؤ (موتی) کے چھ سو پر ہیں جن کو انہوں نے پھیلایا تھا جیسے مور اپنے پروں کو پھیلاتے ہیں۔''

عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! مجھے جبرائیل علیہ السلام کی اصلی صورت میں زیارت کرادیجئے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تیرے اندر اس کی طاقت نہیں ہے کہ تو اسے دیکھ سکے۔''

عرض کیا:

''آپ مجھے اس کی زیارت کرا ہی دیجئے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھا! بیٹھ جاؤ۔''

پس جب جبرائیل علیہ السلام آسمان سے آکر کعبہ میں موجود ایک لکڑی پر بیٹھ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنی نظر اٹھاؤ اور دیکھ لو۔''

پس حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے نظر اٹھائی، جبرائیل کے قدموں کو دیکھا جو گھرے سبز زبرجد کی مانند تھے اور اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر گئے۔''

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے مطالبہ فرمایا کہ آپ اپنی اصل صورت دکھلائیں تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آپ میں دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری خواہش ہے کہ آپ ایسا کریں۔''

پس ایک چاندنی رات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے نماز کی طرف تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام بھی اپنی اصلی صورت میں آگئے۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو بے ہوش ہوگئے، پھر جب آپ کو ہوش آیا تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیا ہوا تھا۔ اپنا ایک ہاتھ آپ کے سینہ مبارک پر رکھا ہوا تھا

Marfat.com

اور دوسرا آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے مخلوق میں سے کسی چیز کو اس طرح نہیں دیکھا۔''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آپ اسرافیل (فرشتہ) کو دیکھ لیں تو آپ کی کیا حالت ہوگی۔؟ اس کے تو بارہ پر ہیں، ان میں سے ایک پر مشرق میں ہے تو دوسرا مغرب میں۔ اللہ کا عرش اس کے کندھے پر ہے۔ یہ اللہ کی عظمت کے سبب کسی وقت اتنا دبلا ہو جاتا ہے کہ ممولہ (چڑیا سے چھوٹے جانور) کی طرح ہو جاتا ہے۔ یہ اپنے عظیم الجثہ ہونے کی وجہ سے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہے۔'' (کتاب الزہد، از امام ابن المبارک)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان جبریل لیاتینی کما یاتی الرجل صاحبة فی ثبات ببعض مکفوفة باللولو والیاقوت رأسه کالجبل وشعره کالمرجان ولونه کالثلج اجلی الجبین براق الثنایا علیه وشاحان من درمنظوم وجناحاه اُخضران ورجلا معموستان فی اُحضرة وِصورتة التی صور علیها تملأ مابین الافقین''

(تفسیر در منثور، ۹۳/۱)

''جبرائیل علیہ السلام میرے پاس اس طرح آتے ہیں جس طرح کوئی آدمی اپنے دوست کے پاس آتا ہے۔ انہوں نے موتیوں اور یاقوت سے پرویا ہوا سفید لباس پہنا ہوتا ہے، ان کا سر بٹی ہوئی رسی کی مانند ہے، ان کے بال مرجان کی طرح ہیں، ان کا رنگ برف کی طرح (سفید) ہے، پیشانی چمکدار اور اگلے دانت چمکیلے ہیں۔ ان پر دولڑیاں موتیوں سے پروئی ہوئی ہیں، اس کے دونوں پر سبز ہیں اور پاؤں سبزہ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اس کی اصل صورت جس میں وہ پیدا کیا گیا ہے وہ (آسمان کے) دونوں افق کو بھر دیتی ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خلق الله جمجمة جبریل علی قدر الغوطة'' (کنز العمال، حدیث نمبر ۱۵۱۶۶!)

''اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی کھوپڑی کو غوطہ (غوطہ غین کے پیش کے ساتھ ہے۔ یہ ایک شہر کا نام ہے جو دمشق کے قریب واقع ہے۔) کے برابر (بڑا) بنایا ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ماشئت ان اری جبریل علیه المسلام متعلقا باستار الکعبة وهو یقول یاواحد یا ماجد لاتزل عنی نعمة انعمت بها علی الا رأیته''

(کنز العمال، حدیث نمبر ۵۰۶۳ اور ۶۴۳۳)

''میں نے جب چاہا کہ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھوں تو میں نے انہیں کعبہ کے پردوں سے لپٹے

Marfat.com

ہوئے دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے: "یاواجد یاماجد الاتزل عنی انعمت بہا علی" "اے واجد! اے ماجد! (اے اللہ!) تو نے جو نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہے انہیں مجھ پر ہمیشہ قائم رکھ۔" میں نے اکثر انہیں سی حال میں دیکھا۔"

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انزل اللہ جبریل علیہ السلام فی احسن ما کان یاتینی فی صورۃ فضال ان اللہ یقرئک السلام یا محمد ویقول لك انی قد اوحیت الی الدنیا ان غرری وتکدری وتضیقی وتشددی علی اولیائی کی یحبوالقائی وتسھلی وتوسعی وتطیبی لاعدائی حتی یکرھو القائی فانی قدخلقتھا سجنا لاولیائی وجنۃ لاعدائی"

(شعب الایمان، ازامام بیہقی) (جمع الجوامع، حدیث نمبر ۴۵۲۱) (کنز العمال، حدیث نمبر ۶۱۱۰)

"جس صورت میں جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آیا کرتے تھے اس سے بھی حسین صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے پاس بھیجا۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف وحی کی ہے کہ تو میرے دوستوں کے لئے کڑوی، بدمزہ، تنگ اور سخت ہوجا! تاکہ وہ میری ملاقات کو پسند کریں اور میرے دشمنوں کے لئے آسان، کشادہ اور دل پسند ہوجا تاکہ وہ میری ملاقات کو ناپسند کریں۔ میں نے اس دنیا کو اپنے اولیاء کے لئے جیل اور دشمنوں کے لئے راحت بنایا ہے۔"

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جبرائیل علیہ السلام جنوبی ہوامیں ہیں۔" (کتاب العظمۃ، ازابوالشیخ، حدیث نمبر ۸۶۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"جبرائیل علیہ السلام کے دو (بڑے بڑے) پر ہیں اور اس پر موتیوں سے پروئی ہوئی ایک پٹی ہے۔ اگلے دانت چمکدار ہیں، پیشانی منور ہے، سر کے بال گھنگریالے ہیں اور سر مرجان کی طرح ہے۔ مرجان برف کی طرح سفید موتی ہے اور ان کے دونوں قدم سبزی مائل ہیں۔" (ابن جریر)

حضرت وہیب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے جبرائیل علیہ السلام کی صورت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

"ان کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار پرندے کے ساتھ سوسال کے سفر کے برابر ہے۔"

(کتاب العظمۃ، ازابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۷۳) (تفسیر درمنثور، ۹۲/۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

"کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔؟"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"ان بيني و بينه لسبعين حجابا من نار و نور لو رايت ادناها لا حترقت"

(اتحاف السادہ، 137/5)(تفسیر در منثور، 93/1)

"میرے اور اللہ تعالیٰ (کے عرش) کے درمیان آگ اور نور کے ستر پردے ہیں۔ اگر میں ان پردوں میں سے اپنے نزدیک والے پردہ کو بھی دیکھوں تو جل جاؤں۔"

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان فی السماء ملكين احدهما يامر بالسيدة و الاخر يامر باللين و كل مصيب جبريل و ميكائيل' و نبيان احدهما يامر باللين و الاخر يامر بالسدو كاح مصيب و ذكر ابراهيم و نوحا و لي صاحبان احدهما يامر باللين و الاخر بالشدة و كل مصيب و ذكر ابابكر و عمر"

(مجمع الزوائد، جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۵۱)(تفسیر در منثور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۴)

"آسمان میں دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک سختی کا معاملہ کرتا ہے، دوسرا نرمی کا اور دونوں حق پر ہیں۔ پہلے جبرائیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے میکائیل علیہ السلام۔ دو نبی ہیں جن میں سے ایک نرمی کا معاملہ فرماتے ہیں، دوسرے سختی کا اور دونوں حق پر ہیں۔ پہلے حضرت ابراہیم ہیں اور دوسرے حضرت نوح علیہ السلام۔ میرے بھی وہ دوست ہیں ان میں سے ایک نرمی کا معاملہ کرتا ہے، دوسرا سختی کا اور یہ دونوں بھی حق پر ہیں۔ پہلے ابوبکر ہیں اور دوسرے عمر فاروق۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری آدمی کی بیمار پرسی فرمائی۔ جب آپ اس کے گھر کے قریب پہنچے تو اسے اندر سے گفتگو کرتے سنا جب اس سے اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی اور اندر داخل ہوئے تو کسی کو نہ پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

"میں نے تجھے کسی سے باتیں کرتے ہوئے سنا ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک ایسا آدمی آیا ہے کہ آپ کے بعد میں نے کسی آدمی کو اتنا اچھی مجلس والا نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ بہترین بات کرنے والا دیکھا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وہ جبرائیل تھے (پھر آپ نے اس انصاری صحابی کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا) تم میں تو ایسے آدمی بھی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ پر (کسی کام کے ہونے نہ ہونے کے متعلق) قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم سے بری (قسم پوری) کردے۔"

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

Marfat.com

''مجھے میرا پروردگار کسی کام کے لئے روانہ فرماتا ہے کہ میں اسے سرانجام دوں تو اللہ کے حکم کو دیکھتا ہوں کہ وہ ادائیگی میں مجھ سے سبقت لے جاتا ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، از ابو نعیم)

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! کیا جنبی آدمی (جس پر غسل فرض ہو) سو سکتا ہے۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں پسند نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ وضو (ضرور) کرلے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کی موت آئے اور جبرائیل علیہ السلام (جنابت کی وجہ سے) اس کے پاس نہ جائیں۔'' (حاوی للفتاوی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۹۴)

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مقرب ترین فرشتوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور پھر میکائیل علیہ السلام ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کسی بندے کا اس کے نیک عمل کی وجہ سے ذکر کرتا ہے تو فرماتا ہے: ''فلاں بن فلاں نے میری فرمانبرداری میں ایسا ایسا عمل کیا ہے اس پر میری رحمتیں ہوں۔'' پھر میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں: ''ہمارے رب نے کیا فرمایا۔؟'' تو وہ بتاتے ہیں کہ فلاں ولد فلاں اپنے نیک عمل کی وجہ سے یاد کیا گیا ہے۔ پھر اس پر اپنی رحمتیں بھیجی ہیں۔ اللہ کی اس پر رحمتیں ہوں۔ پھر آسمان والوں میں سے جو میکائیل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ''ہمارے رب نے کیا فرمایا ہے۔؟'' میکائیل علیہ السلام کہتے ہیں: ''فلاں بن فلاں اپنے نیک عمل کی وجہ سے یاد کیا گیا ہے۔ پھر اس پر رحمتیں بھیجی گئی ہیں۔ اللہ کی اس پر رحمتیں ہوں۔'' پس یہ بات بدستور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اترتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ زمین تک آ پہنچتی ہے۔ جب کوئی بندہ اپنے برے عمل کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے فلاں ولد فلاں نے میری نافرمانی میں ایسا عمل کیا ہے اس پر میری لعنت ہو۔'' پھر میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں ولد فلاں اپنے برے عمل کی وجہ سے یاد کیا گیا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر بدستور یہ بات ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اترتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زمین پر آجاتی ہے۔

(کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ، حدیث نمبر ۱۶۴ اور ۲۸۷) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۴)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے جبرائیل! مجھے یقین ہے کہ تمہارے نزدیک میری بڑی شان ہے۔''

انہوں نے عرض کیا:

''بے شک! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں آپ سے زیادہ

Marfat.com

محبوب کسی نبی کی طرف کبھی نہیں بھیجا گیا۔"
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"میں چاہتا ہوں کہ اگر تمہارے بس میں ہے تو تم وہاں (اللہ کے ہاں) کی میری شان بتلاؤ۔"
انہوں نے عرض کیا:
"مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اپنے پروردگار کے ایک دفعہ اتنا قریب ہوا ہوں کہ اس طرح سے کبھی قریب نہیں ہوا۔ میرے اس قریب ہونے کا اندازہ پانچ صدیوں کے سفر کے برابر ہے۔ ساری مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت اسرافیل ہیں اور ان کے قریب کا اندازہ ستر سال ہے، ان کے درمیان بھی ستر نور ہیں اور ان میں سب سے قریبی نور آنکھوں کو اندھا کر دیتا ہے۔ مجھے اس کے بعد والے حالات کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔ بس میرے سامنے تو ایک لوح کر دی جاتی ہے اور میں بلایا اور مبعوث کیا جاتا ہوں۔"
(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۰۵)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو باقی انبیاء سے زیادہ محبوب ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مقرب ترین فرشتہ ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام معلوم کرنے تک رسائی نہیں رکھتے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان جبریل موکل بحاجات العباد فاذا دعا المومن قال اللہ یا جبریل احسن حاجۃ عبدی فانی اُحبہ واحب صوتہ واذادعاالکافر قال اللہ یاجبریل اقض حاجۃ عبدی فانی ابغضہ وابغض صوتہ"

(شعیب الایمان، از امام بیہقی) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۲)

"جبرائیل علیہ السلام بندوں کی ضروریات کے کفیل ہیں۔ جب کوئی مومن دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے جبرائیل! میرے بندے کی ضرورت کو روک لے کیونکہ میں اسے بھی پسند کرتا ہوں اور اس کی آواز کو بھی۔" جب کوئی کافر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے جبرائیل! میرے بندے کی ضرورت پوری کر دے کیونکہ میں اس سے بھی نفرت کرتا ہوں اور اس کی آواز سے بھی۔"

جن مومنوں کی دعائیں بار بار کرنے سے بھی پوری نہیں ہوتیں وہ اس حدیث سے اپنے دل کو مطمئن فرمائیں، کیونکہ مومن کی دعا کا دیر میں قبول ہونا مومن کی قبولیت کی دلیل ہے اور مومن کا دربار الٰہی میں قبول ہو جانا ہی بڑی کامیابی ہے۔ کافر کی ضرورت اللہ تعالیٰ اس لئے بھی جلدی پوری کر دیتا ہے کہ اسے آخرت میں سب نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

Marfat.com

''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو لوگوں کی ضروریات پر مقرر فرمایا ہے۔ پس جب کوئی مومن دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے جبرائیل! اس کی ضرورت کو روک لے، کیونکہ میں اس کی پکار کو پسند کرتا ہوں۔'' جب کوئی کافر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے جبرائیل! اس کی ضرورت پوری کردے کیونکہ میں اس کی پکار کو پسند نہیں کرتا۔'' (بیہقی) (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اے جبرائیل! میرا بندہ مجھ سے جو مٹھاس محسوس کرتا ہے اس کو اس کے دل سے مٹا دے۔'' پس مومن بندہ اپنے نفس میں جس کا طلب گار تھا اس کے لئے مزید محنت اور طلب کرتا ہے۔ اس پر ایسی مصیبت ٹوٹتی ہے کہ اس جیسی کبھی نہیں آئی ہوتی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں دیکھتا ہے تو فرماتا ہے: ''اے جبرائیل! تو نے جو مٹا دیا ہے وہ میرے بندے کے دل میں لوٹا دے، میں نے اس کا امتحان کرلیا اور اسے سچا پایا اور میں اس کے لئے اپنی طرف سے (انعامات) کے ڈھیر لگا دونگا۔'' (نوادر الاصول، از امام ترمذی)

حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو فرمایا: ''تمہیں کیا چیز رولاتی ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بے انصافی نہیں کرتا۔؟'' انہوں نے عرض کیا: ''اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے عذاب سے بے خوف نہیں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں ایسا ہی ہے۔ تم اسی حالت میں قائم رہو کیونکہ میرے عذاب سے جو کوئی بے خوف ہوتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۸۳) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۳)

ابوعمران جونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے جبرائیل! آپ کو کون سی چیز رلاتی ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''کیوں نہیں۔ میں کیوں نہ رووں۔؟ قسم بخدا! جب سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا ہے میری آنکھ اس خوف سے خشک نہیں ہوئی کہ کہیں میں اس کی نافرمانی نہ کر بیٹھوں اور اللہ تعالیٰ مجھے اس میں داخل کردے۔'' (کتاب الزہد، از امام احمد)

حضرت رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

''تو جب بھی میرے پاس آیا ہے تیری آنکھیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

Marfat.com

''جب سے دوزخ پیدا کی گئی ہے میں کبھی نہیں ہنسا۔'' (کتاب الزہد، از امام احمد)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن کا ایک گنجا، بھینگا، کوتاہ گردن، ٹیڑھے پاؤں والا، چھوٹے کانوں والا، بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا، دبلا پتلا، قدم کے اگلے حصہ کا قریب والا اور ایڑیوں کی دوری والا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! مجھے بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا فرض کیا ہے۔؟''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دین کے احکامات بتائے تو اس نے کہا:

''میں اللہ کے ساتھ معاہدہ کرتا ہوں کہ اس کے فریضہ میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا (نفل نہیں پڑھوں گا فقط فرض پر اکتفا کروں گا اور اسے حسن کے ساتھ ادا کروں گا)۔!''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیوں۔؟ (تو نفلی عبادت کیوں نہیں کرے گا۔؟)''

اس نے عرض کیا:

''اس لئے کہ اس نے مجھے پیدا کیا اور میری شکل کو بگاڑ دیا۔ (اس لیے میں فقط فرض ادا کروں گا نفل نماز کی مجھ میں طاقت نہیں کیونکہ میں صحیح طرح تو کھڑا بھی نہیں ہوسکتا۔)''

یہ بات کہنے کے بعد وہ جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''اے محمد! وہ ناراضگی کا اظہار کرنے والا آدمی کہاں ہے جس نے اپنے مہربان پروردگار پر ناراضگی دکھلائی ہے؟ اللہ نے اس کی اس ناز بھری ناراضگی کو قبول کیا ہے۔ آپ اس سے فرمائیں کہ وہ اس بات پر راضی نہیں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ روز قیامت جبرائیل کی صورت میں زندہ فرمائے۔؟''

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے یہ بات کہی تو وہ کہنے لگا:

''ہاں! اے رسول اللہ! میں راضی ہوں۔ بس اب تو میں اللہ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ وہ میرے جسم پر اپنی خوشنودی سے جو جو حکم بھی فرمائے گا میں پیروی کروں گا۔!'' (ابن عساکر)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرمان باری تعالیٰ: ''فانه یسلك من بین یدیه و من خلفه رصدا'' (''اس (وحی لانے والے فرشتہ حضرت جبرائیل) کے آگے پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے۔'') کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''جبرائیل علیہ السلام جب بھی کوئی وحی لے کر نازل ہوئے تو ان کے ساتھ چار محافظ فرشتے ہوا کرتے تھے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۵۷) (تفسیر طبری، جلد نمبر ۲۹، صفحہ نمبر ۱۲۳) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۴۳۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جبرائیل علیہ السلام میرے آسمانی وزیر ہیں۔"

(تفسیر در منشور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۴) (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۶۷۹ اور ۳۶۱۴۸) (جامع کبیر، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۸۶ اور ۴۷۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ: "**ونفخ فی الصور فصعق من فی السماوات ومن فی الارض الا ماشاء اللہ**" ("اور روز قیامت صور میں پھونک ماری جائے گی جس سے تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اُڑ جائیں گے پھر زندہ تو مرجائیں گے اور مردوں کی روحیں بے ہوش ہوجائیں گی، مگر جس کے بارے میں خدا چاہے وہ اسے بے ہوشی اور موت سے محفوظ رکھے گا) کی تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! یہ کون حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں صور کے اثر سے مستثنیٰ فرمایا۔؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، ملک الموت علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور عرش کو اٹھانے والے (فرشتے) صور کے اثر سے مستثنیٰ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی روحیں قبض فرمائے گا تو ملک الموت سے فرمائے گا: "کون باقی بچے ہیں۔؟" وہ عرض کریں گے: "اے میرے پروردگار! تو پاک ہے، بلند ہے، ذوالجلال والاکرام ہے، جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور ملک الموت زندہ ہیں۔" تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اسرافیل کی جان قبض کرلے۔" تو وہ اسرافیل کی جان قبض کرلیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرمائے گا: "اب کون بچے ہیں۔؟" وہ عرض کریں گے: "اے میرے پروردگار! تو پاک اور بابرکت ہے، بلند ہے، ذوالجلال والاکرام ہیں! اب جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور ملک الموت باقی ہیں۔" تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "میکائیل کی روح بھی قبض کرلے۔" وہ میکائیل علیہ السلام کی روح بھی قبض کریں تو میکائیل علیہ السلام بلند ٹیلہ کی طرح گر پڑیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرمائے گا: "اب کون باقی ہے۔؟" وہ عرض کریں گے: "جبرائیل اور (میں) موت کا فرشتہ۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے موت کے فرشتے تو بھی مرجا۔" تو وہ بھی مرجائیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اے جبرائیل! باقی کون بچا ہے۔" وہ عرض کریں گے: "اے اللہ! تو ہمیشہ رہنے والا اور باقی ہے۔ میں فقط جبرائیل بچا ہوں اور مرنے والا ہوں۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اس کی موت بھی ضروری ہے۔" جبرائیل علیہ السلام بھی سجدہ میں گرجائیں گے جس سے وہ اپنے پروں سمیت بے دم ہوجائیں گے۔ جبرائیل علیہ السلام کو میکائیل علیہ السلام پر اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے ٹیلہ

Marfat.com

کی (چھوٹے ٹیلے پر) ہوتی ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے۔وہ آیت: " نفخ فی الصور " کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے، وہ تین ہوں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور موت کا فرشتہ۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبکہ اس کی ذات بڑی عالم ہے: "اے موت کے فرشتے! باقی کون بچا ہے۔؟" وہ عرض کرے گا: "تیری باقی رہنے والی کریم ذات، تیرا بندہ جبرائیل، میکائیل اور موت کا فرشتہ باقی بچے ہیں۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "میکائیل کی روح نکال لے۔" اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب کہ وہ سب زیادہ جاننے والا ہے: "اے ملک الموت! کون باقی رہا ہے۔؟" وہ عرض کریں گے: "اے اللہ! تیری ذات باقی ہے اور تیرا بندہ جبرائیل بھی اور ملک الموت بھی۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "جبرائیل کی روح بھی نکال لے۔" پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب کہ وہ سب سے زیادہ علم رکھتا ہے: "اے ملک الموت! کون باقی بچ گیا ہے۔؟" وہ عرض کریں گے: "اے اللہ! تیری باقی رہنے والی کریم ذات جسے کبھی فنا نہیں اور تیرا بندہ ملک الموت باقی ہے جب کہ یہ بھی مرنے والا ہے۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "تو بھی مرجا۔" اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "میں نے خلق کی ابتداء کی تھی پھر میں ہی اس کو دوبارہ لوٹاؤں گا۔"

(بیہقی فی البعث) (کتاب التحیر فی علم التفسیر، از علامہ جلال الدین سیوطی، صفحہ نمبر ۴۴۵)

حضرت عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حساب ہوگا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور رسولوں پر اللہ تعالیٰ کے امانتدار تھے۔" (ابن ابی حاتم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"روز قیامت ترازوئے حساب کے نگران حضرت جبرائیل علیہ السلام ہوں گے۔" (ابن جریر)

☆☆☆

آب زمزم بہترین شہر اور بہترین مقام پر

فضیلت مکہ وعظمت بیت اللہ

آب زم زم بیت اللہ شریف کے پاس ہے۔
رکن اور مقام ابراہیم کے قریب ہے۔
صفا، مروہ اور عظیم مشاعر کے قریب ہے۔

Marfat.com

اور یہ مبارک جگہ اسی طرح ہی نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں سابقا ہے کہ عنقریب یہاں اللہ تعالیٰ کا بیت عتیق ہوگا اور ایسا مکان جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور انوار کا نزول ہوتا رہے گا۔

اس سے اس پانی کا کبیر شرف اور عظیم قدر معلوم ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اس مناسب مکان کو اختیار فرمایا، اس کی خیر و برکت کی وجہ سے۔

آب زمزم اللہ کے معظم گھر کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج اور عمرہ کرنے والے حضرات اور اس بیت عتیق کے پڑوسیوں کو سیراب کرنا ہے۔ اس مکان مشرف و معظم کو کتنی عظمت حاصل ہے! اور یہ مبارک و مکرم پانی کتنا اچھا ہے!

شہر مکہ کے نام:

قرآن مجید میں مقدس شہر مکہ کے مختلف نام آئے ہیں:

بلد الامین۔	البلد۔
البلدۃ۔	بیت العتیق۔
بیت الحرام۔	مکہ۔
بکۃ۔	اُم القریٰ۔
حرم۔	آمن۔
وادی غیر ذی زرع۔	معاد۔
قریۃ۔	المسجد الحرام۔

اسی شہر میں اللہ تعالیٰ کا مقدس گھر خانہ کعبہ ہے۔ بعض کے نزدیک بیت اللہ کی جگہ کو بکہ اور اس کے ارد گرد کے علاقہ کو مکہ کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک کعبہ اور مسجد کا نام بکہ ہے اور ذی طوی اور بطن الوادی کا نام مکہ ہے۔

مکہ کی وجہ تسمیہ:

اس شہر کو مکہ کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ جابروں کو ہلاک کر دیتا ہے اور ان کا غرور خاک میں ملا دیتا ہے اور اس کو مکہ اس لئے بھی کہتے ہیں کہ اس میں لوگوں کا اژدہام رہتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں ہر طرف سے آ کر لوگ عبادت کرتے ہیں اس لئے اس کو مکہ کہتے ہیں۔

قرآن مجید نے مکہ کو قابلِ احترام شہر قرار دیا ہے۔ سورۃ النمل میں ہے:

((اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا))

(سورۃ النمل:۹۱)

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار ہی کی عبادت کروں جسے اس نے عزت و حرمت بخشی ہے۔"

Marfat.com

مکہ مکرمہ کا شرف و فضیلت:

مکہ مکرمہ بہت سی عظمتوں کا حامل ہے۔ وہ فی نفسہٖ معظم و مکرم ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر اس شہر کا احترام کرنا فرض ہے۔ وہاں کوئی نامناسب اور ناجائز حرکت کسی سے سرزد نہیں ہونی چاہئے۔ لوگوں سے لڑنا جھگڑنا، لوگوں کو اذیت دینا، ان کی حق تلفی کرنا، ان پر ظلم کرنا اور وہاں بے دینی کی باتیں کرنا قطعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقدس شہر کو اپنے گھر کے لئے منتخب فرمایا۔ یہ شہر مدار کائنات فخر انبیاء والرسل نبی آخرالزمان ﷺ کا مسکن و مولد ہے۔ "وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ" آپ ﷺ کے مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی عظمت و مرتبت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

دنیا بھر کے شہروں میں مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ کی نسبت کا خاص شرف حاصل ہے، پھر اسی نسبت سے اس کے چاروں طرف تقریباً ۱۲۷ مربع کلومیٹر کے علاقہ کو حرم یعنی واجب الاحترام قرار دیا گیا اور اس کے خاص احکام و آداب مقرر کئے گئے گویا یہ پورا علاقہ اس مقدس شہر کا صحن ہے اور اس کا بھی مکہ مکرمہ ہی کی طرح ادب و احترام ہر مسلمان پر واجب ہے۔

اس بلد الامین کو ایسی حرمت و امنیت سے سرفراز کیا گیا ہے کہ جو بھی اس حرم پاک میں داخل ہو جائے تو وہ محفوظ و مامون ہو جائے۔

((وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا)) (آل عمران:۹۷)

یہی وہ باعظمت شہر ہے جس کی حرمت کی قسم خالقِ کائنات نے سورۃ البلد اور سورۃ التین میں ارشاد فرمائی ہے۔ اس قسم سے بھی مکہ مکرمہ کی عظمت و شرافت کا اظہار مقصود ہے جس کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں مزید شرافت و عظمت آ گئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا:

((ان مكة حرمها الله ولم يحرمها الناس))

(صحیح بخاری کتاب المناسک باب لایعضد شجر الحرم)

"مکہ مکرمہ کی حرمت کا فیصلہ لوگوں نے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔"

اس موقع پر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سے حرمت والا قرار دیا ہے جب سے آسمان و زمین کی تخلیق فرمائی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے قیامت تک کے لئے اس کا ادب و احترام واجب ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المناسک۔ باب لا یحل القتال بمکۃ)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری امت جب تک اس حرمِ مقدس کا پورا احترام کرتی رہے گی اور اس کی حرمت و تعظیم کا حق ادا کرے گی خیریت سے رہے گی اور جب اس میں یہ بات باقی نہ رہے گی برباد ہو جائے گی۔" (ابن ماجہ، ابواب الحج، باب فضل مکۃ)

Marfat.com

کعبہ معظّمہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب اس مقدس گھر کو قرآن کریم میں مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے:

1: الکعبة۔
2: البیت الحرام۔(سورۃ المائدہ:۹۷)
3: بیتك المحرم۔(سورۃ ابراھیم:۳۷)
4: بیتی۔(سورۃ البقرہ:۱۲۵)
5: البیت العتیق۔(سورۃ الحج:۲۹)
6: المسجد الحرام۔
7: قبلة۔(سورۃ البقرہ:۱۴۴)

کعبۃ اللہ کی مختصر تاریخ:

کعبہ معظمہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی غرض سے تعمیر کی جانے والی سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں بیت اللہ کی تعمیر بارہ مرتبہ ہوئی اور تعمیر کنندگان کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ملائکہ ۲۔ حضرت آدم

۳۔ حضرت شیث ۴۔ حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل

۵۔ قوم عمالقہ ۶۔ بنو جرہم

۷۔ قصی بن کلاب ۸۔ قریش مکہ

۹۔ عبداللہ بن زبیر ۱۰۔ حجاج بن یوسف

۱۱۔ سلطان مراد عثمانی ترکی ۱۲۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کعبہ معظمہ کی ازسرِ نو تعمیر کی اور حطیم کو بھی کعبہ میں شامل کر دیا۔ مگر حجاج بن یوسف نے اپنے دور میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اضافے کو ختم کر کے پھر قریش کی بنیادوں پر اسے تعمیر کیا۔ چنانچہ حطیم دوبارہ باہر رہ گئی اور کعبہ کا دروازہ ایک ہو گیا۔ اس وقت سے آج تک کعبہ معظمہ حجاج بن یوسف ہی کی تعمیر پر چلا آ رہا ہے۔ یعنی اس کی مرمت کا کام تو متعدد مرتبہ ہوا لیکن بناء وہی ہے۔

۱۰۳۹ھ میں سیلاب سے کعبہ کو نقصان پہنچا اور سلطان مراد خان عثمانی نے ۱۰۴۰ھ میں اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ پھر آخر میں شاہ فہد نے طویل مدت گزر جانے کی وجہ سے کعبہ معظمہ کی تعمیر و تجدید ضروری سمجھی۔ اس لئے انہوں نے

محرم ۱۴۱۷ھ میں اس کی تجدید وترمیم کا حکم دیا۔ چنانچہ چھ ماہ میں یہ کام مکمل ہوا، بنیادوں کو مزید مضبوط کیا گیا، شاذ روان کی مرمت کی گئی، دیواروں کی بیرونی جانب کو ہموار کیا گیا، پتھروں کے درمیان سے پرانا مسالہ نکال کر نیا سیمنٹ مسالہ لگایا گیا، دونوں چھتوں کو ازسرنو تعمیر کیا گیا، تینوں ستونوں کو نئی لکڑی سے بنایا گیا اور اس تمام کام کی سعادت ''بن لادن'' کمپنی کو حاصل ہوئی۔

احترام وبرکت کعبہ:

پرندوں کا دیوار کعبہ پر نہ بیٹھنا اور احترام کعبہ کو ملحوظ رکھنا بھی عجائبات میں سے ہے۔

اگر کوئی جانور دیوار کعبہ پر بیٹھتا ہے تو وہ اپنے جسم کو دیوار پاک سے مس کر کے بیماری سے شفاء کی غرض سے بیٹھتا ہے۔

شروع سے آج تک اہل مکہ میں یہ بات متعارف رہی ہے کہ اگر کوئی بچہ بات کرنے میں دقت محسوس کرتا ہے یا عمر بڑھ رہی ہے بولنا نہیں سیکھ سکا تو ورثاء خانہ کعبہ کے کنجی بردار کے پاس لے جاتے اور کنجی بردار خانہ کعبہ کی کنجی اس کے منہ میں رکھ دیتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ بچہ بہت جلد بولنے لگ جاتا۔

کسی نئی مشکل کے پڑنے پر اہل مکہ کعبہ شریف کے اندر داخل ہو کر دعا مانگتے۔ جس قدر بھی لوگ داخل ہو جاتے یہ جگہ کافی ثابت ہوتی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس مصیبت کو ٹال دیتا۔

شروع سے آج تک کسی وقت بھی مطاف میں طواف کرنے والوں سے خالی نہیں رہا۔ اگر کسی وقت انسان طواف نہیں کر رہا ہے تو فرشتے اور جن مصروف طواف ہوتے ہیں۔

کعبۃ اللہ کی مرکزیت:

اگرچہ کعبہ دعوت حنیف کا مرکز رہا تاہم اس کی مرکزیت ہمیشہ مسلمہ رہی ہے۔ دنیا نے ہمیشہ اسے بین الاقوامی مرکز قرار دیا ہے اور ہمیشہ تعظیم وتکریم کی ہے۔ کعبۃ اللہ کے لیے اقوام نے ہدایا وتحائف بھیجے اور اس کے ادب واحترام کو فخر سمجھا۔ علامہ ابن خلدون اپنی کتاب کے مقدمہ میں بڑی تفصیل سے ان حکومتوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے قدیم زمانہ میں کعبۃ اللہ کو مرکز مانا اور اس کی مرکزیت پر فخر کیا۔

مسجد حرام:

قرآن مجید میں مسجد حرام کا ذکر مختلف مفاہیم میں آیا ہے۔ کبھی اس سے مراد صرف کعبہ معظمہ ہے اور کبھی کعبہ معظمہ اور مسجد حرام دونوں ہیں۔ یہی مفہوم عام اور مشہور ہے۔ کبھی اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور کبھی سارے حرم پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا))(التوبہ:۲۸)

''اے ایمان والو! مشرکین بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی پھٹکنے نہ

پائیں۔"
اکثر علماء کے نزدیک یہاں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے یعنی حدودِ حرم کے اندر مشرکین کا داخلہ ممنوع ہے۔

((اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِ))(الحج:۲۵)

"بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ اور مسجد حرام سے جسے ہم نے تمام لوگوں کے لئے بنایا ہے۔اس میں برابر ہیں وہاں کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے۔"

اس آیت میں مسجد حرام سے مکہ مکرمہ ہے:

((وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ))البقرہ:۲۱۷)

"اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا،اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا۔"

یہاں مسجد حرام سے کعبہ معظمہ مراد ہے:

((ومن حیث خرجت فول وجھك شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہٗ))(البقرہ:۱۵۰)

"اور جس جگہ سے آپ نکلیں اپنا رُخ مسجد حرام کی طرف پھیرلیں اور جہاں کہیں تم ہو اپنے رُخ اسی طرف کیا کرو۔"

یہاں مسجد حرام سے کعبہ معظمہ اور مسجد دونوں مراد ہیں۔بہر حال جب مسجد حرام کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد کعبہ معظمہ،مطاف اور مسجد کی وہ ساری توسیعات ہوتی ہیں جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور سے اب تک مختلف ادوار میں ہوتی رہی ہیں۔نیز مسجد حرام کے اطلاق میں وہ صحن بھی شامل ہیں جو مسجد کے اردگرد نماز کے لئے تیار کیے گئے ہیں۔

مسجد حرام کے معنی ہیں: حرمت،تقدس اور عظمت وشرافت والی مسجد۔یہ مسجد چونکہ دنیا کی تمام مساجد کی ماں (اُم المساجد)،تمام عقیدتوں کا مرکز اور دنیا کی سب سے پہلی اور قدیم مسجد ہے،اسی لیے اس کی فضیلت وحرمت بھی سب سے زیادہ ہے اس میں ادا کی جانے والی نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد حرام کی تاریخ:

مکہ مکرمہ کی اس مقدس عبادت گاہ میں کعبہ،زمزم اور مقام ابراہیم شامل ہیں۔مطاف کے چاروں طرف بڑے بڑے دالان ہیں،یہ دالان دو تعمیروں کے ہیں۔ایک ترکی تعمیر جو کہ ایک منزلہ ہے اور اس کے اوپر چھوٹے چھوٹے بے شمار قبے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کی حد صرف اتنی تھی جو اس وقت نصف مطاف کی ہے۔اس وقت

Marfat.com

حرم کے احاطہ کی دیوار بھی نہیں تھی بلکہ چاروں طرف مکانات تھے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آس پاس کے یہ مکانات خرید کر منہدم کرا دیئے اور ان کی زمین کو مسجد میں شامل کر دیا۔ یہ پہلا اضافہ ہے جو ۱۷ھ میں بغرض توسیع مسجد حرام میں کیا گیا۔

سیدنا عثمان ذوالنورین نے ۲۶ھ میں مزید مکانات خرید کر مسجد حرام کی توسیع کی۔ ۶۵ھ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی مزید توسیع کی۔۱۶۰ھ میں مہدی عباسی کے دور میں اس کی مزید تعمیر و توسیع ہوئی۔ اس تعمیر کی مضبوطی کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس تعمیر کے کچھ ستون مسجد حرام کی ترکی تعمیر میں آج بھی باقی ہیں اور بعض پر تاریخی کتبے تحریر ہیں۔ نیز ان میں سے اکثر ستون سنگ مرمر کے ایک ہی پتھر کو تراش کر نصب کیے گئے ہیں۔

۳۰۶ھ میں مقتدر عباسی کے دور میں اس کی مزید توسیع ہوئی۔

۹۷۹ھ تا ۹۸۴ھ خلافتِ عثمانیہ کے مشہور خلیفہ سلیم اور اس کے بیٹے مراد نے مسجد حرام کی تعمیر نو کی۔ اس تعمیر میں مسجد حرام ایک قدرے مستطیل وسیع عمارت تھی۔ یہ تعمیر مطاف کے چاروں طرف ہے اور اب یعنی ۱۴۲۷ھ تک ۴۴۳ سال گزر جانے کے باوجود قائم ہے۔ سعودی حکومت نے مسعیٰ میں ترکی سلطان مراد کی خدمات کے اعتراف میں باب مراد نمبر ۳۳ بنایا ہے جو مروہ کے پاس باب عثمان نمبر ۳۲ کے ساتھ ہے۔

ترکوں کے دور میں کعبہ معظمہ کے اردگرد چاروں مذاہب کے اماموں کے مقام یعنی مصلے بنائے گئے تھے۔ جنوب مشرق میں ''حنبلی'' مصلیٰ تھا۔ جنوب مغرب میں ''مالکی'' شمال مغرب میں ''حنفی'' اور مقامِ ابراہیم اور چاہ زمزم کی عمارت کے درمیان ''شافعی'' مصلیٰ تھا۔

ان مصلوں کی علامت کے طور پر مطاف کے متصل چار چھوٹی عمارتیں بنائی گئیں۔ یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ مسجد حرام میں الگ الگ چار جماعتوں کا آغاز کب ہوا؟ البتہ امام ابن ظہیرہ کی تصریح کے مطابق ۵۴۰ھ سے بھی پہلے یہ طریقہ رائج تھا جو طویل عرصہ یعنی ۱۳۸۶ھ تک جاری رہا۔ مقامِ شکر ہے کہ سعودی حکومت نے یہ تمام مصلے ختم کر دیے ہیں۔

اس مقصد کے لئے حکومت نے زمزم اور منبر کے درمیان مطاف سے باہر ایک چھوٹا سا برآمدہ نما مصلیٰ تعمیر کر دیا جہاں مسالکِ اربعہ کے پیرو ایک ہی امام کی اقتداء میں جو عموماً حنبلی ہوتا ہے اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ البتہ مختلف اوقات میں مصلیٰ کی جگہ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں مطاف کی توسیع کے پیش نظر یہ برآمدہ نما مصلیٰ بھی ختم کر دیا گیا۔

پہلے پہلے گرمی، سردی اور دھوپ میں زمین پر ہی اذان دی جاتی تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں عمران طلحی گورنر مکہ نے مؤذن کے لئے سایہ دار جگہ بنائی۔

جعفر المتوکل علی اللہ کے دور میں اس میں اضافہ اور اس کی تجدید کی گئی۔ اس کے بعد طویل عرصہ تک مقامِ ابراہیم، مصلیٰ حنفی اور زمزم کے چبوترہ پر اذان دی جاتی رہی۔ پھر مسجد حرام کے چاروں میناروں اور بعد از توسیع چھ

Marfat.com

میناروں سے بیک وقت اذانیں دی جاتی تھیں۔ (دوسری سعودی توسیع کے بعد مسجد حرام کے نو مینار ہو گئے ہیں)
سعودی حکومت نے مؤذنین کے لئے زمزم کے قریب ایک دو منزلہ عمارت تعمیر کی جو ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء تک قائم رہی جسے مطاف کی توسیع کے باعث قریب ہی برآمدہ میں منتقل کر دیا گیا ہے جو پہلے چبوترہ سے بہت زیادہ خوبصورت اور وسیع تر ہے۔ اس کے چاروں طرف بے حد خوبصورت اور دلکش شیشہ لگا ہوا ہے۔ ایامِ حج کے علاوہ امام صاحب ظہر اور عصر کی نماز اسی چبوترہ کے نیچے پڑھاتے ہیں۔

مسجد حرام کی سعودی توسیع:

مسجد حرام کی ترکی تعمیر کے بعد ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء میں سعودی فرماں روا شاہ عبدالعزیز نے حجاج کی تعداد میں اضافے کے پیش نظر مسجد حرام کی توسیع کا حکم دیا (کیونکہ اس وقت وہاں صرف ۷۵ ہزار افراد نماز ادا کر سکتے تھے) جس پر باقاعدہ کام ان کی وفات ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء کے بعد ان کے بیٹے شاہ سعود کے دور میں ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء میں شروع ہو کر مختلف مرحلوں میں بیس سال کے عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ پہلی سعودی توسیع کہلاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں مسعیٰ اور صفا اور مروہ دونوں مسجد حرام کے اندر آ گئے ہیں۔ اس سے پہلے وہ حرم کی دیوار سے باہر تھے۔ پہلی سعودی توسیع سے مسجد حرام میں نماز کی گنجائش بہت زیادہ ہو گئی اور اس میں تین لاکھ سے زائد افراد نماز ادا کر سکتے تھے۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز نے صفر ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء میں دوسری سعودی توسیع کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یہ تعمیری و توسیعی کام ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء میں مکمل ہوا۔ اس توسیع میں باب عمرہ اور باب عبدالعزیز کے درمیان تہہ خانہ سمیت ایک وسیع عمارت تعمیر کی گئی۔ اس کے علاوہ مسجد حرام کے مختلف اطراف میں نمازیوں کے لئے وسیع صحن بنا دیئے گئے ہیں۔

سعودی حکومت نے کعبہ معظمہ کے چاروں طرف پوری مسجد حرام اور صحنوں میں صفوں کا صحیح رُخ متعین کرنے کے لئے فرش میں کھدائی کر کے لائنیں لگا دی ہیں جس سے کعبہ معظمہ کی طرف صف بندی آسان ہو گئی ہے۔

۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء میں مسجد حرام کے مدمقابل بلند و بالا عمارات تعمیر ہو چکی ہیں۔ باب عبدالعزیز کے سامنے مسجد کے صحن کے متصل نیویارک کی امپائر سٹیٹ بلڈنگ کے نقشہ پر مکہ ٹاور کے نام سے کئی (۷۵) منزلہ ایک اونچی عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔

کعبہ معظمہ سے کئی گنا بلند و بالا یہ عمارت صحن حرم میں بیٹھے ہوئے زائرین کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ امپائر سٹیٹ کی نقل پر بنائی جانے والی اس جدید عمارت سے بیت اللہ کے نظارے سے لطف اندوز ہونے کی خاطر شہزادوں نے بالائی منازل خریدنے کے لئے بھاری رقوم ادا کر رکھی ہیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ سعودی حکومت نے اس عمارت کی آمدنی کو مسجد حرام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔

مسجد حرام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے تاریخی ادوار میں ہمیشہ کھلی رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلہ بنو عبد مناف کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''اے عبد مناف کی اولاد! اگر میرے بعد تم ذمہ دار بنا دیئے جاؤ تو دن رات میں کسی بھی وقت طواف کرنے والوں کو نہ روکنا۔''

۱۷ اکتوبر ۲۰۰۶ء کو عرب نیوز نے سعودی حکام کے حوالے سے بتایا کہ:

''سعودی حکومت نے مسجد الحرام کو مکمل طور پر ایئر کنڈیشنڈ بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے اور مسجد الحرام میں زائرین کی آمد و رفت کو مزید آسان بنانے کے لئے نئے دروازے تعمیر کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سعودی حکام نے مکہ مکرمہ میں ۸۰ لاکھ زائرین کی رہائش کے لئے بھی نئی منصوبہ بندی کی ہے اور اس کے لئے ماسٹر پلان کی بھی منظوری دے دی ہے۔

علاوہ ازیں مسجد الحرام کے باہر مختلف اطراف میں صحنوں، تہہ خانوں، مطاف، پہلی منزل، دوسری منزل اور چھت پر انتہائی وسیع پیمانے پر ٹھنڈے اور غیر ٹھنڈے پینے کے پانی کا انتظام کیا گیا ہے۔

مسجد کے اندر تمام اطراف میں نماز کے اوقات بتانے کیلئے الیکٹرانک گھڑیال لٹکائے گئے ہیں جو اس دن کی نماز کے اوقات کو ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسجد کے صحن میں داخل ہونے سے پہلے عازمین حج وعمرہ کی مکمل رہنمائی اور خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے قیامِ حرم کے دوران الیکٹرانک بورڈوں کے ذریعے عربی اور انگریزی میں مسلسل ضروری اور اہم ہدایات پیش کی جاتی ہیں۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ سعودی حکومت نے مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ کی خدمت کرنے میں ذرا بھی بخل سے کام نہیں لیا اور سعودی عرب کے فرمانروا بجا طور پر خادم الحرمین الشریفین کے لقب کے مستحق ہیں۔

مسجد حرام اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں یکم محرم الحرام ۱۴۰۰ھ/ ۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء بروز منگل ایک دل دوز اور جاں گداز المیے سے بھی دوچار ہوئی جب مدعیانِ ''مہدویت'' نے اس پر قبضہ کرلیا تھا جس کے نتیجے میں چودہ دن مسلسل طواف معطل رہا اور حرم پاک کے در و دیوار اذان اور جماعت کی سعادت سے محروم رہے اور مسجد حرام کا تقدس سخت پامال ہوا۔ بالآخر سعودی حکومت نے ایک شدید جنگ کے بعد حرم شریف پر دوبارہ مکمل کنٹرول حاصل کرلیا اور شرپسندوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور ۱۸ محرم ۱۴۰۰ھ/ ۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو اس تعطل کے بعد پہلی مرتبہ نماز جمعہ ادا کی گئی۔

آبادی مکہ کے سببِ اوّل:

ابو الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا سال پیدائش جدید ترین اثری تحقیقات کے پیش نظر ۲۱۶۰ قبل مسیح ہے۔ تورات میں آپ کی عمر شریف ۱۷۵ سال ہے۔ آپ کا آبائی وطن بابل ہے جسے آج کل عراق کہتے ہیں۔ جس شہر میں آپ کی ولادت ہوئی اس کا نام تورات ''اور'' (UR) ہے اور مدتوں یہ شہر نقشہ سے غائب رہا۔ کھدائی کے کام کی داغ بیل ~~۱۹۸۴ء~~ ۱۹۲۲ء میں پڑ گئی تھی میں برطانیہ اور امریکہ کے ماہرین اثریات کی ایک ٹیم مہم عراق کو روانہ ہوئی اور کھدائی کا کام پورے سات سال تک جاری رہا۔ رفتہ رفتہ پورا شہر نمودار ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم تارخ ابن ناخور کے بیٹے ہیں، ابوسفیان لقب ہے۔آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:
''ابراہیم بن تارخ بن ناخور بن ساروغ بن رعو بن عابر بن شالح بن زر فحشار بن سام بن نوح۔''
آپ نے یاد الٰہی کے شوق میں جان و مال' اولاد اور وطن سب کچھ چھوڑ دیا۔

☆ سب سے پہلے آپ نے اپنی اولاد کا ختنہ کیا۔
☆ سب سے پہلے آپ ہی کے بال سفید ہوئے۔
☆ آپ ہی نے ناخن کٹوائے۔
☆ اور زیر ناف بال دور کیے۔
☆ سب سے پہلے آپ ہی نے سلا ہوا پاجامہ پہنا۔
☆ آپ ہی نے خضاب استعمال کیا۔
☆ آپ ہی نے ممبر پر خطبہ پڑھا۔
☆ سب سے پہلے آپ ہی نے عصا لیا۔
☆ اور مہمان نوازی کی۔
☆ آپ ہی نے ثرید پکوایا۔
☆ آپ ہی نے پراٹھے پکوائے۔
☆ آپ ہی نے سب سے پہلے معانقہ کیا۔
☆ آپ ہی اپنے بعد انبیاء کے باپ ہیں۔
☆ اور ہر آسمانی دین میں آپ کی اتباع کا حکم ہے۔
☆ اور ہر دین والا آپ کی تعظیم کرتا ہے۔
☆ حج کے ارکان آپ ہی کی یادگار ہیں۔
☆ آپ ہی معمار کعبہ ہیں۔
☆ آپ ہی کے قدموں سے لگنے والا پتھر مقام ابراہیم کہلاتا ہے۔
☆ قیامت میں آپ ہی کو لباس فاخرہ پہنایا جائے گا۔
☆ مسلمانوں کے مردہ بچوں کی آپ اور حضرت سارہ پرورش کرتے ہیں۔

جب ابراہیم علیہ السلام نمرود کے ہاتھ سے محفوظ ہو گئے اور اس کے مظالم سے نجات حاصل کر لی۔ بابل والوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو وہاں سے ہجرت فرما کر اپنے چچا ہاران کے ہاں مقام حران میں پہنچ گئے۔ ہاران نے آپ کی سعادت مندی سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی سارہ کا نکاح ان سے کر دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ سے معاہدہ کیا کہ تم میری فرمانبردار رہنا۔ میں تیری بات مانوں گا۔ حضرت لوط، حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ تینوں حضرات حران سے مصر چلے گئے۔

Marfat.com

مصر کا بادشاہ ظالم تھا، سرکش تھا، مغرور تھا۔ جب کوئی خوبصورت عورت دیکھتا تو شوہر کو قتل کروا دیتا اور عورت پر قبضہ کر لیتا۔ جب یہ مختصر قافلہ مصر پہنچا تو ظالم کے دلالوں نے خبر دی کہ مصر میں ایک حسینہ خاتون آئی ہے۔ بادشاہ نے گرفتار کر کے لانے کا حکم دے دیا۔ سیدنا ابراہیم اس ظالم کے اس ضابطہ سے واقف تھے۔ آپ نے حضرت سارہ سے فرمایا:

"بادشاہ کے پاس جا کر یہ نہ کہنا کہ ابراہیم میرے شوہر ہیں، بلکہ کہنا وہ میرے بھائی ہیں، اللہ تمہیں اس کے ظلم سے محفوظ رکھے گا۔"

حضرت سیدنا خلیل علیہ السلام کا اپنی بیوی کو بہن فرمانے سے مراد دینی بہن ہے نہ کہ نسبی۔ اخوۃ کا اطلاق اخوۃ دینی نسبی دونوں پر ہوتا ہے۔

قرآن مقدس فرماتا ہے:

((انما المومنون اخوة))

آپ کا حضرت سارہ کو بہن فرمانا توریہ ہے۔ توریہ کا معنی یہ ہے کہ سمجھنے والے کی مراد کچھ اور ہو اور کہنے والے کی کچھ اور۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی کو بہن کہنے سے دینی بہن مراد لیا اور دوسروں نے نسبی سمجھا۔

اسی دوران سپاہیوں نے بھی گھیرا ڈال لیا اور حضرت سارہ کو ظالم کے ہاں لے گئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس صورت حال سے پریشان ہو گئے اور نماز شروع کر دی۔ ظالم نے چاہا کہ حضرت سارہ کی بے ادبی کرے۔ حضرت سارہ نے فرمایا:

"مجھے اتنی مہلت دے کہ میں غسل کر کے کچھ عبادت کر لوں۔"

ظالم نے اجازت دے دی۔ آپ نے غسل فرمایا، وضو کیا اور نماز میں مصروف ہو گئیں۔ دیر ہو جانے پر ظالم آگے بڑھا کر عین حالت نماز میں زیادتی کرے۔ ارادہ کرنے کے ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ سانس پھول گئی۔ منہ سے جھاگ نکلنے لگی۔ حضرت سارہ نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو مجھ پر قتل کا الزام لگ جائے گا۔ عرض کرنا تھا کہ اسے ہوش آ گئی۔ پھر وہی ارادہ کیا، پھر ویسا ہی ہوا، پھر ارادہ کیا۔ وہ کہنے لگا: یہ انسان نہیں کوئی جن ہے۔ ایسی ہی ایک اور عورت ہے جسے قبطیوں سے حاصل کیا گیا (یہ خاتون حضرت ہاجرہ تھیں) ان دونوں عورتوں کو مصر سے نکال دو۔ چنانچہ حضرت سارہ حضرت ہاجرہ کو لے کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئیں آپ اس وقت نماز میں ہی مصروف تھے۔ حضرت سارہ سے پوچھا خیر ہے؟ آپ نے عرض کی: خیر ہے۔ رب نے ظالم کو ذلیل کیا اور مجھے خادمہ دی جس کا نام ہاجرہ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور چاروں مسافر سیدنا ابراہیم، سیدنا لوط، حضرت ہاجرہ، حضرت سارہ وہاں سے فلسطین آ گئے۔ اہل فلسطین نے ان کا خیر مقدم کیا۔ ان کے قدوم میمنت لزوم سے ان کے کاروبار میں قدرت نے برکت دی۔ سیدنا خلیل علیہ السلام نے وہاں مسافر خانے بنائے، لنگر جاری کیے۔ سیدنا لوط علیہ السلام کو تبلیغ دین کے لیے روم روانہ فرمایا۔ ایک دن

Marfat.com

حضرت سارہ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار انعامات سے نوازا ہے مگر اولاد سے محروم ہیں، آپ ہاجرہ سے نکاح کرلیں بعید نہیں اللہ تعالیٰ ان کے بطن سے بچہ عطا فرمادے۔ آپ نے نکاح فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا۔ سیدہ ہاجرہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے بے پناہ محبت فرماتیں۔ حضرت ہاجرہ صرف دودھ پلاتیں۔ سیدنا خلیل علیہ السلام احتیاط فرماتے تھے کہ کہیں سارہ ہاجرہ کے ہاں بچے کا ہونا محسوس نہ کرلیں۔ ایک دن تنہائی میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام سے پیار فرما رہے تھے کہ حضرت سارہ آگئیں اور اس قدر غیرت غالب ہوئی کہ ابراہیم علیہ السلام سے کہا: ابھی ہاجرہ کو اور اس بچے کو میرے گھر سے نکال دو۔ آپ نے کوشش کی کہ معاملہ ختم ہو جائے مگر ایسا نہ ہوسکا۔ ادھر آپ کے سامنے حران والا معاہدہ بھی تھا جس کے آپ پابند تھے۔ اتنے میں خلیل علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ سارہ کی بات مانو اس میں راز ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کے درمیان حران میں طے پائے جانے والے معاہدہ پیش نظر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو ساتھ لیا اور خانہ کعبہ کی جگہ پر پہنچ گئے۔ بارگاہ اقدس سے حکم ملا ان دونوں کو ہمارے سپرد کر جاؤ۔ یہاں صرف ایک ہی درخت تھا باقی سارا جنگل، نہ سایہ ہے نہ پانی۔ آپ نے کچھ کھجوریں، روٹی کے چند ٹکڑے اور پانی کا ایک مشکیزہ حضرت ہاجرہ کے حوالے کر کے لوٹ پڑے۔ حضرت ہاجرہ نے عرض کی:

"اے ابراہیم! آپ مجھے کہاں چھوڑے جا رہے ہیں، نہ مکان ہے، نہ سامان، یہ بے آب و گیاہ جنگل؟ کیا ایسا کرنے کا حکم آپ کو رب العالمین کی طرف سے ہے۔؟"

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے سر ہلا کر فرمایا: ہاں! تب سیدہ ہاجرہ نے کہا: اب مجھے کوئی فکر نہیں۔ میرا رب مجھے ضائع نہ کرے گا۔ اپنے پیارے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو گود میں لیا اور بیٹھ گئیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کچھ دور جا کر پہاڑ کی آڑ میں رکے اور عرض کی:

((رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی ذرع))

"اے اللہ! میں نے اپنے اہل وعیال کو بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑ دیا ہے۔"

دعا کے بعد آپ واپس فلسطین چلے گئے جب تک کھجور اور پانی رہا حضرت ہاجرہ اطمینان سے رہیں، بیٹے کو دودھ پلاتی رہیں مگر پانی ختم ہونے پر پیاس نے ستایا، لخت جگر نے رونا شروع کیا۔ نور نظر کی بے قراری دیکھی نہ گئی اور صفا سے پہاڑی پر چڑھ گئیں کہ کہیں پانی نظر آئے، مگر نہ ملا، مروہ پر گئیں مگر پانی نہ ملا، نگاہ فرزند ارجمند پر رہتی۔ راستہ کے کچھ حصہ میں سیدہ ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان آڑ ہوگئی، آپ دوڑ کر گئیں، اس آڑ کے نکل جانے پر آہستہ ہوگئیں، یہاں تک کہ مروہ تک گئیں، وہاں چڑھ کر بھی پانی نہ دیکھا، پھر صفا پر آئیں، اسی طرح سات چکر لگائے، ہر دفعہ درمیان میں دوڑ لگاتیں۔ حج میں صفا اور مروہ کی سعی انہیں کی یادگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل کی اہلیہ کی یہ ادا

Marfat.com

پسند آئی اور اسے حج میں لازم قرار دے دیا۔ سیدہ ہاجرہ نے یکا یک ایک مہیب آواز سنی اور بیٹے کی طرف دوڑ پڑیں۔ دیکھا کہ سیدنا اسمٰعیل رو رہے ہیں اور ایڑیاں زمین پر رگڑ رہے ہیں، جس سے ایک ٹھنڈا میٹھا چشمہ جاری ہے۔ آپ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور اس کے گرد بنی بنا کر فرمانے لگیں: ماء زم زم۔ پانی میٹھا ہے۔ بعض نے کہا: ماء زم پانی بہت ہے۔ بعض نے کہا: بنی بناتے فرمار ہی تھیں: زم زم۔ ٹھہر جا! ٹھہر جا۔ بعض نے کہا: زمزمتہ زمزمتہ، ہمہمۃ گن گنا کر بولنے کو کہتے ہیں۔ آپ خوشی میں گنگناتی تھیں، اس لئے نام مشہور زمزم ہو گیا۔ اب آپ اطمینان سے رہنے لگیں اور یوں آبادی مکہ کا سبب بنیں۔

قبیلہ جرہم یمن کا باسی تھا۔ یمن میں قحط سالی ہوئی۔ تلاش معاش کے سلسلہ میں یہ قبیلہ یمن سے نکلا اور مقام کدی میں مقیم ہوا۔ دیکھا کچھ فاصلے پر پرندے اڑ رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے یہاں پانی ہوگا کہ پہلے کبھی یہاں پرندے اڑتے دکھائی نہیں دیئے۔ تحقیق کے لیے ایک نمائندہ بھیجا جو وہاں پہنچا اور دیکھا کہ ایک غیبی چشمہ ہے جس کے پاس ایک خاتون ایک معصوم بچے کو لیے بیٹھی ہے۔ اس کی اطلاع پر قبیلے کے سارے لوگ حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہم السلام کے پاس پہنچے اور درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو وہ بھی یہاں ڈیرہ لگا لیں۔ حضرت ہاجرہ بھی تنہائی سے پریشان رہتی تھیں، اجازت دے دی کہ صرف رہ سکتے ہیں پانی استعمال کر سکتے ہیں مگر حق صرف ہمارا ہی ہوگا۔ اس قبیلے نے یہ شرط منظور کر لی اور رہائش پذیر ہو گئے۔ اپنے دوسرے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی بلا لیا، یہاں پر بھی خاصی بستی آباد ہو گئی۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اسی قبیلہ جرہم سے زبان عربی سیکھی۔ نہایت زکی، قابل، ہونہار جوان ہوئے۔ قبیلہ جرہم کے سردار نے اپنی بیٹی کو حضرت اسمٰعیل کے نکاح میں دے دیا۔ حضرت ہاجرہ کی وفات پر سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر ۱۴ سال کی ہو گئی تھی۔ اس دوران اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، حضرت سارہ کے بطن سے بھی فرزند ہوئے جن کا نام اسحٰق رکھا گیا۔ حضرت سارہ نے اپنے بیٹے کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئیں اس عرصہ میں کچھ جوش غیرت بھی کم ہو گیا تب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے فرمایا: اگر محسوس نہ کرو تو اسمٰعیل کو دیکھ آؤں۔؟ حضرت سارہ نے کہا: آپ چلے جائیں اپنے بیٹے سے ملاقات کر لیں مگر شرط یہ ہے کہ آپ زمین پر قدم نہ رکھیں اور بہت دیر وہاں نہ ٹھہریں۔

حضرت سارہ کی طرف سے اجازت ملنے پر سیدنا خلیل علیہ السلام پھر دوبارہ مکہ تشریف لے گئے، یہاں آکر معلوم ہوا صاحبزادہ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی ہو چکی ہے اور حضرت ہاجرہ وفات پا چکی ہے۔ تلاش کرتے ہوئے اسمٰعیل علیہ السلام کے دروازہ پر آئے۔ آپ اس وقت شکار کے لیے جنگل گئے ہوئے تھے۔ گزر اوقات گوشت اور زمزم پر تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو کر دروازہ پر بلایا۔ گھر کے حالات اور گزر اوقات کے متعلق پوچھا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی بیوی نے کہا:

"ہم پریشان حال ہیں، گزر اوقات مشکل ہوتا ہے۔"

بہو کی ان شکایات پر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: شوہر سے ہمارا اسلام کہنا اور یہ کہنا:

Marfat.com

"دروازہ کی چوکھٹ بدل لو۔ ایسے ذی شان گھر کے لیے ایسی چوکھٹ مناسب نہیں۔"

شام کے وقت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام گھر آئے تو مکہ مکرمہ کی گلیوں میں نبوت کے برکات وانوار دیکھے سمجھ گئے میرے والد گرامی تشریف لائے ہوں گے۔ بیوی سے پوچھا: کوئی مہمان آیا تھا۔؟ اس نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ فرمایا:

"وہ بزرگ میرے والد تھے اور تو میرے گھر کی چوکھٹ ہے، مجھے حکم دے گئے ہیں کہ تجھے طلاق دے دوں تو اس گھر کے اہل نہیں۔"

بیوی کو طلاق دینے کے بعد اسمعیل علیہ السلام نے بنو جرہم میں دوسرا نکاح فرمایا۔ پھر ایک مدت کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ اسی پہلی شرط پر مکہ آنے اور اسمٰعیل علیہ السلام سے ملنے کی اجازت چاہی۔ آپ پھر تیسری مرتبہ مکہ مکرمہ پہنچے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے دروازہ پر پہنچ کر اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں معلوم کیا۔ گھر سے پتہ چلا شکار پر ہیں۔ نئی بہو نے دیکھتے ہی بسم اللہ پڑھی اور اندر آنے کی درخواست کی۔ اندر تشریف لانے کی درخواست کی۔ غریب خانہ میں قیام کی خواہش کی عرض کی:

"باباجی آپ کے سر مبارک میں گرد وغبار ہے۔ اجازت فرمائیں دھو دوں۔"

آپ نے فرمایا:

"مجھے سواری سے اترنے کی اجازت نہیں۔"

یہ مقدس خاتون ان کی بہو ایک پتھر اٹھا لائیں (اسے ہی مقام ابراہیم کہا جاتا ہے) اور سواری کے رکاب کے پاس رکھ کر عرض کی: یہاں قدم رکھ دیں سر مبارک نیچے جھکا دیں اس طرح آپ اپنے معاہدہ پر بھی قائم رہ سکیں گے اور مجھے خدمت کا موقعہ بھی مل جائے گا۔ سیدنا خلیل علیہ السلام اپنی بہو کی ذکاوت سے بہت متاثر ہوئے۔ بہو نے غسل کرایا۔ نیازمندی کا مظاہرہ کیا۔ خلیل علیہ السلام متاثر ہوئے۔ اس دوران آپ نے اپنی بہو سے گھر کے حالات پوچھے۔ انہوں نے کہا: بہت اچھی زندگی گزر رہی ہے۔ قدرت نے ہمیں کسی کا محتاج نہیں کیا۔ میرے مقدس شوہر شکار لے آتے ہیں کھا لیتے ہیں۔ زمزم پی لیتے ہیں۔ آپ نے دعا فرمائی: اللہ تمہارے گوشت اور پانی میں برکت دے۔ اس دعا کا اثر دیکھنے کے لیے منیٰ شریف سے قربان گاہ جایئے تو لاکھوں جانور ذبح شدہ پڑے ہیں۔ گوشت لینے والا کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا:

"اپنے شوہر سے ہمارا اسلام کہنا اور کہنا تمہاری چوکھٹ اچھی ہے۔ اسے غنیمت جانو محفوظ رکھو۔"

سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام شام واپس آئے۔ اہلیہ نے سارا ماجرہ سنایا۔ آپ نے فرمایا:

"وہ میرے والد سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے جو تیرے بارے میں حکم دے گئے ہیں کہ تجھ سے حسن سلوک کروں تیرا ساتھ دوں۔"

حرم مکہ میں دو مرتبہ حاضری تو ہوئی مگر لخت جگر سیدنا اسمعیل علیہ السلام سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ محبت پدری نے پھر جوش مارا۔ حضرت سارہ سے فرمایا: میں پھر اسمعیل علیہ السلام کو ملنے جانا چاہتا ہوں۔ پہلی دونوں ملاقات

Marfat.com

نہیں ہوئی۔ حضرت سارہ نے غیر مشروط اجازت دے دی۔ آپ نے پھر فلسطین سے حرم مکہ کا رخ کیا۔
(تاریخ مکہ، صفحہ ۴۲، جلد ۱)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ پہنچے۔ سیدا اسمٰعیل علیہ السلام کو دیکھا۔ زمزم کے پاس ایک درخت کے نیچے تیروں کو درست فرماتے رہے تھے۔ اس قدر طویل فراق کے بعد باپ بیٹے کی ملاقات کا انداز کچھ عجیب و غریب ہی ہوگا۔ باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو پہنچانا۔ فرزند بے اختیار اٹھے۔ باپ نے گلے لگایا۔ ماتھا چوما۔ اس قدر روئے کہ پرندے ہوا میں رونے لگے اور وہاں کچھ قیام فرمایا۔ ایک دن فرمایا: اے اسمٰعیل! رب قدوس نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس جگہ خانہ کعبہ کی تعمیر کروں۔ چاہتا ہوں کہ یہ کام صرف اپنے ہاتھ سے کروں اور تم اس میں میری مدد کروں۔ آپ نے عرض کی: بسر و چشم حاضر ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پہلی ذیعقد کو تعمیر کعبہ شروع کی اسی ماہ کی ۲۵ تاریخ کو ختم فرما دی پھر آٹھویں ذی الحجہ کو خواب میں فرزند ذبح کرنے کا حکم ملا۔ دسویں ذی الحجہ کو ذبح کا واقعہ پیش آیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا ہے ذبح کے وقت عمر ۱۳ سال نہیں تھی بلکہ زیادہ تھی واللہ اعلم۔ ایک سو بیس برس کی عمر میں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا وصال ہوا۔ والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کے پہلو میں حطیم کعبہ میں دفن ہوئے۔ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے قیدار نے تولیت کعبہ سنبھالی۔ خدمت کعبہ کا اعزاز اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں رہا۔ زمانہ گزر جانے پر بنو جرہم اور بنو اسمٰعیل میں اختلافات بڑھ گئے تو کسی طرح بنو جرہم نظام مکہ پر قابض ہو گئے اور بنو اسمٰعیل مکہ سے نکل کر قرب و جوار میں مقیم ہو گئے۔ بنو جرہم کے مظالم سے لوگ تنگ آ گئے۔ ان کے خلاف تحریک چلی اور بنو جرہم کو مکہ سے نکال دیا گیا۔ یہ لوگ مکہ مکرمہ کو چھوڑتے ہوئے چاہ زمزم کو تباہ کر گئے۔ مکانات منہدم کر دیئے۔ تبرکات کو ضائع کیا۔ اس انقلاب کے ساتھ بنو اسمٰعیل کا مکمل غلبہ ہو گیا اور پھر نظام مکہ کو سنبھال لیا۔
(البدایہ والنہایہ، صفحہ ۲۴۰، جلد ۲)

زمزم کو بند پڑے عرصہ گزر گیا تھا۔ جناب عبدالمطلب کا زمانہ آ گیا۔ آپ کو بذریعہ خواب زمزم شریف کھولنے کا حکم دیا گیا۔ نشانات بتا دیئے گئے۔ خواب میں کسی نے کہا: احفر! برہ برہ کھودو۔ تو آپ نے پوچھا: برہ کیا ہے؟ تو خواب میں آنے والا غائب ہو گیا۔ دوسری رات پھر کسی نے کہا: احفر! مفنونہ مفنونہ کھودو۔ جناب عبدالمطلب نے پوچھا، آنے والا غائب ہو گیا۔ تیسرے روز پھر یہی شخص ملا اور کہا: احفر! مفنونہ کھودو۔ عبدالمطلب نے کہا: وہ کیا ہے؟ خواب میں آنے والا شخص پھر غائب ہو۔ اگلے دن خواب میں پھر وہی شخص آیا اور کہا: احفر! زمزم زمزم کھودو۔ عبدالمطلب نے پوچھا: زمزم کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا:

((لاتنزف ابدا))
"وہ کنواں ہے جس کا پانی ختم نہیں ہوگا۔"
((تسقی الجحیج الاعظم))
"لاتعداد حاجیوں کو سیراب کرتا ہے۔"

جب عبدالمطلب نے یہ خواب قریش کو سنائی تو انہوں نے مخالفت کی۔ آپ نے مخالفت کی پروا کیے بغیر بتائی گئی جگہ کو کھودنا شروع کر دیا۔ تین دن کی محنت شاقہ کے بعد کنوئیں کا کنارہ مل گیا۔ عبدالمطلب نے اپنا مقصود پالیا۔ یہیں سے بنو جرہم کا خزانہ بھی مل گیا۔ جو انہوں نے مکہ مکرمہ سے جاتے ہوئے یہاں پھینک دیا تھا۔ یہ خزانہ سونے کے دو ہرنوں، متعدد تلواروں اور قیمتی زرہوں پر مشتمل تھا۔ قریش نے پھر جھگڑا کیا کہ ہمیں بھی حصہ دار بنایا جائے مگر عبدالمطلب نہ مانے۔ متفقہ طور پر طے ہوا کہ بنی سعد کی کاہنہ کا فیصلہ سب کو تسلیم ہوگا۔ حسب اتفاق عبدالمطلب سمیت متعدد افراد اس خاتون کے ہاں چلے، راستہ طویل تھا۔ عبدالمطلب کے ہاں اپنا پانی ختم ہوگیا۔ ان سے پانی مانگا انہوں نے زمزم میں حصہ دار بناتے نہیں ہو اور یہاں ہم سے پانی مانگتے ہو۔ آپ پریشان ہوئے چلنے کے لیے اپنی اونٹنی کو اٹھایا تو نیچے چشمہ ظاہر ہوگیا، اس کمال کو دیکھ کر قریش نے ہتھیار ڈال دیئے۔

مجاہد بن یحییٰ بلخی فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک خراسان کا باشندہ رہتا تھا، وہ بڑا عابد زاہد شب زندہ دار شخص تھا۔ دن کو قرآن پاک پڑھتا، ساری رات طواف کرتا، ساٹھ سال سے مقیم تھا، ایک اور صالح اور اس خراسانی کے درمیان دوستی تھی۔ اس صالح مرد نے اپنے خراسانی دوست کو دس ہزار دینار بطور امانت دیئے اور سفر پر چلا گیا۔ یہ سفر سے واپس پہنچا تو پتہ چلا اس کا خراسانی دوست فوت ہو چکا ہے، یہ اس کے وارثوں کے پاس گیا اور اپنی امانت مانگی۔ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، اس صالح شخص نے فقہاء مکہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، انہوں نے کہا: ہمیں امید ہے تیرا خراسانی دوست جنتی ہوگا تو آدھی رات کے بعد چشمہ زمزم پر جا کر اندر جھانک کر آواز دینا اور خراسانی میں امانت والا ہوں وہ تجھے جواب دے دے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا مگر چشمہ زمزم سے جواب نہ آیا۔ سارا واقعہ علماء مکہ سے ذکر کیا۔ انہوں نے افسوس کیا اور کہا: ڈر ہے تیرا دوست جہنمی ہے، اگر وہ جنتی ہوتا تو اس کی روح بھی یہاں ہوتی، اب تو یمن میں بئر بہوت کنوئیں پر جا کر اسی طرح بلا۔ تیرا دوست جواب دے گا وہ کنواں جہنم کے کنارے پر ہے۔ وہاں جہنمیوں کی روحیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ یمن گئے، وہ بیر بہوت پر پہنچ کر آواز دی:

”اے خراسانی! میں صاحب امانت ہوں۔“

تو وہاں روحوں کو چیختے سنا۔ ایک سے پوچھا: کیوں عذاب میں مبتلا ہو؟ اس نے کہا: میں ظالم تھا، حرام کھاتا تھا، ملک الموت نے مجھے یہاں پھینک دیا ہے۔ دوسری روح نے کہا: میں عبدالملک بن مروان کی روح ہوں۔ ظلم کی وجہ سے یہاں عذاب میں ہوں۔ یہ مرد صالح کہتے ہیں: میں نے تیسری آواز سنی، یہ میرے دوست کی تھی، میں نے پوچھا: یہاں کیسے تو عابد و زاہد تھا۔؟ خراسانی نے کہا: میری ایک معذور بہن تھی جس سے میں نے لاپرواہی اور قطع رحمی کی اسی وجہ سے ساری عبادات تباہ ہوگئیں اور مبتلا عذاب ہوں، اس نے پوچھا: میری امانت کہاں ہے۔؟ خراسانی نے کہا: میرے مکان کے فلاں کونے میں مدفون ہے، جا کر نکال لو۔ یہ مرد صالح صبح کو خراسانی کے مکان پر گیا۔ وہاں سے دفینہ نکالا اور پھر یمن میں اس کی بہن کے پاس پہنچا۔ اس کی ضروریات پوری کیں، وہ خوش ہوگئی، یہ مرد صالح واپس مکہ شریف آیا، پھر زمزم پر گیا، آواز دی، خراسانی نے جواب دیا کہ میں اب امن میں

ہوں اور بہت سے نجات مل گئی، اب چشمہ زمزم پر ہوں۔

حطیم شریف:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((الحطیم الجدار))

"حطیم کا معنی دیوار کا ہے یعنی کعبہ کی دیوار۔"

ابتداء کعبہ شریف کی وسعت یہاں تک تھی، پھر قریش نے مالی کمزوری کے باعث کم کر دی۔ امام ازرقی فرماتے ہیں:

"سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ کو اسی مقام پر بٹھایا تھا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس دیوار کے بارے میں حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ یہ حصہ بیت اللہ شریف میں شامل ہے؟ فرمایا: ہاں شامل ہے۔ ام المومنین نے عرض کی: اسے داخل کعبہ کیوں نہ کرلیا گیا؟ جواباً فرمایا: حلال طیب رقم ناکافی ہونے کے باعث اس حصہ کو چھوڑ کر باقی تعمیر کر لی گئی۔"

☆ ایک موقعہ پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دربار رسالت میں عرض کی: حضور! کعبہ شریف کے اندر نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔ حضور ﷺ نے ام المومنین کو حطیم میں لا کھڑا کیا اور فرمایا: جب جی چاہے یہاں نماز پڑھ لیا کرو! یہ کعبہ کا ہی حصہ ہے۔ (ترمذی، صفحہ: ۲۲۱ جلد ۱)

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"حطیم کے دروازہ پر ایک فرشتہ اعلان کر رہا ہے: جس نے حطیم کعبہ میں دو نفل پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔" (تاریخ مکہ)

☆ ایک مرتبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر حاضرین سے فرمایا میں اب جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوں۔

☆ حضور ﷺ نے فرمایا:

"میزاب کے نیچے کھڑے ہو کر کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔"

☆ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حطیم میں کھڑے ہو کر فرمایا:

"ایک مرتبہ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے شدید گرمی کا شکوہ کیا، وحی آئی: اسمٰعیل! میں تیرے لیے جنت کے دو دروازے حطیم میں کھول دوں گا۔" (اخبار مکہ، صفحہ: ۲۲۱)

☆ حطیم شریف کی مرمت و تجدید میں مندرجہ ذیل خوش نصیبوں نے اپنے اپنے وقت میں حصہ لیا:

خلیفہ ابوجعفر منصور۔ خلیفہ المہدی العباسی۔

خلیفہ المتوکل علی اللہ۔ خلیفہ المعتضد باللہ۔

وزیر جمال الدین جواد۔ خلیفہ الناصر العباسی۔
خلیفہ المستنصر۔ ملک مظفر۔
ملک الناصر۔ ملک اشرف علی۔
ملک الظاہر۔ القائد علاء الدین۔
امیر زین الدین سوون المحمدی۔ سلطان قمق۔
سلطان قائتبائی۔ سلطان الغوری۔
سلطان سلیمان خاں۔ سلطان مراد خاں۔
سلطان عبدالمجید خاں۔ سلطان عبدالعزیز شریف حسین ابن علی۔
شاہ خالد بن سعود۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم سیدنا اسمٰعیل علیہم السلام سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا، آبادی مکہ مکرمہ، زم زم شریف کے ذکر خیر کے ساتھ ہی سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا پر یہودیوں کی طرف سے ہونے والے بے جا اعتراض کا بھی تجزیہ کر لیا جائے۔ متعصب قسم کے یہود نے محض تعصب کی بنا پر سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو لونڈی کہا ہے۔ اس مسئلہ پر یہود نے زور اس لیے دیا ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو کنیز زادہ ثابت کر کے حضور سید عالم علیہ السلام کی شخصیت کو مطعون کر سکیں اور یہ بتایا جائے کہ سیدنا اسمٰعیل وراثت ابراہیمی میں برابر کے شریک نہیں۔ اسلامی کتب تو حریت ہاجرہ کے عنوان سے بھری پڑی ہیں یہاں مخالفین کے ہی چند حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

☆ عربی توراۃ پر حاشیہ نمبر ۱۶ اپشوق نمبر ۳ میں واضح موجود ہے کہ ہاجرہ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی تھیں نہ کہ لونڈی کہ ہاجرہ کی نسبت وہی لفظ آیا ہے جو حضرت سارہ کی نسبت تھا ایشا' (بیوی)۔

☆ عبرانی صحیفہ پریشلات ۱۶/۱ میں ہاجرہ کی نسبت لفظ ''شفحہ'' موجود ہے جس کا معنی خاندانی شخص، شہزادہ یا شہزادی کے ہیں۔

☆ تفسیر مسٹر ہارون، جلد ۳، صفحہ ۴ میں ہے:

''آپ کی دوسری بیوی ہاجرہ حرم کہلائیں۔''

یہودیوں کے عظیم مفسر توریت ''ابی شلوطو'' کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہ کی نسبت لکھتے ہیں:

((بث بوعہ ھایشا کثیرا نسیم شنعثہ سارہ مرتاب شیتھا بئی شفحہ بیت زہ ولو کبیرہ بیت اخیرہ))

''وہ شہزادی تھی جب بادشاہ نے سارہ کی کرامت دیکھی تو بولا کہ میری بیٹی کا اس گھر میں خادمہ ہونا دوسرے گھر میں ملکہ ہونے سے بہتر ہے۔'' (البراہیم الباہرہ فی حریت الہاجرہ، صفحہ ۲۲۲)

مفسر توراۃ کی اس واضح تحریر کے بعد اعتراض کی گنجائش تو نہیں تاہم قدرے مزید وضاحت ہے۔ عبرانی زبان میں غلام لونڈی کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں۔ جو غلام یا لونڈی جنگ سے بطور غنیمت ملے اسے ''شبوت''

Marfat.com

کہتے ہیں جو رقم سے خریدا جائے اسے ”مقنت کنف“ کہتے ہیں۔ جو بچے غلام لونڈی سے پیدا ہوں انہیں ”یلید یا یث“ کہتے ہیں۔ تمام عبرانی توراۃ میں سیدہ حاجرہ کے لیے کوئی ایک لفظ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔

سوال: عبرانی تورات میں موجود ہے: حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ سے ”امتی“ میری کنیز کہا ہے۔

جواب: متعدد بیویوں کا ایک دوسری کو ایسے لفظ استعمال کرنا حجت نہیں بن سکتا کہ ایک سوکن دوسری کو ناراضگی میں یہی کہہ سکتی ہے۔

☆ علامہ ابن ہشام نے کتاب التیجان میں ابن قتیبہ نے کتاب العارف میں لکھا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ حران سے چل کر سرزمین اردن پہنچے تو یہاں صاروق نامی بادشاہ تھا جب اس نے بی بی سارہ پر دست درازی کا ارادہ کیا اور ناکام رہا تو اس نے سیدہ کی کرامت دیکھ کر اپنی بیٹی ہاجرہ کو ابراہیم کے حوالے کر دیا۔

☆ لفظ ہاجرہ عبرانی لفظ ”ہاغاز“ اجنبی بیگانہ کے معنی میں بولا جاتا ہے، یہ فرعون مصر کی شاہزادی تھی۔ بادشاہ نے سارہ کی کرامت سے متاثر ہو کر حضرت ہاجرہ کو ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے لیے وقف کر دیا۔ یہود کی متعبر تاریخ سفر ایشاء میں ہے کہ ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھی۔

امام سہیلی نے ارض الانف میں لکھا ہے کہ سیدہ ہاجرہ مصر کے قبطی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی شہزادی تھیں۔

رکن یمانی:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے حجر اسود رکن یمانی کا استلام کبھی ترک نہیں کیا۔ رکن عراقی اور شامی کا استلام نہیں فرمایا۔ (بخاری، صفحہ ۲۱۶، جلد ا) (مسلم، صفحہ ۴۱۲، جلد 1)

بیت اللہ شریف کے چاروں کونے ارکان کہلاتے ہیں۔ حجر اسود، رکن عراقی، رکن شامی اور رکن یمانی۔

امام سہیلی فرماتے ہیں:

”یہ کونہ تعمیر کرنے والا ابی بن سالم یمانی تھا، اس لیے یہ یمانی مشہور ہوا۔ سیدنا خلیل علیہ السلام نے جو تعمیر فرمائی وہ ان چاروں ارکان پر مشتمل تھی اور آپ ہر کونے کا استلام فرماتے تھے۔ تعمیر قریش میں مالی کمی کے باعث یہ کونے شامل بیت اللہ نہ ہو سکے اور دیوار کر کے نشان قائم کیا گیا، اسی دیوار کو حطیم کہتے ہیں۔“

حضور سید عالم نے فرمایا:

”رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں جو شخص رکن پر پہنچ کر یہ دعا پڑھے:

((اللهم انی اسئلك العفو والعافية فی الدنيا والاخرة ربنا اتنا فی الدنيا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار))

Marfat.com

تو یہ ستر فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

۵۵ھ میں زلزلہ کے باعث رکن یمانی کو نقصان پہنچا جسے بعد میں مرمت کر دیا گیا۔

میزاب رحمت:

بیت اللہ شریف کی چھت کے پرنالہ کو میزاب رحمت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چھت کا پانی حطیم میں گرتا تھا۔ اس پرنالے کو متعدد مرتبہ تبدیل کیا گیا۔ ولید بن عبدالملک نے اوّلاً لکڑی پر چاندی چڑھائی پھر باہر اور سونا چڑھا دیا۔ ۵۲۹ھ میں ابوالقاسم نے میزاب نصب کیا۔ ۵۴۱ھ میں خلیفہ المکتفی باللہ نے خدامات انجام دیں۔ ۹۸۱ھ میں سلطان احمد خاں نے چاندی کا میزاب بھیجا۔ اس کے بعد سلطان عبدالمجید خان نے قسطنطنیہ میں سونے کا میزاب بنوایا۔ ۱۲۷۶ھ میں رضا پاشا کے ہاتھ بھیج کر کعبہ شریف میں نصب کر دیا۔ یہی آج تک موجود ہے۔

(تاریخ مکہ، صفحہ ۲۳۸، جلد ۲)

حدودِ حرم:

مکہ مکرمہ کے تقدس کے پیش نظر کرۂ ارض کو تین دائروں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ آفاق۔ ۲۔ حل۔ ۳۔ حرم۔

حدود میقات سے باہر رہنے والے لوگ آفاقی کہلاتے ہیں۔ میقات اور حدودِ حرم کے درمیان رہنے والے لوگ میقاتی یا اہل حل یا حلی کہلاتے ہیں۔ جو لوگ حدودِ حرم کے اندر یا مکہ مکرمہ میں مستقل یا عارضی طور پر قیام پذیر ہیں وہ اہلِ حرم یا حرمی کہلاتے ہیں۔

بیت اللہ کے چاروں طرف کچھ دور تک مختلف فاصلوں پر حرم کی حدودِ جبرئیل کی نشاندہی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم فرمائی تھیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کی تجدید فرمائی۔ ان حدود پر حکومت نے نشانات لگائے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر شکار کھیلنا، گھاس اور درخت کاٹنا حرام ہے۔ مشہور تابعی حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ جب تم حرم میں داخل ہو تو نہ کسی کو دھکا دو، نہ کسی کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ بھیڑ بھاڑ کرو۔

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اہلِ مکہ اس وقت تک ہلاک نہ ہوں گے جب تک حرم کو حل نہ سمجھنے لگیں۔

حدودِ حرم حسب ذیل ہیں:

۱۔ **تنعیم**: مدینہ اور شام کی سمت میں مسجد حرام سے جانب شمال مکہ مکرمہ اور مقام سرف کے درمیان مدینہ منورہ روڈ پر سات کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حدودِ حرم میں سب سے نزدیک یہی حد حرم ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عمرہ کا احرام یہیں سے باندھا تھا۔ بعد میں اس جگہ ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں تقریباً ایک کروڑ ریال کی لاگت سے اس کی توسیع ہوئی۔ یہ مسجد عائشہ کے نام سے موسوم ہے۔ اسی مسجد تنعیم سے

Marfat.com

بجانب شمال دو سو میٹر دور حل کی سمت میں جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت خبیب بن عدی کی جائے شہادت ہے۔

۲۔ جعرانہ: مکہ مکرمہ اور طائف کے راستہ پر حل میں ایک کنویں کا نام ہے اور بعض کے نزدیک اس کی نسبت ایک عورت کی طرف ہے جو قریش کے بنو تمیم قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی، اس کا نام ریطہ اور لقب جعرانہ تھا۔ غزوۂ حنین سے واپسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہوازن کا مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا تو آپ یہاں ٹھہرے تھے اور یہیں سے آپ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مسجد حرام سے اس کا فاصلہ شمال مشرقی سمت میں ۲۴ کلومیٹر ہے۔ یہاں کا پانی اپنی شیرینی میں ضرب المثل ہے۔ اس جگہ بھی ایک مسجد تعمیر کر دی گئی ہے جہاں سے اہلِ مکہ عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔

۳۔ حدیبیہ: یہ حدودِ حرم سے باہر مکہ وجدہ کی قدیم شاہراہ پر ایک مقام ہے۔ یہاں حدیبیہ نام کا ایک کنواں تھا جس کی نسبت سے اس جگہ کا نام بھی حدیبیہ پڑ گیا۔ آج کل یہ جگہ شمیسیہ کے نام سے مشہور ہے۔ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان اسی مقام پر ہوئی تھی۔ یہ جگہ مسجد حرام سے ۲۴ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے جبکہ یہاں سے حرم کی حدود ۲ کلومیٹر سے شروع ہوتی ہے۔ یہ حرم مکہ کی مغربی سرحد ہے۔ جب وادیٔ بکہ میں بیت اللہ (کعبہ) کی تعمیر ہوئی اور مکے کی آبادی حضری زندگی کی ایک مستقل بستی بنی تو اس تعمیر کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بستی کو ایک حرم (یا سیاسی اصطلاح میں ایک شہری مملکت) قرار دیتے ہوئے اس کی حدود مقرر کیں اور مختلف سمتوں میں حدودِ حرم پر منارے تعمیر کیے گئے۔ عہد نبوی میں یہ نہ صرف ایک قدیم چیز تھے بلکہ آپ نے ان کی مرمت بھی کرائی تھی۔ یہ اب تک چلے آ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک حد حدیبیہ بھی ہے۔

حدیبیہ مکے سے کوئی دس میل اور جدہ سے کوئی تیس میل پر واقع ہے۔ یہاں وہ پہاڑ جو مکے کو گھیرے ہوئے ہیں ختم ہو جاتے ہیں اور ساحلی میدان شروع ہوتا ہے۔ آغازِ اسلام کے وقت یہاں ایک کنواں تو تھا جو مسافروں اور حاجیوں کے کام آتا ہوگا لیکن کسی آبادی کا ثبوت نہیں ملتا۔ غالباً زیر زمین پانی میٹھا اور کافی ہے، اسی لیے ببول وغیرہ کے جنگلی درخت یہاں غیر معمولی طور پر بلند نظر آتے ہیں۔ یہیں ایک درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جان نثاری کا عہد لیا تھا۔ اس کے سائے میں مریضوں کی صحت وغیرہ کے غیر اسلامی معتقدات توہم کی شکل اختیار کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اُکھڑوا دیا۔ بعد میں اس کی جگہ ایک مسجد کی تعمیر عمل میں آئی۔ ترکی دور میں اس پر کوئی کتبہ نہ تھا۔ اب ترمیم وتزئین کے بعد اس پر سلطان عبدالعزیز بن سعود کے نام کا کتبہ پایا جاتا ہے۔ یہ مسجد نئی سڑک کے کنارے واقع ہے۔ خلافت راشدہ کے ایک مدت بعد یہ مقام حجاج کی ضرورتوں کے تحت آباد ہونے لگا اور یہ گاؤں کم از کم آٹھویں صدی ہجری سے شُمَیْسِیہ کہلاتا ہے اور اب پولیس کی اہم چوکی ہے۔

۴۔ وادی نخلة: مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان نخلہ ایک مقام ہے جو عراق اور شمال کی سمت میں حرم

Marfat.com

مکہ کی حد ہے۔ اس مقام پر عربوں کا مشہور بت عزیٰ نصب تھا جسے گرانے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

اس کو نخلہ یمانیہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے قریب ایک نخلۃ الشامیۃ تھا۔ اس کا ایک نام مضیق بھی ہے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے ۴۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، یہ وہی مقام ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے دسویں سال مشہور سفر طائف سے واپسی پر ٹھہرے تھے اور جنات کی ایک جماعت قرآن مجید کی آیات سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوئی تھی۔

۵۔ اضائۃ لبن: یمن کے راستہ پر جنوبی سمت میں حدودِ حرم میں سے ایک حد ہے۔ یہ ایک جھیل نما مقام ہے۔ لبن دودھ کو کہتے ہیں اس کے نزدیک جو پہاڑ ہے وہ سفیدی مائل ہے۔ اس مناسبت سے اس جگہ کو اس نام سے موسوم کیا گیا۔ یہاں سے مسجد حرام کی مسافت ۱۶ کلومیٹر ہے۔ اس جگہ کو عقیشیۃ یا العکیشیۃ بھی کہتے ہیں۔

۶۔ عرفات: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ))

(البقرہ:۱۹۸)

"جب تم عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام میں اللہ کا ذکر کرو۔"

عرفات مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں پندرہ سولہ کلومیٹر کے فاصلے پر جبلِ رحمت کے دامن میں واقع ہے۔ مکہ سے تقریباً ۸ کلومیٹر پر منیٰ ہے اور منیٰ سے اتنے ہی فاصلے پر عرفہ ہے۔ منیٰ سے مزدلفہ کے راستے آگے بڑھیں تو ایک خاصے چوڑے برساتی نالے کی گزرگاہ آتی ہے جس کا نام وادیٔ عُرنہ ہے۔ اس کے اوپر قریباً ایک کلومیٹر کے اندر چودہ کشادہ پل بنے ہوئے ہیں۔ مسجد نمرہ کے قریب برساتی نالے میں ذرا سا خم ہے۔ نالے کا پل پار کرتے ہی دائیں ہاتھ مسجد نمرہ آتی ہے۔ دور سامنے ذرا بائیں ہاتھ کو جبلِ رحمت ہے اور اس پر سفید لاٹھ کی صورت میں پتھر کی ایک لوح نظر آتی ہے۔ وادیٔ عرنہ کو پار کریں تو ۱۹ سڑکیں تیر کی طرح سیدھی اور متوازی آگے بڑھتی ہیں جنہیں دائیں سے بائیں سات سڑکیں زاویہ قائمہ پر کاٹتی ہیں۔ یہی میدانِ عرفات ہے۔ سڑکوں پر نمبر لگے ہیں، جا بجا پل بنے ہوئے ہیں اور آنے جانے کے نشانات مرتسم ہیں۔ سڑکوں کے ان متوازی خطوط کے جال میں ایک دائرہ بھی ہے، اس دائروی سڑک نے جبلِ رحمت کو اپنے محیط میں لے رکھا ہے۔

عرفات سال کے ۳۵۴ دن بے آباد ہوتا ہے اور صرف ایک دن ۹ ذی الحجہ کے لئے شہر بنتا ہے اور وہ بھی صرف آٹھ دس گھنٹوں کے لیے۔ یہ صبح آباد ہوتا ہے اور غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی اس کی تمام آبادی رخصت ہو جاتی ہے اور حُجاج ایک رات کے لیے مزدلفہ میں جا مقیم ہوتے ہیں۔ وقوف عرفات حج کا بنیادی رکن ہے مگر قریشِ مکہ نے اپنی جھوٹی عظمت و شان کا سکہ بٹھانے کے لئے اپنے لیے وقوف عرفہ کو ساقط کر دیا تھا۔

مزدلفہ:

مزدلفہ منیٰ اور عرفات کے درمیان میں ایک وادی کا نام ہے۔ یہاں ایک مقدس پہاڑ ہے جس کا نام "جبل

Marfat.com

قزح'' ہے۔قرآن مجید میں اس مقام کو''المشعر الحرام'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔اس کا لفظی معنی عزت کی نشانی ہے اور اس سے مراد مزدلفہ کا میدان ہے:

((فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ))

(البقرہ:۱۹۸)

''جب تم عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام یعنی مزدلفہ میں اللہ کا ذکر کرو۔''

اس نام کی وجہ تسمیہ میں حسب ذیل اقوال پائے جاتے ہیں۔

۱۔ یہاں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔

۲۔ عرفات میں مناسک ادا کرنے کے بعد یہاں پہنچ کر منیٰ سے قریب ہو جاتے ہیں۔

۳۔ حجاج کرام رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد یہاں پہنچتے ہیں''فِی زُلَفٍ مِّنَ الَّیْلِ''

۴۔ یہ صاف اور پاکیزہ جگہ ہے۔

مزدلفہ کا ایک نام''جمع'' اور''جمعا'' بھی ہے۔یہ دونوں نام ہم معنی ہیں کہ زمین پر اترنے کے بعد اسی مقام پر حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) اکٹھے ہوئے تھے۔

مزدلفہ کی حد وادی محسر سے لے کر''اَلْمَأزِمَان'' یا''مَأزَمَیْن'' (یعنی وہ دو پہاڑ جو آمنے سامنے ہیں) تک ہے۔اس کی حدود واضح کرنے کے لئے بڑے بڑے بورڈ آویزاں ہیں، مزدلفہ''مشعر'' ہے اور حدودِ حرم میں داخل ہے اور مشعر حرام سے سارا مزدلفہ مراد ہے۔

مزدلفہ کی تاریخ:

سعودی حکومت نے حجاج کی راحت و آرام کی خاطر مزدلفہ کے میدان کو کافی حد تک ہموار کر دیا ہے۔عورتوں اور مردوں کے لئے علیحدہ علیحدہ وضو خانے اور باتھ بنا دیئے گئے ہیں۔کشادہ سڑکیں اور عرفات سے پیدل جانے والوں کے لئے الگ سڑکیں''طریق مشاۃ Pedestrian Road'' بنادی گئی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ میں موجودہ مسجد کی قبلہ کی سمت میں ذی الحجہ کی دسویں شب قیام فرمایا تھا۔آپ ﷺ کی پیروی میں حجاج کرام بھی اس رات یہاں قیام کرتے ہیں۔مزدلفہ میں وقوف و قیام، عبادت اور ذکر الٰہی کو مناسک حج میں شمار کیا گیا ہے۔

یہاں پہلے ایک مربع شکل کا گنبد یا برج تھا۔رات کو آنے والے حجاج کی رہنمائی کے لئے یہاں روشنی کی جاتی تھی۔اس روشنی کے آغاز کے متعلق محمد بن عمر و روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے خاندانِ قریش کے جدّ اعلیٰ قصی بن کلاب (جن کا شمار نبی اکرم ﷺ کے اجداد میں ہوتا ہے) نے مزدلفہ میں آگ روشن کرنے کی رسم ایجاد کی تاکہ عرفات سے آنے والے رات کے اندھیرے میں راستہ سے بھٹک نہ جائیں اور آگ دیکھ کر وہ اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔

علامہ ازرقی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آگ جلانے کا طریقہ نبی اکرم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہم) کے دور تک جاری رہا۔ (اخبارِ مکہ: ص ۴۱۶)

تاریخ میں بعد کے ادوار میں بھی شمعوں اور چراغوں کے روشن کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ ہارون الرشید کے زمانے میں یہاں شمعیں روشن کی جاتی تھیں۔ اس کے بعد بڑے بڑے چراغ جلائے جاتے رہے پھر بعد میں چھوٹے چراغوں کا رواج ہو گیا۔

مزدلفہ میں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا وہاں بعد میں ایک مسجد تعمیر کر دی گئی جو مسجد مشعر الحرام کے نام سے مشہور ہے۔ مختلف ادوار میں مسلم خلفاء وحکمران اس کی تعمیر وتجدید میں حصہ لیتے رہے۔ آخر میں سعودی حکومت نے اس کی توسیع وتجدید کرائی۔ اس مسجد کے دو مینار ہیں جن کی اونچائی ۳۲ میٹر ہے۔ قبلہ کی سمت کے علاوہ تینوں طرف دروازے ہیں اور مسجد سے متصل عورتوں اور مردوں کے لئے علیحدہ علیحدہ بیت الخلاء اور وضوخانے بنائے گئے ہیں۔

غارِ حراء:

یہ غار جبل نور (جو جبل حرا کے نام سے مشہور ہے) کی چوٹی پر واقع ہے۔ اس کو فاران کی چوٹی بھی کہتے ہیں۔ جنت المعلیٰ قبرستان سے آگے عرفات جاتے ہوئے بائیں جانب مسجد حرام سے تقریباً ۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ پہاڑ کا راستہ انتہائی دشوار گزار ہے۔ غار تک پہنچنے کے لئے پیدل ایک گھنٹہ سے زائد چڑھائی ہے۔

یہی وہ غار ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس غار کی اہمیت وعظمت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسی غار میں جبرئیل علیہ السلام سورۃ العلق کی ابتدائی آیات کی صورت میں پہلی وحی لے کر حاضر ہوئے تھے۔

غارِ ثور:

اس مبارک غار کا تذکرہ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۴۰ میں ہوا ہے:

((اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ))

''اگر تم نبی کی مدد نہ کرو گے تو (کیا ہوا) ان کی مدد فرمائی ہے خود اللہ نے جب نکالا تھا ان کو کفار نے۔ آپ دوسرے تھے دو سے، جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے۔''

غار ثور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین راتیں بسر فرمائیں۔ جب اطمینان ہو گیا کہ اب دشمن تلاش میں نہیں نکلے گا تو راستہ کی رہنمائی کے لئے عبداللہ بن اریقط دو سواریوں کے ہمراہ آ پہنچا۔ ایک اونٹنی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے اور دوسری پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مع اپنے غلام عامر بن فہیرہ کے جس کو انہوں نے اپنی اونٹنی پر پیچھے سوار کیا۔

یہ غار جبلِ ثور کی چوٹی سے ذرا نیچے واقع ہے۔ جبل ثور حرم شریف سے تقریباً ۱۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

Marfat.com

یہی وہ غار ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے قیام فرمایا تھا۔

اس غار کے دو دہانے ہیں۔ایک مغربی سمت میں ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے۔ اس دروازہ سے لیٹ کر ہی اندر جا سکتے تھے۔نویں صدی کے آغاز سے تیرہویں صدی ہجری تک اس دہانے کو مرحلہ وار وسیع کیا جاتا رہا اب اس کی اونچائی نیچے والی سیڑھی کو ملا کر تقریباً ایک میٹر ہے۔

دوسرا دروازہ مشرقی سمت میں ہے جو مغربی دہانے سے زیادہ کشادہ ہے اور بعد میں بنایا گیا ہے تاکہ لوگوں کو غار میں داخل ہونے اور نکلنے میں سہولت ہو۔اس غار تک چڑھنا دشوار ہے۔عموماً غار تک پہنچنے میں ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔

طائف:

قرآن کریم میں "طائف" کا ذکر کفار کے اس قول سے سامنے آتا ہے، جس میں انہوں نے کہا:

((لو لا نزّل ھٰذا القرآن علیٰ رجل من القریتین عظیم))

(الزخرف)

"کیوں نہ قرآن محمد اُمی پر نازل ہونے کی بجائے اِن دو عظیم بستیوں کے کسی اور شخص پر نازل ہوا۔"

طائف کی تاریخی اور جغرافیائی حیثیت:

طائف عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے اور اچھی آب و ہوا اور زرخیزی و شادابی کے لیے مشہور ہے۔سطح سمندر سے ۱۷۰۰ میٹر بلند ہونے کے باعث یہ زمانہ قدیم سے اہلِ مکہ کا مصیف یعنی گرمائی پہاڑی مقام رہا ہے۔اب سعودی حکومت کا گرمائی صدر مقام بھی طائف ہی ہے۔یہ مکہ کے جنوب مشرق میں ۶۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔۱۹۸۲ء میں یہاں مسلم سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔طائف کا انار دنیا کا بہترین انار ہے جو نہایت میٹھا، رسیلا اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔طائف بنو ثقیف کا شہر تھا۔ان میں سے معرکۂ جسر (عراق ۱۳ھ) کے سپہ سالارِ اسلام ابو عبید ثقفی شہید رضی اللہ عنہ، مختار ثقفی، حجاج بن یوسف اور فاتح سندھ محمد بن قاسم نے تاریخ میں شہرت پائی۔

مغمّس:

یہ مکہ سے دو میل کے فاصلے پر عرفات سے پرے طائف کی جانب واقع ایک مقام ہے۔یہاں ابو رغال کی قبر ہے جس نے اصحابِ فیل کی مکہ پر چڑھائی کرنے میں رہنمائی کی تھی۔اسے یہاں موت نے آ لیا اور اس کی غداری کے باعث لوگ اس کی قبر پر کنکریاں پھینکتے ہیں۔

Marfat.com

عظمت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام:

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان یہ مسئلہ بھی اختلافی پہلو رکھتا ہے کہ اسحاق و اسمٰعیل علیہم السلام میں عظمت کسے حاصل ہے اور اکلوتا بیٹا کون ہے۔ ہم تو قائل ہیں ہی عظمت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر توراۃ و زبور سے بھی ملتا ہے مثلاً:

اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا، اس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔ اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ پیدائش ۱۷/۲۱ اس درس میں جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی عظمت کا ذکر ہے وہاں سیدہ ہاجرہ کا شرف بھی واضح ہے کہ آپ کی گفتگو فرشتہ سے ہوئی تھی اور فرشتہ عموماً حاضری میں رہتا تھا۔

دوسری جگہ اس طرح ذکر ہے:

''اور خداوند نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا: اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر۔!'' (۱۷/۲۱)

تیسری جگہ اس طرح ذکر ہے:

''اسمٰعیل علیہ السلام کا نام فرشتہ کے ذریعہ ان کی والدہ نے رکھا۔'' (پیدائش:۱۱/۱۶)

یہ شرف سیدنا اسحاق علیہ السلام کو حاصل نہیں۔

چوتھی جگہ اس طرح ہے:

''اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری دعا سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے آبرومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بنا دوں گا۔'' (پیدائش ۱۷/۰)

پانچویں جگہ پر سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر اس طرح موجود ہے اور ''اتحبیل سے عماسا پیدا ہوا اور عماسا کا باپ اسمٰعیل تھا۔'' (تواریخ ۱۷/۲)

اس درس کو بغور دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ اسحاقیوں کی بیٹیاں اسمعیلیوں کے گھر تھیں۔

پانچویں جگہ پر اسحاق و اسمٰعیل علیہما السلام دونوں کا ذکر خیر اس طرح ہے اور اس کے بیٹے اسحاق اور اسمٰعیل علیہما السلام دونوں کا ذکر خیر اس طرح ہے:

''اور اس کے بیٹے اسحاق اور اسمٰعیل علیہما السلام نے مکفیلہ کے غار میں جو مرے کے سامنے حتی صحر کے بیٹے عفرون کے کھیت میں ہے اسے دفن کیا۔ (پیدائش: ۹/۲۵)

اس درس سے ثابت ہے دونوں بیٹے باپ کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے۔ بنی اسرائیل کا اسمٰعیل علیہ السلام کو الگ کرنا عظیم ظلم ہے۔

ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام ہیں:

ہمارے اور عیسائیوں کے درمیان یہ ایک مسئلہ بھی متنازعہ فیہ ہے کہ ذبیح اسمعیل ہیں یا اسحٰق علیہ السلام۔

Marfat.com

عیسائیوں کا دعوی ہے کہ ذبیح اسحاق ہیں مگر ہمارا موقف ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔اس عنوان پر صرف توراۃ ہی کے حوالوں پر اکتفا مناسب سمجھتا ہوں۔

ایک جگہ اور اس طرح درج ہے:

''خداوند کریم فرماتا ہے: چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو جو تیرا اکلوتا ہے، دریغ نہ رکھا، اس لیے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔'' (پیدائش:۱۶/۲۲)

اس درس سے واضح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کی۔اب اکلوتا بیٹا کون ہے اسمٰعیل یا اسحٰق علیہما السلام؟ آنے والے دو درسبوں سے یہ واضح ہے۔

دوسری جگہ پر ہے:

''جب ابراہام سے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابراہام کی عمر چھیاسی برس کی تھی۔'' (پیدائش:۱۶/۱۶)

تیسری جگہ پر یوں ہے:

''اور اس کا بیٹا اسحٰق اس سے پیدا ہوا تو ابراہام سو برس کا تھا۔'' (پیدائش:۲۵/۲۱)

دوسرے اور تیسرے حوالے کو بغور دیکھنے سے مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ اکلوتے اسمٰعیل ہیں جو ۸۶ برس کی عمر میں سیدنا ابراہیم کو عطا ہوئے اور اسحاق سو برس کی عمر میں ملے۔نیز ذبیح کے نشانات بھی مکہ میں ہی پائے جاتے ہیں۔قربانی کی سنت بھی یہی دلالت کر رہی ہے کہ مذبح مکہ تھا۔

چوتھی جگہ پر اس طرح ہے:

''مدیان اور عیفا کی سانڈنیاں آکر تیرے گرد بے شمار ہوں گی۔قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔نبایوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے اور میں اپنے شوکت والے گھر کو جلال بخشوں گا۔'' (یعیا:۶۰/۶۰۰)

شوکت کے گھر سے مراد بیت اللہ شریف ہے۔مدیان اور عیفا اسماعیل علیہ السلام کے بھائی ہیں۔قیدار اسماعیل علیہ السلام تھے جن کی یادگار ان کی اولاد میں آج تک قائم ہے۔

''یہ قصہ مقام موریاہ میں ہوا۔'' (پیدائش:۲/۲۲)

موریاہ مروہ کا دوسرا نام ہے۔

پانچویں جگہ پر اس طرح ہے:

''اور تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی۔'' (پیدائش:۱۷/۲۲)

یہ واضح ہے کہ بنی اسرائیل ہمیشہ دشمنوں سے مغلوب رہے۔فرعون نے عذاب میں رکھا۔فقح بن املیا نے ایک لاکھ ۲۲ ہزار اسرائیلی قتل کیے۔(۲ تواریخ ۶/۲۸)

بخت نصر نے توراۃ جلائی، طیطیس نے یروشلم میں ۳۰ لاکھ اسرائیلی تباہ کیے، دقیانوس نے تباہی مچائی۔بحمدہ تعالیٰ اسماعیلی ہمیشہ غالب رہے۔تاریخ میں ہونے والی جنگوں کا جائزہ لیں۔

Marfat.com

کعبۃ اللہ کے ملحقات:

کعبہ معظمہ کے چار رکن یعنی کونے ہیں۔

۱۔ رکن حجر اسود:۔ بیت اللہ کا وہ کونہ جس میں حجر اسود نصب ہے، یہ کعبہ معظمہ کے جنوب مشرقی کونے میں چاندی کے حلقے میں گڑا ہوا ہے۔

۲۔ رکن عراقی:۔ بیت اللہ کا شمال مشرقی گوشہ جو عراق کی جانب واقع ہے۔

۳۔ رکن شامی:۔ بیت اللہ کا شمال مغربی گوشہ جو شام کی طرف واقع ہے۔

۴۔ رکن یمانی:۔ بیت اللہ کا جنوب مغربی گوشہ جو یمن کی جانب واقع ہے۔

شاذروان:

شاذروان سے مراد کعبہ معظمہ کی دیوار کے نچلے حصہ میں اُبھرا ہوا منڈیر نما حصہ ہے۔ یہ کعبہ کا حصہ نہیں ہے۔ البتہ حطیم کی سمت اُبھری ہوئی پٹی کعبہ کا حصہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی تعمیر کرائی تھی تا کہ دیواروں کی بنیادوں میں پانی سرایت نہ کرے۔

اس کی دوسری حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس میں پیتل کے کڑے گاڑ دیئے گئے ہیں جن سے غلاف کعبہ بندھا رہتا ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلاف کعبہ لوگوں کی رگڑ سے محفوظ رہے اور اژدھام میں طواف کرنے والوں کے جسم بھی کعبہ معظمہ کی دیواروں سے مجروح نہ ہوں۔

حجر اسود:

ایک مقدس اور متبرک پتھر ہے۔ اس کو نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ سے قبل بے شمار انبیاء کرام اور صالح لوگوں نے اپنے ہاتھوں اور ہونٹوں سے مس کیا ہے۔ اس کا استلام کرنا اللہ تعالیٰ سے قربت کی ایک نشانی ہے۔ اس کو اسی تصور کے ساتھ بوسہ دینا چاہیے۔ اس کو نافع یا ضار نہ سمجھنا چاہیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:

((اِنِّی لَاَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا اَنِّی رَأَیْتُ النَّبِیَّ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ))

(صحیح بخاری، کتاب المناسک، باب ماذکر فی الحجر الاسود)

''میں جانتا ہوں تو صرف ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع، اگر میں نبی اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس جملہ سے ہمیشہ کے لئے غلط عقائد کی راہ بند کر دی۔ یہ عمل چونکہ اللہ کے لئے ہے اس لئے اگر معاذ اللہ کسی وقت حجر اسود نہ رہے تب بھی اس مقام پر وہ تمام اعمال بجالائے جائیں گے جو اب ادا کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ان الحجر الاسود نزل من الجنة اشد بیاضًا من اللبن فسودته خطایا بنی اٰدم))(الترغیب و الترهیب کتاب الحج)

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ حجر اسود کے سامنے تشریف لے گئے، پھر اپنے دونوں مبارک ہونٹ اس پر رکھ کر دیر تک روتے رہے۔ پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کھڑے رو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے عمر! یہی وہ مقام ہے جہاں آنسو بہانے چاہئیں۔'' (ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب استلام الحجر)

ایک روایت میں حجر اسود کو یمین اللہ یعنی اللہ کا ہاتھ قرار دیا گیا ہے۔ مسلمان اس پتھر کے ساتھ جو ایک خاص عظمت و احترام کا معاملہ کرتے ہیں وہ درحقیقت اسی حیثیت سے ہے کہ یہ گویا اللہ کا ہاتھ ہے، ورنہ ذاتی حیثیت سے اس کا درجہ ایک پتھر سے بڑھ کر اور کچھ نہیں اور اس کے ساتھ جو کچھ بھی (بوسہ و اشارہ) کیا جاتا ہے سب اتباعِ سنتِ رسول ا اور شریعت کے حکم کی تعمیل ہے۔

۳۱۷ھ میں ابو طاہر قرامطی نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی، بیسیوں حاجیوں کو قتل کیا، میزابِ رحمت اور کعبہ معظمہ کے دروازہ کو اُکھیڑ ڈالا اور حجر اسود کو نکال کر اپنے ساتھ لے گیا جو بیس سال کے بعد دوبارہ اپنی جگہ پر نصب کیا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجر اسود جنت سے اتارا گیا، دودھ سے زیادہ سفید تھا، انسانوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا، یہ آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی اتارا گیا۔ آدم علیہ السلام حجر اسود سے مانوس تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حجر اسود اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا دستِ قدرت ہے، جس کے ساتھ اپنی مخلوق سے مصافحہ فرمایا ہے۔ مسلمان اس کے پاس جونہی سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ نواز دیتا ہے۔

حرم کعبہ میں قرامطہ کی خونریز تباہی میں یہ واقعہ بھی پیش آیا۔ ابو طاہر قرامطی نے ابو حلاج سے کہا کہ وہ حجر اسود کو دیوار کعبہ سے نکال دے۔ چنانچہ اس نے ۳۱۷ھ، ۱۴ ذی الحجہ کو پتھر نکالا اور مقام ہجر لے گیا۔ ۲۲ سال تک یہ مبارک پتھر وہاں رہا۔ فاطمی خلیفہ منصور بن قاسم نے اسے لکھا کہ پتھر واپس کر دے مگر وہ نہ مانا، پھر ۵۰ ہزار کی رقم کی پیشکش کی مگر نہ مانا، ابو طاہر بیمار رہا جسم خراب ہو گیا، کیڑے پڑ گئے، اس کی موت پر یہ گروہ ناکام ہو گیا تو ۳۳۹ھ میں حسین قرامطی اس پتھر کو واپس لایا اور امیر مکہ ابو جعفر کو پیش کیا۔ حسن بن مرزوق نے اس پتھر کو اس جگہ پر لگا دیا۔ (علم الاعلام، مطبوعہ مصر، صفحہ ۱۰۸)

اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو درج ذیل خصوصیات عطا فرمائی ہیں:

پانی میں ڈالا جائے تو ڈوبے گا نہیں۔

آگ میں ڈالا جائے تو گرام نہیں ہو گا۔

اس کا مس کرنا گناہوں کو مٹاتا ہے۔

Marfat.com

اعلان نبوت سے پہلے بھی یہ پتھر حضور کو سلام کہتا تھا۔
اس پتھر کو پھر ایک مرتبہ اپنی اصلی شکل پر کر دیا جائے گا۔
قیامت کے دن اس کا حجم جبل ابی قبیس جتنا ہوگا۔
دارمی نے سیدنا ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:
"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حجر اسود کو اٹھائے گا۔ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جس سے دیکھے گا۔ زبان ہوگی جس سے بولے گا اور اپنے استلام کرنے والے کے حق میں گواہی دے گا۔"
کعبہ انور کا صدیوں سے جوں کا توں چلے آنا، حوادث زمانہ کا ختم کرنے میں ناکام رہنا، نشانات میں سے ہے۔

باب کعبہ:

بیت اللہ کے مشرقی گوشے سے متصل کعبہ کا دروازہ ہے جو بیت اللہ میں داخل ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قریش کی تعمیر سے پہلے اس کے مقابل مغربی جانب دوسرا دروازہ بھی تھا مگر قریش نے اپنی تعمیر میں نہیں بنایا۔ کعبہ معظمہ کے دروازہ کی کرسی وہی ہے جو بیت اللہ کے اندر فرش کی سی ہے اور یہ کرسی بیت اللہ کے بیرونی صحن کی کرسی سے قد آدم سے زیادہ بلند ہے۔ کعبہ کا دروازہ عموماً بند رہتا ہے، خاص خاص موقعوں پر کھولا جاتا ہے اور اندر جانے کے لئے سیڑھی لگائی جاتی ہے۔

مُلتزم:

کعبہ معظّمہ کا وہ حصہ جو حجر اسود اور کعبہ معظّمہ کے دروازے کے درمیان ہے ملتزم کہلاتا ہے یہ حصہ تقریباً دو میٹر ہے۔ ملتزم کے معنی ہیں: لپٹنے کی جگہ۔ لوگ اس سے لپٹتے ہیں۔ یہ انتہائی متبرک مقام ہے اور بہت ہی زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ یہ قبولیتِ دعا کی بڑی اہم جگہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا دَعَا اَحَدٌ بِشَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْمُلْتَزَمِ اِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهٗ))

"میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ اس ملتزم پر جس نے جو دعا کی اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔"
حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان کا قول ہے کہ جس آدمی نے ملتزم کے پاس گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے، جس طرح وہ پیدائش والے دن گناہوں سے پاک تھا۔ (الکفایۃ مع فتح القدیر، جلد ۲ صفحہ ۴۰۰)
یہی وجہ ہے کہ یہاں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ دوسروں کو اذیت پہنچائے بغیر جب بھی کسی کو موقع ملے تو اس مقام پر سنت یہ ہے کہ بیت اللہ کی دیوار سے اس طرح چمٹ کر دعائیں کرے کہ رخسار، سینہ اور ہاتھ چمٹے ہوئے ہوں۔

میزابِ رحمت:

میزاب ایک پرنالہ ہے جو کعبہ کی چھت میں لگا ہوا ہے اس کے ذریعے بارش یا چھت کی دھلائی کا پانی حطیم کی سمت گرتا ہے۔ کعبہ معظمہ کی ابراہیمی تعمیر میں چھت نہیں تھی، قریش نے جب اس کی از سرِ نو تعمیر کی تو اس پر مضبوط اور عمدہ لکڑی کی چھت بھی ڈالی اور اس میں باقاعدہ ایک پرنالہ بھی نصب کیا، ورنہ اس سے پہلے نہ چھت تھی اور نہ ہی پرنالہ۔ اب اوپر نیچے دو چھتیں ہیں۔ چھت میں ۲۷۔۱۱×۴ میٹر طول و عرض کا ایک سوراخ ہے، اس پر شیشے کا ایک مضبوط ڈھکنا ہے۔ جہاں سے کعبہ معظّمہ کے اندر طبعی روشنی آتی ہے۔ جب کعبہ معظّمہ کو غسل دیا جاتا ہے یا غلافِ کعبہ تبدیل کیا جاتا ہے تو یہ ڈھکنا اُٹھا دیا جاتا ہے اور کعبہ معظّمہ کے اندرونی سیڑھیوں سے چڑھ کر اور اس سوراخ سے گزر کر چھت پر آمد و رفت ہوتی ہے۔ پہلے یہ سیڑھی لکڑی کی تھی اب اس کے بجائے مضبوط المونیم کی ۵۰ گول سیڑھیاں بنادی گئی ہیں۔

ابتداء میں پرنالہ پتھر یا لکڑی کا ہوتا تھا بعد میں لکڑی پر سونا چڑھا دیا گیا اور پانی کی گزرگاہ پر قلعی اور باہر کی جانب چاندی چڑھائی گئی۔ پھر سلطان عبدالمجید خان بن سلطان محمود خان عثمانی نے قسطنطنیہ میں سونے کا میزاب تیار کرایا اور ۱۲۷۳ھ میں رضا پاشا کے ذریعے اسے کعبہ معظّمہ کی زینت بنایا۔ میزاب کے کناروں پر چاندی کی کیلیں لگائی گئیں تا کہ کبوتر میزاب پر نہ بیٹھیں۔

۱۴۱۷ھ میں جب کعبہ کی تجدید ہوئی تو میزابِ رحمت کو سابقہ طول و عرض کے مطابق از سرِ نو تیار کیا گیا۔ اس کے آگے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور یا اللّٰہ تحریر ہے اور اس کی بائیں جانب یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

((جدد هذا الميزاب خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبدالعزيز آل سعود المملكة العربية السعوديه))

"اس پرنالہ کی اصلاح و تجدید سعودی فرمانروا خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود نے کرائی۔"

حطیم:

کعبہ معظّمہ سے متصل تین میٹر حصہ کو اور اس کے بعد نصف دائرے کی صورت میں جو جگہ ہے اسے حطیم کہتے ہیں۔ کبھی حطیم نصف دائرہ اور حجر اسماعیل کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں۔ ایک مشہور قول کے مطابق یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی قبریں ہیں۔

حطیم میں کعبہ معظّمہ کی دیوار سے متصل تین میٹر فرش دراصل کعبہ کے اندر کا جزو ہے جو قریش سے پہلے کی تعمیر میں شامل تھا مگر قریش نے حلال روپیہ کی کمی کی وجہ سے اس حصہ کو باہر کر دیا تھا۔ حطیم کے اس تین میٹر والے حصہ میں نماز پڑھنا گویا کعبہ معظّمہ کے اندر نماز پڑھنا ہے۔ جسے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا شوق ہو وہ حطیم کے اس حصہ میں نماز پڑھ لے جو کعبہ کی دیوار کے قریب ہے۔

Marfat.com

حطیم کو حطیم کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ وہاں لوگ قسموں کے لئے ہجوم کیا کرتے تھے۔ عام لوگ حطیم یعنی نصف دائرے کے اندر ساری جگہ کو کعبہ کا جزء سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ خیال غلط ہے،نہ تو ساری حطیم کعبہ کا جزء ہے اور نہ ہی ساری حطیم کعبہ سے باہر ہے، بلکہ کعبہ کی دیوار سے متصل تین میٹر حصہ یقیناً کعبہ ہی کا جزء ہے۔ اس کے بعد بقیہ حطیم کعبہ سے باہر ہے لیکن طواف سارے حطیم کے باہر سے ہی کیا جائے گا، جو حطیم کے اندر سے طواف کرے گا اس کا طواف نہیں ہوگا۔

غلافِ کعبہ:

کعبہ معظمہ پر غلاف چڑھانے کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ جیسی واجب التعظیم عبادت گاہ کی ظاہری زیب و زینت کے ساتھ ساتھ اسے خارجی اثرات ہوا، مٹی، دھوپ اور پانی وغیرہ سے محفوظ رکھا جاسکے۔

کعبہ معظمہ پر غلاف چڑھانے کی رسم بہت پرانی ہے۔ ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے غلاف چڑھایا تھا اور بعض روایات کے مطابق ظہورِ اسلام سے سات سو برس قبل یمن کے حکمران اسعد حمیری تبع نے سب سے پہلے اس پر غلاف چڑھایا۔ زمانۂ جاہلیت میں کعبہ معظمہ پر مختلف اقسام کے غلاف چڑھائے جاتے تھے جو ٹاٹ، چمڑے اور دیباج وغیرہ سے تیار کیے جاتے تھے۔اس کے علاوہ اس دور میں اس پر قربانی کے جانوروں پر ڈالے جانے والے کمبل، چادریں، یمنی کپڑے کی جھالریں اور ریشمی و اُونی چادریں بھی لٹکا دی جاتی تھیں۔ خالد بن جعفر بن کلاب نے کعبہ معظمہ پر پہلی مرتبہ دیباج کا غلاف چڑھایا۔

اسلام کی تاریخ میں فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر یمن کا تیار کیا ہوا سیاہ رنگ کا غلاف چڑھایا گیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مصری کپڑے قباطی کا غلاف تیار کرایا گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور ہر سال قباطی کپڑے کا نیا غلاف چڑھاتے تھے۔ جبکہ پرانے غلاف کو اُتار کر اس کے ٹکڑے حجاج کرام میں تقسیم کردیئے جاتے تھے۔

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سال میں دو مرتبہ مصر سے غلاف تیار کراتے اور پہلے غلاف کو اُتارے بغیر نیا غلاف اس پر چڑھادیتے تھے۔

امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیباج اور یمن کی دھاری دار چادروں کا غلاف شیبہ بن عثمان کلید بردار کعبہ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ پرانا غلاف اتار کر اور کعبہ کی دیواروں کو معطر کر کے اس پر نیا غلاف چڑھایا جائے۔ موصوف ۸ ر ذی الحجہ کو سرخ دیباج کا غلاف چڑھاتے تھے اور حجاج کے چلے جانے کے بعد دس محرم کو اس غلاف کو ازار پہناتے۔ پھر ۲۷ ر رمضان المبارک کو قباطی کا غلاف چڑھاتے تھے۔

یزید بن معاویہ (ملعون) نے دیباج خسروانی کا غلاف چڑھایا اور کعبہ معظمہ کی خدمت کے لئے غلام بھی مقرر کیے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر اور حجاج بن یوسف نے دیباج کے غلاف چڑھائے۔ اُموی خلفاء اپنے پورے دور میں اس پر ہر سال دو مرتبہ غلاف چڑھاتے رہے۔

Marfat.com

خلفائے بنوعباس تقریباً پانچ سو برس تک ہر سال بغداد سے غلاف روانہ کیا کرتے تھے۔ ان کے زوال کے بعد مصر اور یمن سے غلاف آنا شروع ہو گئے۔ یہ غلاف سرخ، سفید، سیاہ اور سبز رنگوں کے ہوتے تھے۔ ناصر عباسی نے سیاہ رنگ کا سوتی غلاف چڑھایا جس کے بعد اب تک کالے رنگ کا ہی غلاف چڑھایا جا رہا ہے۔

۷۵۰ھ میں ملک الناصر محمد بن قلادون نے غلاف کی تیاری پر اٹھنے والے مصارف کے لئے قاہرہ کے نواح میں ایک گاؤں وقف کر دیا۔ پھر سلطان اسماعیل قلادون نے تین گاؤں کی آمدنی غلافِ کعبہ کے لئے وقف کر دی۔ سلطان سلیم خان عثمانی ترکی نے اس وقف شدہ زمین میں مزید سات گاؤں کا اضافہ کیا۔ محمد علی پاشا نے اس کارِ خیر کے لئے حکومت کی نگرانی میں ایک مستقل شعبہ قائم کر دیا جس کے ماتحت مصری حکومت ہر سال غلاف تیار کر کے بھیجتی رہی۔

مصر سے غلاف کی روانگی کے موقع پر بہت اہتمام کیا جاتا۔ غلاف کو محل میں رکھ کر رسومات ادا کی جاتیں اور جلوس نکالا جاتا تھا اور جب غلاف مکہ مکرمہ پہنچتا تو اس کا استقبال کیا جاتا تھا۔ بعض دیگر وجوہ اور غلاف بھیجنے کے موقع پر جاہلانہ رسوم کی شمولیت کی وجہ سے سعودی عرب سے مصر کے اختلافات بڑھ گئے تو مصر سے غلاف آنا بند ہو گیا۔

شاہ عبدالعزیز نے غلاف کی تیاری کے لئے ۱۳۴۶ھ میں مکہ مکرمہ میں مستقل ایک کارخانہ تیار کرایا اور ۱۳۵۵ھ تک اسی کارخانہ کا تیار شدہ غلاف چڑھایا جاتا رہا۔ ۱۳۵۵ھ میں سعودی اور مصری دونوں حکومتوں کے مابین اختلافات ختم ہو گئے تو پھر مصر سے دوبارہ غلاف آنا شروع ہو گیا۔

۱۳۸۱ھ میں پھر یہ سلسلہ رک گیا تو سعودی حکومت نے اسی کارخانہ میں غلاف کی تیاری شروع کر دی جس سے ہر سال کعبہ معظمہ کو مزین کیا جاتا ہے۔ اس کارخانہ میں کعبہ معظمہ کے اندرونی غلاف، حجرہ شریفہ (مدینہ منورہ) کے پردے اور مملکت سعودیہ کے جھنڈے اور سرکاری مہمانوں کے تحائف کیلئے خوبصورت ٹکڑے بھی تیار کیے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ ۱۹۶۲ء میں غلافِ کعبہ تیار کرنے کی سعادت پاکستان کو بھی حاصل ہوئی تھی۔ جماعت اسلامی نے غلاف کی تیاری کی ذمہ داری اٹھائی۔ جب غلاف بحسن وخوبی تیار ہو گیا تو اسے کراچی سے پشاور تک بذریعہ ریل گاڑی لے جایا گیا ہر چھوٹے بڑے اسٹیشن پر عقیدت مند جہالت کے نشے میں مخمور حدودِ شریعت کو پامال کرتے رہے۔ جس کے نتیجے میں سعودی حکومت نے یہ غلاف چڑھانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

غلافِ کعبہ تقریباً ۶۷۰ کلوگرام عمدہ اور خالص ریشم سے تیار کیا جاتا ہے جو سینتالیس (۴۷) ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ۱۴ھ سے غلاف پر لکھائی شروع ہوئی تھی جو آج تک جاری ہے۔ غلاف کے چاروں اطراف میں سورۃ الاخلاص اور حج سے متعلق آیات اور اللہ تعالیٰ کے پاک نام سونے اور چاندی کی تاروں سے کڑھائی کیے جاتے ہیں۔ غلافِ کعبہ پر تحریر شدہ آیات، اسمائے الٰہیہ اور سائز وغیرہ میں کبھی کبھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ کعبہ کے دروازے کا پردہ بھی غلاف ہی کا حصہ ہے جسے برقع بھی کہتے ہیں۔ مگر اپنی آرائش وزیبائش میں باقی غلاف سے

Marfat.com

ممتاز ہوتا ہے۔

اس پر سورۃ الفاتحہ، سورۃ القریش، سورۃ الاخلاص اور مختلف آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ پردہ کے کناروں پر چھوٹے گول دائروں میں ''اللہ ربی'' آٹھ مرتبہ اور درمیان میں تین جگہ گول دائروں میں ''حسبی اللہ'' لکھا ہوا ہے۔

مقام ابراہیم:

قرآنِ مجید میں یہ حکم دیا گیا ہے:

((وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى))(البقرہ:۱۲۵)

''تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنالو۔''

سورۃ آل عمران میں بیت اللہ کے حوالے سے فرمایا گیا:

((فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ))(آل عمران:۹۷)

''اس میں بہت سی کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے۔

پہلی آیت میں بیت اللہ کو مصلّی کے لفظ سے جو تعبیر فرمایا ہے تو اس سے اس گھر کے اصل مقصد تعمیر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ نماز کا مرکز ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جوارِ رحمت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بساتے وقت دعا بھی یہی کی تھی:

((ربنا لیقیموا الصلوٰۃ))(ابراھیم:۳۷)

''اے رب! میں نے ان کو اس لئے یہاں بسایا ہے تاکہ یہ نماز قائم کریں۔''

مقام ابراہیم کے بارے میں علمائے تفسیر کے دو قول منقول ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک اس سے مراد وہ پتھر ہے جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہوکر بیت اللہ کی تعمیر کی تھی، دوسرے گروہ (جس میں عبداللہ بن عباس، مجاہد اور عطاء جیسے اکابر علمائے تفسیر شامل ہیں) کے نزدیک اس سے مراد حرم کا پورا علاقہ ہے۔ اس گروہ نے مقام کے لفظ کو کسی مخصوص کھڑے ہونے کی جگہ کے بجائے مسکن و مستقر کے مفہوم میں لیا ہے۔ اس تاویل میں وسعت و جامعیت کے ساتھ ساتھ خاص اہمیت رکھنے والا پہلو یہ ہے کہ نظمِ کلام کے اعتبار سے یہ اس مقصد کو زیادہ واضح کرنے والی ہے جس کے لئے یہ بات یہاں کہی گئی ہے۔ یہاں یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ یہی گھر تمام اولادِ ابراہیم کا قبلہ رہا ہے اس لئے کہ یہی گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے اس مستقر میں تعمیر کیا جس میں ہجرت کے بعد انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ سکونت اختیار کی، لیکن جمہور علماء کے نزدیک پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ ان دونوں قولوں میں تطبیق ممکن ہے کہ آخر وہ پتھر بھی تو مسکنِ ابراہیم میں ہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء کرام نے طواف کے بعد دو رکعت نماز کی ادائیگی کو پورے حرم (مکہ مکرمہ) میں جائز قرار دیا ہے۔

Marfat.com

بہر حال مشہور قول کے مطابق یہ وہی پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظّمہ کی تعمیر کی تھی۔ یہ پتھر فتح مکہ سے پہلے کعبہ معظّمہ کے اندر تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اسے کعبہ کے متصل نصب کر دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ پتھر فتح مکہ سے پہلے کعبہ کی دیوار کے قریب اس گڑھے میں رکھا تھا جس کو معجن کہتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد موجودہ جگہ میں حجر اسود سے تقریباً ۱۴ میٹر کے فاصلہ پر منتقل کر دیا گیا۔

مقامِ ابراہیم پہلے مطاف سے باہر تھا شاید اس لئے کہ طوافِ کعبہ کی صورت میں ایک پتھر کا طواف نہ ہو اور اس کی تعظیم ایسی نہ ہو جو بت پرستوں کے عمل سے مشابہت رکھتی ہو۔ مگر اب مطاف میں توسیع کی وجہ سے یہ پتھر مطاف کے اندر ہو گیا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب پتھروں کو پوجتے تھے لیکن کسی نے بھی حجر اسود یا مقامِ ابراہیم کی پرستش نہیں کی باوجودیکہ ان کے دلوں میں ان دونوں پتھروں کی عظمت جاگزیں تھی گویا اللہ تعالیٰ نے حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کو ہر قسم کی پرستش و پوجا سے محفوظ رکھا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور ۱۷ھ میں مکہ مکرمہ میں ایک تباہ کن سیلاب آیا جو ام نہشل کے نام سے مشہور تھا کیونکہ اس سیلاب میں اُم نہشل بنت عبیدہ بن سعید بن العاص ڈوب گئی تھیں۔ یہ پہلا سیلاب مقام ابراہیم کو بھی بہا کر لے گیا جسے بڑی تگ و دو کے بعد تلاش کر لیا گیا۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے تشریف لائے اور تحقیق کے بعد اسے اپنے دست مبارک سے اس جگہ پر نصب کر دیا اور آج تک وہیں نصب ہے۔

اس پتھر کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حجر اسود اور مقامِ ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی چمک اور نورانیت کو ختم نہ کیا ہوتا تو وہ مشرق سے مغرب تک ہر چیز کو منور کر دیتے۔

مقامِ ابراہیم ان مقامات میں سے ایک مقام ہے جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایک واضح نشانی ہے۔ صدیوں سے یہ پتھر باقی ہے اور اس پر ابراہیم علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشانات بھی محفوظ ہیں۔ مسلم خلفاء نے اپنے اپنے دور میں مقامِ ابراہیم کی حفاظت اور اس کی زیبائش و آرائش پر بھی خصوصی توجہ دی ہے۔ پہلے مقامِ ابراہیم کو چاندی کے ایک صندوق میں محفوظ کر کے اس کے اوپر ۳×۶ = ۱۸ مربع میٹر کا ایک گنبد نما کمرہ بنا دیا گیا۔ ۱۳۷۷ھ میں سعودی حکومت نے طواف کرنے والوں کی تکلیف کے پیش نظر پہلے مقامِ ابراہیم کو مطاف سے باہر منتقل کرنے کا ارادہ کیا لیکن علماء کرام کی مخالفت کے پیش نظر حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء میں حکومت نے اس کمرہ کو ختم کر کے مقام ابراہیم کو شیشے کے ایک خول میں محفوظ کر دیا جس کے گرد لوہے کی مضبوط جالی لگا دی گئی اور اس کو سنگ مرمر کے ایک بڑے پتھر میں نصب کر دیا گیا۔ ۱۴۱۸ھ میں خادم حرمین شریفین کے فرمان کے مطابق اس خول کی تجدید کی گئی۔ پیتل کی دھات سے نیا خول بنا کر اندرونی جالی کو سونے کی پالش کی گئی اور بیرونی جانب شفاف اور مضبوط شیشہ نصب کیا گیا۔ اس شیشے کی خوبی یہ ہے کہ شدید

حرارت کو برداشت کرتا ہے۔

صفا و مروہ:

ارشاد ربانی ہے:

((اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ))(البقرہ:۱۵۸)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو حج کرے اس گھر کا یا عمرہ کرے تو کچھ حرج نہیں اسے کہ چکر لگائے ان دونوں کے درمیان اور جو کوئی خوشی سے نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ بڑا قدردان خوب جاننے والا ہے۔''

صفا اور مروہ کے درمیان مسجد حرام کے اندر جنوباً شمالاً ایک راستہ ہے اور یہ بیت اللہ شریف کے مشرقی جانب حرم شریف کے کنارے پر واقع ہے۔ کعبہ معظمہ سے صفا کا فاصلہ تقریباً ۱۴۰ میٹر ہے۔

صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا نے اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں بار بار چکر لگائے تھے۔ اس سعی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرماتے ہوئے بطور انعام زمزم عطا فرمایا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنی محبوب بیوی حضرت ہاجرہ اور اکلوتے شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک بے آب و گیاہ، غیر آباد، چٹیل پتھریلے میدان میں تنہا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے لئے جس تسلیم و رضا کا شاندار مظاہرہ کیا تھا اور توکل علی اللہ کی جو بے مثال نظیر قائم کی تھی وہ تاریخِ انسانی میں قربانی کا ایک درخشاں ترین نمونہ ہے۔

پھر حضرت ہاجرہ نے اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر جس صبر و شکر کا مظاہرہ کیا وہ قیامت تک اہلِ عزیمت کو ایک تازہ ولولہ عطا کرتا رہے گا۔ قربانی، توکل، صبر و شکر اور تسلیم و رضا کے اس عظیم مظاہرے کو اوراقِ تاریخ میں دوام عطا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پہاڑیوں (صفا و مروہ) کو شعائر اللہ قرار دیا اور حضرت ہاجرہ کی ادائے سعی کو حج و عمرہ کا حصہ قرار دے کر ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا۔

صفا اور مروہ کے تاریخی ادوار:

اسلام سے قبل عربوں نے ان دونوں پہاڑیوں پر ''اساف'' اور ''نائلہ'' نام کے دو بت رکھ دیئے تھے۔ عرب ان پر چڑھاوے چڑھاتے اور قربانیاں کرتے تھے اور حج کے موقع پر سعی بھی کرتے تھے جس کے سبب سے ان شعائر کا نہ صرف شعائر ابراہیمی میں سے ہونا مشتبہ ہو گیا تھا بلکہ یہ اعلانیہ شرک و بت پرستی کے مظہر بھی بن گئے تھے۔

اسلام آنے کے بعد یہاں سے بت ہٹا دیئے گئے، لیکن صحابہ کرام کو ان کے درمیان سعی کرنا ناگوار گزرا کہ

Marfat.com

کہیں یہ مشرکوں کی نقل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ اللہ کی مقدس نشانیوں میں سے ہیں، پس جو حج یا عمرہ کرے اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا کہ وہ ان کے درمیان چکر لگائے۔

چنانچہ آپ نے سعی کا آغاز صفا سے کیا اور وادی کی نشیبی جگہ پر تیزی سے چلے۔ آج کل اس کی علامت کے لئے سبز ٹیوبیں روشن کر دی گئی ہیں اور دیواروں پر سبز رنگ کی پٹیوں سے اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اسی جگہ کے پہلو میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا گھر تھا اور تاریخ کے مختلف ادوار میں اس گھر کی اصلاح و مرمت ہوتی رہی یہاں تک کہ ۱۳۷۶ھ میں صفا و مروہ کے درمیان اس جگہ کی توسیع ہوئی تو اس مکان کو منہدم کر کے اس کی یادگار کے طور پر ''باب العباس'' کے نام سے ایک دروازہ بنا دیا گیا۔

صفا اور مروہ کے درمیان جہاں سعی کی جاتی ہے وہ غیر ہموار اور اونچی نیچی تھی، اس کی اصلاح و مرمت کا کام مختلف ادوار میں بارہا ہوا۔ مسجد حرام کی پہلی سعودی توسیع سے قبل مسعیٰ یعنی سعی کی جگہ مسجد سے علیحدہ تھی اور اس کا راستہ حرم شریف کے مشرقی پہلو میں تھا، اس راستے پر دورویہ دکانیں تھیں اور ایک شاندار بازار بھی تھا۔ ان کے درمیان ایک عمدہ سڑک تھی جس پر سعی کرنے والے سعی کرتے تھے اور خرید و فروخت کرنے والے خرید و فروخت کرتے تھے۔

سعودی حکومت نے عمارتوں اور دکانوں کو خرید کر اس انداز سے تعمیر کیا کہ مسعیٰ کو باقاعدہ مسجد حرام سے ملا دیا۔ حرم شریف کے مشرقی پہلو میں مسعیٰ ایک طویل نہایت خوبصورت دو منزلہ دالان کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اب وہ حرم شریف کا ایک حصہ ہے۔

دالان کی دونوں منزلیں سنگ مرمر کے عمدہ فرش سے مزین ہیں، دالان کشادہ ہیں اور انہیں آنے جانے والے راستوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ دونوں راستوں کے درمیان ایک عمدہ ریلنگ بنا دی گئی ہے جہاں پر کمزور اور معذور لوگوں کو وہیل چیئر Wheel Chair کے ذریعے سعی کرائی جاتی ہے۔

مسعیٰ کی لمبائی ۳۹۴۔۵ میٹر اور چوڑائی بیس میٹر ہے۔ پہلی منزل کی بلندی تقریباً بارہ میٹر اور دوسری منزل کی بلندی نو میٹر ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان مسعیٰ کی دوسری منزل پر جانے کے لئے متحرک سیڑھیوں اور لفٹوں کا انتظام کیا گیا ہے۔

۱۴۲۷ھ کے حج کے بعد خادم حرمین شریفین شاہ عبداللہ کی ہدایات کی روشنی میں مسعیٰ کے جدید توسیعی منصوبے پر عمل شروع ہو جائے گا جس کے مطابق مسجد الحرام کے مشرقی صحنوں کی طرف توسیع ہوگی۔ نیا منصوبہ موجودہ مسعیٰ کے بالمقابل اور مشرقی صحن سے ملا ہوا ہوگا اور صفا و مروہ پہاڑیوں کی نشاندہی کا کام سربرآوردہ علماء بورڈ، خادم الحرمین الشریفین حج ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور مشاعر مقدسہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی اور ماہرین کے تعاون و اشتراک سے انجام دیا گیا۔ عازمین حج و عمرہ کی روزانہ افزوں تعداد کے پیش نظر مسعیٰ کی جدید توسیع ناگزیر تھی۔ یاد رہے کہ پہلی سعودی توسیع ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء (بیس سال میں مکمل ہوئی تھی) کے بعد سوائے چھت پر سعی کی جگہ کے مزید کوئی توسیع نہیں ہوئی تھی۔

منیٰ:

منیٰ ایک تنگ وادی میں واقع ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف جاتی ہے اور چاروں طرف سے سنگ خارا کی خشک پہاڑیوں سے جنہیں ''اخشبین'' یا ''اخاشب'' کہتے ہیں گھری ہوئی ہے۔ اس کے شمال کی طرف ایک پہاڑی ہے جسے ثبیر کہتے ہیں۔

اس نام کی عام اور مشہور وجہ یہ ہے کہ ''منیٰ'' بمعنی ''یمنی الدماء'' یعنی ایسی جگہ جہاں قربانی کے جانوروں کا خون بہایا جاتا ہے۔ چونکہ حجاج کرام اپنی قربانی کے جانوروں کو منیٰ کے ایک حصہ میں (جسے منحر کہتے ہیں) ذبح کرتے ہیں اور خون بہاتے ہیں اس لئے اس مناسبت سے اس جگہ کا نام منیٰ پڑ گیا ہے، ویسے سارے حرم میں قربانی ہوسکتی ہے اور منیٰ بھی حدودِ حرم میں داخل ہے۔

منیٰ کے حدود شرعی طور پر ''بطن محسر'' سے ''جمرۃ العقبۃ'' تک ہیں۔ جمرۃ العقبہ کے بعد کی جگہ منیٰ میں شمار نہیں کی جاتی۔ ''بطن محسر'' بجانب مشرق مزدلفہ کے رُخ پر ایک وادی ہے اور جمرۃ العقبہ بجانب مغرب مکہ مکرمہ کی سمت ایک گھاٹی ہے۔ بطن محسر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جو نہ تو منیٰ کا حصہ ہے اور نہ مزدلفہ کا بلکہ دونوں کے درمیان شمال سے جنوب کی طرف جاتی ہے۔ یہ دونوں کے درمیان حد فاصل ہے اس لئے اس میں نہ وقوف مزدلفہ جائز ہے اور نہ وقوفِ منیٰ۔ یہاں سے جلدی گزرنا چاہئے کیونکہ یہاں اصحابِ فیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔

منیٰ کا فاصلہ مسجد حرام سے بجانب مشرق سات کلومیٹر ہے جبکہ سرنگ کے راستے پیدل صرف چار کلومیٹر ہے۔ منیٰ ہی میں (جبکہ ایک روایت کے مطابق مروہ کے مقام پر) حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لئے لے گئے تھے۔ اسی مقام پر تین جگہ شیطان رکاوٹ بنا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے کنکریاں ماریں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتِ ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے ان ہی تین مقامات پر کنکریاں ماریں اور اس کے بعد قربانی کے جانور ذبح کئے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر حاجی پر ''رمی جمرات'' کا عمل واجب ہے اور متمتع اور قارن (یعنی حج تمتع اور حج قران کرنے والے) پر قربانی واجب ہے جبکہ مفرد (یعنی حج افراد کرنے والے) کے لئے قربانی مستحب ہے۔

منیٰ حج کے دنوں میں بہت آباد ہو جاتا ہے۔ آٹھ ذی الحجہ کو حجاج صبح سے یہاں پہنچ جاتے ہیں اور آٹھویں، دسویں، گیارہویں، بارہویں اور کبھی کبھی تیرہویں ذی الحجہ کے ایام یہاں گزارتے ہیں۔ درمیان میں نویں ذی الحجہ کا دن عرفات میں اور نویں و دسویں ذی الحجہ کی درمیانی شب مزدلفہ میں گزارتے ہیں۔

منیٰ پہلے تو ایک غیر آباد جگہ تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہاں بہت سی عمارتیں بنتی گئیں جن میں سے کچھ تو حجاج کے آرام و مصالح کے لئے اور کچھ وہ ہیں جو مکہ مکرمہ کے امراء نے اپنی تفریح و آرام کے لئے بنا رکھی ہیں۔ اب مکہ مکرمہ کی آبادی اس قدر پھیل گئی ہے کہ منیٰ کا علاقہ مکہ مکرمہ سے مل گیا ہے۔

Marfat.com

حجاج کرام کی کثرت کی بناء پر منیٰ کی جگہ تنگ پڑ گئی تھی۔ سعودی حکومت نے منیٰ کے پہاڑوں کو کاٹ کر اور اونچی نیچی جگہ کو ہموار کر کے خیموں کی جگہ میں اضافہ کیا ہے، بڑے منظم طریقہ پر سڑکوں، سرنگوں اور پلوں کا جال بچھا دیا ہے، فائر پروف خیمے نصب کئے ہیں، جگہ جگہ وضوخانوں، طہارت خانوں کا انتظام کیا ہے اور شفاخانے قائم کئے ہیں۔

منیٰ میں سب سے اہم جگہ مسجد خیف ہے جس میں بہت سے انبیاء کرام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا کیں۔ یہ منیٰ کے جنوبی پہاڑ کے دامن میں ہے اور جمرۃ الاولیٰ کے نزدیک ہے۔ یہ مسجد پہلے چوکور اور کھلے سائبان کی ایک مسجد تھی اور درمیان میں ایک قبہ بنا ہوا تھا۔ یہ اسی جگہ واقع ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی مگر اب اس کی جگہ ایک وسیع، جدید اور نہایت ہی خوبصورت مسجد بن گئی ہے۔ ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء میں اس کی تعمیر و توسیع کا کام مکمل ہوا۔ مسجد سے متصل وضوخانوں اور طہارت خانوں کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا گیا ہے۔

مسجد خیف کے جنوب میں مسجد کے پیچھے پہاڑ کے اس حصہ پر جو یمن کی سمت میں ہے ایک غار ہے جو غار مرسلات کے نام سے مشہور ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس غار میں تھے کہ آپ پر سورۃ المرسلات نازل ہوئی۔

منیٰ ہی کے ایک پہاڑ کے دامن میں نبوت کے بارہویں سال حج کے دنوں میں عقبہ کے قریب رات کے وقت مدینہ منورہ سے بارہ حضرات نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے معروف ہے۔

☆☆☆

جن کے لیے آب زمزم ظاہر ہوا

(سیدنا اسماعیل اور سیدہ ہاجرہ)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھی:

۱۔ سیدہ سارہ۔ ۲۔ سیدہ ہاجرہ۔

دوسری بیوی سیدہ ہاجرہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جاؤ اسمٰعیل اور اس کی والدہ کو سرزمین عرب مکہ معظمہ میں چھوڑ آؤ وہ اپنی بیوی کو لے کر مکہ معظمہ تشریف لے آئے اور کعبہ شریف کے قریب لا کر چھوڑ دیا۔ پھر یہ دعا کی:

''اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دیجئے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے محفوظ رکھئے ان بتوں کے ذریعہ بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں، میں ان لوگوں سے بیزار ہوں، جو شخص میرا اتباع کرے، توحید کی راہ پر چلے وہ میرا ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرے وہ میرا نہیں ہے، آپ اسے

Marfat.com

ہدایت دے کر مغفرت کے راستے پر ڈال سکتے ہیں اور اس پر رحم فرما سکتے ہیں، ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ میں آپ کے معظم گھر (کعبہ شریف) کے قریب اس وادی (میدان) میں اپنی بعض اولاد کو چھوڑ رہا ہوں یہ میدان کھیتی والا نہیں ہے حکم کی تعمیل میں یہاں قیام کرا رہا ہوں، آپ میری اس ذریت کو اور اس کی نسل کو ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق دیجئے میں انہیں یہاں اس لیے چھوڑ رہا ہوں کہ نماز قائم کریں، میری نسل کے یہ لوگ خود بھی دین پر چلنے والے بنیں اور دوسروں کے لیے بھی مقتدا بن جائیں، لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دیجئے تا کہ ایمان اور اعمال صالحہ سیکھ سکیں۔"

یہ تو ان کی دینی زندگی کے لیے دعا کی اور دنیاوی زندگی اور غذا کے لیے یوں دعا کی:

"اے ہمارے رب! انہیں پھل عطا فرمانا تا کہ یہ شکر گزار ہوں گو یہ جگہ ایسی ہے جہاں چٹیل میدان ہے اور ہر طرف سنسان ہے، لیکن آپ اپنی قدرت کاملہ سے ان کو پھل نصیب فرمائیں۔"

اللہ جل شانہٗ نے ان کی دعائیں قبول فرمائیں، ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جنہیں مکہ معظمہ میں چھوڑ گئے تھے اور ان کی نسل کو ایمان سے اور اعمال صالحہ سے مالا مال فرمایا اور انہیں مقتدا ہونے کی شان بھی عطا فرمائی ان کی طرف لوگ کھنچ کھنچ کر آنے لگے نیز انہیں رزق بھی خوب عطا فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ایسی قبول فرمائی کہ دنیا بھر سے مکہ معظمہ میں پھل آتے ہیں اور وہاں کے مقامی حضرات اور حجاج اور زائرین سب ہی کھاتے ہیں۔

مکہ معظمہ کے قریب ہی شہر طائف آباد ہے اور وہ سرسبز و شاداب علاقہ ہے ہمیشہ وہاں سے طرح طرح کے پھل مکہ معظمہ پہنچتے رہے ہیں اور دنیا کے تمام اطراف و اکناف سے مکہ معظمہ میں طرح طرح کے پھل آرہے ہیں۔ شاید دنیا کا کوئی پھل ایسا نہ بچا ہو جو مکہ معظمہ نہ پہنچا ہو۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ثمرات کے عموم میں درختوں کے پھلوں کے علاوہ مشینوں کی پیداوار اور دستکاریوں سے حاصل ہونے والا سامان بھی داخل ہے۔ مکہ کی سرزمین میں نہ کاشت ہے، نہ شجرکاری ہے اور نہ صنعت کاری لیکن پھر بھی اس میں دنیا بھر کے ثمرات اور طرح طرح کی مصنوعات ملتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنی بیوی اور بچے کو مکہ کے پہاڑوں میں چھوڑ دیں، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ کی چٹیل زمین میں چھوڑ کر واپس فلسطین تشریف لے گئے اور ان کے گزارے کے لیے ایک تھیلے میں کچھ کھجوریں اور مشکیزے میں پانی رکھ دیا، جب واپس ہونے لگے تو ان کی اہلیہ پیچھے ہولیں اور کہنے لگیں کہ ہمیں یہاں چھوڑ کر آپ کہاں جا رہے ہیں، یہاں نہ آدم ہے نہ آدم زاد نہ اور کوئی چیز ہے، انہوں نے کئی بار یہ سوال کیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش رہے، آخر میں اس مومنہ خاتون نے کہا: کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں اس پر وہ کہنے لگیں کہ پھر تو اللہ ہمیں ضائع نہ فرمائے گا، جب مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا تو وہ پانی کی تلاش میں نکلیں، سات مرتبہ صفا مروہ پر آنا جانا کیا یہاں تک کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے بچہ کے قریب فرشتے کی ایڑی مارنے سے چشمہ جاری فرما دیا دونوں ماں بیٹے وہیں رہتے رہے، پھر قبیلہ بنی جرہم بھی وہاں آ کر آباد ہو گیا، یہ قبیلہ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ کی مقبولیت کا اولین مصداق تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی اپنی بیوی اور بچہ کی خبر لینے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے تو بنی جرہم میں ان کی شادی بھی ہو گئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے دونوں باپ بیٹوں نے مل کر کعبہ شریف تعمیر کیا جسے پہلے فرشتوں نے پھر آدم علیہ السلام نے بنایا تھا، پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا اس کی وجہ سے دیواریں مسمار ہو گئی تھیں اور عمارت کا ظاہری پتہ بھی نہ رہا تھا، جس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا چونکہ اس جگہ کے قریب اپنی بیوی اور بچہ کو چھوڑا تھا اس لئے دعا میں یوں عرض کیا:

((اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ))

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیوی اور بچے سے رخصت ہو کر آگے بڑھے تو قبلہ رخ ہو کر ایسی جگہ کھڑے ہوئے، جہاں سے کعبہ شریف کی اٹھی ہوئی جگہ نظر آتی تھی جو ٹیلہ کی شکل میں تھی اور بیوی بچہ نظر سے اوجھل تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ دعا کی جو آیت شریفہ میں مذکور ہے۔

یہ تو معلوم تھا کہ یہاں اللہ کا گھر ہے لیکن خصوصی طور پر متعین کر کے جگہ معلوم نہیں تھی، جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کعبہ شریف بنانے لگے تو انہیں متعین طور پر کعبہ شریف کی جگہ بتا دی گئی جسے سورۂ حج کی آیت کریمہ: وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ میں بیان فرمایا۔

جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا حضرت ابراہیم علیہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں اہل ایمان رہے اور مکہ معظمہ میں بستے رہے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، اہل مکہ مشرک ہو گئے بتوں کی پوجا کرنے لگے اور کعبہ شریف تک میں بت رکھ دیئے۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے، آپ نے توحید کی دعوت دی اور توحید کو پھیلانے اور شرک کو مٹانے کے لیے بڑی بڑی محنتیں کیں اور قربانیاں دیں جس کی وجہ سے اہل مکہ پھر توحید پر آ گئے اور دنیا بھر کے قلوب ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور کعبہ شریف بتوں سے پاک وصاف ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا کہ میں نے اپنی ذریت کو اس وادی میں آپ کے گھر کے پاس ٹھہرایا ہے جہاں کھیتی نہیں ہے اور ساتھ ہی لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ بھی کہا تا کہ وہ نماز قائم کریں اس سے نماز قائم کرنے کی اہمیت معلوم ہوئی جو ایمان کے بعد افضل الاعمال ہے۔ انہوں نے بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا:

((رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ))

"اے میرے رب! مجھے نماز قائم رکھنے والا رکھیئے اور میری ذریت میں سے بھی نماز قائم کرنے والے پیدا فرمایئے۔"

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اول تو بنی جرہم کو مکہ معظمہ میں بسا دیا، انہیں میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی، پھر ان کی نسل چلی اور بڑھی جن میں خاتم النبین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں، آپ سارے عالم کے مقتدا ہیں، آپ مکہ معظمہ ہی کی سرزمین میں پیدا ہوئے اور وہیں نبوت سے سرفراز ہوئے، آپ کی دعوت توحید کا پہلا مرکز مکہ معظمہ ہی تھا آپ سے اور آپ کی اولاد و اصحاب سے سارے عالم میں ایمان پہنچا جن کی طرف پورے عالم کے قلوب متوجہ ہو گئے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی مقبولیت کا مظاہرہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا:

((وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ))

''انہیں پھلوں میں سے رزق عطا فرمانا تا کہ وہ شکر ادا کریں۔''

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں بارہ دفعہ مذکور ہے۔ اور وہ مقامات یہ ہیں:

سورت	آیت نمبر	سورت	آیت نمبر
البقرة	۱۲۵، ۱۲۷، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۴۰	ابراهيم	۳۹
آل عمران	۸۴	مريم	۵۴
النساء	۱۶۳	الانبياء	۸۵
الانعام	۸۶	صٓ	۴۸

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''کافروں نے ابراہیم کے خلاف بڑی سازشیں کیں لیکن ہم نے ان (کافروں) کو ذلیل وخوار کیا۔ ابراہیم نے کہا: ''میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں، ان شاء اللہ وہ مجھے راہ راست پر چلائے گا۔ اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔ ہم نے اسے ایک بردبار بیٹے کی خوشخبری دی۔ پھر جب وہ بیٹا اس کے ساتھ کام کاج کرنے اور دوڑنے بھاگنے کے قابل ہو گیا تو ابراہیم نے کہا: ''اے بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، بتا تیرا کیا خیال ہے؟'' بیٹے نے کہا: ''ابا جان! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریں۔ ان شاء اللہ مجھے صابر پائیں گے۔ پھر جب وہ دونوں (باپ بیٹا) اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے فرماں بردار ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو پہلو کے بل لٹا لیا تو ہم نے پکارا: ''ابراہیم! تو نے واقعتاً خواب سچا کر دکھایا۔'' ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ ہم نے اسماعیل کی جان بچالی اور اس کی یادگار کے طور پر عظیم قربانی رائج کی اور بعد میں آنے والوں کی زبان پر اس کی اچھی تعریف جاری کی۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔'' (الصافات: ۹۸ تا ۱۱۰)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

''ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے مرکز اور گہوارۂ امن بنایا۔ تم مقامِ ابراہیم کے پاس نماز پڑھا کرو۔ ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع وسجدہ میں مشغول رہنے والوں کے لیے پاک صاف رکھا کرو۔

ذرا تصور کیجیے جب ابراہیم نے دعا کی تھی ''اے میرے پروردگار! اس جگہ کو پُر امن شہر بنا دینا اور یہاں رہنے والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرمانا، خصوصاً جو لوگ اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو شخص کفر کرے گا میں اسے بھی کچھ دیر کے لیے یہ فوائد عطا کروں گا، پھر اسے (موت کے بعد) آگ کے عذاب کی طرف کھینچ لاؤں گا۔ اور یہ بدترین ٹھکانا ہے۔'' اس وقت کو یاد کیجیے جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے (اور ساتھ ساتھ دعا کرتے تھے) ''اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ کام قبول فرما۔ بلاشبہ تو ہی خوب سننے جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک ''اُمت مسلمہ'' پیدا فرما اور ہمیں مناسکِ حج سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بلاشبہ تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (البقرہ: ۱۲۵ تا ۱۲۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین دن متواتر یہ خواب دیکھا کہ حضرت اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں۔ بالآخر اس خواب کی حقانیت پر یقین ہو گیا اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے کعبۃ اللہ کے قریب لے گئے، جب ذبح کا کامل ارادہ کر لیا اور بیٹے سے پوچھا:

((یا بنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحك فانظر ماذاتریٰ))

''اے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔؟''

بیٹے نے عرض کیا:

((یاابت افعل ماتؤمر ستجدنی انشاء الله من الصابرین))

''اے اباجان! کر گزریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، انشاءاللہ! آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔''

پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل کے گلے پر چھری رکھ دی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت اسماعیل کو اٹھا لیا اور ان کی جگہ جنتی دنبہ رکھ دیا، حضرت ابراہیم نے زور سے چھری چلائی جب خون جاری دیکھا تو مذبوح کی جانب غور کیا کہ وہ تو دنبہ ہے، دوسری طرف دیکھا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام مسکرا رہے تھے اور ان کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فلما اسلما وتله للجبین))

''جب دونوں نے ہمارا فیصلہ خوشی سے مان لیا اور ابراہیم نے اسماعیل کو منہ کے بل لٹا لیا۔''

تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی:

Marfat.com

((یا ابراھیم قد صدقت الرءیا))

"اے ابرہیم! آپ نے خواب سچ کر دکھایا ہے۔"

اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے مل کر کعبۃ اللہ تعمیر کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ اور ان کی والدہ محترمہ بیت اللہ کے ساتھ حجر (حطیم) میں مدفون ہیں۔

یادگارہ ابراہیم واسماعیل (قربانی کی سنت):

ذوالحجہ کے مہینہ میں مسلمانوں کے لیے حج اور قربانی دو بڑی بابرکت خوشیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ اور یہ دونوں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی سنت ہیں۔ حج اور قربانی دونوں عبادتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق پختہ کرنے کا بڑا موثر ذریعہ ہیں اور ساری دنیا کے مسلمان اپنے اپنے حصہ کے مطابق ان کی برکات سے مستفید ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان عدۃ الشھور عنداللہ اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض))(التوبۃ)

"بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں، جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا کیے۔"

اسلامی احکامات میں جو بارہ مہینے معتبر ہیں اور لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

محرم	صفر
ربیع الاول	ربیع الثانی
جمادی الاولیٰ	جمادی الاخریٰ
رجب	شعبان
رمضان	شوال
ذی العقدہ	ذی الحجۃ

امام قرطبی لکھتے ہیں:

((وانہ سبحانہ وضع ھذہ الشھور وسماھا باسماء ھا))

"اللہ تعالیٰ نے ان مہینوں کو مقرر فرمایا اور ان کے نام رکھے۔" (قرطبی، صفحہ ۱۲۲، جلد ۸)

ان بارہ مہینوں میں چار مہینے خصوصی ادب اور حرمت والے ہیں، جیسا کہ اسی آیت میں ارشاد ہے:

((ومنھا اربعۃ حرم))(التوبۃ:۳۶)

''اور ان میں سے چار مہینے ادب والے ہیں۔یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب''

ان مہینوں میں جنگ وجدال اور لڑائی جھگڑے کی سخت ممانعت ہے، یہ معاملہ زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے چلا آرہا ہے اور اسلام نے بھی اسے قائم ودائم رکھا۔

ذی الحجہ کا مہینہ ان ہی چار محترم مہینوں میں سے ایک ہے۔

غور کریں تو قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس مہینے کے ساتھ دس اہم ترین احکام جڑے ہوئے ہیں۔وہ دس احکامات یہ ہیں:

1: حج بیت اللہ۔

2: قربانی۔

3: عیدالاضحیٰ۔

4: تکبیرات تشریق۔

5: عشرہ ذی الحجہ کے روزے۔

6: یوم عرفہ کا روزہ۔

7: چار ایام میں روزہ کی حرمت۔

8: لیالی عشر کی فضیلت۔

9: بال اور ناخن نہ کٹوانا۔

10: گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام۔

احکام عشرہ......حج بیت اللہ: حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ لازم ہے اور یہ عبادت صرف اسی مہینے کے مخصوص ایام میں ادا کی جاسکتی ہے۔

احکام عشرہ......قربانی: یہ عبادت صرف اسی مہینے کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کو ادا کی جاسکتی ہے۔

احکام عشرہ......عیدالاضحیٰ: قربانی، نماز، خوشی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو دعوت کا دن اسی مہینے میں ہے۔

احکام عشرہ......تکبیرات تشریق: ذی الحجہ کے مہینے کی ۹ تاریخ کی فجر سے لے کر ۱۳ کی عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیرات پڑھنا واجب ہے۔تکبیرات تشریق یہ ہیں:

((الله اکبر الله اکبر لااله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد))

احکام عشرہ......عشرہ ذی الحجہ کے روزے: اس مہینے کے پہلے نو دنوں میں روزے رکھنے کا بڑا اجر وثواب ہے۔

احکام عشرہ......یوم عرفہ کا روزہ: اس مہینے کی نو تاریخ جسے یوم عرفہ کہا جاتا ہے، اس کا روزہ رکھنے کا خاص اجر حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

احکام عشرہ...... چار ایام میں روزہ کی حرمت: اس مہینے کے چار دن، یعنی دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ کو روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔

احکام عشرہ...... لیالی عشر کی فضیلت: اس مہینے کی پہلی دس راتوں کی بڑی فضیلت ہے۔

احکام عشرہ...... بال اور ناخن نہ کٹوانا: جن افراد نے قربانی کرنی ہو ان کے لیے سنت ہے کہ وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی ذبح ہونے تک اپنے بال اور ناخن نہ تراشیں۔ (یہ حکم مستحب ہے)

(راوی سیدہ عائشہ۔صحیح مسلم)

احکام عشرہ...... گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام: چونکہ یہ مہینہ حرمت والا مہینہ ہے اس لیے اس میں ظلم اور گناہ سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا لازم ہے۔

ذوالحجہ کے مہینہ کی اور بالخصوص پہلے دس دنوں کی بڑی فضیلت قرآن وحدیث میں آئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ویذکرو اسم اللہ فی ایام معلومات))

''اور معلوم دنوں میں وہ اللہ کا ذکر کریں۔'' (سورۃ حج)

اس آیت مبارکہ میں ایام معلومات سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔ (صحیح بخاری وتفسیر ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مامن ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ من ھذہ الایام العشرۃ قالوا یارسول اللہ و الاالجھاد فی سبیل اللہ قال و لا الجھاد فی سبیل اللہ الا رجل خرج بنفسہ ومالہ فلم یرجع من ذالک بشیء))(صحیح بخاری)

''بقرعید کے دس دنوں میں جس قدر نیک عمل اللہ کو محبوب ہے اس سے زیادہ کسی زمانے میں بھی محبوب نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان دنوں کی عبادت سے افضل نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی ان ایام کی عبادت سے افضل نہیں، مگر یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور مال لیکر نکلے اور ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ لوٹے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

(مامن ایام احب الی اللہ ان یتعبدلہ فیھا من عشرۃ ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنتہ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر))

(سنن ترمذی، ابن ماجہ)

''جس قدر اللہ تعالیٰ کو ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کی عبادت پسند ہے اتنی کسی اور زمانے کی نہیں۔ ان دس دنوں میں روزہ رکھنے سے ایک روزہ کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ملتا ہے اور ان دنوں کی راتوں میں قیام کرنے سے شب قدر میں قیام کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔''

Marfat.com

محدثین ومفسرین کرام فرماتے ہیں:

''رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی راتیں متبرک ہیں کیونکہ ان میں لیلۃ القدر ہے اور ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کے دن متبرک وافضل ہیں، کیونکہ ان میں یوم عرفہ ہے۔''

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کی نویں تاریخ کے روزہ کے بارے میں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے ایک سال اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا۔ اور فرمایا:

''محرم کی دسویں تاریخ کے روزہ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا۔'' (صحیح مسلم)

قربانی اسلام کا ایک عظیم اور بے حد فضیلت والا حکم ہے۔ ہر زمانے میں مسلمانوں نے انتہائی عقیدت اور اہتمام کے ساتھ اس حکم کو پورا کیا ہے اور پورا پورا سال اس کی تیاری اور انتظام کیا ہے۔ مگر اب ملحدین اور نام نہاد روشن خیالوں نے مسلمانوں کے دلوں سے قربانی کی اہمیت کم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے، اس لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی اہمیت اور فضیلت پوری قوت کے ساتھ بیان کی جائے اور انہیں ملحدین کے ناپاک پروپیگنڈے سے محفوظ رکھا جائے۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری چلادی اور عشق کے امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ آج ہم سے بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کا تقاضہ نہیں کیا گیا بلکہ اپنے پاکیزہ مال سے ایک حلال جانور خرید کر ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم پورے ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ اس حکم کو پورا کریں اور اس میں بڑھ چڑھ کر سبقت کریں۔

اس حدیث میں وضاحت ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی سے زیادہ افضل کوئی عمل نہیں اور یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ قربانی کا جانور قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں پہنچ جائے گا اور قربانی کرنے والے کے لیے نجات کا سبب بنے گا۔

اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت یا پوست نہیں پہنچتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی حاجت نہیں، اس کے ہاں اخلاص اور نیک نیتی پر ثواب ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((لن ينال الله لحومها ولا دماء ها ولكن يناله التقوىٰ منكم كذالك سخرها لكم لتكبر والله علىٰ ما هداكم وبشر المحسنين))

''اللہ تعالیٰ کو نہ تو تمہاری قربانی کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی خون، لیکن اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح ہم نے ان (جانوروں) کو تمہارے لیے مسخر کردیا، تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت سے نوازا اور محسنین کو خوشخبری دے دیجئے۔'' (سورۃ حج، آیت نمبر 37)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ماعمل ابن ادم من عمل یوم النحر احب الی الله من اهراق الدم وانه لیاتی یوم القیامة بقرونهاو اشعارها و اظلافها و ان الدم لیقع من الله بمکان قبل یقع بالارض فطیبو بهانفساً))

''یوم النحر یعنی قربانی کے دن اولاد آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی والا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! پوری خوشدلی کے ساتھ قربانی کرو۔'' (جامع ترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ماانفقت الورق فی شیء احب الی الله من نحر ینحر فی یوم عید))

''عید کے دن قربانی کا جانور خریدنے کے لیے پیسے خرچ کرنا اللہ کے ہاں اور کاموں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔'' (الطبرانی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا:

((یارسول الله ماهذاه الاضاحی قال سنة ابیکم ابراهیم علیه السلام قالو ا فما لنا فیها یارسول الله قال بکل شعرة حسنة قالوا فالصوف یارسول الله قال بکل شعرة من الصوف حسنة))

''یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔''

صحابہ نے عرض کیا: ہمارے لیے ان میں کیا اجر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ صحابہ نے عرض کیا: اون کا بھی یہی حساب ہے؟ فرمایا: ہاں اون کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی۔ (مسند امام احمد بن حنبل وسنن ابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یا فاطمة قومی فاشهدی اضحیتك فان لك باول قطرة تقطر من دمها مغفرة لکل ذنب امام انه یجاء بدمها ولحمها فیوضع فی میزانك سبعین ضعفا فقال ابوسعید یارسول الله هذالال محمد خاصة فانهم اهل لما خصوابه من الخیر اولال محمد وللمسمین عامة؟ فقال لال محمد خاصة وللمسلمین عامة))(ترغیب وترهیب)

Marfat.com

"اے فاطمہ! جاؤ اپنی قربانی پر حاضری دو کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، نیز وہ جانور اپنے خون اور گوشت سمیت لایا جائے گا اور پھر اس سے ستر گناہ زیادہ ثواب تمہارے میزان میں رکھا جائے گا۔ حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ آل محمد کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ وہ اس کار خیر کے زیادہ مستحق ہیں یا آل محمد اور تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ آل محمد کے لیے بطور خاص ہے اور مسلمانوں کے لیے عام۔"

☆ جتنے مال پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اتنے مال پر قربانی کرنا واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو تو قربانی واجب تو نہیں ہے، لیکن اگر پھر بھی کر دے تو بہت ثواب پائے گا۔

☆ مزید وضاحت: جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوۃ واجب ہو یا اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے جتنی قیمت پر زکوۃ واجب ہے، جس کا کم نصاب ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت ہے، تو اس پر قربانی واجب ہے۔ چاندی آج تقریباً ایک ہزار روپے تولہ ہے، یعنی اگر کسی کے پاس باون، پچپن ہزار روپے ہوں تو اس پر قربانی لازم ہے۔

☆ اس مال کا سامان تجارت ہونا بھی ضروری نہیں ہے اور نہ اس پر ایک سال کا گزرنا ضروری ہے۔

☆ جن عورتوں کے پاس مال و دولت ہے اور وہ نصاب یا اس سے زائد ہے اور ضرورت اصلیہ کے علاوہ ہے یا زیورات وغیرہ ہیں تو ان پر اپنی طرف سے قربانی کرنا لازم ہے۔

☆ جب کسی کے پاس زائد از ضرورت باون، پچپن ہزار روپے ہوں یا زائد سامان اتنی رقم کا پڑا ہو تو اس پر اپنی طرف سے اپنے نام کی قربانی کرنا واجب ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنا واجب ضرور ادا کرے۔

☆ جس پر قربانی واجب ہے وہ اگر اپنے والدین یا کسی اور رشتہ دار کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ دو ۲ قربانیاں کرے، ایک اپنی طرف سے اور دوسری ان کی طرف سے۔

☆ جس پر قربانی واجب ہو وہ اگر کسی اور کے نام کی قربانی کر دے تو اس کی طرف سے یہ قربانی قبول نہ ہوگی، اسے دوبارہ اپنی طرف سے قربانی دینا واجب ہوگا۔

☆: ایک گھر میں باپ اور اولاد اکٹھی رہتے ہیں اور سب صاحب نصاب ہیں تو ہر ایک پر الگ الگ قربانی واجب ہے۔

☆ اگر کسی پر قربانی واجب نہ تھی اور اس نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا تو اس پر قربانی واجب ہوگئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من وجد سعة لان یضحیٰ فلم یفس فلا یحضر مصلانا))

"جس شخص نے وسعت کے باوجود قربانی نہ کی تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب مت آئے۔"

(الترغیب والترہیب)

حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سینگوں والے خصی مینڈھے اپنے دست مبارک سے ذبح فرماتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھتے۔ (صحیح بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھو کو قبلہ رخ لٹا کر یہ دعا پڑھی:

((انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض علیٰ ملة ابراهيم حنيفا وماانا من المشركين ان صلوتی ونسكی ومحياى ومماتی لله رب العالمين لا شريك له وبذالك امرت وانا اول المسلمين اللهم منك ولك عن محمد وامته (یہاں اپنا نام لے) بسم الله والله اكبر))

یہ پڑھ کر آپ نے ان مینڈھوں کو ذبح فرمایا۔ (ابن ماجہ، باب اضاحی رسول اللہ)

مسئلہ: قربانی کرنے کے ایام صرف تین ہیں:

((عن سلمة بن اكوع قال قال النبی ﷺ من ضحی منكم فلا يصبحن بعد ثالثة وبقی فی بيته منه شیء))

(بخاری: جلد 2، صفحہ 835۔ مسلم: جلد 2، صفحہ 159)

''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص قربانی کرے، پس تیسری رات کے بعد اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ بچا ہوا موجود ہو۔''

((مالك عن نافع ان عبدالله ابن عمر قال الاضحی يومان بعد يوم الاضحی))(موطا امام مالك: 497)

''حضرت امام مالک نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قربانی ذوالحجہ کی دس کے دو دن بعد تک کی جاسکتی ہے (یعنی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ تک قربانی کی جاسکتی ہے)''

((مالك انه بلغه عن علی ابن ابی طالب مثل ذالك))(موطا امام مالک: ۴۹۷)

''حضرت امام امالک فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت علی سے صرف تین دن قربانی کرنے کی روایت پہنچی ہے۔''

((حدثنی ابو مريم سمعت اباهريرة يقول الاضحیٰ ثلثة ايام))

(محلی ابن حزم: جلد ۷، صفحہ ۳۷۷)

چار دن قربانی کے متعلق کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔ صحیح ابن حبان کی جس روایت (ابن حبان، جلد ۷ صفحہ ۶۲) کی جس روایت سے اس بات کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ چار دن قربانی کی جاسکتی ہے، اس روایت پر محدثین نے بہت جرح کی ہے اور بعض نے اسے منقطع بھی کہا ہے۔

Marfat.com

مسئلہ: قربانی کے تین دن اور دو راتیں ہیں۔
دن: دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ۔
راتیں: دس کے بعد والی رات اور گیارہ کے بعد والی رات۔
بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے تک قربانی کی جاسکتی ہے۔
دس ذوالحجہ کا دن قربانی کے لیے سب سے افضل دن ہے، پھر گیارہ اور پھر بارہ۔
نماز عید کی ادائیگی کے بعد قربانی کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اگر کسی جگہ نماز عید نہیں ہوتی یا وہ دیہات ہے کہ نماز عید شرعاً واجب نہیں یا وہاں پڑھی نہیں جاتی تو وہاں بعد از نماز فجر قربانی کی جاسکتی ہے۔

بہتر یہ ہے کہ قربانی دینے والا خود قربانی کو ذبح کرے۔ (سنن ابن ماجہ) اور اگر وہ کسی دوسرے سے ذبح کرائے تو بھی جائز ہے، لیکن بہتر ہے کہ ذبح کے وقت وہاں موجود ہو، اگر عورت ہو تو وہ پردہ کا اہتمام کرے۔

قربانی کا جانور اگر خرید کر زندہ صدقہ کر دیا تو قربانی ادا نہ ہوگی، ذبح کرنا ضروری ہے۔

اگر عید کے تین دن قربانی نہیں کر سکا تو اس کے بعد قربانی کا جانور صدقہ کر دے، یا اتنی رقم صدقہ کر دے۔

سنن ابی داؤد صفحہ ۳۸۸ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دیہات کے کچھ لوگ آئے اور وہ قربانی کے ایام تھے۔ آپ ﷺ نے قربانی کرنے والوں کو حکم دیا کہ تین دن سے زیادہ گوشت پاس نہ رکھیں۔ اگلے سال رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پچھلے سال تو ان غرباء کی وجہ سے یہ حکم دیا تھا کہ تین دن تک استعمال کر سکتے ہو، تاکہ سب کو گوشت کا حصہ مل جائے، لیکن اب کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وسعت پیدا کر دی ہے لہذا کھاؤ پیو اور ذخیرہ بھی کر لو۔ (راوی: عند عمرة بنت عبدالرحمٰن)

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کیا تھا تاکہ اس گوشت میں تم سب کے لیے گنجائش ہو جائے (قربانی کرنے والوں اور نہ کرنے والوں سب کو پہنچ جائے) لیکن اب اللہ تعالیٰ نے رزق میں گنجائش دیدی ہے، لہذا تم کھاؤ، پیو اور ذخیرہ کر کے رکھو اور صدقہ کر کے ثواب حاصل کرو۔ خبردار یہ دن کھانے، پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں۔

(سنن ابی داؤد، عن نبیشہ ہذلی)

بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اور اونٹنی کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ کسی جانور کی قربانی درست نہیں، خواہ وہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو، جیسے ہرن وغیرہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاتذبحوا لامسنتة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضان))

(صحیح مسلم)

"ایک سال کے جانور کی قربانی کرو جو دوسرے سال میں لگا ہو، البتہ چھ ماہ کا دنبہ ساتویں ماہ میں لگا ہو تو اس کی قربانی بھی کر دو۔"

Marfat.com

مسئلہ: بکری، بکرا، دنبہ اور بھیڑ ایک سال کے ہو، گائے، بیل، بھینس، بھینسا دو سال کے اور اونٹ کی عمر پانچ سال ہونی چاہیے۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا:

((ان تستشرف العین والاذن وان لا تضحیٰ بمقابلة ولا منابرة ولاشرقاء والاخرقاء))(ترمذی اور ابو داؤد)

"قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان خوب اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان چرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔"

اگر کسی نے قربانی کے لیے جانور خریدا اور اس میں عیب پیدا ہو گیا تو اگر قربانی دینے والا امیر ہے تو اس کی قربانی درست نہیں، وہ اور جانور خریدے اور قربانی کرے، لیکن اگر غریب ہے تو اسی کی قربانی دیدے۔

قربانی کے لیے ایسا جانور ہونا چاہیے کہ جو لنگڑا نہ ہو، کانا نہ ہو، مریض نہ ہو اور دبلا پتلا مریل نہ ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا ہی نہ رہا ہو۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

((عن البراء بن عازب ان رسول الله ﷺ سئل ماذا یتقی من الضحایا فاشار بیده فقال اربعاً العرجاء البین ظلعها والعوراء البین عورها والمریضة البین مرضها العحیفاء التی لا تنقی))

(موطا امام مالک، مسند احمد، سنن ترمذی)

اس حدیث کا مفہوم اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ: خصی جانور کی قربانی درست ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خصی جانور کی قربانی کی ہے، کیونکہ اس کا گوشت لذیذ اور عمدہ ہوتا ہے۔

بکرا، بکری مینڈھا یا دنبہ ایک شخص کی طرف سے کافی ہوتے ہیں، چاہے نر ہوں یا مادہ۔

اونٹ، گائے، بھینس چاہے نر ہوں چاہے مادہ ان کی قربانی میں سات سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے:

((نحرنا بالحدیبیة مع النبی ﷺ عن سبعة والبقرة عن سبعة))

(ابن ماجہ، باب عن کم تجزی البدنة والبقرة)

"ہم نے حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ اور سات آدمیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔"

قربانی کا گوشت تول کر تمام حصہ داروں میں برابر کا تقسیم کیا جائے گا۔

Marfat.com

جنہوں نے آب زمزم دوبارہ کھودا...... جناب عبدالمطلب

عبدِ مناف کے چار بیٹوں میں سب سے بڑے ہاشم اور سب سے چھوٹے مُطَّلِب تھے۔ ہاشم کی شادی عمرو بن لبید الخزرجی کی بیٹی سلمٰی کے ساتھ ہوئی۔ سلمٰی کے ہاں جب بچے کی ولادت کا وقت آیا تو ہاشم نے انہیں ان کے میکے یثرب بھیج دیا۔ جب مولودِ مسعود پیدا ہوا تو اس کے سر کے بالوں میں چند سفید بال تھے۔ اس لئے انہیں شیبہ یعنی بوڑھا کہا جانے لگا اور یہی نام تجویز ہوا۔ ہاشم تجارتی کارواں کے ہمراہ شام گئے اور راستے میں فوت ہو گئے۔ شیبہ اور ان کی والدہ سلمٰی یثرب میں رہنے لگے، ایک دن ایک آدمی وہاں سے گزرا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک بچہ نشانہ بازی کرتے ہوئے خود کو بطحاء کے سردار ہاشم کا بیٹا قرار دے رہا تھا۔ وہ مکہ آیا اور ہاشم کے بھائی مُطَّلِب کو بتایا کہ اس کا بھتیجا مدینہ میں برے حالات میں پرورش پا رہا ہے۔ مُطَّلِب گئے اور بھتیجے کو مکہ لے آئے مگر شیبہ کی والدہ نے مکہ آنے سے انکار کر دیا۔

مُطَّلِب جب مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے بچے کے بارے میں دریافت کیا۔ مُطَّلِب نے ایسے ہی کہہ دیا کہ یہ میرا غلام ہے جس پر پورے مکہ میں شیبہ کو عَبد المُطَّلِب کہا جانے لگا۔ مُطَّلِب نے لوگوں کو بعد میں بتایا بھی کہ یہ اس کے بھتیجے ہیں لیکن اب شیبہ کی عبد المُطَّلِب کے طور پر ہی شناخت پختہ ہو چکی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کا نام جمہور کے نزدیک شیبۃ الحمد ہے۔ پیدائش کے وقت سر میں ایک بال سفید تھا اس لئے شیبہ لقب پڑ گیا۔

حلبی کہتے ہیں کہ لوگ ان کی کثرت سے تعریف کیا کرتے تھے اس لئے ان کا نام شیبۃ الحمد پڑ گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا نام عامر تھا۔ ان کی کنیت ابو الحرث تھی۔

علی شیبۃ الحمد الذی کان وجھہٗ

یضیء ظلام الیل کالقمر البدری

''شیبۃ الحمد کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند رات کی تاریکی کو روشن کرتا ہے۔''

چنانچہ جوان ہو کر آپ نہایت وجیہ و جمیل اور خوبصورت نکلے، اس کے علاوہ آپ کو قدرت نے فہم و فراست سے خصوصی طور پر نوازا تھا۔ آپ میں وہ تمام خصوصیات موجود تھیں جو کسی قبیلہ کے سردار میں ہونی چاہئیں۔ اسی لئے آپ کو قبیلہ کی سرداری اور بیت اللہ کی ولایت سونپی گئی اور آپ ہی کے دور میں زمزم کا وہ کنواں جو عرصۂ دراز سے بند ہو کر گم ہو گیا تھا، دوبارہ برآمد ہوا جو آج تک انسانیت کی پیاس بجھا رہا ہے۔ نیز آپ کے زمانے میں بیت اللہ پر ابرہہ نامی بادشاہ کے حملے کا واقعہ پیش آیا تھا۔

زمزم کا کنواں کس طرح برآمد ہوا؟ اس کو معلوم کرنے سے قبل ہم اس کا پس منظر بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند جناب اسماعیل علیہ السلام اور اپنی اہلیہ حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کو مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ گئے تھے، اللہ کے حکم سے حضرت اسماعیل علیہ

السلام کی ایڑی سے اس شہرۂ آفاق چشمے کا ظہور ہوا، جسے زمزم کہا جاتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان مقدس ماں بیٹے کی پیاس بجھانے کا انتظام کیا اور ساتھ ہی ان کی تنہائی ختم کرنے کے لئے قبیلۂ جرہم کو وہاں بھیج دیا۔

قبیلۂ جرہم کا اصلی وطن یمن تھا۔ مشیت ایزدی سے یمن میں قحط پڑا۔ اس وجہ سے بنی جرہم معاش کی تلاش میں نکلے۔ اتفاق سے اثناءِ راہ میں اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ سے چاہِ زمزم کے قریب ملاقات ہوگئی۔ بنو جرہم کو یہ جگہ پسند آئی اور اسی جگہ قیام پذیر ہوگئے اور پھر بعد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی اسی قبیلہ میں ہوئی اور حضرت اسماعیل عمالقہ، جرہم اور اہلِ یمن کی طرف مبعوث ہوئے۔ ایک سو تیس سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ حطیم میں اپنی والدہ ماجدہ کے قریب مدفون ہوئے۔ اسماعیل علیہ السلام کے وصال کے بعد حسبِ وصیت اُن کے بیٹے قیدار، خانہ کعبہ کے متولی ہوئے۔ اسی طرح بنو اسمٰعیل خانہ کعبہ کے متولی ہوتے رہے۔ مرورِ زمانہ کے بعد بنو اسماعیل اور بنو جرہم میں منازعت اور مخاصمت کی نوبت آئی۔ بالآخر بنی جرہم غالب آ گئے اور مکہ میں جرہم کی حکومت قائم ہوگئی۔ چند روز کے بعد جرہم کے حکام لوگوں پر ظلم و ستم ڈھانے لگے۔ یہاں تک ظلم کیا کہ اولادِ اسماعیل مکہ کے اطراف و جوانب میں آباد ہوگئی۔ جرہم کا جب ظلم و ستم، فسق و فجور اور بیت اللہ کی بے حرمتی حد سے گزر گئی تو ہر طرف سے قبائل عرب مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مجبوراً قبیلۂ جرہم کو مکہ سے نکلنا اور بھاگنا پڑا لیکن جس وقت مکہ سے نکلنے لگے تو خانہ کعبہ کی چیزوں کو بیرِ زمزم میں دفن کر گئے اور بیرِ زمزم کو اس طرح بند کر گئے کہ زمین کے ہموار ہو گیا اور زمزم کا نشان بھی نہ رہا۔ بنی جرہم کے چلے جانے کے بعد بنی اسمٰعیل مکہ میں واپس آ گئے اور آباد ہو گئے مگر بیرِ زمزم کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ مرورِ زمانہ سے اس کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ یہاں تک کہ جب مکہ کی حکومت اور سرداری عبدالمطلب کے قبضہ میں آئی اور ارادۂ خداوندی اس جانب متوجہ ہوا کہ چاہِ زمزم جو عرصہ سے بند اور بے نام و نشان پڑا ہے، اس کو ظاہر کیا جائے تو سچے خواب کے ذریعہ سے عبدالمطلب کو اس جگہ کے کھودنے کا حکم دیا گیا اور اس جگہ کے نشانات اور علامات خواب میں بتلائے گئے۔ چنانچہ عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں حطیم میں سو رہا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھ سے خواب میں یہ کہا:

"اِحفِرْ بَرَّةَ"

"برہ کو کھودو۔"

میں نے دریافت کیا:

"وَما بَرَّةَ"

"برہ کیا ہے؟"

تو وہ شخص چلا گیا۔ اگلے روز پھر اسی جگہ سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا ہے:

"احفر المضنونة"

"مضنونہ کو کھودو۔"

میں نے دریافت کیا:

"وما المضنونة"

"مضنونہ کیا ہے؟"

تو وہ شخص چلا گیا۔ تیسرے روز پھر اسی جگہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا ہے:

"اِحْفِر طيبة"

"طیبہ کو کھودو۔"

میں نے کہا:

"وما الطيبة"

"طیبہ کیا ہے؟"

تو وہ شخص چلا گیا۔ چوتھے روز پھر اسی جگہ یہ خواب دیکھا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے:

"اِحفر زمزم"

"زمزم کو کھودو۔"

میں نے کہا:

"وما زمزم"

"زمزم کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا:

"لَا تَنْزِفُ اَبَدًا وَلَا تُذَمَّ تسقی الحجيج الاعظم "

"وہ پانی کا ایک کنواں ہے کہ جس کا پانی نہ کبھی لوٹتا ہے اور نہ کبھی کم ہوتا ہے، بے شمار حجاج کو سیراب کرتا ہے۔"

اور پھر اُس جگہ کے کچھ نشانات اور علامات بتلائے کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس طرح بار بار دیکھنے اور نشانات کے بتلانے سے عبدالمطلب کو یقین ہو گیا کہ یہ سچا خواب ہے۔ عبدالمطلب نے قریش سے اپنا خواب ذکر کیا اور کہا کہ میرا ارادہ اس جگہ کو کھودنے کا ہے۔ قریش نے کھودنے کی مخالفت کی مگر عبدالمطلب نے مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کی اور کدال اور پھاوڑہ لے کر اپنے بیٹے حارث کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئے اور نشان کے مطابق کھودنا شروع کر دیا۔ عبدالمطلب کھودتے جاتے تھے اور حارث مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے جاتے تھے۔ تین روز کے بعد ایک دیوار ظاہر ہوئی، عبدالمطلب نے فرطِ مسرت سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور یہ کہا:

((هٰذا طوى اسمٰعيل))

"یہی اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔"

اس کے بعد عبدالمطلب نے چاہِ زمزم کے قریب کچھ حوض تیار کرائے جن میں آبِ زمزم بھر کر حاجیوں کو پلاتے۔ چند حاسدوں نے یہ شرارت شروع کی کہ شب میں اُن حوضوں کو خراب کر جاتے۔ جب صبح ہوتی تو

Marfat.com

عبدالمطلب اُن کو درست کرتے۔ بالآخر گھبرا کر اس بارے میں اللہ سے دعا مانگی۔ اُس وقت ان کو خواب میں یہ بتلایا گیا کہ تم یہ دعا مانگو:

((اللّٰھم انی لا احلھا لمغتسل ولکن ھی لشارب حِلّ))

''اے اللہ! میں اس زمزم سے لوگوں کو غسل کرنے کی اجازت نہیں دیتا صرف پینے کی اجازت ہے۔''

صبح اُٹھتے ہی عبدالمطلب نے اس کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد جس کسی نے حوض کے خراب کرنے کا ارادہ کیا وہ ضرور کسی بیماری میں مبتلا ہوا۔ جب بار بار اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہوئے تو حاسدوں نے عبدالمطلب کے حوضوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیا۔

چاہ زمزم کے کھودتے وقت عبدالمطلب کا سوائے اکلوتے بیٹے حارث کے اور کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ اس لئے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو دس بیٹے عطا فرمائے جو جوان ہو کر میرے دست و بازو بنیں تو ایک فرزند کو اللہ کے نام پر ذبح کروں۔ جب اللہ نے اُن کی یہ تمنا اور آرزو پوری کی اور دس بیٹے پورے ہو گئے تو ایک رات خانہ کعبہ کے سامنے سو رہے تھے تو خواب میں یہ دیکھا کہ ایک شخص یہ کہہ رہا ہے:

((یا عبدالمطلب اوف بنذرك لرب ھذا البیت))

''اے عبدالمطلب! اس نذر کو پورا کیجئے جو آپ نے اس گھر کے مالک کے لیے مانی تھی۔''

عبدالمطلب خواب سے بیدار ہوئے اور سب بیٹوں کو جمع کیا اور اپنی نذر اور خواب کی خبر دی سب نے ایک زبان ہو کر یہ کہا:

((اوف بنذرك وافعل ما شئت))

''آپ اپنی نذر پوری کریں اور جو چاہیں کریں۔''

عبدالمطلب نے سب بیٹوں کے نام پر قرعہ ڈالا۔ حسنِ اتفاق سے قرعہ حضرت عبداللہ کے نام پر نکلا جن کو عبدالمطلب سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر مذبح یعنی قربان گاہ کی طرف چلے اور چھری ساتھ تھی۔ حضرت عبداللہ کی بہنیں یہ دیکھ کر رونے لگیں اور ان میں سے ایک بہن نے یہ کہا:

''اے باپ! آپ دس اونٹوں اور عبداللہ میں قرعہ ڈال کر دیکھئے اگر قرعہ اونٹوں کے نام پر نکل آئے تو دس اونٹوں کی قربانی کر دیجئے اور ہمارے بھائی عبداللہ کو چھوڑ دیجئے۔''

اُس وقت دس اونٹ ایک آدمی کی دیت اور خون بہا ہوتے تھے۔ قرعہ جو ڈالا گیا تو اتفاق سے حضرت عبداللہ کے ہی نام پر نکلا۔ عبدالمطلب دس دس اونٹ زیادہ کر کے قرعہ ڈالتے جاتے تھے مگر قرعہ عبداللہ ہی کے نام پر نکلتا تھا۔ یہاں تک کہ سو اونٹ پورے کر کے قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلا۔ اس وقت عبدالمطلب اور تمام حاضرین نے اللہ اکبر کہا۔ بہنیں اپنے بھائی عبداللہ کو اٹھا لائیں اور عبدالمطلب نے وہ سو اونٹ صفا اور مروہ کے مابین نحر کیے۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اوّل دیت کی مقدار دس اونٹ تھی۔ سب سے پہلے عبدالمطلب نے

Marfat.com

قریش اور تمام عرب میں یہ سنت جاری کی کہ ایک آدمی کی دیت سو اونٹ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔ اسی واقعہ کے بعد سے حضرت عبداللہ ذبیح کے لقب سے موسوم ہوئے اور اسی وجہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابن الذبیحین کہتے ہیں یعنی دو ذبیح کے فرزند۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آپ کو ان لفظوں سے خطاب کیا:

"یا ابن الذبیحین!"

آپ نے تبسم فرمایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب اس حدیث کی روایت سے فارغ ہوئے تو حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ وہ دو ذبیح کون ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ کا یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ ایک عبداللہ اور دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ (رواہ الحاکم وابن جریر)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ قریش جب قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو عبدالمطلب کو ثبیر پہاڑ پر لے جاتے، اُن کی برکت سے بارانِ رحمت کی دعا کرتے اور بارہا ایسا ہوا کہ قریش کی مشکلات عبدالمطلب کی برکت سے حل ہوئیں۔

ان کی شان عام اہلِ عرب سے بالکل جدا تھی۔ اپنی اولاد کو ظلم اور فساد سے منع کرتے اور مکارم اخلاق کی ترغیب دیتے۔ حقیر اور ادنیٰ امور سے روکتے۔

عبدالمطلب نذر کے پورا کرنے کی تاکید فرماتے اور محارم (مثلاً بہن اور پھوپھی اور خالہ وغیرہ) سے نکاح کرنے کو منع کرتے۔ شراب اور زنا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے اور بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنے سے لوگوں کو روکتے۔ چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے۔

اور یہ وہ امور ہیں کہ قرآن وحدیث میں جن کی تصدیق اور تاکید مذکور ہے چنانچہ سیرت حلبیہ میں ابن جوزی سے منقول ہے کہ عبدالمطلب سے جو امور منقول ہیں ان میں سے اکثر کا قرآن وحدیث میں حکم آیا ہے۔ مثلاً نذر کا پورا کرنا، نکاح محارم کی حرمت، چور کا ہاتھ کاٹنا، لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کی ممانعت، شراب اور زنا کی حرمت، بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنے کی ممانعت۔

امام الحدیث والتاریخ ابن کثیر نے اصحاب الفیل کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:

"ملک یمن پر خاندان حِمْیَرْ کا قبضہ تھا۔ یہ لوگ مذہباً مشرک تھے، ان کا آخری بادشاہ یوسف ذونواس تھا جس نے یمن کے اہل حق نصاریٰ پر شدید مظالم کیے تھے اور توحید پرست عیسائیوں کو خندقوں میں زندہ جلا دیا تھا۔ اصحابُ الاخدود کا مشہور واقعہ اسی بادشاہ سے منسوب ہے۔ جس کا تذکرہ قرآنِ حکیم کی سورۃ البُروج میں ہے۔

خندق کے عذاب سے بچ کر کسی طرح دو آدمی نکل بھاگے تھے اور انھوں نے ملک شام کے بادشاہ سے فریاد رسی کی کہ یوسف ذونواس نے اہل ایمان پر ایسا ظلم کیا ہے۔ شام کے بادشاہ نے اپنے حلیف بادشاہ حبشہ کو خط لکھا تھا کہ وہ اس کا انتقام لے اور ساتھ ہی ایک بہت بڑے لشکر کو دو کمانڈر اریاط اور ابرہہ کی قیادت میں یمن کے

Marfat.com

اس ظالم بادشاہ کے مقابلہ پر روانہ کر دیا۔ یہ عظیم الشان لشکر یمن پر ٹوٹ پڑا اور پورے یمن کو حمیرؔ خاندان کے اثر سے آزاد کرا لیا۔ ملک حمیر ذونواس بھاگ نکلا اور ایک دریا پار کرتے ہوئے غرق ہو گیا۔ اس طرح اریاط اور ابرہہ کے ذریعہ یمن پر حبشہ کے بادشاہ کا قبضہ ہو گیا جو خود نصرانی المذہب تھا۔ یہ واقعہ ۵۲۵ء میں پیش آیا تھا جس نے حمیری خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ان دونوں کمانڈروں میں نزاع پیدا ہو گئی اور باہمی جنگ میں اریاط مارا گیا اور ابرہہ غالب آ گیا اور پھر وہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی جانب سے ملک یمن کا حاکم (گورنر) مقرر ہو گیا۔

ابرہہ ذاتی طور پر کٹر عیسائی تھا، اس کے عزائم میں یہ بات بھی شامل تھی کہ سارے عرب کو عیسائیت میں تبدیل کر دیا جائے، اسی طرح کہ مکہ مکرمہ کی عالمی مرکزی حیثیت بھی ختم ہو جائے۔ مذہبی جنون میں اس نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک ایسا شاندار کنیسہ (گرجا گھر) بنایا جس کی نظیر اس وقت دنیا بھر میں نہ تھی، مؤرخ سہیلی لکھتے ہیں کہ ابرہہ نے اس کی تعمیر پر یمن کی بے اندازہ دولت اور بیش بہا زرو جواہر صرف کیے۔ یہ قیمتی پتھروں کی بہت ہی خوبصورت طویل و عریض عمارت تھی۔

عجیب و غریب زرکار نقوش سے منقش، جواہر ریزوں سے مزیّن، ہاتھی دانت کی نفیس جالیاں، سونے چاندی کے اوراق سے در و دیوار کو سجایا گیا تھا۔ اس سے ابرہہ کا یہ مقصد تھا کہ یمن کے عرب لوگ جو ہر سال حج کرنے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس کنیسہ کی شان و شوکت سے مرعوب ہو کر کعبۃ اللہ کے بجائے اس کا طواف اور حج کریں، کچھ عرصہ بعد اُس نے پوری مملکت میں اعلان کروا دیا کہ اب یمن سے کوئی شخص بھی حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ نہ جائے گا۔ ایسا شخص اسی کنیسہ میں آئے اور اس کا طواف کرے۔ عرب میں اگرچہ بُت پرستی غالب آ گئی تھی مگر دین ابراہیمی اور کعبۃ اللہ کی عظمت و محبت اُن کے دلوں پیوست تھی۔ عدنان، قحطان اور قریش کے قبائل میں اس اعلان سے سخت غم و غصہ کی لہر پیدا ہو گئی۔ اگرچہ اس وقت خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اس کو اللہ تعالیٰ کا مقدّس گھر اور عبادت کا مرکز خیال کرتے تھے۔

مؤرخ محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ ابرہہ کے اُس اعلان پر غضبناک ہو کر ایک عرب تاجر نے کسی نہ کسی طرح کلیسہ میں گھس کر رفع حاجت کر ڈالی۔

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ فعل ایک قریشی نے کیا تھا۔ مقاتل بن سلیمان کی روایت ہے کہ قریش کے بعض نوجوانوں نے جا کر اُس گرجا گھر میں آگ لگا دی تھی۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب خیز نہیں کیونکہ ابرہہ کا یہ اعلان یقیناً سخت اشتعال انگیز اور مفسدانہ تھا اور قدیم جاہلیت کے دور میں اس پر کسی عرب یا قریشی یا چند نوجوانوں کا مشتعل ہو کر کلیسہ کو گندا کر دینا یا اس میں آگ لگا دینا نا قابل فہم بات نہیں ہے۔

لیکن بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ عرب کے چند مسافروں نے کلیسہ کے قریب اپنی ضرورت کے لئے آگ جلائی تھی جہاں اُن کا قیام تھا، اتفاقاً ہواؤں کی لہر سے آگ کلیسہ میں جا گری اور کلیسہ جل گیا۔ ابرہہ کو جب

Marfat.com

اس کی اطلاع ملی کہ خانہ کعبہ کے معتقدین نے یہ حرکت کی ہے تو غیظ و غضب میں عہد کیا کہ اُس وقت تک چین نہ لوں گا جب تک خانہ کعبہ کو ڈھا نہ دوں۔ اس کے بعد اُس نے ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں اپنے بادشاہ نجاشی سے اجازت طلب کی کہ وہ انہدام کعبہ کی مہم کے لئے حجاز جانا چاہتا ہے۔ نجاشی نے اس کو اجازت دے دی اور خصوصی تعاون کے طور پر اپنی فوج کا سب سے طاقتور بلند و بالا ہاتھی جس کا نام محمود تھا، ابرہہ کی مدد کے لئے روانہ کر دیا اور اس ہاتھی کے تعاون کے لئے مزید سات آٹھ ہاتھی اور دیئے۔ ابرہہ ساٹھ ہزار فوج لے کر ملّہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔

عرب میں جب اس حملے کی خبر پھیلی تو سارا عرب مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ یمن کے عربوں میں ایک شخص ذونفر نامی تھا اُس نے عربوں کی قیادت اختیار کی اور بہت سے عرب قبائل اس کے گرد جمع ہو گئے۔ ابرہہ کے خلاف جنگ ہوئی، لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ابرہہ نے ان کو شکست دے دی اور ذونفر کو قید کر لیا اور آگے روانہ ہو گیا۔ پھر قبیلہ خثعم کے مقام پر پہنچا تو اس قبیلے کا سردار نفیل بن حبیب خثعمی اپنے قبیلے کو لے کر ابرہہ کے مقابلہ کے لئے آیا مگر ابرہہ کے لشکر نے اس کو بھی شکست دے دی اور نفیل بن حبیب کو گرفتار کر لیا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا مگر یہ سمجھ کر زندہ رکھا کہ اُس سے ملّہ کے اہم راستوں کا پتہ معلوم کر لیا جائے گا۔ پھر جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو طائف کے باشندے پچھلے قبائل کی جنگ اور ابرہہ کی فتح کے واقعات سن چکے تھے۔ انھوں نے اپنی خیر منانے کا فیصلہ کیا اور ابرہہ سے گزارش کی کہ وہ ان کے مشہور معبود ''لات'' کا مندر تباہ نہ کرے۔

چنانچہ ان کا سردار مسعود ثقفی ایک وفد کو لے کر ابرہہ سے ملا اور کہا کہ ہمارا بُت کدہ وہ معبد نہیں ہے جس کو آپ ڈھانے آئے ہیں وہ تو ملّہ مکرمہ میں ہے اس لئے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں ہم ملّہ مکرمہ کا راستہ بتانے کے لئے آپ کو ایک آدمی فراہم کر دیتے ہیں جو قریب کے راستہ سے ملّہ تک رہنمائی کرے گا۔ ابرہہ نے یہ بات قبول کر لی اور بنو ثقیف نے اُبو رِغال نامی شخص کو اِن کے ساتھ کر دیا۔ جب ملّہ مکرمہ تین کوس کے فاصلہ پر رہ گیا تو اَلمغمس نامی مقام پر پہنچ کر ابورغال فوت ہو گیا (اہل عرب زمانہ جاہلیت میں مدتوں اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے ہیں اور بنو ثقیف کو بھی وہ عرصہ دراز تک طعنہ دیتے رہے ہیں کہ انھوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لئے بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں کا تعاون کیا تھا)

محمد بن اسحٰق کی روایت ہے کہ المغمس سے ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا جہاں قریش مکہ کے اونٹ چر رہے تھے۔ ابرہہ کے اس لشکر نے ان پر چھاپہ مارا اور سب اونٹ ہانک لے گئے۔ ان میں حضرت عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ شامل تھے۔

اس کے بعد ابرہہ نے اپنے ایک سفیر خاطہ حمیری کو شہر ملّہ روانہ کیا اور اس کے ذریعہ اہلِ ملّہ کو یہ پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر (کعبہ) کو ڈھانے آیا ہوں، اگر تم لوگ جنگ نہ کرو تو میں تمہاری جان و مال سے کوئی تعرض نہ کروں گا، نیز اس سفیر کو یہ بھی ہدایت دی کہ اہلِ ملّہ اگر بات کرنا چاہیں تو اُن کے سردار کو میرے پاس لے آنا، اُس وقت ملّہ مکرمہ کے سب سے بڑے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب تھے۔ سفیر نے اُن سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔

Marfat.com

جناب عبدالمطلب نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی قطعاً طاقت نہیں ہے، یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے خلیل کا بنایا ہوا وہ چاہے گا تو اپنے گھر کی حفاظت خود کرلے گا۔ سفیر نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں اور اُس سے بات کریں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب اس قدر وجیہ اور پروقار آدمی تھے کہ ابرہہ ان کو دیکھ کر متاثر ہو گیا اور اپنی جگہ سے اُتر کر اُن کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لئے گئے ہیں وہ مجھے واپس دے دیئے جائیں! ابرہہ نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر تو میں بہت متاثر ہوا تھا مگر آپ کی بات نے آپ کو میری نظر سے گرا دیا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ گھر (کعبہ) جو آپ کے دین آبائی کا قبلہ ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا:

"میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انہی کے بارے میں آپ سے درخواست کرنے آیا ہوں۔ رہا یہ گھر (کعبہ) تو اس کا ایک ربّ ہے وہ خود اس کی حفاظت کرلے گا۔"

ابرہہ کو جناب عبدالمطلب کی یہ بات معمولی سی محسوس ہوئی، اُس نے کہا: تمہارا ربّ اُس کو میرے ہاتھ سے نہ بچا سکے گا۔ جناب عبدالمطلب نے کہا: پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

بعض روایات میں ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے چند سردار بھی تھے۔ انھوں نے ابرہہ کے آگے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ بیت اللہ پر دست اندازی نہ کریں اور لوٹ جائیں تو ہم پورے تہامہ (حجاز) کی ایک تہائی پیداوار آپ کو بطور خراج ادا کرتے رہیں گے۔ مگر ابرہہ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ جناب عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر واپس چلے آئے اور سیدھے بیت اللہ میں داخل ہوئے اور چوکھٹ کا حلقہ پکڑ کر دُعا میں مشغول ہو گئے۔ قریش کی ایک بڑی جماعت بھی ساتھ تھی۔

محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ابرہہ کے لشکر گاہ سے واپس آ کر جناب عبدالمطلب نے اہلِ قریش سے کہا کہ اپنے بال بچوں سمیت پہاڑوں پر چلے جائیں تا کہ ان کا قتل عام نہ ہو جائے۔ پھر وہ اور قریش کے چند سردار حرم پاک میں حاضر ہوئے اور کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر اور اُس کے خادموں کی حفاظت فرمائے۔ اُس وقت خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت موجود تھے مگر یہ لوگ اس نازک گھڑی میں بھی اُن سب کو بھول گئے اور صرف اللہ واحد کے آگے دست سوال پھیلایا، اُن کی جو دعائیں کتب تاریخ میں منقول ہیں اُن میں اللہ واحد کے سوا کسی دوسرے کا نام تک نہیں پایا جاتا۔ ابن ہشام نے سیرت میں جناب عبدالمطلب کے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ اس کی شہادت دیتے ہیں۔

اسی طرح مؤرخ سہیلی نے روض الانف میں اور امام ابن جریر نے طبری میں وہ اشعار نقل کیے ہیں۔ یہ دعائیں مانگ کر جناب عبدالمطلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں پر چلے گئے۔ دوسرے روز ابرہہ مکّہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھا مگر اُس کا وہ خاص ہاتھی محمود نامی جو آگے آگے تھا یکایک بیٹھ گیا، اس کو بہت تیر مارے گئے، تیر سے کچوکے دیئے گئے یہاں تک کہ اس کو زخمی کر دیا گیا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آخر اس کو جنوب شمال مشرق کی طرف موڑ کر چلانے کی کوشش کی جاتی تو وہ دوڑنے لگتا مگر مکّہ مکرمہ کی طرف موڑا جاتا تو فوراً بیٹھ جاتا

Marfat.com

کسی طرح آگے بڑھنے کے لئے تیار نہ ہوتا، اتنے میں پرندوں کی قطاریں آتی نظر آئیں جن میں سے ہر ایک کے پاس تین کنکریاں چنے یا مسور کی دال کے برابر تھیں، ایک چونچ میں اور دو کنکریاں پنجوں میں۔

علامہ واقدی کی روایت ہے کہ یہ پرندے عجیب طرح کے تھے جو اس سے پہلے کہیں بھی نہیں دیکھے گئے۔ بدن میں کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے اور پنجے سرخ قسم کے تھے، ان کی آواز بھی کچھ ارتعاش انگیز تھی کہ دل کپ کپائے جاتے تھے۔ پرندوں کے یہ جھنڈ نے ابرہہ کے لشکر پر سنگریزوں کی بارش کر دی۔ جس پر بھی یہ کنکر گرتے جسم سے پار ہو جاتے اور جسم گلنا شروع ہو جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے کہ کنکری کے لگتے ہی گوشت اور خون پانی کی طرح بہنے لگتا اور ہڈیاں نکل آتی تھیں۔ خود ابرہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا، اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا، پورے لشکر میں افراتفری پیدا ہو گئی۔ لشکر کے لوگ یمن کی طرف بھاگنا شروع ہو گئے۔ نفیل بن حبیب خثعمی جس کو ابرہہ راہنما کے طور پر ساتھ لے آیا تھا اس کو تلاش کر کے درخواست کرنے لگا کہ واپسی کا راستہ بتائیے مگر اُس نے صاف انکار کر دیا اور کہا:

اَیْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰہُ الطَّالِبُ
وَالْاَشْرَمُ الْمَغْلُوْبُ لَیْسَ الْغَالِبُ

''اب بھاگنے کی جگہ کہاں ہے جب کہ اللہ تعاقب کر رہا ہے۔ اور ناک کٹا (ابرہہ) مغلوب ہے غالب نہیں ہے۔''

اس بھگدڑ میں یہ لوگ گر گر کر مرتے گئے اور مر مر کر گرتے جاتے تھے۔ عطاء بن یسار کی روایت ہے کہ سب کے سب اُسی وقت ہلاک نہیں ہوئے بلکہ ایک بڑی تعداد تو وہیں ہلاک ہو گئی اور کچھ بھاگتے ہوئے ہلاک ہوئے۔ ابرہہ بھی انتہائی بُری حالت میں بلادِ خثعم پہنچ کر مرا۔ ابرہہ کے ہاتھی محمود کے ساتھ دو ہاتھی بان مکّہ مکرمہ میں رہ گئے مگر اس طرح کہ دونوں اندھے اور اپاہج ہو گئے تھے۔ اصحابُ الفیل کا یہ عبرتناک واقعہ ماہِ محرم میں پیش آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اس واقعہ کے چالیس یا پچاس دن بعد ہوئی۔

اسی واقعہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل میں اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

((اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ ○ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ○ وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ○ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ○ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ○))

''تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا، کیا اس نے ان کی مخفی تدبیر کو بیکار نہیں کر دیا، اس نے اُن پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے وہ پرندے پتھر مارتے تھے، پھر خدا نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔''

امام الحدیث والتاریخ ابن کثیر نے اصحاب الفیل کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:

Marfat.com

''ملک یمن پر خاندان حمیرؑ کا قبضہ تھا۔ یہ لوگ مذہباً مشرک تھے، ان کا آخری بادشاہ یوسف ذونواس تھا جس نے یمن کے اہل حق نصاریٰ پر شدید مظالم کیے تھے اور توحید پرست عیسائیوں کو خندقوں میں زندہ جلا دیا تھا۔ اصحابُ الاخدود کا مشہور واقعہ اسی بادشاہ سے منسوب ہے، جس کا تذکرہ قرآنِ حکیم کی سورۃ البرُوج میں ہے۔''

خندق کے عذاب سے بچ کر کسی طرح دو آدمی نکل بھاگے تھے اور انھوں نے ملک شام کے بادشاہ سے فریاد رسی کی کہ یوسف ذونواس نے اہل ایمان پر ایسا ایسا ظلم کیا ہے۔ شام کے بادشاہ نے اپنے حلیف بادشاہ حبشہ کو خط لکھا تھا کہ وہ اس کا انتقام لے اور ساتھ ہی ایک بہت بڑے لشکر کو دو کمانڈر ارياط اور ابرہہ کی قیادت میں یمن کے اس ظالم بادشاہ کے مقابلہ پر روانہ کر دیا۔

یہ عظیم الشان لشکر یمن پر ٹوٹ پڑا اور پورے یمن کو حمیرؑ خاندان کے اثر سے آزاد کرا لیا۔ ملک حمیر ذونواس بھاگ نکلا اور ایک دریا پار کرتے ہوئے غرق ہو گیا۔

اس طرح ارياط اور ابرہہ کے ذریعہ یمن پر حبشہ کے بادشاہ کا قبضہ ہو گیا جو خود نصرانی المذہب تھا۔

یہ واقعہ ۵۲۵ء میں پیش آیا تھا جس نے حمیری خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ان دونوں کمانڈروں میں نزاع پیدا ہو گئی اور باہمی جنگ میں ارياط مارا گیا اور ابرہہ غالب آ گیا اور پھر وہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی جانب سے ملک یمن کا حاکم (گورنر) مقرر ہو گیا۔

ابرہہ ذاتی طور پر کٹر عیسائی تھا اس کے عزائم میں یہ بات بھی شامل تھی کہ سارے عرب کو عیسائیت میں تبدیل کر دیا جائے اسی طرح کہ مکہ مکرمہ کی عالمی مرکزی حیثیت بھی ختم ہو جائے۔ مذہبی جنون میں اس نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک ایسا شاندار کنیسہ (گرجا گھر) بنایا جس کی نظیر اس وقت دنیا بھر میں نہ تھی، مؤرخ سہیلی لکھتے ہیں کہ ابرہہ نے اس کی تعمیر پر یمن کی بے اندازہ دولت اور بیش بہا زر و جواہر صرف کیے۔ یہ قیمتی پتھروں کی بہت ہی خوبصورت طویل و عریض عمارت تھی۔

عجیب و غریب زر کار نقوش سے منقش، جواہر ریزوں سے مزیّن، ہاتھی دانت کی نفیس جالیاں، سونے چاندی کے اوراق سے در و دیوار کو سجایا گیا تھا۔ اس سے ابرہہ کا یہ مقصد تھا کہ یمن کے عرب لوگ جو ہر سال حج کرنے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس کنیسہ کی شان و شوکت سے مرعوب ہو کر کعبۃ اللہ کے بجائے اس کا طواف اور حج کریں، کچھ عرصہ بعد اُس نے پوری مملکت میں اعلان کروا دیا کہ اب یمن سے کوئی شخص بھی حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ نہ جائے گا۔ ایسا شخص اسی کنیسہ میں آئے اور اس کا طواف کرے۔ عرب میں اگرچہ بُت پرستی غالب آ گئی تھی مگر دین ابراہیمی اور کعبۃ اللہ کی عظمت و محبت اُن کے دلوں پیوست تھی۔ عدنان، قحطان اور قریش کے قبائل میں اس اعلان سے سخت غم و غصہ کی لہر پیدا ہو گئی۔ اگرچہ اس وقت خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اس کو اللہ تعالیٰ کا مقدّس گھر اور عبادت کا مرکز

Marfat.com

خیال کرتے تھے۔
مؤرخ محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ ابرہہ کے اُس اعلان پر غضبناک ہو کر ایک عرب تاجر نے کسی نہ کسی طرح کلیسہ میں گھس کر رفع حاجت کر ڈالی۔
ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ فعل ایک قریشی نے کیا تھا۔ مقاتل بن سلیمان کی روایت ہے کہ قریش کے بعض نوجوانوں نے جا کر اُس گرجا گھر میں آگ لگا دی تھی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب خیز نہیں کیونکہ ابرہہ کا یہ اعلان یقیناً سخت اشتعال انگیز اور مفسدانہ تھا اور قدیم جاہلیت کے دور میں اس پر کسی عرب یا قریشی یا چند نوجوانوں کا مشتعل ہو کر کلیسہ کو گندا کر دینا یا اس میں آگ لگا دینا ناقابل فہم بات نہیں ہے۔
لیکن بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ عرب کے چند مسافروں نے کلیسہ کے قریب اپنی ضرورت کے لئے آگ جلائی تھی جہاں اُن کا قیام تھا اتفاقاً ہواؤں کی لہر سے آگ کلیسہ میں جا گری اور کلیسہ جل گیا۔
ابرہہ کو جب اس کی اطلاع ملی کہ خانہ کعبہ کے معتقدین نے یہ حرکت کی ہے تو غیظ و غضب میں عہد کیا کہ اُس وقت تک چین نہ لوں گا جب تک خانہ کعبہ کو ڈھا نہ دوں۔
اس کے بعد اُس نے ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں اپنے بادشاہ نجاشی سے اجازت طلب کی کہ وہ انہدام کعبہ کی مہم کے لئے حجاز جانا چاہتا ہے۔ نجاشی نے اس کو اجازت دے دی اور خصوصی تعاون کے طور پر اپنی فوج کا سب سے طاقتور بلند و بالا ہاتھی جس کا نام محمود تھا، ابرہہ کی مدد کے لئے روانہ کر دیا اور اس ہاتھی کے تعاون کے لئے مزید سات آٹھ ہاتھی اور دیئے۔ ابرہہ ساٹھ ہزار فوج لے کر مکّہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔
عرب میں جب اس حملے کی خبر پھیلی تو سارا عرب مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ یمن کے عربوں میں ایک شخص ذونفر نامی تھا اُس نے عربوں کی قیادت اختیار کی اور بہت سے عرب قبائل اس کے گرد جمع ہو گئے۔ ابرہہ کے خلاف جنگ کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ابرہہ نے ان کو شکست دے دی اور ذونفر کو قید کر لیا اور آگے روانہ ہو گیا۔
پھر قبیلہ خثعم کے مقام پر پہنچا تو اس قبیلے کا سردار نفیل بن حبیب خثعمی اپنے قبیلے کو لے کر ابرہہ کے مقابلہ کے لئے آیا مگر ابرہہ کے لشکر نے اس کو بھی شکست دے دی اور نفیل بن حبیب کو گرفتار کر لیا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا مگر یہ سمجھ کر زندہ رکھا کہ اُس سے مکّہ کے اہم راستوں کا پتہ معلوم کر لیا جائے گا۔
پھر جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو طائف کے باشندے پچھلے قبائل کی جنگ اور ابرہہ کی فتح کے واقعات سن چکے تھے۔ انھوں نے اپنی خیر منانے کا فیصلہ کیا اور ابرہہ سے گزارش کی کہ وہ ان کے مشہور معبود "لات" کا مندر تباہ نہ کرے۔

چنانچہ ان کا سردار مسعود ثقفی ایک وفد کو لے کر ابرہہ سے ملا اور کہا کہ ہمارا بُت کدہ وہ معبد نہیں ہے جس کو آپ ڈھانے آئے ہیں وہ تو مکّہ مکرمہ میں ہے اس لئے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں ہم مکّہ مکرمہ کا راستہ بتانے کے لئے آپ کو ایک آدمی فراہم کر دیتے ہیں جو قریب کے راستہ سے مکّہ تک رہنمائی کرے گا۔ ابرہہ نے یہ بات قبول کر لی اور بنو ثقیف نے اُبو رِغال نامی شخص کو اِن کے ساتھ کر دیا۔

جب مکّہ مکرمہ تین کوس کے فاصلہ پر رہ گیا تو اُلمغمس نامی مقام پر پہنچ کر ابو رغال فوت ہو گیا (اہل عرب زمانہ جاہلیت میں مدتوں اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے ہیں اور بنو ثقیف کو بھی وہ عرصہ دراز تک طعنہ دیتے رہے ہیں کہ انھوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لئے بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں کا تعاون کیا تھا)

محمد بن اسحٰق کی روایت ہے کہ المغمس سے ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا جہاں قریش مکہ کے اونٹ چر رہے تھے۔ ابرہہ کے اس لشکر نے ان پر چھاپہ مارا اور سب اونٹ ہانک لے گئے۔ ان میں حضرت عبد المطلب کے بھی دو سو اونٹ شامل تھے۔

اس کے بعد ابرہہ نے اپنے ایک سفیر خاطہ حمیری کو شہر مکّہ روانہ کیا اور اس کے ذریعہ اہلِ مکّہ کو یہ پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر (کعبہ) کو ڈھانے آیا ہوں، اگر تم لوگ جنگ نہ کرو تو میں تمہاری جان و مال سے کوئی تعرض نہ کروں گا نیز اس سفیر کو یہ بھی ہدایت دی کہ اہلِ مکّہ اگر بات کرنا چاہیں تو اُن کے سردار کو میرے پاس لے آنا، اُس وقت مکّہ مکرمہ کے سب سے بڑے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبد المطلب تھے۔ سفیر نے اُن سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ عبد المطلب نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی قطعاً طاقت نہیں ہے یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے خلیل کا بنایا ہوا، وہ چاہے گا تو اپنے گھر کی حفاظت خود کر لے گا۔ سفیر نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں اور اُس سے بات کریں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔

حضرت عبد المطلب اس قدر وجیہ اور پر وقار آدمی تھے کہ ابرہہ ان کو دیکھ کر متاثر ہو گیا اور اپنی جگہ سے اُتر کر اُن کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لئے گئے ہیں وہ مجھے واپس دیدیئے جائیں! ابرہہ نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر تو میں بہت متاثر ہوا تھا مگر آپ کی بات نے آپ کو میری نظر سے گرا دیا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ گھر (کعبہ) جو آپ کے دین آبائی کا قبلہ ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے؟ عبد المطلب نے کہا:

''میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انہی کے بارے میں آپ سے درخواست کرنے آیا ہوں۔ رہا یہ گھر (کعبہ) تو اس کا ایک ربّ ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔''

ابرہہ کو جناب عبد المطلب کی یہ بات معمولی سی محسوس ہوئی، اُس نے کہا:

Marfat.com

''تمہارا ربّ اُس کو میرے ہاتھ سے نہ بچا سکے گا۔''

جناب عبدالمطلب نے کہا: پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

اور بعض روایات میں ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے چند سردار بھی تھے۔ انھوں نے ابرہہ کے آگے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ بیت اللہ پر دست اندازی نہ کریں اور لوٹ جائیں تو ہم پورے تہامہ (حجاز) کی ایک تہائی پیداوار آپ کو بطور خراج ادا کرتے رہیں گے۔ مگر ابرہہ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ جناب عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر واپس چلے آئے اور سیدھے بیت اللہ میں داخل ہوئے اور چوکھٹ کا حلقہ پکڑ کر دُعا میں مشغول ہو گئے۔ قریش کی ایک بڑی جماعت بھی ساتھ تھی۔

محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ابرہہ کے لشکر گاہ سے واپس آ کر خواجہ عبدالمطلب نے اہلِ قریش سے کہا کہ اپنے بال بچوں سمیت پہاڑوں پر چلے جائیں تا کہ ان کا قتل عام نہ ہو جائے۔ پھر وہ اور قریش کے چند سردار حرم پاک میں حاضر ہوئے اور کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر اور اُس کے خادموں کی حفاظت فرمائے۔

اُس وقت خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت موجود تھے مگر یہ لوگ اس نازک گھڑی میں بھی اُن سب کو بھول گئے اور صرف اللہ واحد کے آگے دست سوال پھیلایا، اُن کی جو دعائیں کتب تاریخ میں منقول ہیں اُن میں اللہ واحد کے سوا کسی دوسرے کا نام تک نہیں پایا جاتا۔ ابن ہشام نے سیرت میں جناب عبدالمطلب کے جو اشعار نقل کئے ہیں وہ اس کی شہادت دیتے ہیں۔

اسی طرح مؤرخ سہیلی نے روض الانف میں اور امام ابن جریر نے طبری میں وہ اشعار نقل کئے ہیں۔

یہ دعائیں مانگ کر جناب عبدالمطلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں پر چلے گئے۔ دوسرے روز ابرہہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھا مگر اُس کا وہ خاص ہاتھی محمود نامی جو آگے آگے تھا یکا یک بیٹھ گیا اس کو بہت تیر مارے گئے تیر سے کچوکے دیئے گئے یہاں تک کہ اس کو زخمی کر دیا گیا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آخر اس کو جنوب شمال مشرق کی طرف موڑ کر چلانے کی کوشش کی جاتی تو وہ دوڑنے لگتا مگر مکہ مکرمہ کی طرف موڑا جاتا تو فوراً بیٹھ جاتا کسی طرح آگے بڑھنے کے لئے تیار نہ ہوتا، اتنے میں پرندوں کی قطاریں آتی نظر آئیں جن میں سے ہر ایک کے پاس تین کنکریاں چنے یا مسور کی دال کے برابر تھیں، ایک چونچ میں اور دو کنکریاں پنجوں میں۔

واقدی علیہ الرحمۃ کی روایت ہے کہ یہ پرندے عجیب طرح کے تھے جو اس سے پہلے کہیں بھی نہیں دیکھے گئے۔ بدن کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے اور پنجے سرخ قسم کے تھے، ان کی آواز بھی کچھ ارتعاش انگیز تھی کہ دل کپ کپائے جاتے تھے۔ پرندوں کے یہ جھنڈ نے ابرہہ کے لشکر پر سنگریزوں کی بارش کر دی۔ جس پر بھی یہ کنکر گرتے جسم سے پار ہو جاتے اور جسم گلنا شروع ہو جاتا۔

حضرت ابن عباس کی ایک روایت ہے کہ کنکری کے لگتے ہی گوشت اور خون پانی کی طرح بہنے لگتا اور

Marfat.com

ہڈیاں نکل آتی تھیں۔ خود ابرہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا، پورے لشکر میں افراتفری پیدا ہوگئی۔

لشکر کے لوگ یمن کی طرف بھاگنا شروع ہو گئے۔ نفیل بن حبیب خشعمی جس کو ابرہہ راہنما کے طور پر ساتھ لے آیا تھا اس کو تلاش کر کے درخواست کرنے لگا کہ واپسی کا راستہ بتایئے مگر اُس نے صاف انکار کر دیا اور کہا:

اَیْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰهُ الطَّالِبُ
وَالْاَشْرَمُ الْمَغْلُوْبُ لَيْسَ الْغَالِبُ

''اب بھاگنے کی جگہ کہاں ہے جب کہ اللہ تعاقب کر رہا ہے۔ اور نکٹا (ابرہہ) مغلوب ہے غالب نہیں ہے۔''

اس بھگدڑ میں یہ لوگ گر گر کر مرتے گئے اور مر مر کر گرتے جاتے تھے۔ عطاء بن یسار کی روایت ہے کہ سب کے سب اُسی وقت ہلاک نہیں ہوئے بلکہ ایک بڑی تعداد تو وہیں ہلاک ہوگئی اور کچھ بھاگتے ہوئے ہلاک ہوئے۔

ابرہہ بھی انتہائی بُری حالت میں بلادِ خشعم پہنچ کر مرا۔ ابرہہ کے ہاتھی محمود کے ساتھ دو ہاتھی بان مکہ مکرمہ میں رہ گئے مگر اس طرح کہ دونوں اندھے اپاہج ہو گئے تھے۔

محمد بن اسحٰق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتی تھیں کہ میں نے اُن دونوں کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ وہ اندھے اپاہج تھے اور بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن حضرت اسماءؓ بھی یہ بات نقل کیا کرتی تھیں۔

اصحاب الفیل کا یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محصب کے قریب مقام مُحَسّر پر پیش آیا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ جب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف چلے تو وادی محسر میں آپ ﷺ نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ امام نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اصحابُ الفیل کا واقعہ اسی وادی میں پیش آیا تھا اور اسی جگہ اُن پر ابابیل مسلّط کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے سنت یہی ہے کہ آدمی یہاں سے جلد گزر جائے اور اس عذاب کی جگہ قیام نہ کرے۔

نیز امام مالک اپنی کتاب موطا میں ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، مزدلفہ پورا کا پورا ٹھہرنے کا مقام ہے سوائے وادی محسر کے۔ (الحدیث)

اصحابُ الفیل کا یہ عبرتناک واقعہ ماہِ محرم میں پیش آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اس واقعہ کے چالیس یا پچاس دن بعد ہوئی۔

اہل عرب میں یہ واقعہ اس درجہ مشہور و معروف تھا کہ اُنھوں نے اس سال کا نام ''عام الفیل'' (ہاتھیوں والا سال) رکھ دیا۔

Marfat.com

عرب کا مشہور شاعر نفیل بن حبیب جو اصحابُ الفیل کا چشم دید گواہ ہے۔ اپنے اشعار میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم نے بیان کیا ہے۔

محمد بن اسحٰق نے اپنی تاریخ میں اس کے چند ایک اشعار نقل کئے ہیں:

رُدَیْنَةُ لَوْ رَأَیتِ وَلَا تَرِیهِ لَدٰی
جَنْبَ الْمُحَصّبِ مَارَأَیْنَا

''اے روبینہ! کاش تو دیکھتی اور تو نہیں دیکھ سکے گی جو کچھ ہم نے وادی محصّب کے قریب دیکھا ہے''۔

حَمِدْتُّ اللّٰهَ اِذَابَصَرْتُ طَیْرًا
وَخِفْتُ حجارۃً تُلْقٰے عَلَیْنَا

''میں نے اللہ کا شکر کیا جب پرندوں کو دیکھا اور میں دوڑ رہا تھا کہ کہیں پتھر ہم پر نہ آ پڑیں''۔

وَکُلُّ الْقَوْمِ یَسْأَلُ عَنْ نُفَیْلٍ
کَاَنَّ عَلَیَّ لِلْحُبْشَانِ دَیْنًا

''اُن لوگوں میں سے ہر ایک نفیل کو ڈھونڈ رہا تھا گویا کہ مجھ پر حبشیوں کا کوئی قرض آتا ہے''۔

عرب کا ایک دوسرا شاعر عبداللہ بن الزّ بعریٰ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے:

سِتُّوْنَ اَلْفًا لَمْ یَؤُبُوْا اَرْضَهُمْ
وَلَمْ یَعِشْ بَعْدَالْاِیَابِ سَقِیْمُهَا

''ساٹھ ہزار تھے جو اپنی سرزمین کی طرف واپس نہ جا سکے اور نہ واپس ہونے کے بعد انکا بیمار (ابرہہ) زندہ رہا''۔

کَانَتْ بِهَا عَادٌ وَجُرْهُمْ قَبْلَهُمْ
وَاللّٰهُ مِنْ فَوْقِ الْعِبَادِ یُقِیْمُهَا

''یہاں اس سے پہلے قوم عاد اور جُرہم تھے اور اللہ بندوں کے اوپر موجود ہے اُسے قائم رکھے ہوئے ہے''۔

ابوقیس بن اسلت اس طرح بیان کرتا ہے:

فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا رَبَّکُمْ وَتَمَسَّحُوْا
بِاَرْکَانِ هٰذَا الْبَیْتِ بَیْنَ الْاَخَاشَبِ

''اُٹھو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور مکّہ و منیٰ کی پہاڑیوں کے درمیان بیت اللہ کے کونوں کا بوسہ لو''۔

فَلَمَّا اَتَاکُمْ نَصْرُ ذِی الْعَرْشِ رَدَّهُمْ

Marfat.com

جُنُوْدُ الْمَلِيكِ بَيْنَ سَافٍ وَحَاصِبِ

''جب عرش والے کی مدد تمہیں پہنچی تو اُس بادشاہ کے لشکروں نے اُن لوگوں کو اس حال میں پھیر دیا کہ کوئی خاک میں پڑا ہوا تھا اور کوئی سنگسار کیا ہوا۔''

كُوْنُوْا سِرَاعًا هَارِبِيْنَ وَلَمْ يَؤُبْ

اِلٰى اَهْلِهٖ بِحَبَشٍ غَيْرُ عَصَائِبِ

''پھر سارا لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، ان میں چند ایک کے سوا کوئی بھی ملک حبشہ نہیں پہنچ سکا۔''

اسلامی مؤرخ محمد بن اسحق بیان کرتے ہیں، ابرہہ سے گفتگو کرنے کے بعد جناب عبدالمطلب واپس آئے اور اعلان کروا دیا کہ سب لوگ اپنے اپنے خاندان کے ساتھ پہاڑوں پر چلے جائیں کہیں ان کا قتلِ عام نہ ہو جائے اس کے بعد وہ اور قریش کے چند سردار حرم مکی میں حاضر ہوئے اور کعبہ کی چوکھٹ پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر اور اس کے خادموں کی حفاظت فرمائے۔

اس وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بُت موجود تھے اور بزعم قریش ہر ایک بُت ایک ایک حاجت کا مالک تھا مگر یہ لوگ اُس نازک گھڑی میں اُن سب خداؤں کو بھول گئے صرف اللہ واحد کے سوا کسی دوسرے کا نام تک نہیں لیا، صرف اللہ صرف اللہ واحد کے آگے دست سوال پھیلایا۔

یہی نہیں بلکہ حضرت ام ہانی اور حضرت زبیر بن العوام کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس واقعہ کے بعد قریش نے دس سال تک اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کی بھی عبادت نہیں کی۔''

(طبرانی، حاکم، بیہقی، ابن عساکر)

جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا (اور ماں باپ کے بعد چاہنے والے دادا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا) دادا کے انتقال کے وقت آپ کی عمر کے بارے میں بہت سے قول ہیں، مگر مشہور قول یہی ہے کہ آپ ﷺ اس وقت آٹھ سال کے تھے۔ انتقال کے وقت عبدالمطلب کی عمر پچانوے (۹۵) سال کی تھی۔

ایک دفعہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا:

''یارسول اللہ! کیا آپ کو عبدالمطلب کی وفات یاد ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! اس وقت میں آٹھ سال کا تھا۔''

اُم ایمن بیان کرتی ہیں کہ جب عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پلنگ کے پیچھے کھڑے ہو کر رو رہے تھے، اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ عبدالمطلب کو حجون کے مقام پر اُن کے دادا قصّی کے پاس دفن کیا گیا۔

Marfat.com

☆☆☆

خیر ماء علٰی وجہ الارض

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خير ماء على وجه الارض ماء زم زم فيه طعام الطعم وشفاء السقم))

''زمین پر پائے جانے والے پانیوں میں بہترین آب زم زم ہے۔ اس میں بھوکے کے لئے کھانا' بیمار کے لئے شفاء ہے۔''

ارشاد نبوی ہے:

((ان ماء زم زم خير مياه الارض على الاطلاق ففيه كل خير و بركة))

''بے شک زمین کے پانیوں سے بہترین پانی علی الاطلاق آب زم زم ہے۔ اس میں ہر خیر اور ہر برکت ہے۔''

جو شخص اس مبارک پانی کی فضیلت سے جاہل ہونے کی وجہ یا اپنے ایمان کے کمزور ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے پانی کو اس پر فضیلت دے اور علت بنائے اسے جو اس کا نفس اسے بتائے تو یقیناً وہ ہر طرح خطا کار ہے اور اس صواب و درستگی سے الگ ہو گیا ہے جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی۔

یہ پانی کیسے سب پانیوں سے بہتر نہ ہو' حالانکہ اس میں بھلائیاں' بہتریاں، برکتیں' خصائص اور وہ فضائل فریدہ موجود ہیں جو کسی اور پانی میں نہیں۔

☆☆☆

آب زم زم پیٹ بھر کر پینا ایمان کی علامت

تمام اوقات میں ہر ایک کے لئے آب زم زم پینا عموماً مستحب ہونے پر نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی: ''ماء زم زم لما شرب لہ'' دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح کئی وہ احادیث جو آب زم زم پینے پر ابھارنے میں وارد ہوئیں اور وہ احادیث جو زم زم پینے کو کسی وقت یا شخصیت کے ساتھ معین نہیں کرتیں۔

یہ وہی بات ہے جسے حافظ دمیاطی نے سمجھا اور اپنی کتاب المتجر الرابح: ۱۳۱۷ میں ایک باب متعین فرمایا جس کا نام ''باب ثواب الشرب من ماء زم زم'' رکھا ہے۔

پھر اس باب میں حدیث ''ماء زم زم لما شرب له'' وارد کی۔

شوافع نے اس کے سنت ہونے پر نص بیان کی۔

جو مکہ میں ہو اس کے لئے آب زم زم پینے کے مستحب ہونے پر نص بیان کی اور یہ محرم و غیر محرم کو شامل ہے۔

حنفی فقہاء نے سنت' مستحب اور مندوب کے درمیان فرق کیا تو انہوں نے کہا:

Marfat.com

''جس کو نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو، کبھی کسی وقت چھوڑا نہ ہو اور عذر کوئی نہ ہو وہ سنت ہے۔ جس کو ہمیشہ نہ کیا ہو، اگر اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہو تو وہ مستحب ہے اور اگر چھوڑنا کرنے سے زائد ہو تو وہ مندوب ہے۔ مگر حنفی اہل اصول نے مستحب اور مندوب میں فرق نہیں کیا۔''

البتہ شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک مستحب، مندوب اور سنت الفاظ مترادف ہیں، یعنی ہم معنی ہیں۔

مجھے ان چاروں کے علاوہ کسی اور کی دلیل ونص پر اس مسئلہ میں واقفیت نہیں ہوئی۔ البتہ مذاہب اربعہ کے فقہاء نے مکہ سے آفاق کی طرف زم زم اٹھا کر لے جانے کو مستحب ثابت کیا ہے۔ زم زم اٹھا کر لے جانے سے سب سے پہلا مقصد اسے پینا اور اس سے برکت حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا ہر ایک کے لئے پینا مستحب ہوگا اور اٹھا کر لے جانے کے مستحب ہونے کی نص کے عموم میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ احادیث صریح اور واضح ہیں جن میں اٹھا کر لے جانے پر ابھارنے کا ذکر ہے۔

یہاں تنبیہ کی جاتی ہے کہ جیسے آب زم زم پینا مستحب ہے، اس کے لیے ضلع، اکثار اور امتلاء کے الفاظ بیان ہوئے ہیں، یعنی بھوک ختم کرتے ہوئے پیاس بجھاتے ہوئے مستحب ہے حتی کہ آب زم زم پینے والے کی کوکھوں تک پہنچ جائے۔

چاروں مذاہب کے فقہاء نے آب زم زم کثرت سے اور خوب پیٹ بھر کر پینے کو مستحب قرار دیا ہے۔

(مناسک ملاعلی قاری ص ۳۲۸، حاشیہ ابن عابدین ۲/ ۵۲۴، مواہب الجلیل ۱۱۵/۳، الشرح الکبیر، دردیر ۲/ ۴۳، مناسک نووی ص ۴۰۴، شرح منتھی الارادات ۶۵/۲)

بے شک آب زم زم کثیر طلب میں رغبت ہونا محبت کا عنوان اور شوق کا کمال ہے۔ اس لئے کہ طبیعتیں دوستوں کے پینے والے مقامات اور اہل مودت کے وطنوں کی مشاق ہوتی ہیں اور زم زم حضور مصطفی ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے پینے کی جگہ، رحمتوں کی جائے نزول، برکات کا فیض ہے۔ اس کے پاس پیاسا بن کر آنے والے اور اس سے پیٹ بھرنے والے نے شعار محبت قائم کر دیا۔ دوستوں کے عہد کو خوب نبھایا۔ اسی وجہ سے خوب پیٹ بھر کر پینے کو نفاق وایمان کے درمیان فرق کرنے والی علامت بنا دیا گیا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((التضلع من ماء زمزم براۃ من النفاق))

''آب زم زم سے سیر ہو کر پینا نفاق سے بری ہونا ہے۔'' (اخبار مکہ: ۵۲/۲) (جامع صغیر: ۲/ ۲۸۳)

حدیث کا ظاہر جس کا وہم ڈالتا ہے وہ مراد نہیں کہ جو شخص ہمت وطاقت ہوتے ہوئے زم زم نہ پیئے وہ منافق ہے، اگرچہ وہ دل سے تصدیق کرے بلکہ یہ بات اس حکم سے اس لئے خارج ہے کہ یہاں رغبت دلانا مقصود ہے اور زم زم سے دور رکھنے سے نفرت دلانا اور جھڑکنا ہے۔ باوجودیکہ علامت عام طور پر ہوتی مگر اس کا عکس نہیں یعنی یہ لازم نہیں ہے کہ علامت نہ ہو تو جس کی علامت ہے وہ بھی نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ زم زم کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث کو جو سچا جانے اور زم زم کی برکت اور خیر

Marfat.com

کی وجہ سے خوب سیر ہو کر پینے میں نبی کریم ﷺ کی ترغیب پر ایمان رکھے، پھر نہ پیئے اور نہ سیر ہو تو وہ منافق نہیں لیکن اس نے خیر کثیر کو چھوڑ دیا ہے۔

البتہ منافق وہ شخص ہے جو زم زم کی فضیلت کی تصدیق نہ کرتا ہو۔ اس سے بے رغبتی کی وجہ سے نہ پیتا ہو، اس کی رائے میں زم زم کے علاوہ دوسرے پانی اولی ہوں۔ واللہ اعلم۔!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

((علامه ما بيننا و بين المنافقين' ان يدلو دلوا من ماء زم زم فيتضلعوا منها ما استطاع منافق قط يتضلع منها))

"ہمارے اور منافقین کے درمیان فرق کی علامت یہ ہے کہ لوگ زم زم سے ڈول بھر کر نکالتے ہیں، پھر سیر ہو کر پیتے ہیں۔ منافق کبھی سیر ہو کر نہیں پی سکا۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان ايه ما بينا و بين المنافقين انهم لا تيضلعون من زم زمْ))

"بے شک ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ زم زم سے پیٹ خوب بھر کر سیراب نہیں ہوتے۔"

(سنن ابن ماجہ' المناسک' باب الشرب من زم زم ۱۰۱۷/۲، زوائد میں کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔) (سنن الدار قطنی: ۲۸۸/۲) (المستدرک: ۴۷۲/۱) (حافظ ابن حجر نے التلخیص الحبیر: ۲۶۹/۲)

رسول اللہ ﷺ کا حال یہ ہے کہ آب زم زم سیر ہو کر پیتے جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے اس میں منہ لگا کر پیا اور دیر تک پیا۔" (ازرقی: ۵۷/۲)

سیر ہو کر زم زم پینا نفاق سے بری ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ایسا کرنے والے کی اس پر دلالت ہے کہ اس نے زم زم کو حضور سید عالم ﷺ جو کچھ لائے اس پر اپنے ایمان اور تصدیق کی وجہ سے پیا ہے (اور کثرت سے زم زم پینا مستحب ہے) اور اسے اس کی فضل و کمال کا اعتقاد ہے۔ (فیض القدیر: ۲۸۳/۳)

نیز سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت فعلیہ ہے کہ آپ آب زم زم سیر ہو کر پیتے تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زم زم کے چبوترہ میں تھے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے لئے کنویں سے پانی نکالنے کا حکم دیا تو نکالا گیا، پھر آپ نے ڈول کنویں کے کنارہ پر رکھ دیا۔ پھر ڈول کے منہ پر رکھی جانے والی اینٹ کے نیچے سے آپ نے اپنا ہاتھ رکھا، پھر فرمایا: بسم اللہ۔ پھر آپ نے اس سے منہ لگا کر پیا تو دیر تک پیا' پھر دیر تک پیا' پھر سر مبارک اٹھایا تو فرمایا: الحمد للہ۔ پھر دوبارہ توجہ فرمائی تو فرمایا: بسم اللہ۔ پھر منہ لگا کر پیا تو دیر تک پیا مگر پہلی بار سے کم' پھر سر مبارک اٹھایا تو فرمایا: الحمد للہ۔ پھر آپ نے منہ لگا کر پیا تو بسم اللہ کہا، دیر تک پیا اور دوسری مرتبہ سے کم دیر لگی، پھر سر اٹھا کر الحمد للہ کہا۔ پھر فرمایا: ہمارے اور منافقوں کے درمیان

Marfat.com

فرق کی یہ علامت ہے کہ انہوں نے کبھی نہیں اتنا پیا کہ وہ سیر ہوسکیں۔ (النھایۃ ابن کثیر ۱۲۲۱/۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آب زم زم سے سیر ہونے اور سیر ہو کر پینے پر ابھارنے میں اس پر دلیل ہے کہ خوب سیر ہو کر پینے میں فائدے، بھلائیاں اور برکتیں وہ ہیں جو پینے والے کی روح اور جسم کے اندر پیدا ہوتی ہیں کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جس نے آب زم زم میں وہ خیر رکھی ہے۔ بخلاف باقی پانیوں کے کہ ان میں سے ایک مقررہ مقدار صرف پی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے آب زم زم پینا سنت بنادیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے آب زم زم کے فضائل وخیرات (بہتریاں) بیان کیں اور کثیر اور خوب پیٹ بھر کر پینے پر ابھارا اور اسے ایمان کامل کی علامت بنایا اور نفاق سے بری ہونے کی نشانی قرار دیا کیونکہ منافقین زم زم کو خوب پیٹ بھر کر نہیں پی سکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زم زم اٹھا کر پینے وغیرہ کے لئے مدینہ شریف کی طرف لے جانے پر سخت حریص تھے۔ یہ زم زم پینے کے مستحب ہونے تمام حالات میں اور ہر ایک کے لئے عام ہونے کی روایت واضح ہے۔ سائب مخزومی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:

((اشربوا من سقاية العباس فانه من السنة))

''سقایہ عباس (آب زمزم کے چشمے) سے پیو اس لئے کہ یہ سنت ہے۔''

(ترغیب وترہیب: ۲۱/۲) (فتح الباری: ۴۹۱/۳)

گزشتہ حدیث میں من السنۃ سے مراد سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ حکما مرفوع ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:

((صلوا فی مصلی الاخیار واشربوا من شراب الابرار))

''خیر والوں کی نماز گاہ میں نماز پڑھو اور ابرار کا مشروب پیو۔''

حضرت ابن عباس سے کہا گیا: مصلی الاخیار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

''میزاب کے نیچے۔''

عرض کیا گیا:

''شراب الابرار کیا ہے؟''

فرمایا:

''آب زم زم۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ابن السبيل اول شارب۔ يعني من زم زم))

''مسافر پہلے پینے والا ہے یعنی آب زم زم سے۔'' (ہیثمی، مجمع الزوائد ۲۸۶/۳)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کو آب زم زم پینے میں مقدم کرنے پر ابھارا ہے، اس مقیم پر جو حرم

Marfat.com

کے پڑوس میں رہتا ہو اور یہ مسئلہ دشواریوں میں ایک دوسرے کو پانی پلانے، بھیڑ کے وقت اور سفر کے سبب مسافر کو ضعف کی وجہ سے ہے۔

اس لئے بھی کہ بیت اللہ شریف کے پڑوسی اس مبارک پانی سے ہمیشہ کے توشہ پر ہیں اور ان کی نسبت سے معاملہ آسان ہے کہ جب مسافر غریب آتا ہے تو وہ ان پر آب زمزم پینے میں مقدم ہوتا ہے اور اگر نہیں تو پھر وہ اس مسافر کے لئے مزاحمت کریں گے حالانکہ دن محدود ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ غریب اس خیر یعنی زمزم پینے اور خوب کثرت سے پیٹ بھر کر پینے سے محروم رہ جائے گا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کی اس سے متعلق وصیت آئی ہے۔

پھر راہ گیر مسافر زمزم کے پاس رہنے والوں کا مہمان ہے اور میزبانی کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ مہمان کو دوسروں پر مقدم کیا جائے۔

یہ اسی طرح ہے جیسے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ اہل مکہ کی نفلی نماز اور مکہ کے مجاوروں کی نفلی نماز نفلی طواف سے افضل ہے، حج کے موسم میں تاکہ اس موسم کے اندر آنے والوں پر بھیڑ اور اژدحام نہ ہو۔

حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لئے اور بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے والوں کے لئے نفلی طواف نفل نماز سے افضل ہے۔ اس لئے کہ نماز اگرچہ تمام عبادات کی اصل ہے مگر اس کی کثرت کا تصور تمام جہات میں ہوتا ہے اور طواف کا وجود برکتوں والے کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (یعنی باہر سے آنے والا نفلی نماز کو گھر جا کر بھی پڑھ سکتا ہے مگر طواف نہیں کر سکتا ہے اس لئے اس کے لئے طواف نفل نماز سے افضل ہے۔)

☆☆☆

زمزم پلانا مستحب اور عظیم ثواب کا باعث

نبی کریم ﷺ نے جہاں زمزم کے علاوہ پانی پلانے کی فضیلت بیان فرمائی وہاں دیگر احادیث میں آپ نے اس نیک عمل کی اللہ کے ہاں قدر و عظمت کو بیان فرمایا۔

امام مسلم نے مسلم شریف (کتاب البر والصلۃ، باب فضل عیادۃ المریض ۱۹۹۰/۴) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان اللہ عزوجل یقول یوم القیامۃ یا ابن آدم استقیتک فلم تسقنی قال یا رب و کیف اسقیک وانت رب العالمین؟ قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقہ اما انک لو سقیتہ وجدت ذلک عندی))

"بے شک اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ عرض کرے گا: اے رب! میں کیسے تجھے پلاتا تو تو رب العالمین ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے اسے نہ پلایا اگر تو اسے پلاتا تو اس کو

Marfat.com

میرے پاس پاتا۔"

امام بخاری و مسلم (صحیح بخاری، المسقات، باب فضل سقی الماء ۵/۴۰۔۴۱، صحیح مسلم، اسلام، باب فضل سقی البہائم غیر المحترمۃ واطعامھا ۴/۶۱۷، الفاظ مسلم کے ہیں) نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیه العطش، فوجد بئرا، فنزل فیها فشرب، ثم خرج فاذا کلب یلهث، یاکل الثری من العطش، فقال الوجل لقد بلغ هذا الکل ب من العطش مثل الذی کان بلغ منی، فنزل البئر فملا خفه ماء ثم امسکه بفیه حتی رقی، فسقی الکلب، فشکر الله له فغفر له قالوا یا رسول الله وان لنا فی البهائم لاجرا؟ فقال فی کل کبد رطبة اجر))

"ایک آدمی راستہ میں جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اسے ایک کنواں دکھائی دیا تو وہ اس کے اندر اترا اور پانی پیا، پھر باہر نکلا تو ایک کتا ہانپ رہا تھا۔ پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کھا رہا تھا۔ اس آدمی نے سوچا کہ اس کتے کو اسی طرح پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی۔ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھر کر اپنے منہ کے ساتھ پکڑ کر اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالی نے اس کی قدر کی اور اسے بخش دیا۔ (صحابہ کرام) نے عرض کیا! یا رسول اللہ! جانوروں میں بھی ہمارے لئے اجر و ثواب ہے؟ فرمایا: ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔"

عبداللہ بن دینار کی روایت میں فغفر لہ کے بجائے فادخلہ الجنۃ (اور اسے جنت میں داخل کر دیا) ابن حبان کی روایت اسی طرح ہے۔ (فتح الباری: ۵/۴۲)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے جانوروں میں سے غیر محترم جانور (جیسے کتا، لومڑی، شیر، درندے) کو پانی پلانے کی فضیلت بیان فرمائی کہ اس کام کے کرنے والے کو حسن خاتمہ نصیب ہوا اور اسی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہوا تو بنی نوع انسان میں سے کسی فرد کو پانی پلانے کی فضیلت کیا ہوگی جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا کی اور بہت زیادہ عزت و کرامت سے نوازا؟ تو جب کتے کو پانی پلانے سے مغفرت حاصل ہوگئی تو مسلم کو پلانے سے بہت زیادہ عظیم اجر نصیب ہوگا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک فاسقہ فاجرہ عورت کو بخش دیا جو بنی اسرائیل کے زنا کاروں میں سے تھی کیونکہ اس نے ایک ہانپتے کتے کو پانی پلایا تھا جو پیاس کی وجہ سے قریب تھا کہ مر جائے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب بخاری شریف (بدء الخلق باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم ۶/۳۵۹) میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((غفر لا مراة مومسة مرت بکلب علی راس رکی یلهث قال کاد یقتله

Marfat.com

العطش فنزعت خفها' فاوثقة بخمارها' فنزعت له من الماء فغفر لها بذالك))

"ایک زانیہ عورت کی بخشش ہو گئی جو کنویں کے کنارے زبان نکالتے ہانپتے ہوئے کتے کے پاس سے گزری۔ قریب تھا کہ پیاس اسے قتل کر دے تو اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اپنے دوپٹہ کے ساتھ باندھا، پھر کتے کے لئے پانی کھینچا، اس وجہ سے اس عورت کو بخش دیا گیا۔"

امام بخاری نے (آخر کتاب الانبیاء ۵۱۱/۶) بالفاظ دیگر ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(("بینما کلب یطیف برکیة کادیقتله العطش اذ راته بغی من بغایا بنی اسرائیل' فنزعت موقها' فسقه فغفرلها به"))

اسی دوران کہ کتا کنویں کے گرد گھوم رہا تھا کہ پیاس سے مرجاتا جب اسے ایک بنی اسرائیل کی زانیہ بدکار عورت نے دیکھا تو اس نے اپنا موزہ اتارا اور کتے کو پانی پلایا اس کے بدلہ میں اسے بخش دیا گیا۔

اس کے علاوہ کثیر احادیث ہیں جو عام پانی پلانے کی عظیم فضیلت کو بیان کرتی ہیں تو آب زم زم پلانا کیسا ہو گا' جو برکت والا' عظیم خیر والا ہے۔

امام منذری رحمہ اللہ تعالی نے پانی پلانے کی فضیلت میں ذکر کیا ہے کہ یہ عمل بیماریوں سے شفاء کا سبب ہے کیونکہ علی بن حسن بن شفیق سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن مبارک سے سنا اور ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! ایک پھوڑا میرے گھٹنے میں سات سال سے نکلا ہوا ہے اور میں نے کئی طرح اس کا علاج کیا اور ڈاکٹروں' طبیبوں سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی مگر مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

آپ نے فرمایا: جا! ایسی جگہ دیکھ جہاں لوگوں کو پانی کی حاجت ہو۔ وہاں کنواں کھود دے کہ بے شک مجھے امید ہے وہاں چشمہ پھوٹے گا ادھر تیرا خون رک جائے گا۔ تو اس شخص نے یہ کام کیا اور تندرست ہو گیا۔ اسے بیہقی نے روایت کیا۔

اس مفہوم کو ہمارے شیخ حاکم ابوعبداللہ رحمہ اللہ تعالی محمد بن عبداللہ متوفی ۴۰۵ کی حکایت تقویت دیتی ہے کہ آپ کے چہرے پر پھنسیاں پھوڑے ہو گئے اور انہوں نے بہت علاج معالجہ کیا مگر یہ بیماری دور نہ ہوئی، تقریباً ایک سال وہ اسی حالت میں رہے تو انہوں نے استاد امام ابوعثمانی صابونی' اسماعیل بن عبدالرحمٰن نیشاپوری' علامہ محدث مفسر واعظ' متوفی ۴۴۹ رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ وہ جمعہ کے دن اپنی مجلس میں ان کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کر دی اور اکثر لوگوں نے آمین کہی۔

جب دوسرا دن ہوا۔ ایک عورت نے مجلس میں رقعہ بھیجا کہ وہ اپنے گھر لوٹ کر گئی اور حاکم ابوعبداللہ کے لئے اس رات دعا میں پوری قوت صرف کی۔ تو اس نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے: ابوعبد

اللہ سے کہہ کر مسلمانوں پر پانی میں توسیع وکشادگی کر دے۔

رقعہ حاکم کے پاس لایا گیا۔ اس نے اپنے گھر کے دروازے پر سبیل کی تعمیر کا حکم صادر فرمایا، جب تعمیر سے فارغ ہوئے اس میں پانی اور برف ڈالنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے پینا شروع کر دیا۔ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ اسے شفاء ظاہر ہوگئی اور وہ پھنسیاں پھوڑے زائل ہو گئے اور چہرہ پھر اسی طرح خوبصورت ہو گیا تھا اور وہ اس کے بعد کئی سال زندہ رہا۔

آب زم زم پلانے کی ڈیوٹی میں تو بہت عظیم شرف ہے جس کا اندازہ قیمت سے نہیں لگایا جاسکتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے پانی پلانے کا کام اپنے چچا سیدنا عباس اور ان کے بیٹوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کر دیا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عظیم شرف کو جو حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو عطا کیا تھا اپنا شعار و علامت بناتے ہوئے کہا:

((واعطانی زم زم وما احب ان لی بھا جمیع اموال اھل مکۃ))

”مجھے آپ نے زم زم پلانے کا منصب عطا کیا اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اہل مکہ کا تمام مال اس کے بدلہ میں مجھے ملے۔“

اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے اور خبر دار کیا جاتا ہے کہ جو تیری عزت و اکرام زم زم پلا کر کرے اور تجھے تحفہ عطا کرتے تو اسے قبول کر خوشی اور رشک سے اور اسے رد نہ کر (کیونکہ اگر تو نے رد کر دیا) تو (گویا) بہت بڑی خیر کو رد کر دیا۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلم شریف میں (الحج، باب حجۃ النبی ﷺ ۸۹۲/۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے حج کی کیفیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور بیت اللہ شریف کی طرف لوٹ آئے، مکہ میں نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ بنی عبد المطلب کے پاس تشریف لائے، وہ آب زم زم پلاتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے بنی عبد المطلب زم زم نکالو۔ اگر لوگوں کے تم پر تمہارے پلانے پر غلبہ کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ نکالتا۔ انہوں نے ڈول پیش کیا اور آپ نے اس سے نوش فرمایا۔

☆☆☆

لاجواب تحفہ......خوشبو اور آب زمزم رد نہ کیا جائے

(آب زمزم بطور ہدیہ)

آب زم زم کیا ہی عظیم ہدیہ اور تحفہ ہے کہ اس کے ساتھ ہم اپنے دوست احباب اور مہمانوں کی عزت و اکرام کرتے تھے اور ہمیں اسی طرح اس پر حریص ہونا چاہئے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر موقوف روایت مروی ہے:

((فكان اذا نزل به ضيف اتحفه من ماء زم زم))

''جب نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی مہمان حاضر ہوتا تو آپ اسے آب زمزم تحفۃً عطا کرتے۔''

(اخبار مکہ' فاکھی ۴۶/۲)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب چاہتے کہ کسی شخص کو تحفہ عطا فرمائیں تو آپ اسے آب زمزم پلاتے۔

(ابو نعیم، حلیہ ۳۰۴/۳) (امام سیوطی، جامع صغیر مع الفیض ۹۶/۵، ضعیف ہے) (فاکھی، تاریخ مکہ ۴۶/۲ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ پر موقوف ہونے کی حالت میں ایسی سند کے ساتھ جو شیخین کی شرط پر ہے)

حضرت امام مجاہد سے روایت ہے:

((ما رأيت ابن عباس رضى الله تعالى عنه اطعم ناسا قط الا سقيهم من ماء زم زم))

''میں نے نہیں دیکھا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگوں کو کبھی کھانا کھلایا ہو اور انہیں آب زمزم نہ پلایا ہو۔'' (الفاکھی: ۴۶/۲)

امام حافظ حجت سفیان بن عینیہ' علامہ' شیخ الاسلام' محدث الحرم' متوفی ۱۹۸ رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی گئی ہے کہ ان کے پاس آب زمزم لایا گیا تو آپ نے پیا اور اپنی دائیں جانب والے کو پلایا اور فرمایا: آب زمزم خوشبو کے قائم مقام ہے کہ اسے رد نہیں کیا جاتا۔ (اخبار مکہ' فاکھی ۴۷/۲)

جیسے رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کہ خوشبو کو رد نہیں کیا جاتا۔

(صحیح بخاری اللباس' باب من لم یرد الطیب ۳۷۰/۱۰)

اس میں حدیث اس طرح ہے:

((ان النبى صلى الله عليه واله وسلم كان لايرد الطيب))

''نبی کریم ﷺ خوشبو رد نہ کیا کرتے تھے۔''

اسی طرح آب زمزم ہے۔

☆☆☆

آب زمزم کی فروخت

جو کوئی بھی آب زمزم کی کچھ مقدار کا مالک لینے اور جمع کرنے کے ساتھ ہو جائے اسے اختیار ہے' بیچ دے یا ہدیہ وغیرہ دے' اس میں تصرف ایسے ہی ہے جیسے دیگر پانیوں' گھاس وغیرہ مباح اشیاء میں ہوتا ہے جبکہ انسان ان کا مالک ہو جائے۔

Marfat.com

البتہ آب زم زم جو اس کی جگہ یعنی کنویں کے اندر بیچنا کہ مثلاً: کوئی خریدار کو کہے میں جو پانی کنویں کے اندر ہے اس سے ایک ڈول تیرے پاس بیچتا ہوں تو یہ اس کے لئے جائز نہیں کیونکہ بعد میں وہ اس کی حفاظت میں نہیں رہا۔

☆☆☆

آب زمزم کو گھروں میں لے کر جانا اور اس کی ترغیب و تحریص

زمانہ قدیم سے رواج چلا آ رہا ہے کہ مسلمان حج کرنے کے بعد گھروں کو واپسی کے وقت اپنے ہمراہ اس مبارک پانی کو لے جاتے ہیں۔ اس کے لئے مخصوص قسم کے برتن پہلے ہی تیار شدہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بطور تحفہ یہ پانی پیش کرتے ہیں۔

اس کے متعلق اصل روایت وہ ہے جو حضرت عائشہ سے مروی ہے:

((انها كانت تحمل من ماء زمزم وتنحران رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحمله))

"حضرت عائشہ زمزم کا پانی ساتھ لے جاتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ آنحضرت ﷺ بھی پانی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔"

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ پانی کسی مٹی کے برتن میں ڈال کر اٹھاتی تھیں اور آنحضرت ﷺ بھی ایسا کرتے تھے اور مکہ میں ہمیشہ لوگ ایسا ہی کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ زم زم کو مکہ سے منگوانے میں جلدی فرمایا کرتے تھے تا کہ یہ مبارک پانی ختم نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ اگر تیرے پاس میرا یہ خط رات کو آئے تو تو صبح ہرگز نہ کر اور اگر دن کو آئے تو شام ہرگز نہ ہونے دے حتیٰ کہ میرے پاس آب زم زم بھیج دے۔ انہوں نے آپ کے لئے دو برتن بھرے اور دونوں اونٹ پر لاد کر آپ ﷺ کی طرف بھیج دیئے۔ (اخبار مکہ، ازرقی: ۲/ ۳۳، ۴۸، ۴۹، ۵۰)

آب زم زم اٹھانا اور غیر اہل مکہ کے لئے مکہ سے آفاق کی طرف لے جانا جب سنت ہے تو اسے اٹھا کر اہل حرم اور حرم کے پڑوسیوں کے حق میں گھروں کی طرف لے جانا زیادہ حق رکھتا ہے۔

آب زم زم کو فضیلت اللہ تعالیٰ کے اذن سے حاصل ہے، خواہ وہ مکہ میں اپنی جگہ پر ہو یا کسی اور جگہ کی طرف نقل کر لیا گیا ہو۔ بے شک اس کی فضیلت اس کی ذات کے ساتھ متعلق ہے، جس جگہ میں ہے اس کی وجہ سے نہیں۔ (الاعلام الملتزم)

ورنہ نبی اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین اور ان کے بعد والے آج تک اسے ہرگز اٹھا کر نہ لے جاتے۔ نیز اگر آب زم زم کو کئی سال لمبی مدت تک محفوظ کر لیا جائے اس میں تغیر نہیں ہوتا نہ فاسد ہوتا ہے اور یہ واقعی اور تجربہ شدہ بات ہے کہ آب زم زم جیسا ہے ویسا ہی رہتا ہے ہر جگہ۔

پچھلی صدی ہجری میں سقوں کو دیکھا جاتا کہ صراحیوں میں پانی بھر کر لوگوں کے پاس پھرتے تھے۔ حرم

شریف میں زمزم کا پانی ان کے پاس ہوتا تھا۔ یہ لوگوں کو پانی پلانے کے لئے پھرتے تھے۔ نیز پانی کی صراحیاں بھر کر حاجیوں کی رہائش گاہوں پر پہنچاتے تھے تاکہ حجاج چاہ زمزم کے مکان کے اندر اژدحام کی تکلیف سے بچ جائیں۔

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے جو پانی حاصل کرے، اسے پینے میں استعمال کرے۔ گھر میں ذخیرہ کرنے کے لئے حاصل نہ کرے۔ حکومت حجاز کا یہ بہت اچھا کارنامہ ہے کہ اس نے حکم نافذ کیا ہوا ہے کہ وہ برتن اور گیلن جن میں پانی ڈال کر اسلامی ممالک میں بھیجا جاتا ہے ان کو پہلے نہایت صاف ستھرا کریں، پھر اس میں پانی بھریں۔

آب زم زم کا عظیم فضل، کبیر شرف، کثرت خصائص، عظیم برکات وخیرات کی وجہ سے دیگر پانیوں سے ممتاز اور افضل ترین تحفہ اور مہمان نوازی ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اسے اٹھا کر مدینہ منورہ لے گئے تاکہ پئیں، بیماروں کو بلائیں اور شفاء کے لئے ان کے اوپر ڈالیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ آپ زم زم اٹھا کر لے جایا کرتی تھیں اور خبر دیا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اسے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

(سنن الترمذی، الحج ۲۹۵/۳ اور کہا: حدیث حسن غریب ہے)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آب زم زم چمڑے کے برتنوں اور مشکوں میں اٹھایا، آپ زم زم بیماروں کے اوپر ڈالتے اور انہیں پلاتے تھے۔ (اخبار مکہ، فاکھی ۴۹/۲) (سنن بیہقی ۲۰۲/۵، حدیث حسن ہے)

حاجی کو چاہئے کہ جب چاہ زمزم پر پہنچے اور پانی پئے تو وہاں بکثرت دعا کرے، کیونکہ یہ ان مقامات میں سے ہے جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اپنے رب سے جامع دعا کرے، اپنے گناہوں کی معافی کا سوال کرے اور اپنی توبہ کی قبولیت اور بلندی درجات کی دعا کرے۔ نیز اپنے والدین، رشتہ دار اور اپنے مسلمان بھائیوں کے حق میں دعا کرے، کیونکہ ان کے لئے غائبانہ دعا بہت جلد منظور ہوتی ہے۔ جب آپ ایسے مقام پر ہوں کہ جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں اس وقت آپ کا کیا حال ہوگا۔ اس مقام پر ہمیں بھی یاد رکھیئے۔

سوائے حنبلیوں کے چاروں مذاہب کے علماء نے آب زمزم کو مکہ سے منتقل کرنے، اٹھانے اور زادراہ بنانے کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی، جبکہ حنبلیوں نے اس کے نقل کرنے کے مکروہ نہ ہونے کی تصریح کی ہے مگر مستحب ہونے کی تصریح نہیں کی۔

صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے بزرگوں کا نیک عمل آج تک اسی طریقہ پر جاری ہے کہ لوگ دور دراز سے آ کر مکہ سے آب زم زم اٹھا کر لے جاتے ہیں اور برکت وخیر کی طلب میں اسے زادراہ بھی بناتے ہیں۔

حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ میں نے عطاء بن ابی رباح تابعی سے پوچھا:

"میں آب زم زم (گھر لے جانے کے لیے) اٹھالوں؟"

تو انہوں نے فرمایا:

"یقیناً رسول اللہ ﷺ اور حسن وحسین رضی اللہ تعالی عنہما نے اسے اٹھایا تھا۔"

(طبرانی، معجم کبیر: ۲۸/۳(۲۵۶۶)

عطاء بن ابی رباح سے آب زم زم کو حرم سے نکالنے کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:
''کعب الاحبار نے بارہ راویوں کے ساتھ شام کی طرف اسے نقل کیا، وہ اس کو پیتے تھے۔''

(مصنف ابی شیبہ: ۴۵۳)

امام علامہ قاضی تقی الدین ابن فہد مکی محمد بن محمد بن عبد اللہ' متوفی ۸۷۱ ہجری رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے مطالعہ' کتابت' بال بچوں کے کسی اہم کام میں مشغولیت' کثیر طواف اور روزوں کا اہتمام آپ کو آب زم زم پینے کی حرص سے جدا نہ کر سکتا تھا کیونکہ آپ مکہ سے نکلتے ہوئے اکثر پانی ساتھ لے لیتے تھے۔

اسی طرح پہلے بزرگ ہمیشہ مکہ میں اپنے گھروں کے اندر آب زم زم کے موجود ہونے پر سخت حریص ہوتے تھے۔حتی کہ ان سے یہ بات کافی ہے کہ وہ زم زم مکہ سے نکلتے وقت ساتھ رکھتے تھے تاکہ اس کی خیرات وہ برکات سے الگ نہ ہوں۔

امام تابعی جلیل ثقہ حافظ وہب بن منبہ متوفی ۱۱۴ ہجری جب مکہ میں داخل ہوئے آپ کے گھر سے پانی ختم نہ ہوتا۔آپ کا پینا' نہانا' وضو کرنا آب زم زم سے ہی ہوتا، کیونکہ آپ کو آب زم زم سے برکت پانے پر بہت زیادہ حرص تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کے پاس مہمان تشریف لاتا، آپ اسے آب زمزم کا تحفہ عطا کرتے اور آپ نے کسی انسان کو کبھی کھانا آب زم زم پلائے بغیر نہیں کھلایا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا گھر آب زم زم سے خالی نہیں ہوتا تھا۔

☆☆☆

کعبۃ اللہ میں عظیم نشانی ونعمت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات))

(سورۃ حج، آیت نمبر ۲۷'۲۸)

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں تاکہ وہ اپنے فائدے پائیں اور اللہ کا نام لیں معلوم دنوں میں۔''

ان عظیم منفعتوں میں سے جن کا مشاہدہ حج اور عمرہ کرنے والے حرم شریف میں کرتے ہیں عظیم ترین نفع والی چیز آب زم زم ہے، کیونکہ جب لوگ پیتے اور خوب سیر ہو جاتے ہیں' اس کی بھلائیاں اور برکتیں پاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں جو اس کے پیتے وقت قبول ہوتی ہے، آب زم زم دنیا و آخرت کی جن حاجات کے لئے پیا جائے ان

Marfat.com

(کے حصول) کے لئے ہے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ان عظیم نعمتوں میں سے ہے جو اس نے اس پاکیزہ اور مبارک جگہ میں اپنے حرمت والے گھر کے پاس بنائی ہیں۔

وہ فضائل جو اس نعمت کی عظمتوں کو ظاہر کرتے ہیں ان میں ظاہر ترین فضیلت اور آب زم زم کی بڑی منفعت خاص طور پر اس کے ذریعہ شفاء پانا ہے۔تو کتنے ہی بیمار ایسے ہیں جنہیں اس پر کھڑے ہونے کے سبب شفاء و عافیت عطا کر دی گئی اور بعض کو اس سے پینے سے اور بعض کو غسل کرنے سے بعد اس کے کہ انہوں نے زمین کے اندر کوئی چشمہ ایسا نہ چھوڑا جس کے پاس وہ نہ گئے ہوں اور اس میں نہائے نہ ہوں، بلکہ وہاں تو اتنے بیمار شفاء یاب ہوئے جن کا شمار نہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں آب زم زم کی برکت سے ایسی سخت بیماریوں سے شفاء عطا کر کے عزت عطا کی جن سے اطباء کی ایک جماعت اور حکیموں کی حکمت عاجز آ چکی تھی۔

آب زم زم اس عظیم خیر کا دروازہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لئے کھول رکھا ہے اس کے ذریعے ان کی عزت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وّھدی للعالمین فیہ ایت بینت مقام ابراھیم ومن دخلہ کان امنا))(سورہ آل عمران، آیت ۹۶،۹۷)

"بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کا مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا رہنما۔اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو۔"

امام فقیہ محدث محمد بن عمر جو بحرق کے نام سے مشہور ہیں، نے فرمایا:

"جو آیات بینات اس گھر میں ہیں ان میں حجر اسود، حطیم، جبریل علیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑی سے آب زم زم کا پھوٹ کر نکلنا، اس کا پینا، بیماروں کے لئے شفاء ہونا، جسم کی غذا ہونا اس لئے کہ آب زم زم پانی اور کھانے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔"

الاحکام القرآن ۱۳۹/۴ میں آب زم زم کو بھی آیات بینات میں شمار کیا گیا ہے۔

☆☆☆

مکہ کی آبادی کا سبب

آب زم زم کے فضائل اور برکات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک پانی کو مکہ مکرمہ کی آبادی کا سب سے پہلا سبب بنایا ہے اور زندگی کی نشو ونما اس میں ہے۔اسی وجہ سے بیت اللہ شریف کی آبادی ہے۔

ایک وقت ایسا تھا کہ بطنِ مکہ میں پانی نہیں تھا اور کوئی ایک وہاں ٹھہرتا نہیں تھا۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کر کے اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ظاہر کر دیا۔اس آب زم زم سے آپ کی اور آپ کی والدہ

Marfat.com

سیدہ ہاجرہ علیہا الصلوۃ والسلام کی مدد کر کے دونوں کو سیراب کیا تو ان سے مکہ آباد ہوا اور وہاں پانی کی وجہ سے یمن کا ایک قبیلہ سکونت پذیر ہوا، اس قبیلے کو جرہم کہا جاتا ہے اور وہ بنی قحطان سے ہے اور یہ سکونت حضرت ہاجرہ علیہا الصلوۃ والسلام سے اس پانی کی مجاورت کی اجازت لینے کے بعد ہوئی کیونکہ آپ نے انہیں اس شرط پر اجازت دی کہ ان کے لئے اس پانی سے پینے اور نفع پانے کے علاوہ کچھ اختیار نہیں تو وہ ٹھہرے اور اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی شادی اس قبیلے میں ہی اس کے بعد ہوئی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کا ارادہ مکہ مکرمہ کی زندگی اور آبادی کا ہوا کہ اس نے آب زم زم کو اس کا سبب بنایا۔ اگر یہ مبارک پانی نہ ہوتا تو کسی ایک کا یہ مقام نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

☆☆☆

زم زم ختم نہیں ہوگا

اللہ تعالیٰ نے زم زم کو ایسا چشمہ بنایا ہے جو کبھی خشک نہ ہوگا۔ کہا جاتا ہے بَرذمہ یعنی کم پانی والا کنواں، مگر زم زم نہ منقطع ہوگا نہ اس میں کمی آئے گی۔

فتح الباری ۴۰۲/۶ زیادات الباب میں ہے کہ سیدہ ہاجرہ نے حوض بنایا تا کہ اس کا پانی آگے نہ جائے۔
جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ سے کہا:

"آپ اس وادی کے رہنے والوں پر پیاس کا ڈر نہ رکھیں کیونکہ یہ چشمہ ایسا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے مہمان پئیں گے۔"

نیز اس چشمہ کے تا قیامت باقی رہنے اور منقطع نہ ہونے پر دلیل وہ روایت ہے کہ قیامت سے پہلے تمام پانی آب زم زم کے علاوہ گہرائی میں چلے جائیں گے یعنی خشک ہو جائیں گے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیدہ ہاجرہ اچانک زم زم کے مقام پر فرشتے کے پاس تھیں، فرشتے نے اپنی ایڑھی سے اسے کریدا یا فرمایا: اپنے پر سے۔ حتی کہ پانی ظاہر ہو گیا تو سیدہ نے حوض بنانا شروع کر دیا اور آپ اپنے ہاتھ سے کہتی تھیں: اس طرح۔ اور پانی کا چلو بھر بھر کر اپنے مشکیزہ میں ڈالتی جاتی تھیں اور ان کے چلو بھرنے کے بعد وہ اور نکل آتا تھا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے تھے:

"اللہ تعالیٰ اسماعیل کی ماں علیہا الصلوۃ والسلام پر رحم فرمائے! اگر وہ زم زم کو چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اگر پانی کے چلو نہ بھرتیں تو یقیناً زم زم ایک جاری چشمہ ہوتا۔"

(بخاری، کتاب الانبیاء باب یزفون ۳۹۶/۶)

بخاری شریف: ۳۹۸/۶ میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((لو ترکة کان الماء ظاهرا))

''اگر اسے چھوڑ دیتیں تو پانی ظاہر ہوتا۔''

ابن جوزی نے کہا:

''زم زم کا ظہور بغیر کسی عمل کے اللہ کی نعمتوں میں سے ایک خالص نعمت ہے تو جب سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احاطہ کرنے کا تعلق اس کے ساتھ ہوا، کسب بشر کا اس میں دخل ہو گیا، اسی لیے ایک ہی جگہ پر اسے محدود کر دیا گیا۔'' (فتح الباری: ۴۰۲/۶)

ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ بے شک اللہ عز وجل قیامت سے پہلے تمام میٹھے پانی اٹھالے گا اور سب پانی گہرائی میں چلے جائیں گے مگر آب زم زم باقی رہے گا اور زمین کے اندر جو کچھ سونا چاندی ہے وہ اسے باہر ڈال دے گی اور آدمی برتن اس حال میں لائے گا کہ اس میں سونا اور چاندی ہو گا تو وہ کہے گا یہ مجھ سے کون لے گا؟ تو (کوئی جواباً) کہے گا: اگر تو کل میرے پاس لاتا تو میں لے لیتا۔ (اخبار مکہ: ازرقی ۵۹/۲' فاکہی ۶۷/۲)

جناب عطا سے روایت ہے کہ ایک حبشی زم زم میں گر گیا اور مر گیا تو ابن زبیر نے زم زم نکالنے کا حکم دیا۔ پانی ختم ہی نہ ہوتا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ حجر اسود کی طرف سے چشمہ جاری تھا۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اتنا ہی کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۶۲/۱' شرح معانی الآثار طحاوی ۱۷/۱' ابن ہمام نے فتح القدیر ۶۱/۱ میں کہا اس کی سند صحیح ہے۔)

زم زم کے ختم نہ ہونے پر ایک اہم دلیل یہ ہے کہ جب سے وہ اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے پھوٹا اس وقت سے لے کر آج تک کثیر پینے کی وجہ سے ختم نہیں ہوا۔ خصوصاً آج کے دور میں رمضان المبارک اور حج کے دنوں میں جب بہت بڑی مقدار میں لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف لے جاتے ہیں۔

اگر کوئی زم زم کے کنویں میں دیکھے تو دیکھے گا کہ پانی کی سطح برابر ایک حال پر رہتی ہے، اس میں تغیر نہیں ہوتا۔ پانی جب سے اس سے لیا جا رہا ہے نہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ ہوتا ہے، اتنا کثرت سے نہیں پھوٹتا کہ زمین پر اس طرح بہہ نکلے کہ اسے محفوظ نہ کیا جا سکے اور نہ اتنی مقدار میں کمی ہوتی ہے کہ اس سے کچھ باقی نہ رہے۔

جو تاریخ میں جرہم قبیلہ کے متعلق حرم کی تحقیر کرنے کی بابت مذکور ہے کہ آب زم زم خشک ہو گیا اور ان کے زمانہ میں ختم ہو گیا، اس کا ازالہ یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا کیونکہ کنویں کے اندر اسی طرح پانی پھوٹتا تھا جیسا کہ تھا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دوبارہ ظہور کا ولادت نبی ﷺ کے قریب سیدنا عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا، لہٰذا حضور ﷺ کے دادا عبد المطلب کے ہاتھوں میں اس کا ظہور ہوا۔

ایک زمانہ میں جب زمزم کے کنویں کا پانی بہت کم ہو گیا حتی کہ ختم ہونے کے قریب ہو گیا، پھر اس کی گہرائی زیادہ کی گئی تو پانی جیسے تھا ویسے ہی کثیر ہو گیا۔

آب زم زم کی بالائی سطح کنویں کے اندر کنویں کے منہ سے تین میٹر گہرائی پر نہے۔ پانی تھوڑا ہو یا کچھ زیادہ ہو۔

Marfat.com

استاد انجنیئر یحییٰ کوشک ۱۴۰۰ ہجری میں زم زم کے کنویں کو صاف کرنے کے لئے کنویں سے پانی نکالنے کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''چار عدد بہت طاقتور موٹر پمپ لگائے گئے جو چوبیس گھنٹے چلتے تھے اور ایک منٹ میں آٹھ ہزار لیٹر پانی نکلتا تھا۔'' (زم زم یحییٰ کوشک: ۲۰۰)

کنویں کے منہ سے پانی کی بالائی سطح ۳ء۲۳ میٹر تھی اور ہر نصف منٹ میں پوری ہوتی تھی حتی کہ پانی کی سطح کنویں کے اندر ۷ء۱۲ میٹر ہوگئی، پھر ۳۹ء۱۳ میٹر تک پہنچی اور اس گہرائی پر پانی کا کنویں میں نیچے جانا موقوف ہو گیا، یہ وہ جگہ ہے جو پانی کے چشموں کا مکان ہے اور جب موٹر پمپس کے نصب کرنے کا عمل پورا ہوا پانی بلند ہونا شروع ہوگیا حتی کہ کنویں کے اندر ۹۰ء۳ تک گیارہ منٹ کے اندر آ پہنچا۔ (زم زم: ۷۹)

وہ مزید لکھتے ہیں:

''میں ہرگز نہ بھولوں گا جب تک زندہ رہا اس خوفناک منظر کو۔ پانی اپنے چشموں سے اتنی مقدار میں گرتا تھا کہ کسی کا خیال و وہم نہیں ہوسکتا اور پانی کے زور سے گرنے کی آواز (اس قدر زبردست) تھی کہ کان بہرے ہوتے تھے۔''

☆☆☆

شفاء ہی شفاء

بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ اس نے ان کے لئے برکتوں والے آب زم زم کو ہر بیماری سے شفاء کی خاصیت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم وفضل سے جسے چاہے اسے آب زم زم کے ذریعے شفاء عطا کرتا ہے اور آب زم زم کی اس خاصیت کو بیان کرنے کے لیے بے شمار احادیث آئی ہیں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خیر ماء علی وجه الارض ماء زم زم فیه طعام الطعم و شفاء السقم))

''زمین پر بہترین پانی آب زم زم ہے۔ اس میں بھوکے کا کھانا اور بیماری کی شفاء ہے۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((زم زم طعام طعم و شفاء سقم))

''زم زم بھوکوں کیلئے بھوک مٹانے والا کھانا اور بیماروں کے لیے شفاء ہے۔'' (ترغیب وترہیب: ۲۰۹/۲)

وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ تابعی ہیں، آپ فرماتے ہیں:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں وہب کی جان ہے، کوئی بھی شخص آب زم زم پر اعتماد کر کے پیئے حتی کہ اس کا پیٹ خوب بھر جائے تو بلاشک وشبہ اس سے بیماری نکل جاتی ہے اور شفاء اس کے لئے ظاہر ہو جاتی ہے۔'' (اخبار مکہ، ازرقی: ۵۰/۲)

Marfat.com

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر بیماری سے شفاء کیلئے آب زم زم پیا کرتے تھے کیونکہ وہ آب زم زم میں اس خاصیت سے واقف تھے اور انہیں یہ علم بھی تھا کہ آب زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے اس کے لئے کارگر ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آب زم زم پیا کرتے تھے، یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((اللهم انی اسالك علماً نافعاً و رزقاً واسعاً و شفاءً من كل داءٍ))

"اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم اور وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔"

(المستدرک الحاکم: ۱/۴۷۴)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ماء زم زم لما شرب له فان شربته تستشقی به شفاك الله))

"آب زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے اسی کے لئے ہے تو اگر تو اسے پیئے اس کے ساتھ شفاء طلب کرتے ہوئے تو اللہ تجھے شفاء دے گا۔"

حضرت یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا، ہم نے بھی ان کے ساتھ حج کیا تو جب آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں ادا کیں پھر صفا کی طرف نکلتے ہوئے آپ آب زم زم کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اے لڑکے! اس سے میرے لئے ایک ڈول نکالو۔ حضرت یحییٰ کہتے ہیں کہ ابا جان نے ان کے لئے کنویں سے ڈول نکالا تو ان کے پاس لایا گیا' آپ نے اس سے پیا اور کچھ اپنے سر اور چہرے پر ڈالا اور آپ فرما رہے تھے: زم زم شفاء ہے، جس مقصد کے لیے پیا جائے اسی کے لیے ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح مسلم کی حدیث کو ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کرتے ہوئے کہا:

((انها مباركة انها طعام طعم))

"بے شک یہ برکت والا ہے۔ بے شک بھوکوں کی بھوک مٹانے والا کھانا ہے۔"

حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد شفاء سقم، اپنے عموم کے ساتھ تمام حسی اور معنوی بیماریوں کو شامل ہے۔

(تحفۃ المحتاج، ابن حجر ہیتمی: ۴/۱۳۴)

((وحمل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم زمزم فی الاداوی والقرب' و كان يصب منه علی المرضی ويسقيهم))

"اور رسول اللہ ﷺ برتنوں اور مشکیزوں میں پانی زم زم اٹھاتے اور آپ بیماروں کے اوپر ڈالتے اور انہیں پلاتے تھے۔"

☆☆☆

Marfat.com

مشروبِ ابرار آبِ زم زم

اگر آب زم زم کی ابتدائی حالت دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ کس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس مبارک پانی کو ظاہر کیا؟ تو یقیناً ہم پر یہ پائیں گے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے جس کے لئے اس پانی کو طیب ومبارک مشروب و فریادرس بنایا وہ اللہ کے نبی اسماعیل اور ان کی ماں ہاجرہ ہیں، لہٰذا یہ نبوت کے گھرانہ اور نبی کے گھر والوں کا مشروب ہے۔ان کی عظمت وکرامت کا کیا کہنا۔

یہ پانی سیدنا ومولانا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ اور فضیلت والا ہے کہ آپ ﷺ خود پیتے تھے اور اس کی فضیلت بیان کر کے پینے کی رغبت دلاتے تھے۔ اسے اٹھانے اور پینے کے لئے مدینہ منورہ لے جانے میں انتہائی حرص فرماتے تھے۔کیا ہی کریم مشروب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:

((صلو فی مصلی الاخیار واشربوا من شراب الابرار))

''اخیار کے نماز پڑھنے کی جگہ نماز پڑھو اور ابرار کے مشروب سے پیو۔''

سیدنا ابن عباس سے عرض کیا گیا:

''اخیار کی نماز گاہ کیا ہے؟''

فرمایا:

''میزاب کے نیچے۔''

عرض کیا گیا:

''مشروب ابرار کیا ہے؟''

فرمایا:

''آب زم زم ہے۔''(اخبار مکہ، ازرقی :۱/۳۱۸،۲/۵۲-۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں ہے کہ آب زم زم ابرار کا مشروب ہے، بعید نہیں کہ اس میں اشارہ نبی کریم ﷺ ہی کی طرف ہو کہ وہ سید الابرار اور سید الاولین والآخرین ہیں اور یہ آپ ﷺ کا مشروب تھا (لہٰذا یہ مشروب الابرار رہا)۔

آب زم زم پینے کی حرص والی سنت پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کرام اور ان کے تابعین علماء وصالحین بھی عمل پیرا تھے۔

نیز آب زم زم اللہ کے گھر، اس کے مہمانوں اور حج اور عمرہ کرنے والوں کے وفود کے لئے مشروب ہے اور اسے پسند کرنے والے مومنوں کے لئے۔ یہ یقیناً ابرار کی شراب اور اخیار کا مشروب ہے۔

چنانچہ وھب ابن منبہ کی روایت ہے کہ انہوں نے آب زم زم کے بارے کہا:

((وانها لفی کتاب الله سبحانه شراب الابرار))

(مصنف عبدالرزاق، ۱۱۷/۵)

''بے شک کسی آسمانی کتاب میں ہے کہ زمزم نیک لوگوں کا مشروب ہے۔''

عکرمہ بن خالد مخزومی قرشی تابعی ثقہ سے روایت ہے کہ ایک رات ایک جماعت کے ایسے سفید رنگ کے کپڑے تھے کہ میں نے ان کے کپڑوں جیسی سفیدی کسی شئی کی نہیں دیکھی۔ جب طواف سے فارغ ہوئے تو انہوں نے میرے قریب نماز ادا کی۔ ان میں سے ایک نے توجہ کی تو اپنے ساتھیوں سے کہا: ہمیں لے چلو، ہم مشروب ابرار پیتے ہیں۔ وہ اٹھے اور زم زم کے پاس گئے۔ میں نے سوچا: اللہ کی قسم! اگر میں اس قوم کے پاس جاؤں تو ان سے کچھ پوچھوں، میں اٹھا' ان کی طرف گیا تو وہاں پر انسانیت کا نام بھی نہ تھا۔ (اخبار مکہ، ازرقی: ۵۱/۲)

آب زم زم کو دیکھنا عبادت ہے

مکحول تابعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پانچ چیزیں عبادت ہیں۔ قرآن پاک کو دیکھنا' کعبہ معظمہ کو دیکھنا' ماں باپ کو دیکھنا' زم زم میں دیکھنا۔ یہ گناہوں کو مٹاتی ہیں اور عالم دین کے چہرہ کو دیکھنا۔''

(فاکہی، اخبار مکہ ۴۱/۲) (سیوطی، جامع صغیر: ۴۶۰/۳۔ منکر الحدیث ہے)

وہب بن منبہ تابعی سے روایت ہے:

((النظر فی زم زم عبادة والنظر فی زم زم یحط الخطایا حطا))

''زم زم میں دیکھنا عبادت ہے اور زم زم میں دیکھنا خطاؤں کو بالکل مٹا دیتا ہے۔''

(ابونعیم، حلیہ: ۶۳/۴) (مناوی، فیض القدیر: ۹۶/۵ سند منقطع ہے)

آب زم زم کو دیکھنے سے جب قربت مقصود ہو تو دیکھنا عبادت ہے۔ عادۃً دیکھنا نہیں۔

(مناسک ملاعلی قاری: ۳۰۰)

یہ ایسی عبادت ہے جس پر ثواب عطا ہوگا کیونکہ دیکھنے والا اس نظر سے اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ جب آب زم زم کو دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے اس نشانی پر غور وفکر کرے' اس پانی کو اللہ تعالیٰ نے جن فضائل سے خاص کر دیا انہیں یاد کرے' اس سے اس کے دل میں زم زم کی محبت پیدا ہوگی تو وہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پینے کے سبب سنت سمجھ کر پیئے اور قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے پیتے وقت اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی خیر کا سوال کرے کیونکہ حضور ﷺ سے یہ حدیث پہنچ چکی کہ آب زم زم جس نیت کے ساتھ پیا جائے اسی کے لئے ہے۔ لہٰذا یہ نظر اور جو کچھ اس کا نتیجہ ہوگا وہ عبادت ہے، دیکھنے اور پینے والا عبادت کی قبولیت کی امید رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور گناہ کے مٹنے کی امید رکھتا ہے۔ (فیض القدیر، مناوی ۲۹۹/۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((من طاف بهذا البیت اسبوعا وصلی خلف المقام رکعتین وشرب من ماء زمزم غفرت له ذنوبه بالغة ما بلغت))

''جس نے اس گھر کا ایک ہفتہ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں نماز پڑھی اور آب زم زم پیا، اس کے لئے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں جتنے بھی ہوں۔''

مقاصد حسنہ: ۴۱۴ میں حافظ سخاوی نے کہا: اسے واحدی نے اپنی تفسیر، جندی نے فضائل مکہ میں، دیلمی نے اپنی مسند میں روایت کیا۔

یہ حدیث کثیر عامۃ الناس کو بہت محبوب ہے، خصوصاً مکہ میں کہ اسے زم زم کے قریب بعض دیواروں پر لکھا گیا ہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد نہیں ہے، بعض نے اسے ضعیف کہا اور بعض نے موضوع و باطل۔

آب زمزم کو دیکھنا عبادت ہے، اس موضوع پر جتنے بھی آثار ہیں ان میں سے اکثر ضعیف ہیں، اور علماء کے نزدیک فضائل اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے، بشرطیکہ موضوع نہ ہو۔

(الاذکار امام نووی: ۷)

فضائل و مناقب میں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً: کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا، اتنا ثواب پائے گا۔ یا کسی نبی یا صحابی کے بارے میں بیان ہوا کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔

حضرت سیدی ابو طالب مکی اپنی مبارک کتاب قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں:

((الاحادیث فی فضائل الاعمال و تفضیل الاصحاب مقبولة محتملة علی کل حال مقاطیعها و مراسیلها لا تعارض ولا ترد کذالك کان السلف یفعلون))

''ضعیف احادیث فضائل اعمال میں باتفاق علماء قابل قبول ہیں۔''

علمائے اصول نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول ہے۔ حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے، اور وہ طرائق بہت ضعف رکھتے ہوں، تو ضعف ضعف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ اگر ضعف غایت شدت وقوت پر نہ ہو، تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی، اور مثل صحیح، خود احکام حلال و حرام میں حجت ہو جاتی ہے۔

ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں:

((تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الیٰ حد الحسن))

''ضعیف حدیث اگر متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ حسن کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔''

میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے:

((قد احتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه

Marfat.com

والحقوہ بالصحیح تارۃ و بالحسن اخریٰ))

”جمہور محدثین نے دلیل پکڑی ہے کہ جب ضعیف حدیث کثیر طرق سے مروی ہوتو وہ کبھی صحیح تصور کر لی جاتی ہے اور کبھی حسن۔“

ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لیے کافی ہے۔

شیخ الاسلام ابوزکریا کتاب الاذکار میں تحریر فرماتے ہیں:

((قال العلماء من المحدثین والفقھاء و غیر ھم یجوز و یستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا))

”علماء فرماتے ہیں کہ ضعیف حدیث اگر موضوع نہ ہوتو محدثین وفقہاء کے نزدیک فضائل اعمال اور ترہیب وترغیب میں اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔“

ملا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں:

((الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال اتفاقاً ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبۃ مستحب او سنۃ))

”ضعیف حدیث پر باتفاق علماء فضائل اعمال میں عمل جائز ہے اور ہمارے آئمہ احناف نے فرمایا ہے کہ گردن کا مسح مستحب ہے یا سنت ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((دع ما یریبک الی مالا یریبک))

”جس میں شبہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں شبہ نہیں۔“

((رواہ الامام احمد والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح))

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو، مورث شبہ سے تو کم نہیں۔ تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع ﷺ کے مطابق ہے۔

امام جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:

((و یعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط))

”حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اسی میں احتیاط ہو۔“

ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے۔ ایک صاحب محمد بن جعفر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی۔ بدھ کا دن تھا، خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں، فصد لے لی۔ فوراً برص ہو گئی۔ خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور سے فریاد کی۔ حضور نے فرمایا:

Marfat.com

((ایاك والا ستهانه بحدیثی))

''دیکھ! میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا۔''

انہوں نے منت مانی۔ اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا۔ صحیح ہو، یا ضعیف۔ اللہ عزوجل نے شفاء بخشی۔

یوں ہی ایک حدیث ضعیف بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کتروائے۔ کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا۔ فرمایا: حدیث صحیح نہیں۔ فوراً مبتلا ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پرنور محبوب رب ذی الجلال ﷺ سے مشرف ہوئے۔ اپنے حال کی شکایت عرض کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا:

''تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے؟''

عرض کی:

''حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔''

حضور نے فرمایا:

''تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔''

یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے۔

سبحان اللہ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں۔

علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں فرماتے ہیں:

((لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع و قد قال الامام احمد وغیرہ من الائمة اذا وروینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل و نحوها تساهلنا..........))

''کسی پر مخفی نہیں کہ سیرت میں صحیح وسقم، ضعیف و بلاغ و مرسل، منقطع و معضل روایات کو قبول کر لیا جاتا ہے۔ فقط موضوع قابل قبول نہیں۔ تحقیق امام احمد بن حنبل اور دیگر آئمہ کا ارشاد ہے: ہم نے حلال وحرام کو بیان کرنے والی احادیث کو روایت کیا تو خوب شدت سے سند کو پرکھا اور جب ہم نے فضائل وغیرہ کی احادیث روایت کیں تو نرمی سے کام لیا۔''

پس ثابت ہوا کہ آب زمزم کو دیکھنے کے عبادت ہونے کے بارے میں جو جو احادیث و آثار مروی ہیں وہ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن فضائل اعمال میں ضعیف قابل قبول ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

سابقہ آسمانی کتابیں، علماء اہلِ کتاب اور آبِ زمزم

ابی حصین، امام شیخ القرآء والمفسرین مجاہد بن جبر تابعی مکی متوفی ۱۰۴ھ رحمہ اللہ تعالی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم روم کی زمین میں سیر کر رہے تھے۔ رات ایک راہب کے ہاں گزارنا ہوا تو راہب نے کہا: کیا تم میں کوئی مکہ کا رہنے والا ہے؟

میں نے کہا: ہاں!

اس نے کہا: زم زم اور حجر (اسود) کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

میں نے کہا: میں نہیں جانتا، مگر یہ کہ میں اس کا اندازہ کروں۔

اس نے کہا: لیکن میں جانتا ہوں، بے شک زم زم حجر اسود کے نیچے سے چلتا ہے اور یقیناً اس کا (زم زم) ایک برتن بھرا ہوا میرے پاس ہو تو یہ مجھے سونے سے بھرے ہوئے برتن سے زیادہ پیارا ہے۔

(اخبار مکہ، فاکھی: ۲/۳۷-۳۸)

فاکھی اخبار مکہ: ۲/۳۹ نے محمد بن حرب سے اروایت کیا کہ بے شک اسے روم کے علاقہ میں قید کر دیا گیا اور بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے کہا:

"تو کس شہر سے ہے؟"

اس نے کہا: اہل مکہ سے۔

پھر پوچھا:

"کیا تو مکہ میں ہزمۃ جبریل (علیہ الصلوۃ والسلام) کو جانتا ہے؟"

اس نے کہا: ہاں!

اس نے پوچھا: کیا تو برۃ کو جانتا ہے؟

اس نے کہا: ہاں!

اس نے پوچھا: کیا اس کا کوئی اور نام ہے؟

جواب دیا: آج کل وہ زم زم نام سے معروف ہے۔

وہ (قیدی) کہتا ہے کہ اس بادشاہ نے زم زم کی برکتیں ذکر کیں۔ پھر کہا:

"خبردار ہو! بے شک ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں کہ جو بھی شخص زم زم کے پانی سے تین بار اپنے سر پر ڈالے اسے کبھی ذلت نہ پہنچے گی یعنی وہ ذلیل نہ ہوگا۔"

☆☆☆

ماء زمزم لما شرب لہ

Marfat.com

زمزم کی برکت سے ہر مقصد پورا ہو......دعا قبول

آب زمزم جس آرزو سے پیا جائے پوری ہوتی ہے:

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ارشاد فرما رہے تھے:

((ماء زم زم لما شرب له))

''آب زم زم (ہر اس مقصد) کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے۔''

اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، دار قطنی اور حاکم نے روایت کیا۔ منذری اور دمیاطی نے اسے صحیح کہا ہے اور حافظ نے بھی اس کی تحسین کی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((ماء زمزم لما شرب له))(اخبار مکه، جلد دوم، صفحه۵۲)

''زمزم کا پانی جس غرض سے پیا جائے وہ غرض پوری ہو جاتی ہے۔''

اس مبارک کنویں کا پانی تمام پانیوں کا سردار ہے۔ اس کی بڑی قدر ہے۔ لوگ اس سے بہت محبت کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک اس کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اس مبارک پانی کی فضیلت اور فوائد کے متعلق کئی احادیث مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

((ماء زمزم لما شرب له))

بیمار اس سے شفاء پاتا ہے۔ بھوکا اس سے پیٹ بھرتا ہے اور پیاسا اپنی پیاس دور کرتا ہے۔ اس کے اور بے شمار فوائد ہیں جو لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر دور حاضر تک تجربہ سے معلوم کیے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ جس غرض کے لئے پیا جائے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنی خواہش سے بات چیت نہ کرتے تھے۔ اس کی تفسیر ابن عباس کی روایت میں مذکور ہے جو انہوں نے حدیث **ماء زمزم لما شرب له** کی بیان کی ہے کہ اگر تو شفاء کی نیت سے پیئے گا تو شفاء حاصل ہوگی۔ اگر پیٹ بھرنے کی نیت سے پیئے گا تو پیٹ بھر جائے گا اور اگر پیاس بجھانے کی غرض سے پیئے گا تو تیری پیاس مٹ جائے گی۔

اسے دار قطنی نے بیان کیا۔

اگر تو پناہ لینے کی نیت سے پیئے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے پناہ دے گا۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس جب زمزم کا پانی پیتے تو یہ دعا پڑھتے:

((اللهم انی اسئلك علماً نافعاً ورزقاً واسعاً و شفاءً من كل داء))

''یا اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔''

Marfat.com

ابوذر کی مندرجہ ذیل روایت جو مرفوع مذکور ہے اس کی تائید کرتی ہے:

((زمزم مبارکۃ انا طعام طعم و شفاء سقم))

''زمزم کا پانی مبارک ہے، کھانے والے کو طعام کا کام دیتا ہے اور مریض کو شفاء بخشتا ہے۔''

یہ الفاظ صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

جیسا کہ عقل اور طب کے اصولوں سے یہ بعید نہیں کہ اس کا پانی جس غرض سے پیا جائے وہ پوری ہو اور ثقہ علماء کے تجربہ سے بھی ثابت ہوا ہے کہ زمزم کا پانی اللہ کے حکم سے فائدہ پہنچاتا ہے اور جس غرض سے پیتے ہیں وہ غرض پوری ہو جاتی ہے اور عقلی طور پر اس کا کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے منافع کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بنایا ہو۔ اور جو انسان طلب کرتا ہے اس کا حصول اس پر مرتب کیا ہو۔ بشرطیکہ خلوص نیت سے ہو اور جب اسے پئے تو اس کی پوری پوری تصدیق کرے۔ جس طرح کہ سید الخلق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے۔ یہ پانی بڑی برکت والا ہے اور خیر کثیر اور نفع کا باعث ہے، اس لئے سنت یہ ہے کہ انسان اسے پیٹ بھر کر پئے اور برکت کی امید سے پئے۔ اور منافقوں کی عادت کی مخالفت کرے کیونکہ وہ اس کا پانی بہت کم استعمال کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں نفاق اور شک کی بیماری ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((ان اية ما بيننا و بين المنافقين لا يتضلون من ماء زمزم))

(ابن ماجہ)

''ہمارے مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز کرنے والی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ آب زمزم پیٹ بھر کر نہیں پیتے۔''

اس روایت کے مطابق ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ حج بیت اللہ یا عمرہ کی توفیق دے وہ اس مبارک پانی کو اتنا پئے کہ پسلیاں تن جائیں اور جب تک مکہ معظمہ میں رہے اس کا پانی بکثرت پئے اور پیتے وقت جسمانی اور قلبی بیماریوں سے شفایاب ہو جانے، علم نافع اور عمل مقبول کی دعا کرے اور ایسے عمل کی نیت کرے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنے۔ ایسا آدمی اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کے مطابق اس پر فضل کرے اور اس کی دعا قبول فرمائے۔ وہ اللہ کے حرم میں اس کا مہمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت کرم کرنے والا ہے وہ اپنے بندے کو اپنے فضل سے اس نعمت سے محروم نہیں کرتا۔

((زمزم لما شرب له))

یہ حدیث سنن ابن ماجہ' المناسک باب الشرب من زم زم: ۱۰۱۸/۲' مسند احمد: ۳۵۷/۳، سنن بیہقی: ۱۴۸/۵ میں ہے۔

حافظ دمیاطی نے المتجر الرابح میں صفحہ ۳۱۸ پر فرمایا:

''اس کی اسناد حسن ہے۔''

Marfat.com

اسی طرح ابن قیم نے زاد المعاد: ۳۹۳/۴ میں اسے حسن کہا۔ امام زرکشی نے تذکرہ صفحہ: ۱۵۱ پر کہا:
"اس کی سند جید ہے۔"
امام ابن ناصر الدین دمشقی نے کہا:
"حدیث محکم ثابت ہے۔"
ابن حجر ہیثمی نے تحفۃ المحتاج ۱۴۳/۴ میں کہا:
"حدیث حسن ہے بلکہ صحیح ہے جیسا کہ ائمہ نے ارشاد فرمایا۔"
اور مناسک النوی کے حاشیہ صفحہ ۴۰۴ پر فرمایا:
"وہ جس پر محققین محدثین کے معاملہ کا استقرار ہے، وہ یہ ہے کہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔"
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے مرفوعاً یہ الفاظ زیادہ بیان فرمائے:

((فان شربیه تستشفی به شفاك الله وان شربته مستعیذا اعاذك الله وان شربته لیقطع ظماك قطعه الله))

"اگر تو اس کے ذریعے شفاء طلب کرتے ہوئے پیئے اللہ تعالیٰ تجھے شفاء دے گا' اگر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہوئے پیئے تو وہ تجھے پناہ عطا کرے گا اور اگر اپنی پیاس ختم کرنے کے لیے پیئے تو اللہ تعالیٰ پیاس کو ختم کر دے گا۔"
حکیم ترمذی نے فرمایا:
"یہ بات بندوں کے مقاصد پر اور ان کے اپنے ان مقاصد اور نیتوں میں سچے ہونے پر جاری ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والے کو جب کسی معاملہ میں شک ہو تو اس کا حال یہ ہے کہ اپنے رب سے فریاد کرتا ہے تو جب فریاد کرے اور مدد مانگے تو مدد پالیتا ہے اور یہ بات پکی ہے کہ بندہ اپنی نیت کے مطابق اسے پاتا ہے۔" (فیض القدیر: ۴۰۴/۵)
امام مناوی نے اس حدیث کی شرح میں کہا:
"آب زم زم سے ہر وہ آرزو پوری ہوتی ہے جس کے لیے پیا جائے' کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کے بیٹے علیہما الصلوٰۃ والسلام کی مدد کی اور انہیں سیراب کیا۔ لہٰذا یہ ان کے بعد والوں کے لیے بھی مددگار اور فریاد رس باقی ہے تو جو کوئی اخلاص کے ساتھ پیئے گا وہ مدد و فریاد رسی پائے گا۔"

مقصد کے حصول میں دیر ہونے کی حکمت:

سوال: بعض اوقات انسان کہتا ہے کہ آپ نے آب زم زم سے شفاء حاصل کرنے کے سلسلہ میں وارد ہونے والی صحیح احادیث بیان کیں، یہ بھی بیان کیا کہ آب زم زم جس نیت کے لئے پیا جائے اس کو پورا کرنے کے لیے ہے اور بہت سارے واقعات مقصد و مراد کے حصول کے بارے ان لوگوں کے جنہوں نے حصول مقاصد کی

Marfat.com

نیت سے پیا بیان ہوئے لیکن ان بے شمار لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے زم زم پیا اور انہیں شفاء یا وہ مطلوب جس کے لیے انہوں نے زم زم پیا حاصل نہ ہوا؟

جواب: طب نبی کریم ﷺ یقینی طور پر تندرستی عطا کرتی ہے کیونکہ اس کا صدور وحی ہے، جبکہ انسانی طب اکثر اٹکل و تجربہ ہوتا ہے۔ اس کے باوجود کبھی کبھار طب نبوی سے استفادہ کرنے والوں کی شفاء نہیں حاصل ہوتی، اس صورت میں رکاوٹ حصول شفاء میں طب نبوی سے استفادہ کرنے والے کے اندر ہوتی ہے جس کی وجہ سے شفاء نصیب نہیں ہو سکتی جیسے اس سے شفاء کے اعتقاد اور تلقی بالقبول میں ضعف و کمزوری ہونا، اس پر واضح ترین مثال قرآن کریم ہے جو سینے کی بیماریوں کی شفاء ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو شفاء صدر حاصل نہیں ہوتی کیونکہ ان کے اعتقاد اور قبول کرتے ہوئے استعمال کرنے میں کوتاہی ہوتی ہے، بلکہ قرآن کریم تو منافق کے لئے اس کی ناپاکی کے ساتھ ناپاکی بڑھا دیتا ہے۔ اس کی بیماری میں اور اضافہ کرتا ہے، لہٰذا طب نبوی ابدان طیبہ کے ہی مناسب و موافق ہے جیسے کہ قرآن کریم کی شفاء طیب دلوں ہی کے مناسب و موافق ہے۔

(فتح الباری: ۱۰/۱۷۰)

زم زم پینے والا اپنی نیت کے مطابق، اپنی التجا کی سچائی، اپنے رب تعالیٰ کی طرف توجہ، اپنی دعا میں اخلاص اور دعا کی قبولیت کو روکنے والی چیزوں سے دوری کے مطابق اپنے مقاصد کو پا لیتا ہے۔ اجابت دعا کے مانع مثلاً: مال حرام کھانا اور قبولیت میں جلدی چاہنا۔

اسی طرح اصل باقی ہے کہ زم زم بیمار کی شفاء اور ماشرب لہ کے لئے ہے اور اسی طرح قاضی ابن العربی مکی نے کہا:

> "بے شک یہ برکتیں قیامت کے دن تک اس شخص کے لئے موجود ہیں جس کی نیت صحیح ہو، ارادہ و مراد سلامت ہو، جھٹلانے والا نہ ہو، تجربہ کرتے ہوئے نہ پئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ توکل والوں کے ساتھ ہے اور تجربہ کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔"

(احکام القرآن: ۳/۱۱۲۴)

ضرورت اس بات کی ہے کہ دعا کرنے والے کے دل میں اس کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ عنقریب قبول فرمائے گا۔ یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے قبول کرنے میں جو واقعات مذکور ہیں ان میں سے لطیف واقعہ وہ ہے جسے امام عبداللہ بن وہب مصری، صاحب امام مالک نے ذکر کیا۔ امام قدوۃ محدث، فقیہ، زاہد، دیار مصر کے شیخ متوفی ۱۵۸ رحمہ اللہ تعالی حیوۃ بن شریح تجیبی مصری سے روایت ہے کہ وہ ہر سال ساٹھ دینار وظیفہ لیتے تھے اور جب وظیفہ کے لیتے اپنے گھر نہ آتے حتی کہ اسے صدقہ کر دیتے۔ پھر اپنے گھر آتے سو اس صدقہ کو اپنے بستر کے نیچے پاتے اور ان کا ایک چچا زاد بھائی تھا جب اسے یہ بات پہنچی اس نے اپنے وظیفہ کو لیا اور صدقہ کر دیا پھر آ کر اپنے بستر کے نیچے تلاش کرنے لگا تو کچھ نہ پایا۔ پھر حیوۃ سے شکایت کی تو آپ نے اسے کہا: میں اپنے رب کو پیش کرتا ہوں یقین

Marfat.com

کے ساتھ اور تو نے اپنے رب کو تجربہ کے لئے دیا۔

(وفیات الاعیان ۳/ ۳۷' تذکرة الحفاظ ۱/ ۱۸۵)

کبھی آب زم زم پینے والا شفاء کے لئے پیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ان بیماریوں کو دور کر دیتا ہے جو اس کے اندر ہیں یا آئندہ ہونے والی تھیں مگر بندہ انہیں نہیں جانتا۔ ایسی صورت میں بندہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول نہیں فرمائی۔

اس بارے میں سیدنا و مولانا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((ما علی الارض مسل یدعو ا اللہ بدعوة الا اتاه اللہ ایاه او صرف عنه من السوء مثلها مالم یدعو باثم او قطیعة رحم' فقال رجل من القوم اذا نکثر قال اللہ اکثر))

"زمین پر کوئی مسلمان جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتا ہے یا اس سے اس کی مثل برائی دور کر دیتا ہے جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے تو ایک آدمی نے عرض کی: تب تو ہم زیادہ (دعا) کریں گے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اللہ (بھی) زیادہ کرے گا۔"

(سنن الترمذی' الدعوات ۵/ ۶۶۵ نمبر ۳۵۷۲ اور فرمایا حدیث حسن' صحیح اور اس وجہ سے غریب ہے۔)

اللہ تعالیٰ بندے کی دعا کو جلد قبول فرماتا ہے یا اسے بندہ کے لئے قیامت کے دن تک ذخیرہ فرما لیتا ہے یا اس کی دعا کے مطابق کسی برائی یا سختی کو جو اس پر آنے والی تھی اور اسے علم نہ تھا اس سے پھیر دیتا ہے اور یہ پھیرنا اس کی دعا کی وجہ سے ہے۔

موطا میں امام مالک رحمہ اللہ تعالی کی روایت میں زین بن اسلم کی روایت ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے:

((ما من داع یدعو الا کان بین احدی ثلاث اما ان یستجاب له و اما ان یدخر له و اما ان یکفر عنه))

"کوئی بھی دعا مانگنے والا جب دعا مانگتا ہے تو تین میں سے ایک اس کا نتیجہ ضرور ہوتا ہے یا اس کے لئے دعا قبول ہو جاتی ہے یا دعا کو ذخیرہ بنایا جاتا ہے یا اس دعا مانگنے والے سے اس دعا کو کفارہ بنا دیا جاتا ہے۔"

(موطا: ۱/ ۲۱۷) (ابن عبد البر نے کہا: ایسی بات رائے اور اجتہاد سے کہنا محال ہے اور یہ خبر محفوظ نبی ﷺ سے مروی ہے۔ موطا کی شرح' زرقانی ۱/ ۳۹۱)

مسند امام احمد کی روایت میں (۴۴۸/۲) یہ الفاظ ہیں:

((الا اعطاها ایاه اما ان یعلجها له و اما ان یدخر ها له))

"مگر اللہ تعالی دعا کے مطابق اسے عطا کر دیتا ہے یا اسے اس کے لئے جلدی کرتا یا اسے اس کے لئے ذخیرہ بنا دیتا ہے۔"

Marfat.com

دعا...... فضیلت وثمرات:

"دعا کی جمع ادعیہ ہے اور یہ دعا، یدعو، دعاء ودعویٰ سے بنا ہے۔
دعا بلانے، پکارنے، مسنوب کرنے، عبادت کرنے اور مدد طلب کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔
لفظ دعا طلب و حاجات اور عبادات دونوں کو شامل ہے، نیز مطلق یاد کرنا بھی مراد ہے یعنی اسے یاد کرتے رہو۔ اس سے مانگو اور اسی کی عبادت کرو۔ لہٰذا دعا مانگنے کا ادب یہ ہے کہ بندے کی بات اپنے رب سے ہو اور محض لوگوں کو سنانے کیلئے موٹے موٹے جملے دہرا کر رسم پوری نہ کی جائے بلکہ خفیہ یعنی چپکے چپکے عاجزی اور تذلیل کے ساتھ دعا کی جائے اور یہی طریق عبادت سب سے بہتر ہے۔ جو عبادت پوشیدہ ہو سکتی ہے اسے ظاہر نہ کیا جائے کہ معاملہ بندے اور رب کے درمیان ہے۔ ورنہ ریا بن جائے گی۔
دعا کی حقیقت نیازمندی ہے یعنی اپنی حاجت اور احتیاج کو پیش کرنا کہ اے اللہ! ہمیں یہ دے۔ آیات واحادیث دونوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا عین عبادت ہے، خواہ کسی قسم کی ہو۔ دینی ہو یا دینوی ہو مگر ناجائز امر کیلئے نہ ہو۔
کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جسے صلاح وفلاح کی ضرورت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے صلح وفلاح کے اسباب پیدا فرمادیئے کہ ضرورت مندان سے مدد حاصل کریں۔ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز کی قدر ومنزلت نہیں ہے جو انسان یہ چاہتا ہو کہ مصیبتوں اور پریشانیوں کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول ومنظور فرمائے اسے چاہیے کہ وہ خوشحالی اور عیش کے وقت بکثرت دعا کیا کرے۔ دعا کے ذریعے انسان اور اللہ کے درمیان ایک تعلق پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ کے حضور اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے اور اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے تو اسے اللہ کے ساتھ ایک خاص تعلق محسوس ہوگا۔
دعا کیلئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے۔ اس کے سوا کسی کے سامنے دعا نہ کی جائے۔ دعا عبادت ہے جس کی حقدار صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات برحق ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((له دعوة الحق والذين يدعون من دونه لايستجيبون لهم بشيء الا كباسط كفيه الى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه وما دعاء الكفرين الا في ضلل))

(سورۃ الرعد: آیت 14)

"حقیقی پکارنا تو صرف اسی کو پکارنا ہے۔ وہ جن کو یہ اس کے سوا پکارتے ہیں تو وہ ان کی کوئی بھی دادرسی نہیں کر سکتے۔ (ان کو پکارنا ایسا ہی ہے) کہ کوئی اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ کسی طرح اس کے منہ تک پہنچنے والا نہیں۔ ان کافروں کی فریاد محض صدا بصحرا ہوگی۔"

ہر قسم کی ضروریات و حاجات کو پورا کرنے کا اختیار صرف اور اللہ کے پاس ہے۔ سب اسی کے محتاج اور

Marfat.com

ضرورت مند ہیں۔صرف وہی ذات ہے جو بندوں کی پکار کو سننے والی ہے۔اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں جو بندوں کی دعا کو قبول کرے۔

دعا عبادت کا مغز ہے۔چھلکے کے اندر جو چیز ہوتی ہے اسے مغز کہا جاتا ہے۔اسی طرح دعا بھی عبادت کا مغز ہے۔حقیقی عبادت یہ ہے کہ انسان انتہائی عاجزی اور مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور پیش ہو، چونکہ دعا میں عاجزی سب سے زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے دعا کو عبادت کا مغز کہا جاتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

''مومن ایمان اور یقین کے ساتھ جو بھی دعا اپنے پروردگار کے حضور کرتا ہے اس کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔اس کی ہر دعا پوری ہوتی ہے، مگر اس کے پورا ہونے کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔بعض دفعہ بعینیہ دعا پوری ہو جاتی ہے، لیکن اس کے پورے ہونے کا وقت مقرر ہوتا ہے، جونہی مقررہ وقت آتا ہے وہ دعا پوری ہو جاتی ہے۔''

ہمارا حوصلہ بہت کم ہے۔ہم اسی انتظار میں ہوتے ہیں کہ جیسے ہی دعا کی جائے اسی وقت پوری ہو جائے۔حکم دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہمارا کام تو صرف اتنا ہے کہ ہم اس کے حضور درخواست پیش کریں، اپنی عرض اس کے سامنے رکھیں، لیکن اللہ رب العزت مومن کی درخواست اور عرضی کو کبھی رد نہیں فرماتا۔جس طرح کوئی کم عمر بچہ ہاتھ میں چھری پکڑتا ہے تو اس کی ماں اسے چھری کی جگہ کوئی اور چیز پکڑا دیتی ہے جس سے کسی نقصان کا ڈر نہ ہو۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

''بعض دفعہ انسان ایسی دعائیں کرتا ہے جو اس کے حق میں بہتر نہیں ہوتیں۔اللہ رب العالمین ایسی دعاؤں کو بدل کر دیتا ہیں اور جو انسان کیلئے بہتر ہو وہ عطا کر دیتا ہے۔''

انسان اس وہم میں رہتا ہے کہ جو دعا میں نے کی وہ تو پوری نہیں ہوئی۔دعا پوری ہو جاتی ہے لیکن وہ جو کچھ طلب کر رہا ہے وہ اس کم سن بچے کی مانند اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے جس سے انسان واقف نہیں ہوتا۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی دعاؤں کو اس کی آخرت کیلئے جمع فرما دیتا ہے۔حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''روز محشر جب مخلوق جمع ہوگی اور اعمال تولے جا رہے ہوں گے تو ان میں چند لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جن کے اعمال کا جب وزن ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ٹھہرو! میرے پاس اس کی کچھ امانت محفوظ پڑی ہے جن کا فرشتوں کو بھی علم نہیں جو اعمال کے حساب کتاب میں نہیں ہے۔ان کی وہ دعائیں جن کا دنیا میں اجر نہیں دیا جاتا۔اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی محفوظ کی ہوئی دعائیں ان کے اعمال نامہ میں رکھ دی جائیں گی۔بڑے بڑے مستجاب الدعوات اس دن خواہش کریں گے کہ کاش! دنیا میں میری کوئی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی اور آج وہ تمام دعائیں جمع ہو جاتیں۔''

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جهنم داخرین))(سورۃ المومن، آیت 60)

''اور تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ مجھ کو پکارو! میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ جو لوگ میری بندگی سے سرتابی کر رہے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پڑیں گے۔''

دعا خالص اللہ سے کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کی جائے تو یقیناً دعا قبول ہوتی ہے۔ محققین کے مطابق مومن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ اول تو جسے مانگتا ہے مل جاتا، کبھی وقت میں تاخیر ہو جاتی ہے یا پھر وہ شے اس کے حق میں بہتر نہ ہو تو اللہ بہتر شے سے تبدیل کر دیتا ہے یا پھر اس کے ذخیرۂ آخرت میں رکھ دی جاتی ہے کہ روز محشر اجر پالے گا۔ نیز دعا میں یہ کیا کم ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔؟

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تقدیر نہیں ٹل سکتی مگر دعا سے۔''

محققین اس کے مطلب میں لکھتے ہیں کہ ''تقدیر معلق'' دعا سے تبدیل ہو جاتی ہے، یعنی انسان جو دعا کرے گا تو اس کا حکم اور فیصلہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی دعا پر معلق رکھ دیا ہوتا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کی بدولت انسان کو مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ دعا کرنے والا مصائب اور حوادث سے بچا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ سے زیادہ دعاؤں کا کرنا انسان کے لیے باعث رحمت ہے۔ جو لوگ زیادہ سے زیادہ دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں ان کا تعلق اللہ سے مضبوط ہوتا ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگتا ہے تو گویا وہ اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

((وھو معکم اینما کنتم))

''اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا جہاں کہیں تم ہوتے ہو۔''

جس طرح انسان ہتھیار اور اسلحہ سے اپنا دفاع کرتا ہے ایسے ہی مومن کے دعا ہتھیار کی مانند ہے۔ دعا کے ذریعے سے انسان کی مصیبتیں اور تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں اور آئندہ کیلئے اللہ تعالیٰ انسان کو ان سے حفاظت میں رکھتا ہے۔ دعا مومن کیلئے ایک ایسا خاموش ہتھیار ہے کہ وہ اس طرح محفوظ رہتا ہے کہ اسے بھی پتہ نہیں چلتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ایک جامع اور مکمل دعا تعلیم فرمائی۔ ایک ایسی دعا کہ جس میں سب سے پہلے تو تمام جہانوں کے مالک کی تعریف بیان کی جائے، اس کی عبودیت کا اقرار کیا جائے، اس کے ساتھ ساتھ اس کے حضور امداد اور استعانت کی درخواست پیش کی جائے اور پھر ہر دو عالم کی بھلائی اور اچھائی کا سوال ہے، یعنی دعا کے لئے یہی طریقہ اپنایا جائے کہ جس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے پھر عاجزی کا اقرار کیا جائے اور وعدۂ بندگی کے بعد اپنی تمنا اور آرزو اللہ کے حضور پیش کی جائے۔

Marfat.com

بہتر ہے کہ دعا کرتے وقت انسان باوضو اور پاک صاف ہو۔ انتہائی ادب کے ساتھ قبلہ رو منہ کر کے دونوں ہاتھ پھیلا کر پورے خلوص اور توجہ کے ساتھ دعا مانگے۔ دعا کرتے وقت انسان کا یقین ہونا چاہیے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اس کی دعا پوری کرنے والا نہیں۔ جب انسان انتہائی عاجزی اور رغبت کے ساتھ دعا مانگے گا تو اللہ ضرور اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

((فادعوا الله مخلصين له الدين))(سورة المومن ، آيت 14)

''پس اللہ ہی کو پکارو اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ سے اس طرح ہاتھ اٹھا کر مانگا کرو کہ ہتھیلیوں کا رخ سامنے ہو۔ ہاتھ الٹے کر کے نہ مانگو کرو اور جب دعا کر چکو تو اٹھے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیر لو۔''

انسان کو چاہیے کہ وہ شک وشبہ کے ساتھ دعا نہ مانگے، بلکہ پورے یقین اور پختہ عزم کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے۔ دعا کرتے وقت یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ یوں کہے: اے اللہ! میری مغفرت فرما! بے شک تو ہی مغفرت فرمانے والا ہے۔

دعا میں خشوع وخضوع ضروری ہے اور یہ آداب دعا سے ہے۔ خشوع کے معانی خوف وذلت کے ہیں جس سے مراد باطن کا سکون ہے اس کے مقابلے میں خضوع سے مراد اعضائے وجوارح سے عاجزی کا اظہار کرنا ہے۔ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ اگر خشوع ہوگا تو خضوع بھی ہوگا کیونکہ باطن کا اثر لازمی طور پر ظاہر پر پڑتا ہے۔

اگر امام دعا کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نہ صرف اپنے لئے دعا مانگے بلکہ مقتدیوں کیلئے بھی دعا کرے۔ قرآن مجید میں ایسی دعائیں بھی ہیں جن میں جمع کے صیغے آئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((ربنا اتنا فی الدنيا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار))

(سورۃ البقرہ، آیت 201)

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا بھی بہتری عنایت فرما اور آخرت بھی میں بہتری عطا فرما اور ہم کو عذاب دوزخ سے محفوظ فرما۔''

آداب دعا میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی دوسرے کیلئے دعا کرنا مقصود ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ سے خود اپنے لئے دعا کرے پھر کسی دوسرے کیلئے کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریقہ کار تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کیلئے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے۔

((عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ ﷺ اذا ذکر احد فدعا له بدأ بنفسه))(سنن ترمذی)

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے لیے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے، پھر اس کے لیے۔''

دعا کے قبول ہونے میں بنیادی دخل تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا کرنے والے کے تعلق اور اس کی اندرونی کیفیت کو ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے اوقات بھی ہیں کہ جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔ نماز کے دوران قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ اور بندے کا خاص ربط ہوتا ہے۔ اس دوران انسان اللہ کے انتہائی قریب اور ہم کلام ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جب بندہ اپنے پروردگار سے التجا و دعا کرتا ہے تو اللہ رب العزت ضرور قبول فرماتا ہے۔

((عن العرباض بن سارية قال قال رسول الله ﷺ من صلى فريضة فله دعوة مستجابة ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة))

(سنن طبرانی فی الکبیر)

''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ فرض نماز پڑھے (اور اس کے بعد دل سے دعا کرے) تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ اسی طرح جو آدمی قرآن مجید ختم کر لے (اور دعا کرے) تو اس کی دعا بھی قبول ہوگی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فرض نماز کے فوراً بعد مانگی جانے والی دعا مقبول ہوتی ہے۔'' (سنن ترمذی)

((عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ان اسرع الدعاء اجابة دعوة غائب لغائب)) (سنن ترمذی و ابوداود)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت جلد قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو غائب، غائب کے لیے کرے۔''

((عن سهل بن سعد قال قال رسولا لله ﷺ اثنتان لا تردان او قال ما تردانن الدعاء عند النداء وعند الباس حين يلحم بعضهم بعضا وفى رواية قال ووقت المطر)) (سنن ابی داؤد)

''حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دعائیں ایسی ہیں جو رد نہیں کی جاتیں (ضرور قبول ہوتی ہیں) یا فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ان کو رد کر دیا جائے (راوی کو شک ہے) اذان کے وقت کی دعا، (جہاد کے موقع پر) جنگ کرتے وقت جب (مسلمان اور کافر) آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بارش کے وقت دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔''

((عن انس قال قال رسول الله ﷺ الدعاء لا يرد بين الاذان والا قامة))

Marfat.com

(سنن ترمذی وابوداؤد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔''

((عن ابی امامة قال قال رسول الله ﷺ تفتح ابواب السماء ویستجاب الدعاء فی اربعة مواطن عند التقاء الصفوف فی سبیل الله و عند نزول الغیث و عند اقامة الصلوٰة وعند رویة الکعبة))(طبرانی فی الکبیر)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار مواقع ایسے ہیں جن میں دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔ راہ الٰہی میں جنگ کے وقت، جس وقت آسمان سے بارش ہو رہی ہو، نماز کے وقت اور جب کعبۃ اللہ نظر کے سامنے ہو۔''

☆☆☆

آب زمزم پیتے وقت کی دعا اور نیت

سلف صالحین کی نیتوں کا تذکرہ

حدیث مبارکہ میں ہے:

''ماء زمزم لما شرب له''

حضور سید عالم ﷺ کے ارشاد مبارک لما شرب لہ میں جو ''ما'' ہے یہ عموم کے صیغوں میں سے ہے، اس لئے جو بھی حاجت ہو دینی یا دینوی اسے شامل ہے۔ آب زم زم پینے والا اگر اس لئے پیے کہ اس کا پیٹ بھر جائے بھوک مٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھوک مٹا دیتا ہے، اگر سیراب ہونے کیلئے پیے تو اللہ تعالیٰ اسے سیراب کر دیتا ہے۔ اگر شفاء کے لئے پیے تو اللہ تعالیٰ اسے شفاء دیتا ہے۔ اگر سوء خلق کے لئے پیے اللہ تعالیٰ اسے اچھا کر دیتا ہے۔ اگر سینے کی تنگی کے لئے پیے تو اللہ تعالیٰ اس کو کھول دیتا ہے۔ اگر سینے کے اندھیروں کے بند ہونے کے سبب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان اندھیروں کو پھاڑ دیتا ہے، اگر نفس کے غنا کے لیے پیے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے، جس حاجت کے لئے پیے اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے۔ اگر کسی پیش آنے والے کام کے لئے پیے اللہ تعالیٰ اس سے کفایت فرماتا ہے، اگر کسی مصیبت و کرب کے لیے پیے اللہ جل جلالہ اسے دور کر دیتا ہے، اگر مدد و نصرت کے لئے پیے اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے۔ خیر و صلاح کی جس نیت سے پیے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسے پورا فرماتا ہے کیونکہ ان سب صورتوں میں بندے نے اس چیز کے ذریعے مدد مانگی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت سے بطور مددگار ظاہر فرمایا ہے۔

(نوادر الاصول: ۳۴۱)

نبی کریم ﷺ کے ارشاد: ماء زم زم لما شرب لہ میں آب زم زم پینے والے کو اس بات پر ابھارنا ہے کہ وہ دنیاو

Marfat.com

آخرت کی بھلائیوں سے متعلق نیک نیت کو آب زم زم پیتے وقت اپنے دل میں حاضر کرے، اس لئے کہ آب زم زم پیتے وقت اپنے دل میں حاضر کرے، اس لئے کہ آب زم زم پینے کا وقت بلاشک وشبہ قبولیت کے یقینی اوقات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ پینے والا جو نیت کرے عطا کر دیتا ہے۔

اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جو پینے والے کو آب زم زم پیتے وقت معین نیت کو دل میں حاضر کرنے اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں میں سب کچھ طلب کرنے پر ابھارتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((ان شربته تستشقی به شفاك الله و ان شربته مستعیذا اعاذك الله))

''اگر تو آب زم زم کے ذریعہ شفاء طلب کرتے ہوئے پے اللہ تعالیٰ تجھے شفاء عطا فرمائے گا، اگر پناہ طلب کرتے ہوئے پیے تو پناہ عطا کرے گا۔''

روزہ دار کو حریص ہونا چاہئے کہ وہ آب زم زم سے افطار کرے اگرچہ اسے کھجور میسر ہو۔ اس سے اسباب متعدد ہو جاتے ہیں جن کے پائے جانے کے وقت قبولیت اور کثیر خیرات و برکات کی امید کی جاتی ہے۔

امام محب الدین طبری شافعی نے شرح التنبیہ میں آبِ زم زم کی برکتیں پانے کے لئے ماہ رمضان آب زم زم سے افطار کرنا مستحب قرار دیا ہے۔ اسی طرح زرکشی نے ان سے اعلام الساجد میں نقل کیا۔

(نوادر الاصول: ۱۴۱ھ)

اسی طرح ابن المحب طبری جمال الدین نے اپنی کتاب ''التشویق الی حج البیت العتیق'' میں آب زمزم سے افطار پر تصریح فرمائی۔

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے جو مراد ہے، اس کی تفسیر سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ حدیث جابر میں لما شرب منہ اولہ کے الفاظ ہیں جن کا مفہوم ہے: جس مقصد کے لئے پیا جائے اسی کے لئے اور حدیث ابن عباس میں اس سے زائد الفاظ ہیں:

((ان شربته تستشفی به شفاك الله))

''اس کو شفاء کے لئے پیے تو اللہ تعالیٰ شفاء دے گا۔''

بہت سارے سادات، صحابہ کرام' تابعین اور ائمہ علماء نے آب زم زم پیتے وقت مخصوص نیتوں کو دل میں حاضر رکھنے پر حرص کیا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد ماء زم زم لما شرب لہ سے یہ ہی سمجھا کہ دعا زم زم پیتے وقت قبول ہوتی ہے۔ بے شمار عام مومنوں نے ان کی اس بات پر پیروی کی ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی نیتیں متعدد اور کئی طرح کی ہیں، دینی اور دینوی حاجات سے ان کا تعلق ہے، کیونکہ انہیں نبی کریم ﷺ کے فرمان کہ زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے اسی کے لیے ہے پر ایمان و یقین ہے اور اللہ تعالیٰ سے وہ اپنے مقصود مامول (جس کی انہوں نے نیت کی) کے حصول کی امید رکھتے ہیں۔

بہت سارے بلکہ بے شمار حضرات نے اپنے وہ مقاصد دنیا میں پائے جن کے لیے انہوں نے آب زم زم پیا

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھی جاتی ہے کہ جو کچھ انہوں نے اس سے مانگا وہ آخرت میں عطا فرمائے گا۔
جیسا کہ حافظ ابن حجر نے جزء ماء زمزم کے صفحہ نمبر ۲۷۱ پر بیان فرمایا ہے۔
علامہ ظفر احمد عثمانی کہتے ہیں:
''۱۳۹۴ ہجری میں میری عمر ۸۴ سال تھی، میں نے آب زمزم پہلے حج کے موقع پر دین و دنیا کے کئی مقاصد کے لیے پیا تو اکثر کو پالیا۔ پھر دوسرے حج کے وقت اسی طرح کئی کاموں کے لیے پایا تو ان میں سے اکثر میں کامیاب ہوا، پھر میں نے تیسری مرتبہ کئی امور کے لیے پیا تو میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ان کے پانے کی امید رکھتا ہوں۔ میری زبان میں سخت لکنت تھی۔ وہ مجھے مدارس میں پڑھانے اور منبروں پر خطبہ دینے سے روکتی تھی۔ پہلے حج کے وقت زم زم پینے کے بعد میں ابھی باہر نہ نکلا تھا کہ میں نے اپنے اندر درس و خطاب پر قدرت محسوس کی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے خطابت، وعظ اور نصیحت کرنے پر قدرت کاملہ اور سننے والوں کے دل میں قبولیت عطا کر دی۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جیسا کہ اس کا حق ہے، ویسی حمد ہے اور درود و سلام اس کے نبی ہمارے سردار محمد ﷺ اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ سب پر ہو۔''
روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آب زم زم پیا تو یہ دعا فرمائی:
((اللهم انی اشربه لظما یوم القیمة))
''اے اللہ! بے شک میں اسے قیامت کے دن کی پیاس کے لیے پیتا ہوں (تا کہ اس پیاس سے بچوں)'' (الجوہر المنظم، صفحہ ۴۲)
یہ حبر الامۃ (امت کے عظیم عالم) اور ترجمان القرآن ہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب زم زم پانی پیتے یہ دعا کرتے:
((اللهم انی اسألك علماً نافعاً وّرزقاً وّاسعاً وّشفاءً من كلِ داءٍ))
''اے اللہ میں تجھ سے علم نافع اور وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔''
حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مشہور ہے کہ انہوں نے رمی (تیراندازی) کے لیے آب زم زم پیا تو پھر آپ ہر دس میں سے نو تیروں میں (نشانہ) درست کرتے تھے۔ اخبار الاذکیاء، ابن جوزی، تحقیق محمد موسیٰ خولی صفحہ ۱۰۵، اور ابن حجر نے اپنی جزء، حدیث ماء زم زم لما شرب لہ کے متعلقہ میں صفحہ ۲۷۱ پر ذکر کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''میں نے آب زم زم تین مقاصد کے لیے پیا: ا۔ تیراندازی کے لئے، پھر تو میں دس میں سے دس ہی اور کبھی دس سے نو تیر پھینکنے میں درست اور کامیاب رہتا تھا۔ ۲۔ علم کے لیے۔ تو میں خبردار! اسی طرح ہوں جیسے تم دیکھتے ہو۔ ۳۔ جنت میں داخلہ کے لیے تو میں اس کے حصول کی امید رکھتا ہوں۔''

Marfat.com

امام، فقیہ اصولی، محدث کمال ابن ہمام محمد ابن عبدالواحد متوفی ۸۶۱ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شیخ ابن حجر کے زم زم پینے کے واقعہ کو ذکر کر کے فرمایا:

''اور بندہ کمزور، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے استقامت کے لیے اور استقامت کے ساتھ حقیقت اسلام پر وفات کے لیے پینے کی امید رکھتا ہے۔'' (فتح القدیر شرح ہدایہ، ۲/۴۰۰)

حافظ ابن حجر کے شاگرد امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۹۰۲ھ نے کہا:

''اسی طرح جن لوگوں کو میں نے پایا ان میں سے امام شمس ابن عمار نے کئی مقاصد کے لیے پیا جن کو وہ پہنچے یا اس سے زیادہ کو۔ میں نے بھی کئی اشیاء کے لیے پیا، امید ہے کہ میں ان سب کو پالوں گا۔''

(الجواہر والدرر: ۱/۱۶۶)

حافظ سخاوی نے امام حافظ مقری ابن الجزری محمد بن متوفی ۸۳۳ھ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں فرمایا:

''آپ کے والد تاجر تھے۔ چالیس سال ان کے کوئی بچہ نہ ہوا تو انہوں نے حج کیا اور زم زم شریف اس نیت سے پیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو عالم لڑکا عطا کرے تو ان کے گھر محمد جزری نماز اور تراویح کے بعد ۷۵۱ھ کو پیدا ہوئے۔''

شرح مسلم میں ہے کہ میں نے زم زم پینے کے بارے علماء کی ایک جماعت سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے جن مقاصد کے لیے پیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ان مقاصد کو آسان فرما دیا تو کسی نے مجھ کہا: میں نے دعا کی قبولیت کے لیے پیا اور کسی نے کہا: میں نے پیا تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطا کرے تو ایسا ہی ہوا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: حافظ زین الدین عراقی نے ہمیں بتایا کہ عبدالرحیم بن حسین متوفی ۸۰۶ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے لیے زم زم پیا تو وہ انہیں حاصل ہوگئی۔

(جزء فی حدیث ماء زم زم، حافظ ابن حجر: ۱/۲۷)

امام ابوبکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب میں نے حج کیا، آب زم زم کئی مقاصد کے لیے پیا۔ ان میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ میں فقہ میں شیخ سراج الدین بلقینی کے رتبہ تک پہنچوں جن کا نام عمر بن رسلان ہے، وہ امام مجتہد اور حافظ ہیں (متوفی ۸۰۵ھ رحمہ اللہ تعالیٰ) اور حدیث میں حافظ ابن حجر کے رتبہ کو پاؤں۔'' (حسن المحاضرۃ ۱/۳۳۸)

امام علامہ حافظ قاضی ابی بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی سے روایت ہے (احکام القرآن انہی کی ہے۔ ان کا وصال ۵۴۳ھ میں ہوا) آپ نے فرمایا:

''میں ۴۸۰ھ ذی الحجہ کے اندر مکہ میں مقیم تھا اور آب زم زم بہت زیادہ پیتا تھا، جب بھی پیتا علم و ایمان کی نیت کرتا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے زم زم کی برکت سے میرے لئے علم کو کھول دیا۔ اتنی مقدار میں جتنا میرے لئے اس نے آسان کیا اور میں یہ بھی بھول گا کہ عمل کے لیے پیوں۔ کاش میں علم وعمل

Marfat.com

دونوں کے لئے پیتا حتی کہ اللہ تعالی ان دونوں میں میرے لئے کشادگی عطا کرتا اور تنگی نہ ہوتی، بہر حال علم کی طرف جھکاؤ عمل سے زیادہ ہوا۔ ہم اللہ تعالی سے حفظ وتوفیق کا اس کی رحمت کے ساتھ سوال کرتے ہیں۔'' (احکام القرآن ۱/۱۱۲۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی احمد بن علی متوفی ۸۵۲ھ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں نے زم زم ایک مرتبہ پیا اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جبکہ میں اس وقت حدیث کا ابتدائی طالب علم تھا۔ سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ذہبی جیسی حالت حفظ حدیث میں عطا کرے جو امام حافظ شمس الدین محمد بن احمد متوفی ۷۴۸ھ رحمہ اللہ تعالی ہیں۔ پھر میں نے ایک مدت بعد جو تقریباً بیس سال کے قریب ہے حج کیا تو میں نے دل میں اس مرتبہ سے زائد کا ارادہ پایا تو اس سے اعلی مرتبہ کا سوال کیا، لہٰذا مجھے امید ہے کہ اللہ سے میں یہ پالوں گا۔'' (جزء فی حدیث ماء زم زم' حافظ ابن حجر: ۲۷۱)

آپ کے شاگرد حافظ سخاوی نے کہا:

''اللہ تعالی نے ان کی امید کو پورا کر دیا اور اس کی گواہی ایک سے زائد افراد نے دی۔''

(الجواہر الدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر: ۱/۱۶۶)

اسی طرح امام سیوطی نے ابن حجر کے پانی پینے کی خبر کے بعد فرمایا کہ وہ اس مرتبہ کو پہنچے اور زیادہ پایا۔ (طبقات الحفاظ: ۵۴۷)

امام سخاوی رحمہ اللہ تعالی نے ابن حجر کے مذکورہ واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''پھر مجھے شیخ نور الدین ابن ابی الیمن نے حکایۃ بیان کیا کہ انہوں نے ابن حجر کو ۸۵۱ھ میں سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: میں نے آب زم زم تین مقصد کے لیے پیا۔ ا۔ میں حافظ ذہبی کا مرتبہ پاؤں' تو بحمد اللہ میں نے اس دعا کا اثر پایا۔ ۲۔ میرے لئے فتاوی لکھنا اس طرح آسان کر دیا کہ میں نے ایک مہینے کے فتاوی میں سے اہم کو جب ضبط کیا تو وہ ایک جلد بنی جس کا نام میں نے ''عجب الدھر فی فتاوی شہر'' رکھا۔ ۳۔ تیسری بات یاد نہیں رہی اور میں نے اس سے متعلق سوال کرنے سے جماعت کی توجہ ہٹا دی۔'' (الجواہر والدرر: ۱۶۶۱)

امام حافظ' شیخ الاسلام علامہ' عامل متوفی ۱۸۱ رحمہ اللہ تعالیٰ عبد اللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ آب زم زم کے پاس آئے، اس سے پینے کے لئے لیا، پھر کعبہ شریف کی طرف منہ کیا، پھر کہا:

((اللهم ان ابن ابی الموالی حدثنا عن محمد بن المنکدر عن النبی صلی الله علیه و آله وسلم انه قال ماء زم زم لما شرب له وهذا اشربه لعطش یوم القیمة ثم شربه))

''اے اللہ! بے شک ابن ابی الموالی نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن منکدر نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: آب زم زم جس مقصد کے لیے پیا جائے اسی کے لیے ہے اور میں اسے

Marfat.com

قیامت کے دن کی پیاس کے لیے پیتا ہوں، پھر آپ نے پی لیا۔''

(منذری، ترغیب وترہیب ۲/۲۱۰،اس کی سند جید ہے)

امام حافظ محدث ابی عبداللہ حاکم' محمد بن عبداللہ متوفی ۴۰۵ھ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آپ نے آب زم زم حسن تصنیف وغیرہ کے لیے پیا تو آپ اپنے زمانے والوں سے سب سے زیادہ خوبصورت تصنیف والے ہوئے۔ (تذکرہ الحفاظ' ذہبی: ۳/۱۰۴۴' جزء ماء زم زم' ابن حجر: ۲۷)

ابوبکر دینوری نے حمیدی سے اپنی کتاب ''المجالسۃ'' میں روایت کی کہ ہم سفیان بن عینیہ التوفی ۱۹۸ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تھے کہ آپ نے ہمیں حدیث ماء زم زم لما شرب لہ'' سنائی ایک آدمی مجلس سے اٹھا، پھر لوٹ کر آیا تو کہنے لگا: اے ابومحمد! کیا وہ حدیث جو آپ نے ہم سے بیان کی، آب زم زم کے بارے صحیح نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: صحیح ہے۔ وہ شخص بولا: بے شک میں نے اب ایک ڈول آب زم زم کا اس نیت پر پیا کہ آپ مجھے ایک سو حدیث بیان کریں تو اسے سفیان نے کہا: بیٹھو تو وہ بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اس کو ایک سو حدیث بیان فرمائی۔''

اللہ تعالیٰ امام سفیان عینیہ پر رحم فرمائے، آپ علم کو پھیلانے پر کتنے حریص تھے اور اللہ تعالیٰ اس سائل پر بھی رحم فرمائے کہ وہ طلب علم پر کس قدر حریص تھے۔ طلب علم میں انہوں نے کیسا لطیف حیلہ فرمایا۔

اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! بے شک جس چیز کا میں اعتقاد رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا طلب گار ہوں، وہ یہ ہے کہ اللہ مجھے وہ مرتبہ علوم عطا کرے جس تک امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ پہنچے اور جس پر انہوں نے اطلاع پائی وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچا اور ان کے مشائخ سے کسی کو اس پر واقفیت نہ ہوئی، چہ جائے کہ وہ جو ان سے کم مرتبہ ہیں۔ آمین!

حکیم ترمذی نے بیان کیا ہے کہ میرے ابا جان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

''میں اندھیری رات میں طواف کرنے لگا، مجھے پیشاب آ گیا، اس نے مجھے طواف نہ کرنے دیا۔ قطرے ٹپکنا شروع ہو گئے حتی کہ مجھے بہت تکلیف ہوئی اور مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں مسجد سے نکلوں تو کوئی میرے قدموں تلے نہ آ جائے۔ یہ دن بھی حج کے تھے تو مجھے یہ حدیث یاد آ گئی یعنی ماء زم زم لما شرب لہ میں زم زم کے پاس گیا تو خوب سیر ہو کر پیا تو پیشاب کا مسئلہ صبح تک حل ہو گیا۔''

(تفسیر قرطبی: ۹/۳۷۰' جزء ابن حجر: ۲۷)

شیخ احمد بن محمد آق شمس الدین صاحب الجوہر المنظم' متوفی ۱۱۶۵ رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء کے زم زم پینے کے واقعات اور جن مقاصد کے لیے انہوں نے پیا اللہ کے انہیں عطا کر دینے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''اور میں عبد فقیر اس رسالہ کو جمع کرنے والا اپنی کوتاہی کا معترف ہو کر کہتا ہوں بلاشک وشبہ میں نے کئی بار زم زم کو خوب سیر ہو کر پیا اور بار بار تجربہ کیا تو میں نے پانی پیتے وقت جن چھوٹے بڑے آسان یا مشکل مقاصد کی نیت کی میں نے انہیں فوراً احسن انداز میں پالیا۔ اللہ تعالیٰ ملک ومتعال کی

Marfat.com

مدد ہوئی تو میں اللہ تعالیٰ ہی کی اس پر خوبیاں بیان کرتا ہوں اور جو کچھ وہاں ہے اس پر اسی کا شکر گزار ہوں۔" (الجواہر المنظم :٦٤)

زمزمی نے نشر الآس میں شیخ غسان واعظ رومی کی قرۃ العین سے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آب زم زم پیا تا کہ سب سے زیادہ علم والوں میں سے ہو جائیں تو آپ اسی طرح ہوئے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علم فقاہت کے لئے آب زم زم پیا تو وہ اپنے زمانہ والوں میں سب سے زیادہ فقیہ ہوئے۔

حافظ کبیر، محدث شاہ وعراق، امام خطیب بغدادی ابی بکر احمد بن علی متوفی ۴۶۳ھ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جب آپ نے حج کیا، اس وقت آب زم زم سے تین مرتبہ پیا اور اللہ عزوجل سے تین حاجتیں مانگیں اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے:

پہلی حاجت: کہ وہ بغداد کی تاریخ بیان کریں۔

دوسری حاجت: جامع منصور میں حدیث کو بھر دیں۔

تیسری حاجت: انہیں امام محدث، زاہد، قدوۃ، شیخ الاسلام، بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۲۷ہجری) کی قبر کے پاس دفن کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کو پورا کر دیا۔

(تذکرۃ الحفاظ :۱۱۹۳/۳) (تاریخ دمشق، ابن عساکر :۲۴/۷)

امام حافظ ابن خزیمہ محمد بن اسحاق صاحب صحیح، متوفی ۳۱۱ھ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: آپ کو علم کہاں سے عطا ہوا؟

تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماء زم زم لما شرب لہ اور جب میں نے پیا تو اللہ تعالیٰ سے علم نافع مانگا۔ (سیر اعلام النبلاء :۳۷۰/۱۴) (تذکرہ الحفاظ :۷۲۱/۲)

☆☆☆

اہل مکہ اور آب زم زم

آب زم زم کا معاملہ اہل مکہ کے ہاں اسلام کے آنے سے پہلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کے زم زم کو کھودنے کے بعد عظیم سمجھا جاتا تھا اور زم زم کی تعظیم ان کے لئے ایسا ہی امر تھا جیسے بیت اللہ شریف، مشاعر عظام، حرمت والے مہینے قابل تعظیم تھے اور وہ کعبہ مشرفہ کے پاس دعا کی قبولیت کا اعتقاد رکھتے تھے جیسا کہ ناک کٹے ابرھہ کے کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے آنے کے وقت ہوا اور وہ آب زم زم ضروری اور اہم کاموں کے لیے پیتے تو اللہ تعالیٰ آب زم زم پینے کی برکت سے ان کے ضروری مقاصد انہیں عطا کر دیتا۔

حارث بن خلیفہ سعدی نے کہا کہ قریش جب بھی کسی دکھ دینے والے دشمن کے لیے یا کسی غمگین کرنے والے

Marfat.com

کام کے لیے مجلس مشاورت کرتے تو اس مجلس کا آغاز آب زم زم پینے سے تھا۔ حتی کہ ہر شخص جان لیتا اس غمناک کام کو اور ان کے اکٹھ کو کیونکہ برتن جمع کر کے ان کے جمع ہونے سے پہلے لائے جاتے تھے۔ اس طرح پھر ان کو کامیابی ہوتی اور مراد حاصل ہو جاتی۔

آب زم زم پلانے کی ڈیوٹی میں تو بہت عظیم شرف ہے جس کا اندازہ قیمت سے نہیں لگایا جا سکتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے پانی پلانے کا کام اپنے چچا سیدنا عباس اور ان کے بیٹوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کر دیا تو سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عظیم شرف کو جو حضور نبی ﷺ نے آپ کو عطا کیا تھا اپنا شعار و علامت بناتے ہوئے کہا:

((واعطانی زم زم وما احب ان لی بھا جمیع اموال اھل مکۃ))

(ابن سعد، طبقات کبری ۱۵/۴)

"اور مجھے آپ نے زم زم عطا کیا اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اہل مکہ کا تمام مال اس کے بدلہ میں مجھے ملے۔"

اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے اور خبردار کیا جاتا ہے کہ جو تیری عزت و اکرام زم زم پلا کر کرے اور تجھے تحفہ عطا کرتے تو اسے قبول کر خوشی اور رشک سے اور اسے رد نہ کر کیونکہ اگر تو نے رد کر دیا تو گویا خیر کبیر کو رد کر دیا۔

امام حافظ حجت سفیان بن عینیہ، علامہ، شیخ الاسلام، محدث الحرم، متوفی ۱۹۸ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی گئی ہے کہ ان کے پاس آب زم زم لایا گیا تو آپ نے پیا اور اپنی دائیں جانب والے کو پلایا اور فرمایا

"آب زم زم خوشبو کے قائم مقام ہے کہ اسے رد نہیں کیا جاتا۔"

☆☆☆

آب زمزم اور حج وعمرہ

طواف سے فراغت کے بعد:

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف کے تین چکروں میں حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر حجر اسود کی طرف لوٹ آئے، پھر زم زم کے پاس گئے اور اس سے پیا اور اپنے سر مبارک پر ڈالا، پھر پلٹ کر آئے تو رکن کا استلام فرمایا، پھر صفا کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا:

((" ابدء وابما بدا الله به"))

"جس سے اللہ نے شروع کیا اس سے شروع کرو۔" (مسند امام احمد: ۳۹۴/۳)

طواف کے بعد سعی شروع کرنے سے پہلے آب زم زم پینا مستحب ہے۔ احناف، مالکی اور شوافع کا یہی مسلک ہے۔

چنانچہ یحیٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت

Marfat.com

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا، ہم نے ان کے ساتھ حج کیا تو جب آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں ادا کیں پھر زم زم کے پاس سے گزرے اور آپ صفا کی طرف نکل رہے تھے۔ تو فرمایا:

"اے لڑکے! میرے لئے ایک ڈول نکالو۔"

ہم نے ان کے لئے زم زم کا ڈول نکالا تو آپ نے اس سے پیا اور اپنے چہرے اور سر پر انڈیلا اور آپ فرما رہے تھے:

"زم زم شفاء ہے یہ جس نیت سے پیا جائے اسی کے لئے ہے۔"

حج سے فراغت کے بعد:

بیت اللہ سے جدا ہوتے وقت زم زم پینے والے کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس حاضری کو بیت اللہ کی آخری حاضری نہ بنائے اور بار بار لوٹ کر آنا آسان کر دے تاکہ اس گھر کی خیر و برکات' اسرار و انوار زیادہ نصیب ہوں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

((ان عبدا صححت له جسمه و وسعت علیه فی العیشة' تمضی علیه خمسه اعوام لا یفد الی المحروم))

(صحیح ابن حبان: ۱۶/۹) (مسند ابی یعلی: ۲/۶۳) (سنن بیہقی ۵/۲۶۲، ثقہ روایت ہے)

"بے شک وہ بندہ جس کے جسم کو میں نے تندرست کیا اور معاشیات میں اسے کشادگی دی اس پر پانچ سال گزر گئے وہ میری طرف نہ آیا (بیت اللہ کی زیارت کے لیے) وہ یقیناً محروم ہے۔"

عبدالرزاق کی ایک روایت میں چار سال کا ذکر ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے دوران سوار ہوئے اور بیت اللہ شریف کی طرف لوٹے' مکہ میں نماز ظہر ادا فرمائی' پھر بنی عبد المطلب کے پاس آئے جو زم زم پر پانی پی رہے تھے تو فرمایا: اے بنی عبد المطلب! نکالو! اگر لوگوں کا تم پر غالب آنا تمہارے سقایہ (پانی کی سبیل) پر نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ ضرور نکالتا۔ انہوں نے ڈول حضور ﷺ کو پیش کیا تو آپ نے اس سے پیا۔" (مسلم، الحج، باب حجة النبی ﷺ: ۲/۸۹۲)

پس حج سے فارغ ہونے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ جی بھر کر آب زمزم پیے۔ یہی مسلک احناف' شوافع اور حنابلہ کا ہے۔

پس اسی لیے سلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیت اللہ شریف سے الوداع اور جدا ہوتے وقت آب زم زم پینے کو پسند کرتے تھے۔ آخر لحظہ و لمحہ تک برکت حاصل کرتے اور توشہ بنا کر ساتھ لے جاتے تھے۔

پس امام مجاہد تابعی سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ بیت اللہ سے الوداع ہوتے وقت زم زم کے

پاس آنا اور اس سے پینا پسند فرماتے تھے۔ (المصنف، ابن ابی شیبہ: ۱۷۱)

☆☆☆

آب زمزم پینے کے آداب

حدیث میں وارد آداب:

آب زمزم پینے کے درج ذیل نو اہم آداب ہیں:

۱۔ دائیں ہاتھ سے پینا۔
۲۔ زم زم پیتے وقت دعا مانگنا۔
۳۔ کھڑے ہو کر پینا۔
۴۔ ہر بار پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔
۵۔ ہر بار سانس لینے کے لئے پینے کی انتہا کے وقت الحمد للہ تعالیٰ کہنا۔
۶۔ کثیر زم زم پینا اور کوکھیں بھر کر پینا۔
۷۔ کعبہ کی طرف منہ کر کے پینا۔
۸۔ تین سانسوں میں پینا۔
۹۔ برتن میں سانس نہ لینا اور نہ پھونکنا۔

دائیں ہاتھ سے پینا:

عام پانی، شربت یا زمزم اور کھانے کی ہر چیز دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم ہے۔ حضور ﷺ نے دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کا حکم دیا اور بائیں ہاتھ سے پینے سے روکا ہے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔
(صحیح مسلم، الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب ۱۵۹۸/۳)

زم زم پیتے وقت دعا مانگنا:

زمزم پیتے وقت دعا مانگنا ایک اہم ادب ہے، چونکہ زم زم پیتے وقت دعا کرنا قبولیت کے اوقات میں قبولیت کی قوی امید والا وقت ہے لہذا زم زم پینے والے کو چاہئے کہ زم زم پیتے وقت دنیا و آخرت کی خیر اللہ تعالی سے مانگے۔

زم زم پیتے وقت جامع ترین دعا وہی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے مانگی اور دوسروں کو سکھائی۔ جیسا کہ فاکھی نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے ایک آدمی کو زم زم پیتے دیکھا تو فرمایا: کیا تو جانتا ہے آب زم زم کیسے پیا جاتا ہے؟ ڈول زم زم سے نکال، پھر قبلہ کی طرف منہ کر اور کہہ بسم اللہ اور تین بار سانس لے حتی کہ خوب پیٹ بھر جائے اور کہہ:

Marfat.com

((اللھم انی اسئلك علماً نافعاً و رزقاً واسعاً وشفاء من کل داءٍ))

''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے نفع بخش علم، کشادہ رزق اور ہر بیماری سے شفاء مانگتا ہوں۔''

یہ ہی وہ دعا ہے جو آپ رضی اللہ تعالی عنہ خود مانگا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۱۳/۵' سنن الدار قطنی: ۲۸۸/۲' مستدرک حاکم: ۴۷۳/۱)

یہ ہی وہ دعا ہے جو آپ رضی اللہ تعالی عنہ خود مانگا کرتے تھے۔

کھڑے ہو کر پینا:

آب زمزم کھڑے ہو کر پینا سنت ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب آب زمزم پیش کیا گیا تو آپ نے اسے نوش فرمایا اس حالت میں کہ آپ کھڑے تھے۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، عنقریب ہم اس اختلاف کو ایک علیحدہ باب میں بیان کریں گے۔

ہر بار پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا:

زمزم پیتے وقت ہر بار بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زمزم پیش کیا گیا تو آپ نے اسے پیا اور ہر بار بسم اللہ پڑھی۔

ہر سانس کے دوران الحمدللہ کہنا:

زمزم پیتے وقت ہر بار سانس لینے کے وقت الحمدللہ تعالیٰ کہنا ایک اہم ادب ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زمزم پیش کیا گیا تو آپ نے اسے پیا اور ہر بار جب سانس لی تو الحمدللہ تعالیٰ کہا۔

پیٹ بھر کے پینا:

آب زمزم پیٹ بھر کے پینا حتیٰ کہ کوکھیں بھر جائیں، یہ بھی سنت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زمزم پیش کیا گیا تو آپ نے اسے سیر ہو کر پیا۔

قبلہ کی طرف منہ کر کے پینا:

ایک ادب یہ بھی ہے کہ آب زمزم پیتے وقت قبلہ کی جانب متوجہ ہوا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور سلف صالحین جب بھی آب زمزم نوش فرماتے تو قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر نوش فرماتے۔

تین سانسوں میں پینا:

آب زمزم یا عام پانی و شربت پینے کے بارے میں حکم عام ہے کہ اسے تین سانسوں میں پیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ پینے میں سانس لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

Marfat.com

”یہ سانس لینا زیادہ سیراب کرنے والا، زیادہ صحت بخش اور زیادہ خوشگوار ہے۔“
(صحیح مسلم، الاشربۃ، باب کراھۃ التنفس فی نفس الاناء: ۱۶۰۳/۳)

برتن میں سانس نہ لی جائے اور پھونکا نہ جائے:

آب زمزم یا عام پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینا یا پھونکنا منع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت ثابت ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۰۲/۳)

ان تمام آداب کی مذاہب اربعہ کے فقہاء نے تصریح کی ہے۔

آب زمزم کے آداب...... بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

مندرجہ بالا آداب وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہیں۔ یہی آداب حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی مروی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک آدمی جو کہ آب زمزم پینے کا ارادہ رکھتا تھا اسے یہ آداب سکھائے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ زم زم کے مقام میں تھے کہ آپ نے ڈول لانے کا حکم دیا تو کنویں سے آپ کے لئے ڈول نکالا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کنویں کے کنارے پر رکھا، پھر اپنا ہاتھ اس ڈول کے کنارے کے نیچے سے رکھا، پھر فرمایا: بسم اللہ، پھر اس میں منہ لگا کر پیا۔ پینے میں دیر کی، پھر دیر فرمائی یعنی خوب پیا۔ پھر سر انور اٹھایا تو فرمایا: الحمد اللہ! پھر آپ نے دوبارہ پیا تو فرمایا: بسم اللہ۔ پھر اس میں منہ لگا کر پیا تو پہلے سے کم وقت لگایا۔ پھر سر اٹھایا تو فرمایا: الحمدللہ! پھر اس سے منہ لگا کر پیا تو بسم اللہ کہا، پھر دیر تک پیتے رہے مگر دوسری مرتبہ سے کم دیر لگی۔ پھر سر مبارک اٹھایا تو فرمایا: الحمد اللہ۔

پھر فرمایا:

((علامة ما بيننا وبين المنافقين لم يشربوا منها قط حتى يتضلعوا))

”ہمارے اور منافقوں کے درمیان نشانی یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی خوب سیر ہو کر آب زمزم نہیں پیا۔“

عبدالرحمٰن بن ابی ملیکہ سے روایت ہے، فرمایا: ایک آدمی حضرت ابن عباس کے پاس آیا۔ آپ نے اسے کہا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے زم زم پیا ہے۔

آپ نے اسے کہا: کیا تو نے ایسے ہی پیا ہے جیسے کہ پینا چاہئے تھا؟

اس نے کہا: وہ کیسے اے ابن عباس؟

فرمایا: جب تو زم زم پئے تو منہ کعبہ شریف کی طرف کر۔ بسم اللہ پڑھ، تین بار سانس لے اور خوب سیر ہو کر پی، تو جب فارغ ہو تو اللہ عزوجل کی حمد کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقوں کے درمیان نشانی یہ ہے

Marfat.com

کہ وہ زم زم خوب سیر ہو کر نہیں پی سکتے۔

☆☆☆

آب زمزم بیٹھ کر پیا جائے یا کھڑے ہو کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشروبات اور نوش فرمانے کا طریقہ

اختلافی مسئلہ:

آب زمزم کے پینے کے بارے میں اختلاف ہے کہ بیٹھ کر پیا جائے یا کھڑے ہو کر۔

علماء کے دو گروہ:

اس بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ایک جماعت کا کہنا ہے کہ کوئی بھی مشروب اور کھانا کھڑے ہو کر نہیں کھایا پیا جا سکتا، کیونکہ صحیح احادیث سے اس کی ممانعت ثابت ہے۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ عام پانی اور کھانا کھڑے ہو کر کھانا جائز نہیں کیونکہ اس بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں، لیکن جہاں تک آب زمزم اور وضو سے بچے ہوئے پانی کا تعلق ہے تو اسے کھڑے ہو کر پینا چاہیے کیونکہ یہ سنت ہے۔

فضائل مکہ وآب زم زم میں ہے:

''آب زم زم کھڑے ہو کر پینا چاہیے یا بیٹھ کر اس میں علماء رحمہم اللہ تعالی کا اختلاف ہے۔ اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر آب زم زم پیا اور دوسری صحیح احادیث بھی ہیں جن میں مطلقاً پانی کھڑے ہو کر پینے کی نص ہے۔ خواہ پانی زم زم کا ہو یا کوئی۔

فقہاء احناف کے ایک گروہ کا موقف ہے کہ زم زم کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔

(الدار المختار) (ملا علی قاری حنفی، مناسک: ۹۴-۹۵)

ان کی دلیل وہی حدیث ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے صحیحین میں مروی ہے۔ آپ نے فرمایا:

((سقيت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم من زم زم فشرب وهو قائم))

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زم زم پلایا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا۔''

(صحیح بخاری، حج، باب ماجاء فی زم زم: ۴۹۲/۳) (صحیح مسلم، الاشربۃ، باب فی الشرب من زم زم قائما: ۱۶۰۱/۳)

لہٰذا کھڑے ہو کر پینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک ہے۔

مالکی اور حنابلہ نے کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز پر تصریح فرمائی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے آب زم زم کھڑے ہو کر پینے کی دلیل بناتے ہیں تو یہ ہی حدیث زم زم یا دوسرے پانی کے پینے کو شامل ہے، لیکن شیخ محمد عابد حسین مالکی اپنی کتاب ہدایۃ الناسک :۹۷ میں زم زم کے کھڑے ہو کر پینے کے مکروہ ہونے کی تصریح فرماتے تھے۔

احناف کا ایک اور گروہ اور اسی طرح شافعیہ کا مذہب ہے کہ آب زم زم بیٹھ کر پینا سنت ہے اور کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

ان کی دلیل امام مسلم کی روایت کردہ حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:

((انه نهى ان يشرب الرجل قائماً))

''آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر پیئے۔''

(مسلم، الاشربۃ' باب کراھیۃ الشرب قائما: ۱۶۰۰/۳)

یہ نہی مطلق کھڑے ہو کر پینے کے متعلق ہے۔ چاہے آب زم زم پینا ہو یا کچھ اور البتہ جو کراہت کا قول ان کا کھڑے ہو کر پینے والے کے لئے ہے، وہ کراہت تحریمی نہیں ہے، کیونکہ حضور سید عالم ﷺ سے کھڑے ہو کر پینا ثابت ہے۔

یہ معاملہ ایسا کہ اس میں گنجائش ہے اور علماء کا اختلاف رحمت ہے۔

معتدل علماء کے دلائل:

اب معتدل علماء کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(و عن ابی هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يشربن أحد كم قائما))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر پانی ہرگز نہ پیے۔'' (مسلم، الاشربۃ: ۱۱۶)

صحیح مسلم میں اس حدیث کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہیں:

((فمن نسى فليستقى))

''جو بھول جائے قے کردے۔''

صحیح مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس سے پوچھا کہ پھر کھانے کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

((ذاك أشر و أخبث))

''وہ تو اس سے بھی بدتر ہے۔''

اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کھانے میں پینے کی نسبت زیادہ دیر کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ (فتح الباری)

کھڑا ہو کر پینے کی ممانعت کی طبی وجہ یہ ہے کہ آدمی بیٹھ کر پیے تو عموماً اطمینان سے پیتا ہے، جس سے اچھو لگنے کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ اسی طرح حلق، غذا کی نالی اور معدہ و جگر میں درد کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ قے کرنے سے ان تکلیفوں کے زائل ہونے کی امید ہے، کیونکہ اس سے رکی ہوئی وہ خلط رواں ہو جاتی ہے جو قے کے بغیر رواں نہیں ہو سکتی۔ ممانعت کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر پیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

"قے کردو۔"

اس نے عرض کیا:

"کیوں؟"

آپ نے فرمایا:

"تم پسند کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ بلا پیے۔؟"

اس نے کہا:

"نہیں۔"

فرمایا:

"تمہارے ساتھ اس نے پیا ہے جو اس سے بدتر ہے، شیطان (نے تمہارے ساتھ پیا ہے)۔"

(مسند احمد: ۷۹۹۰)

ان احادیث کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پینا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم پلایا تو آپ نے کھڑے ہونے کی حالت میں پیا۔"

(بخاری، ۵۶۱۷، مسلم، الاشربۃ: ۱۱۷)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر کوفہ کے رحبہ میں لوگوں کی ضرورت کے لیے بیٹھے رہے، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا تو ان کے پاس پانی لایا گیا، انہوں نے منہ اور ہاتھ دھوئے۔ راوی نے سر اور پاؤں کا بھی ذکر کیا۔ پھر کھڑے ہو کر بچا ہوا پانی پی لیا، پھر فرمایا:

"کچھ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو برا جانتے ہیں، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا۔" (بخاری: ۵۶۱۶)

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، آپ نے ایک مشکیزے کے منہ سے جو لٹکا ہوا تھا کھڑے ہو کر پیا۔ [ترمذی، الاشربۃ، صحیح الترمذی: ۱۵۳۳)

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر پی لیتے تھے۔ حضرت سعد

Marfat.com

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔(فتح الباری: ۸۶/۱۰)

جب ممانعت اور جواز کی احادیث صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تو اب ان پر عمل کیسے ہوگا؟ اہل علم نے اس میں مختلف طریقے اختیار فرمائے ہیں:

پہلا طریقہ: حافظ ابن حزم فرماتے ہیں:

نہی کی احادیث سے جواز کی احادیث منسوخ ہوگئیں کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، اس لیے پہلے کھڑے ہوکر پینا جائز تھا، جب آپ ﷺ نے منع فرما دیا تو اب کھڑے ہوکر پینا حرام ہے، کیونکہ نہی کا اصل یہی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ نسخ صرف احتمال سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے تاریخ معلوم ہونا ضروری ہے، جو یہاں معلوم نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں کھڑے ہوکر پانی پیا ہے، اس لیے یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ کھڑے ہوکر پینے سے انسان گنہگار نہیں بنتا، البتہ اجر و ثواب سے ضرور محروم رہتا ہے، جب کہ بیٹھ کر پینے سے اجر و ثواب ملتا ہے اور سنت پر عمل ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ: کھڑے ہوکر پینے سے نہی کی احادیث میں نہی تنزیہی ہے، اس لیے قے کرنے کا حکم بھی استحباب پر محمول ہوگا، یعنی اجر و ثواب یہی ہے کہ قے کر دے، اس کی دلیل یہ ہے کہ منع کرنے کے باوجود جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھڑے ہوکر پانی پیا تو اس سے ثابت ہوا کہ کھڑے ہوکر پینا گناہ نہیں، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے عمل سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے، البتہ اس سے بچنا اجر و ثواب ہے کیونکہ اگر یہ بھی نہ مانا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کا کوئی فائدہ ہی نہیں رہتا۔

اکثر اہل علم نے اس مسئلہ میں یہی موقف اختیار فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"یہ سب سے اچھا مسلک ہے اور اس پر اعتراض کی گنجائش سب سے کم ہے۔"

تیسرا طریقہ: کھڑے ہوکر پینا منع ہے لیکن اگر کوئی عذر ہو تو کھڑے ہوکر پی سکتا ہے۔ جن مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیا ہے، ان پر اگر غور کریں تو یہی بات سمجھ آتی ہے، حضرت ابن عباس کی روایت میں۔ ہے کہ زمزم کنویں پر آپ کو ڈول پکڑایا گیا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیا۔ ظاہر ہے کہ حاجیوں کے انبوہ میں کنویں کے پاس جہاں چاروں طرف پانی بکھرا ہوا ہو، ڈول سے بیٹھ کر پینا آسان نہیں، اس لیے آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پی لیا۔

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ نے لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا، جو بیٹھ کر پینا مشکل تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں پیا، اگرچہ احتمال موجود ہے کہ آپ نے وضو بیٹھ کر کیا ہو مگر یہ امکان بھی ہے کہ آپ نے مشکیزے

Marfat.com

سے وضو کیا ہو اور اسی میں سے کھڑے کھڑے پانی پی لیا ہو۔

یہی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ نہی کو اس کے اصل معنی پر رکھا جائے کہ کھڑے ہو کر پینا ناجائز ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو کسی عذر پر محمول کیا جائے، کیونکہ کھڑے ہو کر پینے پر قے جیسے تکلیف دہ عمل کے حکم اور کھڑے ہو کر پینے کی صورت میں شیطان کے ساتھ پینے کے ذکر کے بعد نہی کو تنزیہ پر محمول کرنا مشکل ہے۔

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کھڑے ہو کر پینے کا ذکر آیا ہے ممکن ہے انہیں نہی کی احادیث نہ پہنچی ہوں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھ کر اس عمل کو مطلقاً جائز سمجھ لیا ہو، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی پہنچ جانے کے بعد بلا عذر کھڑے ہو کر کھانے پینے سے اجتناب کرنا ہوگا، ہاں اگر بیٹھنے سے معذور ہوں تو کھڑے ہو کر کھا پی سکتے ہیں۔

چوتھا طریقہ: آب زمزم اور وضو سے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی سکتے ہیں ان دونوں کے سوا کھڑے ہو کر پینا منع ہے۔

پانچواں طریقہ: کھڑے ہو کر پینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، دوسرے کھڑے ہو کر نہیں پی سکتے۔

رسول اللہ کے پینے کی اشیاء اور پینے کے طریقہ کا بیان:

اب میں یہاں برکت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے مشروبات اور پینے کے مبارک طریقے کا تذکرہ کرتا ہوں۔

((حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفین عن معمر عن اکزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان احب الشراب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلو البارد))

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں جو سب سے زیادہ پسند تھی وہ ٹھنڈا اور میٹھا شربت تھا۔"

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسماعیل بن ابراھیم انبانا علی بن زید عن عمر ھو ابن ابی حرملۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال دخلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا و خالد بن الولید علی میمونۃ فجاء تنا باناء من لبن فشرب رسول اللہ صلی اللہ عایہ وسلم و انا علی یمینہ و خالد علی شمالہ فقال لی الشربۃ لک فان شئت اثرت بہا خالدا فقلت

Marfat.com

ماكنت لاوثر على سورك احداثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اصعمه الله طعاما فليقس اللهم بارك لنا فيه واطعمنا خيرا منه ومن سقاه الله لبنا فليقل اللهم بارك لنا فيه وزدنا منه ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس شيء يجزى مكان الطعام والشراب غير اللبن

قال ابوعيسىٰ هكذاروى سفين ابن عينية هذاالحديث عن معمر عن الزهرى عن عروة عن عائشة درواه عبدالله بن المبارك وعبدالرزاق وغير واحد عن معمر عن الزهرى عن النبى صلى الله عليه وسلم مرسلا قال ابوعيسىٰ وانما اسنده ابن عينية من بين الناس قال ابوعيسىٰ وميمونة بنت الحارث زوج النبى صلى الله عليه وسلم هى خالت خالد بن الوليد وخالة ابن عباس رضى الله عنهم وخالة يزيد بن الاصم واختلف الناس فى رواية هذاالحديث عن على ابن زيد بن جدعان فروى بعضهم عن على بن زيد عن عمرابن حرمله وردى شعبة عن على بن زيد فقال عن عمرو بن حرملة والصحيح عمر بن ابى حرملة))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو میں جنابہ میمونہ کے گھر گئے۔ وہ ہمارے لئے ایک برتن میں دودھ لائیں' رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ نوش فرمایا' میں اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب اور خالد بن ولید بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے ابن عباس! دودھ پینے کا تیرا حق ہے' اگر تو چاہے تو اپنی باری خالد کو دے دے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس خوردہ پر کسی ایک کو ترجیح نہیں دیتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے تو اس شخص کو چاہیے کہ یوں کہے: ''اللهم بارك لنا فيه واطعمنا خيرا منه'' اے اللہ تبارک وتعالیٰ! اس کھانے میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر کھانا عطا فرما۔ جس کو اللہ تعالیٰ دودھ نصیب فرمائے اسے چاہئے کہ یوں کہے: ''اللهم بارك لنا فيه وزدنا'' اے اللہ تبارک وتعالیٰ! اس دودھ میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور اس سے زیادہ مرحمت فرما۔'' پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں ہے سوائے دودھ کے جو کھانے اور پینے کی کفایت کر سکے۔''

((حدثنا احمد بن منيع حدثنا هشيم اخبرنا عاصم الاحول ومغيرة عن الشعبى عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم شرب من زمزم

وھو قائم))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا' درآنحالیکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا محمد بن جعفر عن الحسین المعلم عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یشرب قائما وقاعدا))

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے بھی اور بیٹھے بھی پانی نوش فرماتے دیکھا ہے۔''

((حدثنا علی بن حجر حدثنا ابن المبارك عن عاصم الاحول عن الشعبی عن ابن عباس قال سقیت النبی صلی الله علیه وسلم من زمزم فشرب وهو قائم))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آبِ زمزم پلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی نوش فرمایا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔''

((حدثنا ابو کریب محمدبن العلاء ومحمد بن طریف الکوفی قالا انباءنا ابن الفضیل عن الاعمش عن عبدالملك بن میسره عن النزال بن سبرة قال اتی بکوزمن مآء وهوفی الرحبة فاخذمنه کفا فغسل یدیه ومضمض واستنشق ومسح وجهه وزراعیه ورأسه ثم شرب منه وهو قائم ثم قال هذا وضوء من لم یحدث هکذا رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم فعل))

''نزال بن سبرۃ سے روایت ہے کہ امام الاولیاء امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں پانی کا ایک کوزہ لایا گیا جبکہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد کوفہ کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ اس کوزہ سے ایک چلو پانی لے کر دونوں ہاتھ دھوئے' کلی کی' ناک میں پانی ڈالا' چہرہ تر کیا' دونوں کہنیوں سمیت بازو تر کئے اور سر کو تر کیا اور پھر کچھ پانی پیا' اس حال میں کہ کھڑے تھے' پھر فرمایا: یہ وضو اس شخص کا ہے جس کے وضو میں حدث واقع نہ ہوا ہو' اسی طرح میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید ویوسف بن حماد قالا حدثنا عبدالوارث بن

Marfat.com

سعید عن ابی عصا عن انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتنفس فی الانآء ثلاثا اذاشرب ویقول ھو امراء واروی))

"حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: یہ طریقہ زیادہ خوشگوار اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔"

((حدثنا علی بن خشرم حدثنا عیسیٰ بن یونس عن رشید ین بن کریب عن ابیه عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذاشرب تنفس مرتین))

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت پیتے تھے تو دو سانس لیتے تھے۔"

((حدثنا ابن ابی عمر حدثناسفین عن یزید بن یزید بن جابر عن عبدالرحمن ابن ابی عمرہ عن جدة کبشة قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشرب من فی قربة معلقة قائما فقمت الی فیھا فقطعته)

"حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر پر تشریف فرما ہوئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لٹکے ہوئے مشکیزہ پر منہ مبارک لگا کر پانی نوش فرمایا، پس میں اُٹھی اور مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔"

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مھدی حدثنا عزرہ بن ثابت الانصاری عن ثمامة ابن عبداللہ قال کان انس بن مالك یتلفس فی الاناء ثلاثا وزعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتنفس فی الاناء ثلثا))

"حضرت ثمامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ پانی پینے کے دوران تین سانس لیتے تھے اور جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پانی پینے کے دوران تین سانس لیتے تھے۔"

((حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن حدثنا ابوعاصم عن ابن جریح عن عبدالکریم عن البرء بن زید ابن ابنة انس بن مالك عن انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام سلیم قربة معلقة فشرب من فم القربة وھو قائم فقامت ام سلیم الی رأس القربة فقطعتھا))

Marfat.com

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُم سلیم کے گھر تشریف فرما ہوئے اور وہاں مشکیزہ لٹک رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کی حالت میں اس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا' پھر اُم سلیم اُٹھیں اور اس مشکیزہ کا سر کاٹ لیا۔''

((حدثنا احمد بن نصر الینساپوری حدثنا اسحق بن محمد الفروی حدثنا عبیدۃ بنت نائل عن عائشۃ بنت سعد بن ابی وقاص عن ابیھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یشرب قائما وقال ابو عیسیٰ وقال بعضھم عبیدۃ بنت نابل))

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے کھڑے بھی پانی نوش فرما لیتے تھے۔''

☆☆☆

آب زم زم سے گھٹی اور حسنین کے فضائل

حبیب بن ابی ثابت نے کہا کہ میں نے عطاء سے کہا:

''آب زم زم لے جاؤں۔؟''

عطاء نے کہا:

''ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوتلوں میں اٹھا کر لے جایا کرتے تھے اور آپ نے زم زم سے حسن و حسین کو عجوہ کھجور کے ساتھ ملا کر گھٹی دی۔'' (اخبار مکہ' فاکھی ۲/۵۱)

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و حسین کو گھٹی دینے کے بیان میں بہت سارے فقہاء نے ذکر کی ہے۔ (مناسک، ملا علی قاری: ۳۳۰)

حسن و حسین رضی اللہ عنہما کتنے سعادت مند ہیں کہ انہوں نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن آب زم زم کے ساتھ نوش کیا۔ وہ بھی پاکیزہ اور مقدسہ کھجور عجوہ کے ساتھ!

حضور سید عالم کا فعل احتمال رکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زم زم کو اپنے منہ مبارک میں رکھا اور اس کے ساتھ کھجور چبائی یا کھجور چبا کر پھر اسے آب زم زم سے تر کر دیا، پھر اس کے بعد حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تالو کو لگا دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام انتہائی چاہت' لگن' حرص کامل کے ساتھ نومولود بچوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کرتے تھے تا کہ آپ انہیں گھٹی دیں اور ان کے نام رکھیں اور ان کو برکت عطا کریں۔ اس سے متعلق کثیر مشہور احادیث ہیں۔

ایک حدیث امام مسلم نے مسلم شریف (الطھارۃ' باب حکم بول الطفل الرضع: ۱/۲۳۷) میں سیدہ ام المومنین

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تو آپ ان کو برکت عطا فرماتے اور انہیں گھٹی دیتے۔

فقہاء اور کتب حدیث کے شرح کرنے والوں نے چھوٹے بچوں کو گھٹی دینے کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے۔

(صحیح البخاری، مع فتح الباری: ۷/۲۴۸، ۹/۵۸۷) (عمدۃ القاری ۵۱/۱۷)

عطاء کی پہلے مسئلہ میں گزشتہ حدیث سے استدلال ظاہر واضح ہے اگر چہ وہ مرسل ہو لیکن اس کی تائید آب زم زم کے پینے اس سے شفا حاصل کرنے، وضو کرنے، سر اور بدن پر تبرک کے لئے ڈالنے وغیرہ پر ابھارنے میں وارد ہونے والی احادیث کے عموم سے بھی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ عموم بچوں کو اس مبارک پانی سے گھٹی دینے کے مستحب ہونے کو شامل ہے۔

اس لئے کہ آب زم زم سے گھٹی دینے میں حکمت یہ ہے کہ سب سے پہلی جس چیز سے بچہ غذا پائے اور اس کا جسم اس کے ساتھ بڑھے وہ یہ طیب و مبارک پانی ہو جو نبی اللہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے غیاث تھا جبکہ آپ دودھ پیتے بچے تھے، نیز یہ کہ یہ پانی نیک آدمی کے لعاب دہن اور کھجور وغیرہ کی مٹھاس کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ یہ امید اور نیک فالی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوتی ہے کہ یہ بچہ اللہ کے حکم سے اچھی طرح پلے بڑھے۔

حسنین کریمین کی فضیلت

سیدنا امام حسن:

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا نام ''حرب'' تھا لیکن سید الکونین، امام الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر ''حسن'' رکھ دیا۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((لما ولد حسن سمیته حرباً، فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارونی ابنی، ماسمیتموہ؟ قال: قلت حرباً قال: بل ھو حسن))

''جب حسن پیدا ہوا، تو میں نے اس کا نام حرب رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرے بیٹے کا دیدار کرواؤ، اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا: حرب رکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں وہ تو حسن ہے۔''

دوسری حدیث میں کچھ یوں ہے:

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں:

((لما ولد الحسن سماہ حمزۃ فدعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسماہ))

Marfat.com

"جب حسن پیدا ہوا تو اس کا نام حمزہ رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور کہا: مجھے یہ نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو حضور نے ان کا نام حسن رکھا۔"

((اول من سمی بالحسن والحسین: السبطان ولدا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب من فاطمة بنت رسول الله ﷺ))

"سب سے پہلے حسن و حسین رسول اللہ کے نواسے، حضرت علی کے بیٹے جو حضرت فاطمہ سے پیدا ہوئے ان کا نام رکھا گیا۔ یعنی ان شہزادوں سے پہلے کسی کا نام حسن و حسین نہیں تھا۔"

(معجم ما یخص البیت النبوی ص 72)

(حجب الله هذين الاسمين عن ان يسمى بهما حتى سمى بهما النبى صلى الله عليه وسلم ابنيه عليهما السلام، اما حسن و حسين الموجو د ان فى انشاب طيى فالاول بسـ كون السين االثانى بفتح الحاءء و كسر السين))

"اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں کا نام رکھا اور جو نام حسن اور حسین یہ طیی قبیلہ کے نسب میں موجود ہیں پہلا سین کے سکون کے ساتھ اور دوسرا یاء پر زبر اور سین پر زیر کے ساتھ ہے۔"

(التصحیف والتحریف، صبح الاعشیٰ جلد نمبر 6 صفحہ 11 معجم ما یخص آل البیت صفحہ نمبر 73 غصن الرسول، صفحہ 24)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن کا صرف نام ہی نہیں بلکہ آپ کے کان میں نغمۂ توحید بلند کیا اور حضرت حسن کا عقیقہ بھی کیا۔

سیدنا حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رآيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذن فى اذن الحسن بن على حين ولديته))

(مسند احمد بن حنبل مسند علی رضی اللہ عنہ ج نمبر 2 صفحہ نمبر 1370)

"میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں نماز والی اذان کہتے ہوئے دیکھا جب سیدہ فاطمہ نے ان کو جنم دیا۔"

مسند احمد اور السنن الکبریٰ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ولادتِ حسن پر حکم فرمایا:

((احلقى رأسه وتصدقى بوزن شعره فضة على المساكين)

"اس کا سر مونڈ اور بالوں کے برابر چاندی مسکینوں پر صدقہ کر۔"

(مسند احمد بن حنبل (6/39) مسند ابی رافع۔ المعجم الکبیر جلد نمبر 3 صفحہ 31 حدیث نمبر (2578) صحیح جامع ترمذی)

جامع ترمذی میں ہے:

((عق رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحسن بشاة قال يا فاطمة ا حلقي راسه، وتصدقي بزنة شعره فضة، قال فوزناه فكان وزنه، درهماً او بعض درهم))

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی اور فرمایا: اے فاطمہ! اس کا سر مونڈ اور بالوں کے برابر صدقہ کرو۔ انہوں نے بالوں کا وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر یا اس سے کچھ کم وزن کے ہوئے۔''

(صحیح جامع ترمذی جلد 2 صفحہ 277) (مجمع الزوئد (60/4) باب العقیقۃ وھو حدیث حسن)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حد درجہ خوب رُو، خوبصورت اور حسین تھے۔ آپ کے حسن کی چمک دمک سے تاریخ کے اوراق روشن ہیں اور نورٌ علیٰ نور کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہم شکلِ پیغمبر تھے۔ عکس رسالت کی جھلک آپ میں نظر آتی تھی۔ اہل بیت، آل محمد اور حضرات صحابہ کرام میں سے سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے۔ جو بھی آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر نور کو دیکھتا تو بے ساختہ کہہ اٹھتا:

((لم يكن احد اشبه بالنبی من الحسن بن علی))

''حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی ہم شکل پیغمبر نہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ الباری صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تحت چند احادیث لائے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشابہت کا ذکر ہے۔

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ جنہوں نے ہر لحہ چہرہ رسالت کی زیارت کی، فرماتے ہیں:

((لم يكن احد اشبه بالنبی صلى الله عليه وسلم من الحسن بن علی))

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ اور کوئی شخص نبی کریم علیہ اسلام سے مشابہ نہیں تھا۔''

صحابی رسول حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

(رايت ابابكر رضى الله تعالىٰ عنه و حمل الحسن وهو يقول: بأبی شبيه بالنبی وليس شبيه بعلی: و علی يضحك)

''میں نے حضرت ابوبکر صدیق کو دیکھا کہ آپ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھائے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں: میرے باپ ان پر فدا ہوں! یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں، علی سے

ان کی شباہت نہیں ملتی۔اور حضرت علی زبان صدیق سے یہ کلمات سن کر مسکرا رہے تھے۔"

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(عن عقبة بن الحارث قال: صلی ابوبکر رضی الله تعالیٰ عنه العصر ثم خرج يمشی، فرأى الحسن يلعب مع الصبيان، فحمله على عاتقه ويال: بأبی شبية بالنبی ، لاشبية بعلی، وعلی يضحك)

"حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز عصر سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت حسن (غلمانِ مدینہ) بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔حضرت ابوبکر نے فرمایا: رسول اللہ کی شباہت ہے، علی کی شباہت نہیں۔اور علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔"

حضرت عقبہ بن حارث فرماتے ہیں:

((خرجث مع ابی بکر الصديق رضی الله عنه من صلوٰة العصر بعدو فدة رسول اللهﷺ بليال و علی بن أبی طالب رضی الله عنه يمشی الی جنبه، فمر بحسن بن علی وهو يلعب مع الغلمان فاحتمله ابوبكر الصديق علی رقبيته وجعل يقول :بابی شبه النبی، ليس شبها بعلی و علی يضحك)) (کتاب البیعہ جلد 5 صفحہ نمبر 2147 واسنادہ صحیح)

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ دن بعد حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر نکلا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ چل رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن کو بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھا اور کندھوں پر اٹھالیا اور فرمایا: نبی کے مشابہ ہے، علی کے مشابہ نہیں اور یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرا رہے تھے۔"

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

(رأيت النبی صلی الله عليه وسلم و كان الحسن بن علی يسبهه قلت لابی جحيفة :صفه لی، قال: كان ابيض قدشمط و فی رواية قال:رأيت بياضاً من تحت شفته الشفلی العنفقة))

"میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا ہے۔حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں آپ کی شباہت پوری طرح موجود تھی۔اسماعیل بن اَبی خالد نے کہا: میں نے ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کریں گے۔؟انہوں نے کہا: آپ سفید رنگ کے تھے، کچھ بال سفید ہو گئے تھے اور براویت دیگر کہتے ہیں: آپ کے نچلے ہونٹ مبارک کے نیچے کچھ بال سفید

تھے۔" (صحیح بخاری شریف، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح الباری 374/7)
سرتاج رسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اخلاق فاضلہ کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کی کتاب زندگی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے اور ہر شخص کو محبت و شفقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، لیکن سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت و مودّت کا انداز منفرد اور نرالا تھا۔ دیکھنے والے کی زبان سے یہ کلمات بے ساختہ نکلتے:

((واللہ انك لعفعل بهذا شيئا مار ايناك تفعله بأحد))

"اللہ کی قسم! جس طرح آپ حسن سے معاملہ کرتے ہیں کسی اور سے کرتے ہوئے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رأيت النبي صلى الله عليه وسلم الحسن على عابقه يقول: اللهم انى احبه فاحبه))

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے مبارک پر تھے اور آپ یہ فرما رہے تھے: اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔"

اس سے بڑھ کر اور مرتبہ کیا ہو سکتا ہے کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے محبت ہیں اور آپ بارگاہ الٰہی میں دعا فرما رہے ہیں:

"اے اللہ! تو بھی اس شہزادے سے محبت فرما۔"

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی اس دعا کو قبول فرمایا ہے۔ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ محبوب مصطفیٰ بھی ہیں اور محبوب الٰہی بھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مارأيت حسناً الا فاضت عيناى دموعاً وذالك ان النبى صلى الله عليه وسلم خرج يوما فوجدنى فى المسجد فاخذ بيدى، فانطلقت معه فما كلمنى حتىٰ جئنا سوق بنى قينقاع فطاف به ونظر، ثم انصرف وانا معه حتى جئنا المسجد فجلس فاحتبى، ثم قال أين لكاع؟ ادع لكاع فجاء حسن يشتد فوقع فى حجره ثم ادخل يداه، فى لحديثه ثم جعل النبى صلى الله عليه وسلم يفتح فاه، فيدخل فاه فى فيه ثم قال اللهم انى احبه فاحببه واَحب من يحبه يعنى الحسن بن على رضى الله عنها))

"میں نے جب بھی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور

یہ اس لئے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور مجھے مسجد میں پایا۔ پس آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں آپ کے ساتھ چلا۔ آپ نے میرے ساتھ کوئی بات نہ کی، یہاں تک کہ ہم بنو قینقاع کے بازار میں پہنچے۔ تھوڑا سا گھومنے پھرنے اور پھر دیکھنے کے بعد آپ واپس لوٹے اور میں آپ کے ساتھ تھا، یہاں تک کہ ہم مسجد (نبوی) آئے۔ آپ گوٹھ مار کر بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے کہا: ننھا (چھوٹا) کدھر ہے؟ میرے پاس ننھے کو لے کر آؤ۔ پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی گود میں بیٹھ گئے اور آپ کی داڑھی مبارک میں ہاتھ ڈالا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پیار و محبت میں) حسن کے منہ کو کھول کر اپنا منہ وہاں رکھا۔ پھر فرمایا: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت فرما۔"

(اللؤلؤ والمرجان، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل حسن و حسین جلد 2 صفحہ 733 والسلسلۃ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ کی محبت و شفقت بلکہ عقیدت کا یہ عالم تھا، خود ہی فرماتے ہیں:

((انه لقی الحسن بن علی فقال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل بطنك فاكشف له، الحسن و قبله))

"ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے تمہارے پیٹ پر بوسہ دیا۔ پس آپ میرے لئے اس حصہ کو ظاہر کریں تاکہ میں بھی اسی جگہ کو چوموں جہاں پر رسول اللہ نے اپنے لب مبارک لگائے تھے۔ چنانچہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ حصہ ننگا کیا اور میں نے وہاں سے بوسہ دیا۔"

(مستدرک حاکم (168/3) مناقب حسن (صحیح)

مستدرک حاکم میں ہے:

((ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل حسناً و ضمه الیه و جعل یشمه و عنده، رجل من الانصار فقال الانصاری ان لی ابناً قد بلغ ماقبلته قط فقال رسول الله ارایت ان کان الله نزع الرحمة من قلبك فماذنبی)

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کو بوسہ دیا، گلے لگایا اور سونگھنا شروع ہو گئے۔ آپ کے پاس قبیلہ انصار کا ایک آدمی بیٹھا تھا۔ انصاری کہنے لگا: میرا ایک بچہ ہے جو بالغ ہو گیا ہے۔ میں نے تو کبھی اس کا بوسہ تک نہیں لیا (آپ سونگھ رہے ہیں، چوم رہے ہیں، گلے سے لگا رہے ہیں) جواب میں رحمۃ اللعالمین فرمانے لگے: اگر اللہ نے تیرے دل سے محبت نکال لی ہے تو اس میں میرا گناہ کیا ہے۔؟" (مستدرک حاکم، باب مناقب الحسن، جلد نمبر 3 صفہ نمبر 170)

رأس المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں باب مناقب الحسن کے بعد حضرت ابو ہریرہ کی روایت کے متعلق بیان کیا ہے:

Marfat.com

((عانق النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحسن))

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ کیا (یعنی گلے سے لگایا)''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

((کان باخذہ والحسن و یقول: اللھم انی احبھما فاحبھما او کماقال))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اور حسن کو پکڑ کر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت فرما۔''

صحیح بخاری شریف، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب الحسن کی شرح میں امام بن حجر رحمہ اللہ نے یہ لفظ بھی نقل کئے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاخذنی فیضعنی علی فخذہ ویضع علی الفخذ الاخر الحسن بن علی ثم یضمھما ثم یقول: اللھم ارحمھما فانی ارحمھما))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنی ایک ران پر اور حضرت حسن کو دوسری ران پر بٹھا کر چمٹاتے۔ پھر کہتے: اے اللہ! میں ان پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان پر رحم فرما۔'' (فتح الباری 69/8)

حضرت مقبری فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے کہ:

((فجاء الحسن بن علی بن ابی طالب علینا فسلم فرددنا علیہ السلام ولم یعلم بہ ابوھریرہ فقلنا لہ یا اباھریرۃ ھذا الحسن بن علی قد سلم علینا فلحقہ وقال و علیك السلام یاسیدی ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ سید))

''اچانک ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں سلام کہا۔ پس ہم نے آپ کو سلام کا جواب دیا لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی آمد یا سلام کا پتہ نہ چلا۔ ہم نے کہا: اے ابو ہریرہ! یہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ہم پر سلام کہا ہے۔ پس حضرت ابو ہریرہ حضرت حسن کے پاس گئے اور کہا: وعلیک السلام یا سیدی۔ میرے سردار تجھ پر بھی سلامتی ہو۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ یقیناً یہ حسن سردار ہے۔'' (مستدرک الحاکم، جلد: 168/3)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

((دخل علی رسول اللہ صلی علیہ وسلم و انا نائم علی المنامۃ، فاستسقی الحسن او الحسین قال: فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی

شاة لنا بكئى، فحلها فدرت، فجاء الحسن فنحاه النبى صلى الله عليه وسلم فقالت فاطمة، يا رسول الله، كانه احبهما اليك ؟ قال لاولا كنه استسقٰى قبله، ثم قال: انى و اياك وهذين وهذا الراقد فى مكان واحد يوم القيامة))

"میں بستر پر سویا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حسن یا حسین نے پانی مانگا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری کم دودھ دینے والی بکری کی طرف کھڑے ہوئے۔ پس آپ نے اس کا دودھ دھویا تو اس نے کافی دودھ دیا۔ حسن آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہٹا دیا۔ فاطمہ نے کہا: گویا آپ کو دونوں میں سے یہ زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں لیکن پہلے پانی حسن نے طلب کیا تھا۔ پھر اسی موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک میں اور تو بھی اور یہ دونوں اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک مقام پر ہوں گے۔"

(مسند احمد ابن حنبل، مسند علی رضی اللہ عنہ جلد نمبر 2 صفحہ 782۔ اسناد صحیح)

((ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذبيد حسن و حسين فقال: من احبنى واحب هذين و اباهما و امهما كان معى فى درجتى يوم القيامة))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد اور والدہ سے محبت کی وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ پر ہوں گے۔"

(مسند احمد، مسند علی رضی اللہ عنہ جلد 2 صفحہ 2 اسناد حسن۔ صحیح مسلم شریف / جامع ترمذی، کتاب الروالصلة، باب ماجاء فی رحمة الولد / سنن ابی داؤد شریف کتاب الادب (حدیث صحیح)

سیدنا وامامنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکثر چومتے، سونگھتے اور اپنے صدرِ اطہر سے لگاتے اور کبھی گود میں کھلاتے:

((ان الاقرع بن حابس ابصر النبى صلى الله عليه وسلم و هو يقبل الحسن بن على رضى الله عنهما فقال ان لى لعشرة من الوالد ما قبلت واحدًا منهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لا يرحم لايرحم))

"اقراع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت حسن کو چوم رہے ہیں۔ پس اقرع نے کہا: میرے تو دس لڑکے ہیں میں نے کسی ایک کو بھی کبھی نہیں چوما۔ رسول رحمت نبی ارحم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کم وبیش آٹھ سال کا طویل عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وشفقت اور نگرانی میں بسر کیا۔

Marfat.com

آغوشِ رسالت میں پرورش پانے والے اس شہزادے نے آپ کی زندگی میں پیش آمدہ مسائل و واقعات کو بھی ذہن نیشن رکھا۔

((مرّت جنازة بابن عباس والحسن بن على رضى الله تعالىٰ عنهما فقام الحسن و قعد ابن عباس فقال الحسن اليس قد قام النبى لجنازة يهودى اويهودية مرث به؟ فقال ابن عباس بلىٰ و جلس))

’’حضرت ابن عباس اور حسن رضی اللہ عنہما کے قریب سے جنازہ گزرا۔ حضرت حسن کھڑے ہو گئے اور ابن عباس بیٹھے رہے۔ (ابن عباس کو بیٹھا دیکھ کر) حضرت حسن فرمانے لگے: ایک یہودی یا یہودیہ کا جنازہ جب گزرا تو رسول اللہ کھڑے نہیں ہوئے تھے۔؟ ابن عباس کہنے لگے: کیوں نہیں (آپ کھڑے ہوئے تھے) پھر مگر بعد میں آپ نے یہ کھڑا ہونا چھوڑ دیا تھا اور بیٹھے رہتے تھے۔‘‘

(معجم الکبیر، باب الحاء جلد نمبر 3 رقم الحدیث (2591) مجمع الزوائد جلد نمبر 178/9، باب ماجاء فی الحسن بن علی رضی اللہ عنہما) (لمعجم الکبیر، امام طبرانی، جلد نمبر 3 صفحہ 87 حدیث نمبر 2744۔ السنن الکبریٰ امام بیہقی جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 28، باب حجۃ من زحم ان القیام للجنازۃ منسوختہ)

ابو الحوراء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((كنا عند الحسن بن على فسئل: ماعقلت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال كنت امشى معه يوماً فمر على جرين من تمر الصدقة فوجدت تمرة، فالقيتها فى فى فاخر جهابلغابى فقال بعض القوم: ماعليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لوتر كتها قال، انا ال محمد لاتحل لنا الصدقة))

’’ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ کسی نے سوال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات یاد ہے؟ تو سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، آپ کھجور کے ڈھیر کے پاس سے گزرے جو صدقہ کی کھجوروں کا تھا تو میں نے ایک کھجور پکڑ کر منہ میں ڈال لی، آپ نے میرے لعاب والی کھجور کو نکالا۔ بعض لوگ کہنے لگے: اگر آپ رہنے دیتے تو کیا حرج تھا۔؟ آپ نے فرمایا: آل محمد پر صدقہ حلال نہیں۔‘‘

(مسند احمد، مسند حسن جلد نمبر 1 صفحہ 200 مجمع الزوائد 93/3 باب الصدقۃ الرسول اللہ وقال رجال احمد ثقات، المعجم الکبیر 78/3 حدیث نمبر 25.5، صفحہ 86 حدیث نمبر 2741)

سید ولدِ آدم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی پیش گوئیاں فرمائیں وہ اپنے اپنے وقت پر حق اور سچ ثابت ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"یہ سردار بیٹا میری امت کا مصلح ہوگا۔"

مسند احمد، معجم الکبیر للطبرانی، مسند البزار اور صحیح ابن حبان میں ہے:

(كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى فكان اذا سجد جاء الحسن فركب ظهره فكان النبى صلى الله عليه وسلم اذ رفع راسه اخذه فوضعه، على الارض وضعًا رقيقًا فاذا سجد ركب ظهره فلما صلى اخذه فوضعه فى حجره ، فجعل يقبله فقال له رجل اتفعل بهذا الصبى هكذا؟ فقال انه ريحانتى وعسى اللّٰه عزوجل ان يصلح به بين فئتين من المسلمين))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ سجدے میں جاتے حضرت حسن آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سر اٹھاتے تو پکڑ کر نرمی اور آرام سے زمین پر رکھ دیتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت حسن کو گود میں بٹھایا اور چومنا شروع ہو گئے۔ ایک آدمی نے کہا: آپ اس بچے سے ایسے پیار کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ میرا پھول ہے، عین ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلم جماعتوں میں صلح کرائے۔"

اس پیش گوئی کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چھ جگہ نقل فرمایا۔ کتاب الصلح اور کتاب الفتن میں باقاعدہ یہ ترجمۃ الباب باندھا اور کتاب المناقب میں باسند حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لائے:

((اخرج النبى صلى الله عليه وسلم ذات يوم الحسن فصعدبه على المنبر فقال :ابنى هذا سيد و لعل الله ان يصلح به بين فئتين من المسلمين))

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن کو ایک دن ساتھ لے کر باہر تشریف لائے اور منبر پر ان کو لے کر چڑھ گئے۔ پھر فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں ملاپ کرا دے گا۔"

(بخاری کتاب المناقب، باب قول النبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی رضی اللہ عنہما، کتاب امناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

کتاب فضائل اصحاب النبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب الحسن والحسن رضی اللہ عنہما کے لفظ یہ ہیں:

((ينظر الى الناس مرة واليه مرة))

"ایک نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دیکھتے تو ایک نظر حضرت حسن کو دیکھتے۔"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش گوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پوری ہوئی جب کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح ہوئی۔ حضرت حسن کے اقدام سے مسلمانوں میں ایک بڑی جنگ ٹل گئی جبکہ حالات حضرت حسن کے لئے سازگار تھے، مگر آپ نے اس خانہ جنگی کو حسن تدبیر سے ختم کر دیا۔

حضرت امام حسن نہایت حلیم، صاحب وقار، صاحب حشمت اور نہایت سخی تھے۔ فتنہ وخون ریزی سے آپ کو سخت نفرت تھی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چھ ماہ تک خلیفہ رہے۔ آپ سے صرف اہلیان کوفہ نے بیعت کی تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور مندرجہ ذیل شرائط آپس میں طے پائیں:

1: فی الوقت امیر معاویہ خلیفہ بنائے جاتے ہیں، لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔

2: مدینہ، عراق اور حجاز کے باشندوں سے مزید کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا، بلکہ صرف وہی ٹیکس لیا جائے گا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں وصول کیا جاتا تھا۔

3: حضرت امام حسن پر جو قرض ہے اس کی ادائیگی کی تمام تر ذمہ داری حضرت امیر معاویہ پر ہے۔

ان شرائط پر فریقین میں باہمی صلح ہوگئی۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا عملی اظہار بھی ہوگیا: ''یہ میرا بیٹا دو مسلمان جماعتوں میں صلح کرائے گا۔''

امام حسن ماہ ربیع الاول 41 ہجری کو خلافت سے دستبردار ہوئے۔

امام حسن کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو مدینہ منورہ میں یزید نے خفیہ طور پر یہ پیغام بھیجا کہ اگر تو حسن کو زہر دیدے تو میں تم سے نکاح کرلوں گا۔ اس فریب میں آکر بدنصیب جعدہ نے آپ کو زہر دے دیا جس کے اثر سے آپ شہید ہوگئے۔

جعدہ نے یزید کو لکھا کہ اپنا وعدہ پورا کرو جس کا جواب یزید نے یہ دیا کہ جب تجھ کو میں حسن کے نکاح ہی میں گوارا نہیں کرسکا تو اپنے نکاح میں کس طرح گوارا کروں گا۔؟

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بڑی کوشش کی کہ امام حسن زہر دینے والے کی نشاندہی کریں، لیکن آپ نے نام بتانے کے بجائے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔ کوئی شخص محض میرے گمان کی بناء پر کیوں قتل ہو۔؟''

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت 5 ربیع الاول 50 ہجری کو واقع ہوئی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''قل ھو اللہ احد''

Marfat.com

لکھا ہوا ہے۔ جس وقت آپ نے یہ خواب بیان کیا تو اہل بیت بہت خوش ہوئے، لیکن جب سعید بن ملسیب نے یہ خواب سنا تو انہوں نے کہا:

''اس خواب کا مطلب ہے کہ آپ کی حیات کے چند روز باقی رہ گئے ہیں۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد آپ صرف چند روز بقید حیات رہے اور آپ کو زہر دے دیا گیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر جب زہر نے خوب اثر کر لیا اور آپ کا وصال ہونے کے قریب تھا تو آپ گھبرانے لگے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''یہ گھبراہٹ کیسی؟ آپ تو رسول اللہ، سیدنا علی، سیدہ خدیجہ اور والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ، نیز ماموں حضرت قاسم و طاہر اور چچا حمزہ و جعفر کے پاس جا رہے ہیں۔''

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے بھائی حسین! میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں اب سے پہلے کبھی نہیں گیا تھا اور میں ایسی مخلوق دیکھ رہا ہوں جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔''

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''بھائی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت پر حضرت ابوبکر و عمر فائز ہوئے، پھر مجلس شوریٰ میں یقین تھا کہ والد محترم علی المرتضیٰ کو خلافت ملے گی، لیکن شوریٰ کی طرف سے حضرت عثمان غنی خلیفہ بنائے گئے اور ان کی شہادت کے بعد حضرت علی خلیفہ ہوئے۔ پھر تلواریں نکل آئیں اور ہم نے خلافت کو چھوڑ دیا اور اب مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ اللہ کی قسم! قوت و خلافت اب ہمارے خاندان میں نہیں رہے گی اور مجھے یقین ہے کہ بیوقوف کوفی تم کو خلیفہ بنائیں گے، لیکن پھر وہی تم کو کوفہ سے شہر بدر کر دیں گے۔''

آخری لمحات میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسین سے فرمایا:

''میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے خواہش کی تھی کہ وہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دیں، چنانچہ انہوں نے مجھے اجازت دے دی تھی، لیکن میری وفات کے بعد تم پھر دوبارہ وہاں دفن کرنے کی اجازت حاصل کر لینا۔ میرا خیال ہے کہ دوبارہ اجازت حاصل کرنے پر کچھ لوگ مزاحم ہوں گے۔ ان کی مخالفت کی موجودگی میں تم زیادہ اصرار نہ کرنا۔''

چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ سے اجازت چاہی۔ سیدہ نے اجازت مرحمت فرما دی، لیکن حاکم مدینہ مروان حائل ہوا، جس پر حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار سنبھال لئے لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صلح کروا دی اور آخر کار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا کے پہلو میں

Marfat.com

جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

سیدنا امام حسین:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے جب دوسرا بیٹا پیدا ہوا تو پہلے کی طرح اس کا نام بھی سیدنا حضرت علی المرتضیٰ نے ''حرب'' رکھا۔

نبی اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹے کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے تو آپ نے پوچھا:

((ماسميتموه))

''تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے۔؟''

حضرت علی نے عرض کیا:

((سميته حرباً))

''میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بل هو حسينٌ))

''بلکہ وہ تو حسین ہے۔''

حدیث صحیح سے واضح ہوا کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا۔

دین اسلام میں عقیقہ کا تصور یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بیٹا دے تو دو مینڈھے اور اگر رب تعالیٰ بیٹی عطا فرمائے تو ایک مینڈھا، ساتویں دن اللہ کی راہ میں ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت اعزاء و اقرباء و زملاء، اصدقاء اور مساکین وفقراء میں تقسیم کیا جائے۔

شارح حدیث امام ابن حجر فرماتے ہیں:

((هو اسم لمايذبح عن المولود))

اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرماتے ہوئے آفات و حوادث اور کئی آزمائشوں سے محفوظ فرماتا ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں:

((عق رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحسن و الحسين رضى الله عنهما بكبشين كبشين))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے عقیقہ کیا اور دو دو مینڈھے ذبح کیے۔''

Marfat.com

(فتح الباری صفحہ نمبر 9/3۔) (سنن نسائی ظریف کتاب العقیقۃ جز 2 صفحہ 180، السنن الکبریٰ، باب العقیقۃ سنۃ جلد 9 صفحہ 299 مسند ابی یعلی، جلد 4 صفحہ 301)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سید نا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کم و بیش ایک سال چھوٹے تھے۔ جس طرح ولادتِ حسن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کیا، اسی طرح سید نا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کے بعد آپ نے ان کی طرف سے عقیقہ کیا۔

حدیث میں ہے:

''حسین سبط من الاسباط ہیں۔''

(مستدرک حاکم، مناقب حسین جلد نمبر 3 صفحہ 177)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ حجاج بن یوسف نے امام یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑے ظالمانہ انداز سے پوچھا اور تہدید آمیز لہجہ سے کہنے لگا:

''دلائل سے ثابت کرو حضرت حسن و حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھے، وگرنہ میں تمہارا بہت بُرا حشر کروں گا۔''

امام یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ نے سورت انعام کی 85 نمبر آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد قرار دیا گیا ہے۔ امام صاحب فرمانے لگے:

''بتلاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کون ہے۔؟''

یہ عالمانہ وفقیہانہ جواب سن کر ظالم حیران رہ گیا۔

تفسیر ابن کثیر جلد 2 صفحہ 173 اور امام قرطبی رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

((وعد عیسیٰ من فریۃ ابراھیم و انما ھوا بن النث فاولاد فاطمۃ رضی اللہ عنہا فریۃ النبی و بھذا تمسک من رأی ان ولدالبنات ید خلون فی اسم الولد))

''عیسیٰ علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ وہ بیٹی کے بیٹے ہیں۔ پس اولادِ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں شامل ہیں۔ یہی ان حضرات کی دلیل ہے جو نواسوں کو اولاد میں شامل قرار دیتے ہیں۔''

سبط من الاسباط کا مفہوم بعض نے امت من الامم بھی کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خیر و بھلائی میں ایک اُمت ہیں یا آپ حضرات انبیاء کرام کی اولاد میں سے ہیں۔

(النہایۃ لابن الاثیر، جلد 153/3)

سید نا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سید نا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی گودِ رسالت میں کھیلنے، کودنے اور صدرِ رسالت سے چمٹنے کا موقع ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حضرت حسین کو دیکھتے تو آپ

Marfat.com

انہیں اٹھالیتے، چومتے، سونگھتے اور گلے لگاتے۔ اور یہ سعادتِ کبریٰ تقریباً سات سال تک آپ کو حاصل رہی:

((كان الحسين فى حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم طفلاً و اقام معه ست سنين و سبعة اشهر و سبعة ايام لان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض فى يوم الاثنين ربيع الاول سنة 11هجرى))

''حضرت حسین آنحضرت کی زندگی میں بچے تھے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 6 سال 7 ماہ اور سات دن رہے، کیونکہ رسول اللہ بوقت چاشت بروز پیر 12 ربیع الاوّل سن 11 ہجری کو فوت ہوئے تھے۔'' (غصن الرسول، الحسین بن علی صفحہ نمبر 29)

صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ ارشاد فرماتی ہیں:

((خرج النبى صلى الله عليه وسلم غداة عليه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن على فادخله، ثم جاء الحسين فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء على فادخله ثم قال 'انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيراً))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت نکلے اور آپ پر کالی چادر تھی جس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔ پس حسن ابن علی آئے آپ نے ان کو چادر میں داخل کرلیا، پھر حسین آئے اور ساتھ داخل ہو گئے۔ پھر سیدہ فاطمہ آئیں اور آپ نے ان کو چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت علی آئے تو آپ نے ان کو بھی چادر میں داخل کرلیا، پھر آپ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے وہ ہر قسم کی گندگی کو دور کردے اے اہل بیت! اور تمہیں خوب پاک کردے۔''

(سورہ احزاب پارہ نمبر 22 آیت نمبر 33)

مسلم شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((لما نزلت هذاه الاية (ندع ابناء ناو ابنا كم) دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم علياً و فاطمة و حسناً و حسيناً فقال: اللهم هو لاء اهل بيتى))

''جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور کہا: اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔''

(سورہ آل عمران پارہ 3 آیت نمبر 61) (صحیح مسلم شریف فضائل الصحابۃ مناقب الحسنین جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 283)

جامع ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

Marfat.com

((نزلت هذه الاية على النبى صلى الله عليه وسلم: " انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيراً في بيت ام سلمة فدعا النبى صلى الله عليه وسلم فاطمة و حسناً و حسيناً فجللهم بكساء و على خلف ظهره فجلله بكساء ثم قال " اللهم هولاء اهل بيتى فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرًا " قالت ام سلمة و انا معهم يا رسول الله صلى الله عليك وسلم قال " انت على مكانك و انت على خير))

"جب یہ آیت: "انما يريدُ الله ليذهب عنكم" نازل ہوئی تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے سیدہ فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا اور ان کو ایک چادر اوڑھائی۔ حضرت علی آپ کی پیٹھ کے پیچھے تھے تو ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا اور کہا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے پلیدی دور کر دے اور ان کو پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔؟ آپ نے فرمایا: "تو اپنی جگہ پر ہے اور تو بھلائی پر ہے۔"

(صحیح سنن الترمذی، کتاب المناقب، مناقب اهل البیت جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 208 حدیث نمبر 4058)

مندرجہ بالا حدیث کساء سے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمۃ الزہراء اور سیدنا حسین کریمین کی خصوصی عظمت اور شان واضح ہوئی وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی بالا ولی اہل بیت میں ہے۔

خادمِ رسول سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

(اتى عبيدالله بن زياد برأس الحسين كان اشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم و كان مخضو باً بالوسمة)

"جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس ایک تشت میں حضرت حسین کا سر مبارک لایا گیا تو وہ (بدبخت) اس پر لکڑی سے مارنے لگا اور آپ کے حسن اور خوبصورتی کے بارے میں کچھ کہا۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور آپ کا سر وسمہ سے رنگا ہوا تھا۔"

صحیح جامع ترمذی کے الفاظ ہیں کہ سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

((كنت عند ابن زيد فجيء برأس الحسين فجعل يقول: بقضيب فى انفه و يقول: مارأيت مثل هذا حسناً لم يذكر، قال قلت اما انه كان من اشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم))

"میں ابن زیاد کے پاس تھا جب اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر لایا گیا، تو وہ

چھڑی کے ساتھ آپ کی ناک پر مارتے ہوئے (بطورِ تحکم) کہنے لگا: میں نے اس جیسا حُسن نہیں دیکھا، اس کا ذکر کیوں ہوتا ہے۔؟ میں نے کہا: یہ تو ان میں سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہہ تھے۔''

حدیث صحیح سے واضح ہوا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، عکس رسالت کی جھلک تھے۔

سیدنا حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مشابہت کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

((من سره ان ينظر الى اشبه الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم مابين عنقه الى وجه و شعره لينظر الى الحسن بن علي، ومن سره ان ينظر الى اشبه الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم مابين عنقه الى كعبه خلقاً فلينظر الى الحسين بن علي رضى الله تعالىٰ عنهما))

''جو چاہے کہ گردن، چہرہ اور بالوں کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ کسی کو دیکھے تو وہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گردن، چہرہ اور بالوں کو دیکھ لے۔ اور جس کو یہ بات خوش کرے کہ پیٹ، ٹانگوں اور پاؤں کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ کسی کو دیکھے تو وہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لے۔''

(مسند احمد، مسند علی، کتاب اشریعۃ جلد نمبر 5 باب الحسن والحسین صفحہ 2146 محقق کتاب ڈکتور عبداللہ الدمیجی فرماتے ہیں (اسناد حسن) اس کی سند حسن ہے۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

''جو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا۔''

سید حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

((انهم خر جوامع النبى صلى الله عليه وسلم الى طعام دعواله، فاذا حسين يلعب فى السكة، قال فتقدم النبى صلى الله عليه وسلم امام القوم، وبسط يديه، فجعل الغلام يفرح هناوههنا و يضاحكه النبى صلى الله عليه وسلم حتى اخذه، فجعل احدى يديه تحت ذقنه والاخرى فى فاس رأسه فقبله و قال: حسين منى و انا من حسين، احب الله من احب حسيناً حسين سبط من الاسباط))

Marfat.com

(مستدرک حاکم، مناقب حسین جلد نمبر 3 صفحہ 177)

"چند صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت پر گئے، جس کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ پس اچانک حضرت حسین گلی میں کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آگے بڑھے اور اپنے ہاتھوں کو پھیلایا۔ حضرت حسین (نانا جان کو دیکھ کر) اِدھر اُدھر اچھلنے، کودنے لگے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ہنسا رہے تھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پکڑا اور اپنا ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے اور ایک سر کے پچھلی طرف رکھا اور (رخسارِ حسین پر) بوسہ دیا اور فرمایا: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے، حسین نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔"

مستدرک حاکم میں ہے کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

((رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو حامل الحسین بن علی و هو یقول اللهم انی احبه فاحبه))

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حسن کو اٹھائے فرمار ہے تھے: اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی اس سے محبت فرما۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

((قال کنا نصلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم العشاء فاذا سجد و ثب الحسن و الحسین علی ظهره فاذا رفع رأسه اخذهما بیده من خلفه اخذًا رقیقًا و یضعهما علی الارض فاذا عاد عادا حتیٰ فلاته اقعدهما علی فخذیه قال فقمت الیه فقلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم اردهما فبرقت برقته فقال لهما "الحقا بامکما" قال فمکث ضوء ها حتیٰ دَخَلَا))

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء پڑھ رہے تھے کہ اچانک حسن وحسین آکر آپ کی پشت پر چڑھ گئے۔ پیغمبر رحمت جب سر مبارک اٹھاتے تو پیچھے سے ان دونوں کو بڑے پیار سے پکڑ لیتے اور زمین پر رکھ دیتے۔ پھر جب آپ سجدہ کرتے وہ سوار ہو جاتے، یہاں تک کہ آپ نے نماز مکمل کی اور ان دونوں کو اپنی ران مبارک پر بٹھایا۔ میں آپ کے پاس گیا اور کہا: میں انہیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔ اتنے میں اچانک تیز بجلی چمکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ پھر ان کے گھر جانے تک روشنی رہی۔"

((ای برقت السماء برقهه فاضاء ت المسجد و الطریق حتی الایخاف

الحسان رضی الله عنهما))

"یعنی آسمانی بجلی کی روشنی رہی جس سے مسجد اور راستہ دونوں روشن ہو گئے تا کہ حسن وحسین اندھیرے سے ڈرے بغیر گھر چلے جائیں۔"

(مسند امام احمد جلد نمبر 9 صفحہ نمبر 530 حدیث نمبر 10607 اس کی سند صحیح ہے)

((کان یصلی و الحسن و الحسین یلعبان ویقعدان علی ظهره فاخذا المسلمون، یمیطونهما، فلما انصرف قال ذروهما بابی و امی احبینی فلیحب هذین))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حسنین کریمین آپ کی پشت مبارک پر کھیلتے، کودتے اور آپ کی پشت پر بیٹھ جاتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے دونوں کو ہٹانے کی کوشش کی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: ان کو چھوڑ دو۔ میرے ماں باپ ان پر قربان! جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان دونوں سے ضرور محبت رکھے۔"

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ جلد نمبر 7 جز نمبر 3 حدیث نمبر 4002 صفحہ نمبر 1732)

اہل دل! اس سے بڑھ کر محبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت نماز میں بھی ان کا خیال رکھا، نرمی سے پکڑا، اٹھایا، بٹھایا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سیدہ فاطمہ کو ڈانٹا نہیں کہ تو ان کو نماز کے وقت میرے پاس کیوں بھیجتی ہے، بلکہ وہ صحابہ کرام کہ جنہوں نے حسنین کو ہٹانے کی کوشش کی آپ نے ان کو مخاطب کر کے کہا: ان کو کچھ نہ کہو، چھوڑ دو اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے اور بعد آنے والے سب مسلمانوں ک لئے اعلان عام کر رہا ہوں کہ جس کو مجھ سے محبت ہے، چاہت ہے، عقیدت ہے، وہ ان دونوں شہزادوں سے ضرور ضرور پیار کرے اور ان کا خیال رکھے۔ اللہ ہمیں حکم رسول اللہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیدنا حضرت ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

((کان رسول الله صلی الله علیه وسلم :لیخطبنا اذ جاء الحسن و الحسین علیهما قمیصان احمر ان یمشیان و یعثران، فنزل رسول الله صلی الله علیه وسلم المنبر فحملهما و وضعهما بین یدیه ثم قال: صدق الله (انما اموالکم و اولادکم فتنة) نظرت الی هذین الصبیین یمشیان و یعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی و رفعتهما))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک حسن اور حسین آ گئے۔ ان دونوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں۔ وہ چلتے ہوئے گر پڑتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر

Marfat.com

سے نیچے اترے، ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا دیا۔ پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے اور گرتے دیکھا تو میں صبر نہ کرسکا حتیٰ کہ میں نے خطبہ روک کر انہیں اٹھایا۔''

وہ کیسا حسین نظارہ اور دل ربا منظر ہوگا جب سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سواری پر سوار ہوں گے۔

صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

((لقد قدت بنبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والحسن والحسین رضی اللہ عنہما بغلته الشهباء حتى اذخلتهم حجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم هذا قدرا مه و هذا خلفه))

''میں نے اس سفید خچر کو چلایا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام حسن اور امام حسین سوار تھے یہاں تک کہ ان کو لے گیا حجرہ نبوی تک، ایک صاحبزادے آپ کے آگے تھے اور ایک پیچھے۔''

(صحیح مسلم شریف، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب الحسنین جلد 2 صفحہ 283)

یہ حدیث مبارک بھی اس بات پر واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں شہزادوں سے حد درجہ محبت تھی، کیونکہ آدمی اسی بچے کو اپنے ساتھ سوار کرتا ہے جس سے گہری محبت ہو اور اس سے پیار کرتا ہو۔

کبھی یہ شہزادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر بھی سوار ہوا کرتے تھے اور آپ ان کو لے کر باہر نکلتے۔

خلیفہ المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

((رأیت الحسن والحسین علی عاتقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت نعم الفرش تحتكما فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و نعم الفارسان))

''میں نے حسن و حسین کو دیکھا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار تھے۔ میں نے کہا: تمہارے نیچے اچھی سواری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار ہونے والے بھی کتنے اچھے ہیں۔''

(تیسیر الباری جلد 6 صفحہ 112 کتاب الفضائل۔ شرح صحیح مسلم نووی جلد 2 صفحہ 283) (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد جلد نمبر 9 صفحہ نمبر 185)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((طرقت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلة فی بعض الحاجة فخرج العبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو مشتمل علی شئی لا ادری ما هو فلما

Marfat.com

فرغت من حاجتی قلت: ماهذا الذی انت مشتمل علیه فکشفه فاذا حسن و حسین علی ورکبتیه فقال "هذان ابنای و ابنا ابنتی اللهم انی احبهما فاحبهما واحب من یحبهما))

"میں ایک رات کسی حاجت کے لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس چادر کے نیچے کیا ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو عرض کیا: اس چادر میں کیا ہے۔؟ آپ نے چادر اٹھائی تو آپ کی دونوں رانوں پر (میں سے ایک پر) حضرت حسن اور (دوسری پر) حضرت حسین تھے اور آپ نے فرمایا: یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ہر اس شخص سے محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھے۔" (صحیح سنن الترمذی جلد 4 صفحہ 201 ,200)

اس حدیث صحیح سے واضح ہوا کہ سیدنا حسن و حسین کے بارے میں توہین آمیز یا گستاخانہ انداز و جذبات رکھنے والا کبھی اللہ کا محبوب نہیں بن سکتا، بلکہ اللہ کا محبوب بننے اور تکمیل ایمان کے لئے اہل بیت اور حسنین کریمین سے محبت رکھنا فرض ہے۔

ایک حدیث پاک کے لفظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے حسن و حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔" (صحیح سنن ابن ماجہ جلد نمبر 2 صفحہ 29 حدیث نمبر 117)

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل بیت کی حد درجہ عزت و احترام کرتے تھے اور بالخصوص حسنین کریمین سے محبت فرماتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی طرح ان شہزادوں سے کھیلتے، ہنستے اور مسکراتے تھے۔ معصومیت کی وجہ سے ان کی کسی بات پر نالاں یا کسی کام پر ناراض نہیں ہوتے تھے بلکہ تعجب سے مسکرا پڑتے۔

ایک دفعہ سیدنا امیر المومنین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کہنے لگے:

((انزل عن منبرِ ابی واذهب الی منبر ابیك، فقال: عمر لم یکن لابی منبر و اخذنی فاجلسنی معه اقلب حصی بیدی فلما نزل انطلق بی الی منزله فقال لی: من علمك قلت: والاه ما علمنی احد قال بابی لو جعلت تغشاناً فتیته یوماً وهو خال بمعاویة وابن عمر بالباب فرجع ابن عمر فرجعت معه فلقینی بعد فقال لی: لم ازك فقلت: یا امیر المؤمنین انی جئت وانت

Marfat.com

خال بمعاویة فرجعت مع ابن عمر، فقال فانما انبت ماتری فی روسنا اللّٰہ ثم انتم))

''میرے ابو کے منبر سے نیچے اترو اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں۔ حضرت حسین فرماتے ہیں: پھر حضرت عمر نے مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور میں کنکریوں سے کھیلنا شروع ہو گیا۔ پس جب آپ منبر سے اترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے اور کہنے لگے: یہ بات تجھے کس نے سکھائی ہے۔؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے یہ بات کسی نے نہیں سکھائی۔ حضرت عمر فرمانے لگے: میرے ماں باپ قربان! کاش! آپ ہمیں ملاقات سے نوازا کریں۔ پس میں ایک دن آپ کے پاس آیا تو آپ حضرت معاویہ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کر رہے تھے اور ابن عمر دروازے پر کھڑے تھے۔ ابن عمر لوٹے تو میں بھی ان کے ساتھ ہی واپس ہو گیا۔ پھر ایک دن مجھے حضرت عمر ملے اور کہنے لگے: کافی دنوں سے آپ کو دیکھا نہیں۔ میں نے کہا: اے امیر لمومنین! میں آپ کے پاس آیا تھا اور آپ معاویہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے تھے تو میں ابن عمر کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ آپ فرمانے لگے: ہمیں جو کچھ نصیب ہوا وہ اللہ کی مہربانی اور آپ اہل بیت کی نوازش ہے۔''

(تاریخ بغداد جلد 1 صفحہ 141، سیر اعلام النبلاء 2ۃ285 الاصحابہ جز نمبر 2 صفحہ نمبر 15 اس کی سند صحیح ہے / اغصن الرسول صفحہ 40)

میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرات حسن وحسین سے حد درجہ محبت کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان شہزادوں، شاہینوں، شہبازوں اور جنت کے سرداروں کی قدر کا حق ادا کر دیا۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے بیٹوں کو کپڑے پہنائے تو ان میں سے کوئی ایسا کپڑا نہ تھا جو سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شایانِ شان ہو:

((فبعث الی الیمن، فاتی بکسوة لهما فقال الان طابت نفسی))

''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (قاصد کو) یمن بھیجا۔ وہ وہاں سے ان کے لئے (عمدہ ونفیس) کپڑے لے کر آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اب میرا دل خوش ہوا ہے۔''

(سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 285)

ایک دفعہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کعبہ شریف کے سائے تلے تشریف فرما تھے:

((رای الحسین فقال هذا احب اهل الراض الی اهل السماء الیوم))

''حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو فرمانے لگے اس وقت آسمان والوں کے ہاں یہ سب اہل زمین سے زیادہ محبوب ہے۔''

Marfat.com

صحابہ کرام سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس قدر احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور کس قدر محبت، مودّت، الفت، چاہت بلکہ عقیدت رکھتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کو جنت کی بشارت دی اور ان کے جنتی ہونے کا اعلانِ عام فرمایا۔ انہیں خوش نصیب اصحابِ رسول میں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہیں کہ جن کے جنتی ہونے کی گواہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان رسالت سے خود دی۔

حدیث صحیح میں ہے۔ سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

((من سره ان ينظر الى رجل من اهل الجنة فلينظر الى الحسين بن علي))

''جس کو پسند ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ایک آدمی کو دیکھے۔ پس وہ حسین بن علی کو دیکھ لے۔''

(مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 192۔ باب مناقب الحسین بن علی علیہما السلام۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں: (رجالہ رجال الصحیح) مسند ابی یعلیٰ جلد نمبر 3 صفحہ 397 حدیث نمبر 1874۔ المسند بتحقیق الاثری جلد نمبر 2 صفحہ 348 حدیث نمبر 1868۔ صحیح موارد الظلمان الی زوائد ابن حبان جلد نمبر 2 صفحہ 368۔ کتاب المناقب، کتاب الفضائل الصحابۃ/للامام احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ نمبر 973۔ شیخ وصی اللہ نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث للصحیحۃ جلد نمبر 7 جز نمبر 3 صفحہ نمبر 1732 حدیث نمبر 4003 اور یہ حدیث صحیح ہے۔)

سیدِ الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دنیا کے ان پھولوں کو جنت کے جوانوں کا سردار بنایا اور سید الشباب اہل الجنۃ کے عظیم منصب پر فائز کیا۔

چنانچہ سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((الحسن و الحسين سيدا شباب اهل الجنة))

''حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔''

جامع ترمذی میں سیدنا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

((سالتنی امی متی عهدك ؟ تعنی بالنبی صلی الله علیه وسلم ۔ فقلت : مالی به عهد منذ كذا و كذا، فنالت منی فقلت لها: دعینی اتی النبی صلی الله علیه وسلم فاصلی معه المغرب و اسأله ان یستغفرلی ولك فاتیت النبی صلی اللّٰه عنیه وسلم فصلیت معه المغرب فصلی حتی صلی العشاء ثم انفتل فتبعته فسمع صوتی فقال:"من هذا حذيفة" قلت: نعم۔ قال:" ماحا جتك غفر الله لك و لامك؟ قال:" ان هذا ملك لم ينزل الارض قط قبل الليلة استاذن ربه ان يسلم علی ويبشرنی بان فاطمة سيدة نساء اهل الجنة و ان الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة))

Marfat.com

''میری والدہ نے مجھ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کب کے ملے ہو؟ میں نے کہا: اتنی مدت ہو چکی ہے کہ میں ملاقات نہیں کر سکا۔ وہ اس پر ناراض ہو گئیں، مجھے برا بھلا کہا۔ میں نے کہا: مجھے اجازت دیں میں حضور کے پاس حاضر ہو کر آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتا ہوں اور عرض کروں گا کہ آپ میرے لئے اور میری ماں کے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی۔ پھر میں وہیں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ آپ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد گھر کی طرف چل پڑے، تو میں بھی آپ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری آواز سنی تو فرمایا: حذیفہ؟ میں نے عرض کیا: ہاں! فرمایا کیا کام ہے؟ اللہ تعالیٰ تجھ کو اور تیری والدہ کو معاف کرے۔ اور فرمایا: یہ فرشتہ ہے جو آج رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھ سے سلام عرض کرے اور مجھے بشارت دے کر فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار اور حسن اور حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔''

(مسند احمد حدیث نمبر (11561) (10941) (11716) (11537) طبعة دار الحدیث القاھرۃ، مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 186 مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 166 وکتاب الشریعۃ جلد 5 صفحہ 2139 سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ جلد 2 صفحہ 438 حدیث نمبر 797)

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ان حسناً و حسيناً سيد اشباب اهلَ الجنة الا ابنى الخالة، عيسى ابن مريم و يحيىٰ بن زكريا عليهما السلام))

''حسن و حسین حضرت عیسیٰ ابن مریم اور یحییٰ بن زکریا کے علاوہ باقی تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین کے بارے میں کتنے نرم اور شیریں جذبات رکھتے ہیں کہ آپ نے ان شہزادوں کو پھولوں سے تشبیہ دی ہے اور بالکل اسی طرح ان کو سونگھا اور چوما کرتے تھے جس طرح کسی کلی یا پھول کو سونگھا جاتا ہے۔

ابن ابی نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((سمعت عبدالله بن عمرو ساله عن المحرم۔ قال شعبة احسبه يقتل الذباب۔ فقال: اهل العراق يسالون عن الذباب و قد قتلوا ابن ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم و قال النبى صلى الله عليه وسلم هما ريحانتاى من الدنيا))

''میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا اور کسی نے ان سے محرم کے بارے میں پوچھا تھا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے مکھی کے متعلق پوچھا تھا۔ اگر اسے محرم مار دے (تو

کیا کفارہ وغیرہ ہوگا؟) تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عراق کے لوگ مکھی کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور حالانکہ یہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر چکے ہیں، جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں (حسین وحسین) دنیا میں میرے پھول ہیں۔"

(صحیح بخاری شریف، کتاب فضائل اصحاب النبی، مناقب الحسنین (186/5)

جامع ترمذی کے الفاظ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((ان رجلاً من اهل العراق سأل ابن عمر: عن دم العوض يصيب الثوب؟ فقال ابن عمر: انظر الى هذا يسال عن دم البعوض و قد قتلو ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "ان الحسن والحسين هما ريحانتاى من الدنيا))

(جامع سنن الترمذی جلد 4 صفحہ 202، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ جلد 2 صفحہ 102 حدیث 564 وابضاء صحیح ابن حبان والمعجم الکبیر وشرح السنۃ للبغوی ومسند احمد والمصنف لابن ابی شیبۃ)

"عراقیوں سے ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ حضرت عبداللہ نے کہا: اس شخص کی طرف دیکھو! مچھر کے خون کے بارے میں سوال کرتا ہے حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو شہید کیا اور بے شک میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ حسن وحسین میرے دنیا کے دو پھول ہیں۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

((رأيت الحسن والحسين رضى الله عنهما يثبان على ظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم و هو يصلى فيمسكهما بيده حتى اذا استقر على الارض تركهما، فلما صلى اجلسهما فى حجره ثم مسح رؤسهما، ثم قال ان ابنى هذين ريحانتاى من الدنيا))

"میں نے حسن وحسین کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر اچھل کود رہے ہیں اور آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ان کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے۔ جب آپ زمین پر بیٹھ جاتے آپ انہیں چھوڑ دیتے۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو دونوں کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا اور سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا: یہ میرے دونوں بیٹے دنیا کے پھول ہیں۔"

(کتاب الشریعۃ جلد 5 صفحہ 2156 ومسند احمد والمعجم الکبیر وصحیح ابن حبان اسنادہ حسن وکذا قال الدکتور الدیجی فی الھامش)

محدث شہیر امام نورالدین علی بن ابی بکر رحمہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

((دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن و الحسین یلعبان علی بطنہ فقلت اتحبھما یا رسول اللہ ؟ فقال و مالی لا احبھما و ھما ریحا نتایْ من الدنیا اشمھما))

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو حضرت حسن وحسین آپ کے پیٹ پر کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا: آپ ان سے محبت فرماتے ہیں۔؟ آپ نے فرمایا: کیسے محبت نہ کروں یہ میرے دنیا کے پھول ہیں، میں ان کو سونگھتا ہوں۔''

(مجمع الزوائد 184/9۔ورجالہ رجال الصحیح (اس کے راوی صحیح کے ہیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض الموت میں سخت بیمار ہوئے تو آپ کے پاس مروان بن الحکم الاموی آیا:

(فقال مروان لابی ھریرۃ مارجدت علیک فی شیئی منذ اصطحبنا الافی حبك الحسن و الحسین قال فتحفز ابوھریرۃ فجلس فقال اشھد لخر جنامع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم حتی اذا کنا ببعض الطریق سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن والحسین و ھما یبکیان و ھما مع امھما فاسرع السیر حتی اتا ھما فتمعتہ یقول ماشان ابنی فقالت العطش قال فخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی شنۃ یبتغی فیھا ماء او کان الماء یومئذ اعدارا والناس یریدون فنادی ھل احد منکم معہ ماء فلم یبق احد الا اخلف بیدہ الی کلامہ یبتغی الماء فی شنہ فلم یجد احد منھم قطرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نولینی احدھما فناولتہ ایاہ من تحب الخدر فرأیت بیاض فرا عیھما حین ناولتہ فاخذہ فضمہ الی صدرہ وھو یضغو مایسکت فادلع لساھہ فجعل یمصہ حتی ھدا اوسکن فلم یکن لہ بکاء والاخر یبکی کما ھو ما یسکت قال ناولینی الاخر فناولتہ ایاہ ففعل بہ کذالك فسکتا فلم اسمع لھما صوتاً ثم قال سیروا فصدعنا یمیناً و شمالاً عن الظعائن حتی لقیناہ علی قارعۃ الطریق فانا لااحب ھذین؟ وقد رأیت ھذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم))

''پس مروان نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہا: جب سے ہم اکٹھے ہوئے ہیں میں نے آپ میں حسن وحسین کی محبت کے علاوہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں پائی۔ پس حضرت ابو ہریرہ سیدھے

Marfat.com

ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ہم راستہ طے کرر ہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین کی آواز سنی کہ وہ رو رہے ہیں۔ پس آپ نے تیز چلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے۔ میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: میرے بیٹوں کو کیا ہوا ہے؟ تو سیدہ فاطمہ فرمانے لگی: پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پرانی مشک کی طرف متوجہ ہوئے، اس میں سے پانی لینے کے لئے اور ان دنوں پانی کم تھا اور لوگ پانی کی تلاش میں تھے۔ آپ نے پکار کر کہا: کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟ تو آپ کی بات سن کر ہر شخص نے اپنی مشک میں سے پانی تلاش کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا مگر کسی کو ایک قطرہ بھی نہ ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: فاطمہ ان میں سے ایک کو مجھے پکڑا تو انہوں نے پردہ کے نیچے سے آپ کو پکڑا دیا۔ میں نے فاطمہ کے ہاتھوں کی سفیدی دیکھی۔ جب انہوں نے بچہ پکڑایا تو آپ نے اس بچے کو پکڑ لیا اور اپنے سینے سے چمٹا لیا اور وہ رو رہا تھا، چپ نہیں کر رہا تھا۔ آپ نے اپنی زبان نکالی تو بچہ اس زبان کو چوسنے لگا اور اس طرح وہ بچہ چپ ہو گیا اور اس نے رونا بند کر دیا اور دوسرا اسی طرح رو رہا تھا، چپ نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے کہا: دوسرا بھی مجھے پکڑاؤ تو سیدہ فاطمہ نے وہ دوسرا بچہ بھی آپ کو پکڑایا تو آپ نے پہلے کی طرح کیا تو دونوں چپ ہو گئے۔ میں نے پھر ان کی آواز نہیں سنی۔ پھر آپ نے فرمایا: چلو! تو پھر ہم سوار عورتوں کی وجہ سے دائیں بائیں ہو کر بکھر کر چلے، یہاں تک کہ پھر راستہ میں آپ سے جا ملے۔ (جب میں نے حضور کا یہ برتاؤ دیکھا ہے تو میں ان سے محبت کیسے نہ کروں؟)

((رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یمعص لسانة او قال شفته یعنی الحسن بن علی صلوات الله علیه و اه لن یعذب لسان او شفتان مصهما))

"میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کی زبان یا ہونٹوں کو چوس رہے تھے اور اللہ ایسی زبان یا ہونٹ کو کبھی عذاب نہیں دے گا۔"

(مسند احمد مسند معاویہ، جلد 13 صفحہ 80 حدیث 16791۔ مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 180)

امام ہیثمی فرماتے ہیں:

((رواه احمد رجاله رجال الصحیح غیر عبدالرحمن بن ابی عوف و هو ثقة))

"اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی سوائے عبدالرحمٰن بن ابی عوف کے سب صحیح کے راوی ہے اور وہ ثقہ ہے۔"

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج 9 ص 183 امام ہیثمی فرماتے ہیں رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات / تھذیب التھذیب جلد

Marfat.com

2/ صفحہ 298 باب فی ترجمۃ الحسن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح حسن و حسین کی نگرانی کرتے، مگر پھر بھی ان موتیوں کو مندرجہ ذیل کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

((اُعیذ کما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان و ہامۃ و من کل عین لامۃ))

''میں تم دونوں کو ہر قسم کے شیطان، زہریلے جانور اور لگنے والی ہر آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔'' (صحیح بخاری شریف، کتاب الانبیاء، حدیث نمبر 3371)

اہل فکر! یقیناً میرے رب نے ان شہزادوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھا وہ پھول کہ جنہیں پیغمبر رحمت یہ کلمات پڑھ کر اللہ کی پناہ میں دیتے۔ ظاہری باطنی اور روحانی وجسمانی ہر لحاظ سے ان پر نظر کرم رکھتے تھے۔ آج ہمیں سنت رسول پر چلتے ہوئے ان پیاروں کا دفاع کرنا چاہیے اور جو ناپاک شخص ان کی ذات میں کیڑے نکالے اور ان کی عیب جوئی کرے یا اندازِ حقارت سے ان کا تذکرہ کرے اس کا ہر طرح منہ بند کیا جائے اور اس کے قلم کو توڑا جائے۔ جو عقیدت میں غلو سے کام لیں انہیں بھی بطریق احسن سمجھایا جائے تاکہ راہِ اعتدال پہ چل کر ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ آج بھی وہ بچے جنہیں نظر بد لگ جانے کا خدشہ ہو انہیں یہ دعاءِ مسنون پڑھ کر دم کرنا چاہیے۔ اللہ ہر آفت سے محفوظ فرمائے گا۔

ذخیرہ احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سن 61 ہجری میں جس طرح بے دردی سے شہید کیا گیا اس کا تذکرہ سید الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان رسالت سے پہلے ہی فرما دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لقد داخل علی البیت ملك لم یدخل علی قبلها فقال: ان ابنك هذا حسین مقتول و ان شئت اریتك من تربة الارض التی یقتل بها))

''میرے گھر میں ایک ایسا فرشتہ آیا جو کبھی نہ آیا تھا۔ اس نے کہا: یقیناً آپ کا حسین قتل کر دیا جائے گا اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھلاؤں جہاں پر وہ قتل ہوگا۔''

یاد رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صحیح روایت میں پیش گوئیاں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ایک وقت آئے گا ظالم لوگوں کی حکمرانی ہوگی اور میری امت کی تباہی، قریش کے چھوکروں کے ہاتھ سے ہوگی۔'' (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 485 حدیث نمبر 822)

اسی لئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 60 ہجری کے بعد والے فتنوں اور ظلموں سے اللہ کی پناہ مانگتے

Marfat.com

تھے۔" (فتح الباری)

((عن عبداللہ بن نجی ، عن أبیه انه سارمع علی رضی الله عنه، وکان صاحب مطهرته، فلما حاذیٰ نینوی وهو منطلق الی صفین، فنادیٰ علی رضی الله عنه، اصبرا یا عبداللّٰه، اصبرا یا عبد اللّٰه بشط الفرات، قلت: وماذا؟ قال: دخلت علی النبی صلی الله علیه وسلم ذات یوم و عیناه تفیضان، قلت: یا نبی الله، أأغضبك حد ماشان عینیك تفیضان؟ قال: بلیٰ قام من عندی جبریل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات قال: هل لك الیٰ ان اشمك من تربته قال: نعم ، فمد یده، فقبض قبضة من تراب فاعطانیها فلم املك عینی ان فاضتا))

"عبداللہ بن نجی اپنے والد سے بیان کرتے ہیں (اور وہ حضرت علی المرتضٰی کے لئے طہارت کا پانی اٹھائے تھے) کہ وہ علی کے ساتھ سفر پر گئے اور صفین کو جاتے ہوئے جب مقام نینویٰ پر پہنچے تو حضرت علی نے آواز دی: اے ابوعبداللہ! اے ابوعبداللہ! فرات کے کنارے صبر کرنا۔! میں نے کہا: یہ کیا بات ہوئی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کسی نے آپ کو غصہ دلایا ہے؟ رو کر کیا حالت ہے آپ کی آنکھوں کی۔؟ آپ فرمانے لگے: کیوں نہیں۔ ابھی جبرائیل میرے پاس سے گیا ہے اور اس نے مجھے خبر دی ہے کہ حسین کو فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں وہاں مٹی آپ کو سونگھا دوں۔؟ میں نے کہا: ہاں۔! پس جبرئیل نے اپنے ہاتھوں کو بڑھایا اور ایک مٹھی بھر مٹی پکڑی اور مجھے پکڑا دی۔ پس پھر میری آنکھیں قابو میں نہ رہیں حتیٰ کہ آنسو بہہ نکلے۔"

(مجمع الزوائد جلد نمبر 9 صفحہ 190 باب مناقب الحسین بن علی علیہما السلام، علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ (راوہ احمد و ابویعلی والبزار والبرانی ورجالہ ثقات) اس حدیث کو امام احمد، ابویعلی، بزار اور طبرانی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ مسند ابی یعلی جلد نمبر 1 صفحہ 498، حدیث نمبر 363 مسند علی۔ اس کی سند حسن ہے۔ واشار الاثری الی کونہ حسنا جلد 1 صفحہ 206 حدیث نمبر 358، کتاب الشریعۃ جلد 5 صفحہ 2175 باب اخبار النبی بقتل الحسین۔ الشیخ عبداللہ الدمیجی فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے، نیز الشیخ عبدالقادر جوندل والشیخ حسین سلیم احمد نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔ ھامش المطالب العالیۃ ج 8 صفحہ 249 باب مقتل حسین۔ محدث شہیر امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سلسلہ احادیث صحیحہ جلد نمبر 3 صفحہ 159 حدیث نمبر 1171 کے تحت ذکر کیا ہے)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ شہادت حسین خبر سن کر شدت غم و تاسف کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زار و قطار رو پڑے اور آپ کی آنکھیں قابو میں نہ رہیں، مگر افسوس کہ آج کا محقق ذکرِ شہادت حسین پر سیدنا

Marfat.com

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی، سلطنت کا حریص اور خطا کار ثابت کرتا ہے، اور اس المناک واقعہ پر افسردگی کی بجائے اس کے چہرے پر اور اس کے قلم سے گستاخی و بے ادبی کے جذبات اور جراثیم ظاہر ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اتانی جبرائیل علیه الصلاة و السلام فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی هذا (الحسین) قلت اهذا؟ فقال؟ نعم، اتانی بتربة من تربته حمراء))

"میرے پاس جبرائیل آیا اور اس نے مجھے خبر دی کہ میری امت عنقریب میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی۔ میں نے کہا: کیا اس (حسین) کو؟ تو جبرائیل نے کہا: ہاں اور وہ میرے پاس وہاں کی سرخ مٹی لے کر آیا۔" (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ جلد 2 صفحہ نمبر 484 حدیث نمبر 821)

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

((و اما من قتل الحسین او اعان علی قتله، او رضی بذلك فعلیه لعنة الله و الملائکة و الناس اجمعین لایقبل الله منه صرفاً و لا عدلاً))

"جس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا ان کے قتل پر مدد کی یا قتل پر راضی ہوا ایسے (ذلیل) پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ (ایسے ظالموں) کی فرض و نفل کوئی عبادت قبول نہ کرے۔"

امام شہیر، محدث کبیر آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مائة الف الف لعنة علی قاتل الحسین رضی الله تعالیٰ عنه))

"قاتلِ حسین پر لاکھوں لعنتیں ہوں۔"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت حسین کے قاتل اہل عراق تھے، اہل شام تو خواہ مخواہ بدنام ہو گئے ہیں۔ اہل علم کا اہل شام کو بالکل بری الذمہ قرار دینا اور یہ کہنا کہ خواہ مخواہ بدنام ہو گئے حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔ شامیوں کی برأت کیسے ثابت ہوئی جبکہ کئی عراقی اہل شام کے ہم نوا اور ہم خیال تھے۔

اہل شام خواہ مخواہ بدنام ہو گئے، یہ جملہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان حضرت نے امانتداری و سنجیدگی سے اس موضوع کا مطالعہ نہیں کیا یا حسب عادت غلو اور تشدد سے کام لیا، ورنہ ایسا جملہ کبھی نہ لکھتے۔ اہل شام کے ظلم و ستم کی داستان لمبی ہے۔ تاریخ کے اوراق آج بھی ان سے غم آلودہ ہیں۔ ذرا غور کریں:

1: نعمان بن بشیر کو کوفہ کی گورنری سے معطل کرنے والے اور عبید اللہ بن زیاد جیسے سفاک و ظالم کو مقرر کرنے والے کون ہیں؟ عراقی یا شامی۔

2: مدینہ منورہ کے قریب مقام حرہ پر ہزاروں صحابہ کرام، بچوں، جوانوں، بوڑھوں اور عورتوں کو شہید کرنے والے کون تھے؟ اہل شام یا اہل عراق۔

3: بیت اللہ کو آگ لگانے والے اس کی بے حرمتی کرنے والے کون تھے۔؟

4: کیا اہل بیت پر تبراء بازی، گالی گلوچ اور ان کی وفات پر عدم تاسف اہل شام کا دتیرہ نہ تھا؟

5: کیا اہل عراق کی اکثریت شامیوں کی ہمنوا نہ تھی؟ ہر وقت کونی کونی کرتے رہنا اور شامیوں کی خبر تک نہ لینا بلکہ انہیں معصوم ثابت کرنا کہاں کی علمیت اور دیانتداری ہے؟

6: کیا کوفہ میں جلیل القدر، اکابر صحابہ کرام قیام پذیر نہ تھے، جو شخص اٹھتا ہے وہ اہل کوفہ (جو صحابہ کرام، تابعین عظام اور اولیاء کرام کا جائے قرار ہے) کی تنقیص وتوہین اور عیب جوئی فرض اول سمجھتا ہے جو کہ سراسر غلو اور حقائق کے برعکس ہے۔

لیکن یہ جملہ لکھ کر ان حضرات کا مقصد مستند حدیثی واقعات اور تاریخی حقائق کو چھپایا ہے، بلکہ عظیم خیانت ہے۔

یہاں صرف یہی اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ حقائق کی پردہ پوشی کرنا یہ خوف الٰہی رکھنے والے اہل علم کا شیوہ نہیں، بلکہ حقائق کی نقاب کشائی کرنا یہ اہل علم کی شان ہے:

((قل الحق ولو مرّا)) (الحدیث)

”حق بات کہو! چاہے وہ کڑوی ہو۔“

حضرت امام حسین کی کل عمر تقریباً 58 سال تھی اور آپ نے اپنی زندگی میں اٹھاون بہاریں دیکھیں جن کی تفصیل قدرے یوں ہے:

((کان عمر الحسین حین انتقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الرفیق الاعلیٰ سبع سنین لان مولدہ سنۃ اربع ووفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اوّل الحادیۃ عشر، و اقام مع ابیہ بعد جدہ تلاثین سنۃ اذ کانت و فاتہ رضی اللہ عنہ سنۃ اربعین و اقام مع اخیاہ الحسین بعد ابیھا عشر سنین و عاش بعد اخیہ احدی عشرۃ فتلک مدۃ حیاتہ 58 سنۃً))

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت حضرت حسین کی عمر تقریباً سات سال تھی کیونکہ آپ 4 ہجری کو پیدا ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سن 11 ہجری کے آغاز میں ہوئی۔ آپ اپنے والد گرامی حضرت علی کے ساتھ آپ تقریباً 30 سال رہے اور حضرت علی کی وفات سن 40 ہجری کو ہوئی۔ رسول اللہ اور حضرت علی کے بعد 10 سال حضرت حسن کے ساتھ رہے اور حضرت حسن کی وفات کے بعد (تقریباً) 11 سال اور زندہ رہے۔ اس طرح یہ کل مدت حیات تقریباً 58 سال ہے۔“ (فتح الباری جلد نمبر 8 صفحہ 95/ غصن الرسول صفحہ 25)

آپ کو دس محرم الحرام 61 ہجری کو یزیدی لشکر نے میدان کرب وبلا میں ظلماً شہید کر دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

سلف صالحین کا زم زم سے تبرک حاصل کرنا اور آب زمزم کے متعلق دیگر مسائل

ہم نے دیکھا رسول اللہ ﷺ، آپ کے صحابہ کرام اور ان کی اتباع کرنے والے آب زم زم سے تبرک حاصل کرنے اور اسے اپنے پینے، وضو کرنے اور سروں اور جسموں پر ڈالنے وغیرہ میں استعمال کرنے پر کس قدر پوری پوری حرص رکھتے تھے۔ نیز ہر اس کام میں جس میں وہ خیر کی امید رکھتے تھے آب زم زم استعمال کرتے تھے۔

آب زمزم سے برکت:

امام وہب بن منبہ تابعی، ثقہ، علامہ، حافظ، اخباری، صنعاء کے قاضی تھے جن کے پاس اہل کتاب کے علم سے کثیر علم تھا۔ یہ ۱۱۴ھ میں فوت ہوئے، یہ جب مکہ میں تشریف لائے آب زم زم کے سوا نہ پیتے نہ وضو کرتے تھے۔

روایت ہے کہ آپ بیمار ہو گئے، بیماری کی حالت میں بہت عیادت کرنے والے آپ کے پاس حاضر ہوئے تو کسی نے پانی مانگا تو آب زم زم پلایا گیا تو کسی نے کہا:

"اے فلاں! کاش تو میٹھا پانی لاتا یعنی آب زم زم کے علاوہ کوئی اور میٹھا پانی ہوتا۔"

تو وہب ابن منبہ نے کہا۔

"میں آب زم زم کے سوا نہ پیتا ہوں اور نہ ہی وضو و غسل کرتا ہوں، مکہ میں داخل ہونے سے نکلنے تک اور بلا شک و شبہ آب زم زم اللہ عز و جل کی کتاب میں لکھا ہوا پاتا ہوں (یعنی کسی سابقہ آسمانی کتاب میں) زمزم نیکوں کا مشروب ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اسے مضنوفہ پاتا ہوں، اسے تمہارے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! کوئی مسلمان بندہ آب زم زم کے پاس جا کر نہیں پیتا مگر اللہ تعالیٰ اسے شفاء عطا کرتا اور اس سے بیماری نکال دیتا ہے۔" (الفاکھی: ۲/ ۴۴) (الحیلۃ، ابی نعیم: ۴/ ۶۳-۶۴)

کتابت حدیث آب زمزم سے:

آب زم زم سے تبرک پر علماء کی شدید حرص ہر اس چیز میں ہے جس میں خیر کی امید کی جاتی ہو۔ اس پر امام ابی عبداللہ محمد بن خلف بن مسعود المعروف ابن السقاط، اہل قرطبہ سے متوفی ۴۸۵ھ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ

Marfat.com

آپ نے مشرق کی طرف سفر کیا اور حج کیا تو مکہ میں رہتے ہوئے صحیح بخاری وغیرہ کی کتابت کی اور سیاہی آب زم زم سے تیار کی۔

کفن کو آب زمزم میں بھگونا:

آب زم زم کی برکت کے ساتھ ایمان و مبداء پر حتی کہ موت کے بعد عہد قدیم سے کثیر لوگ عمل پیرا ہیں اور یہ عمل آج تک جاری ہے کہ وہ کفن کے کپڑوں کو زم زم سے بھگو کر خشک کر لیتے ہیں، پھر محفوظ رکھتے ہیں تا کہ اس سے کفن بنایا جائے، اس عمل میں آب زم زم کی برکت اور حسن خاتمہ کے امیدوار ہوتے ہیں۔

فقہ مالکی کے امام محمد بن عبد السلام مختصر خلیل کی شرح مواہب الجلیل ۱/۴۶ میں، ابن طولون التزام مالا یلزم میں اور ثعالبی متوفی ۴۲۹ھ ثمار القلوب: ۵۵۹ میں بیان کرتے ہیں:

"کتنے ہی لوگ آب زم زم سے اپنے کپڑے دھوتے ہیں اس لئے کہ وہ آب زم زم کی برکت اور حسن خاتمہ چاہتے ہیں۔"

آب زمزم سے مردہ کو غسل:

مکہ والے صحابہ کرام اور ان کے بعد آب زم زم کے ساتھ تبرک پر بہت حریص تھے حتی کہ موت کے بعد بھی کہ وہ زم زم سے اپنے مردوں کو پاک کر کے غسل دیتے تھے۔ ان کے لئے زم زم کی برکت سے ہر خیر کی امید رکھتے تھے اور وہ خود آخرت کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔

یہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہما ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کو دفن کرنے سے پہلے آب زم زم سے غسل دیا۔ (اخبار مکہ' فاکھی ۲/۴۸)

یہ اسماء رضی اللہ تعالی عنہما کا عمل ہے۔ یہ وہ ہی ہے جو کہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم میں سے اور سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں اور ان حضرات سے آپ کا تعلق ہے جو نبی ﷺ کے گھر کے خدمتگار تھے۔
(فتح الباری: ۱۰/۱۷۶)

فاکھی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۷۲ھ) نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہما کے ذکر کے بعد فرمایا:

"اہل مکہ آج تک اسی عمل پر ہیں' اپنے مردوں کو آب زم زم سے غسل دیتے ہیں۔ جب میت کے غسل اور اسے صاف کرنے سے فارغ ہو جائیں تو اس کا آخری غسل آب زم زم سے تبرک کے طور پر کرتے ہیں۔" (الفاکھی: ۲/۴۸)

زمزم کو سر اور جسم پر ڈالنا:

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کے ساتھ طواف کے تین چکر لگائے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر حجر اسود کی طرف لوٹ آئے، پھر زم زم کی طرف گئے اور اس سے پیا اور اپنے سر انور پر ڈالا۔

Marfat.com

یحیٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا، آپ کے ساتھ ہم نے بھی حج کیا تو جب آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کی، پھر آب زم زم کے پاس سے گزرے جبکہ آپ صفا کی طرف نکل رہے تھے، فرمایا:

''اے غلام! میرے لئے ڈول پانی زم زم نکالو۔''

انہوں نے ڈول نکالا، پھر سیدنا امیر معاویہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس سے پیا اور اپنے چہرے اور سر پر انڈیلا اور آپ فرما رہے تھے:

''زم زم شفاء ہے۔ یہ اسی مقصد و نیت کے لئے ہے جس کے لئے پیا جائے۔''

حاشیہ ابن عابدین ۲/ ۵۲۴، ہدایۃ الناسک: ۹۷' حاشیہ ابن حجر ہیثمی علی مناسک النووی: ۴۰۴' شرح منتہی الارادات: ۶۵/۲ اور ان کے علاوہ کئی کتب میں ہے:

''سر اور بدن پر پانی زم زم ڈالنے کے مستحب ہونے پر چاروں مذاہب کے علماء کا اتفاق ہے۔''

دلیل اس پر وہی حدیث انہوں نے بنائی ہے جس میں حاجی اور عمرہ کرنے والے خاص ہیں۔ البتہ حج اور عمرہ والوں کے لئے علت و سبب کے پائے جانے سے مستحب ہے کیونکہ اس میں حکمت زم زم سے برکت حاصل کرنا ہے۔

آبِ زم زم کو گرم کرنا اور ابالنا جائز ہے:

بعض حضرات آب زم زم کے استعمال کے وقت ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اسے گرم کرنا اور ابالنا' چائے یا قہوہ وغیرہ بنانے کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم! اور اس کے گرم کرنے اور ابالنے میں اس مبارک پانی کی تحقیر و تذلیل نہیں ہے کہ اس سے کوئی حرج واقع ہو بلکہ اس سے ظاہر یہ ہے کہ استعمال کرنے والے کی شدید حرص ہے، آب زم زم سے برکت حاصل کرنے پر حتی کہ اپنے کھانے اور پینے میں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نیک مقصد ہے۔ نیز اس مسئلہ میں فقہی عام قاعدہ جاری ہوگا:

((ان الاصل فی الاشیاء الاباحه))

''اشیاء میں اصل ان کا مباح ہونا ہے۔''

آب زمزم سے وضو:

آب زم زم کے ساتھ وضو کرنے پر حرص شدید امام فقیہ عبداللہ بن احمد حضرمی مکی شافعی متوفی ۹۲۵ھ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مذکور ہے کیونکہ آپ مکہ میں ترپن سال رہے، آپ نے زم زم کے سوا وضو نہیں کیا۔

(الکواکب السائرہ الغزمی: ۱/۲۱۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی کیفیت کے بیان میں مروی ہے فرمایا:

Marfat.com

''پھر رسول اللہ ﷺ پلٹ آئے اور آب زم زم کا ایک بڑا ڈول منگوایا' پھر اس سے پیا اور وضو فرمایا۔
پھر فرمایا: اے بنی عبدالمطلب ! پانی نکالو' اگر اس کنواں پر تمہارا مغلوب ہونا نہ ہوتو میں ضرور نکالتا۔''
(عبداللہ بن امام احمد، زوائد المسند: ۷۶/۱، اسناد صحیح ہیں)

شیخ احمد شاکر کا شرح مسند: ۱۹/۲ میں اور شیخ احمد ساعاتی نے بلوغ الامانی ۸۶/۱۱ میں فرمایا کہ اس کی سند جید ہے۔ (اخبار مکہ' ازرقی ۵۵/۲' الفاکھی ۵۱/۲)

حدیث کی دلالت ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیشوا اور بہترین نمونہ ہیں۔

حمیدی نے ثقہ رجال کے ساتھ وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے، فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ کے پاس آب زم زم کا ڈول لایا گیا تو آپ نے پیا، پھر وضو فرمایا، پھر ڈول کے اندر منہ میں پانی لے کر پھونک مارتے ہوئے ڈال دیا۔ اس کی خوشبو مشک (کستوری) یا اس سے بھی اچھی تھی اور آپ نے ڈول سے باہر ناک میں پانی ڈال کر جھاڑا۔''

(سبل الہدی والرشاد: ۴۲/۱۰' طبعہ بیروت)

نیز جب سر اور بدن پر زم زم سے برکت پانے کے لئے آب زم زم کو ڈالنا سنت ہے تو پھر وضو میں اس سے برکت لینا زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

زم زم سے وضو کے مستحب ہونے کی مالکی حضرات نے تصریح کی ہے۔

(التاج والاکلیل' مواق: ۱۱۵/۳' مواہب الجلیل ۱۱۵/۳)

زم زم سے وضو کے مستحب ہونے کی حنبلی حضرات نے بھی تصریح کی ہے۔

(ابن زاغونی حنبلی: الانصاف مرادوی: ۲۷/۱)

احناب' شوافع اور حنابلہ نے آب زم زم کے ساتھ وضو کے جواز کی تصریح فرمائی، جہاں پر انہوں نے یہ کہا کہ آب زم زم سے وضو کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(مناسک علی قاری: ۳۳۰' حاشیہ ابن عابدین ۱۸۰/۱' المجوع' نووی ۹۱/۱' اسنی المطالب ۹/۱' کشاف القناع: ۲۸/۱' الانصاف ۲۷/۱)

آب زم زم کے ہوتے تیمم جائز نہیں:

جن مسائل فقہیہ سے خبردار ہونا اچھا ہے ان میں سے ایک مسئلہ کبھی مسافروں کو درپیش آتا ہے جبکہ وہ آب زم زم ساتھ لئے ہوتے ہیں اور واپس لوٹتے ہوئے اسے توشہ بنائے ہوتے ہیں تو ان سے عادۃً استعمال کے لئے جو پانی ہوتا ہے دوران سفر ختم ہو جاتا ہے اور وضو وغیرہ جیسی طہارتوں کے محتاج ہوتے ہیں مگر زم زم کے سوا ان کے پاس پانی نہیں ہوتا۔

اس صورت میں ان سے ایک پاس اگر آب زم زم اس کے سفر میں پینے کے لئے کافی ہو اور اسے فی الحال اور بعد الحال اپنے آپ پر پیاس کا ڈر خوف نہ ہو۔ اس سے اتنا زائد ہو جو اس کے وضو اور طہارت کے لئے کافی ہو تو اس

Marfat.com

حالت میں اس کے لئے تیمم جائز نہیں اور نہ صحیح ہے کیونکہ وہ پانی پانے والا ہے۔

بعض بے علم حضرات آب زم زم کو محفوظ رکھنے کا جو کام کرتے ہیں اور آب زم زم کے ہوتے ہوئے مٹی سے تیمم کرتے ہیں بلا شک وشبہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی فرض کردہ نمازوں کو ضائع کرتے ہیں کیونکہ تیمم کے پانی کے موجود ہونے کی وجہ سے صحیح نہ ہونے کے سبب نماز باطل ہو جاتی ہے اور اس کی نماز طہارت کے بغیر ہے اس پر اسے خبردار ہونا چاہئے۔

امام حافظ فقیہ ولی الدین ابوزرعہ عراقی سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جس نے کچھ آب زم زم ساتھ اٹھایا ہو کیا عام پانی کے ناموجود ہونے کی صورت میں اس آب زم زم سے وہ وضو کر سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا وہ تیمم کرے گا؟

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

"بلاشک وشبہ آب زم زم اور غیر آب زم زم کے درمیان مطلق پاک کرنے والا پانی ہونے میں کوئی فرق نہیں جس کو نماز کا وقت آجائے اور اس کے پاس وضو کرنے کے لئے کافی پانی ہو اسے پیاس کی احتیاج نہ ہو نہ فی الحال اور نہ آئندہ' اس پر اس پانی کو استعمال کرنا واجب ہے۔ خواہ آب زم زم ہو یا کوئی عام پانی۔ اگر طہارت میں کافی نہ ہو تو پھر اس پانی جے وجوب استعمال میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح وجوب ہی ہے۔ جب کوئی پانی کے ہوتے ہوئے اور اس کے استعمال کے واجب ہوتے ہوئے تیمم کرے اس کا تیمم جائز نہیں ہے۔"

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اگر زم زم اٹھا کر لے جانے والا کہے کہ میں نے دوا کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ ہم کہیں گے: اگر دوا کی حاجت اس وقت اسے ہے تو طہارت پر یہ مقدم ہے اور اگر فی الحال دوا کی حاجت نہیں بلکہ مستقبل میں آنے کا اندیشہ ہے تو طہارت جو فی الحال واجب ہے اسے مؤخر نہ کرے اس کام کے لئے جو مستقبل میں واقع ہونے والا ہے ہو سکتا ہے کہ واقع ہی نہ ہو۔ تو اگر کہے کہ تم نے پیاس کی حاجت کا اعتبار کیوں کیا ہے اگرچہ مستقبل میں متوقع ہو؟ ہم کہیں گے کسی شخص کی پینے کے لئے احتیاج محقق و ثابت ہے اس کا نہ ہونا ممکن نہیں جبکہ اس کا دوا کا محتاج ہونا کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا اور جب احتیاج دوا ہو ہی جائے تو ہم اس دوا کی جگہ کسی اور کو اس کا قائم مقام بنادیں گے۔ بخلاف پانی کے کہ پیاس کے وقت کوئی شے اس کی قائم مقام نہیں ہو سکتی۔"

(الاجوبہ المرضیہ عن الاسئلۃ المکیۃ اور السوال عن زم زم: ۷۹-۸۰)

آب زم زم اور غسل جنابت:

چاروں آئمہ کرام کا مذہب یہ ہی ہے کہ حدث کے ازالہ کے لئے آب زم زم سے غسل کرنا جائز ہے، مگر امام احمد سے کراہت کی ایک روایت ہے اور حنبلی حضرات کے نزدیک فتویٰ جواز پر ہے۔

شیخ ملا علی قاری حنفی نے مناسک میں کہا:

''جنبی کے لئے آب زم زم کے ساتھ غسل مناسب نہیں۔''

گویا آپ کی مراد مستحسن نہ ہونا ہے۔ واللہ اعلم۔!

غسل کے جائز ہونے پر مطلق پاک کرنے والے پانیوں کے ساتھ پاکی حاصل کرنے کے جواز میں جو نصوص وارد ہوئی ہیں، ان کا عام اور مطلق ہونے سے استدلال کیا جاتا ہے۔ بغیر اس کے کہ زم زم اور غیر زم زم میں فرق کیا جائے، نیز آب زم زم سے غسل کرنے سے منع کا کوئی ثبوت نہ ہونا بھی اس کی تاکید کرتا ہے۔

جو سیدنا عباس رضی اللہ تعالی عنہ حضور ﷺ کے چچا اور صاحب سقایہ سے جو زم زم کے بارے ارشاد مروی ہے:

((لا احلها لمغتسل وهي لشارب و متوضی حل وبل))

''میں اسے غسل کرنے والوں کے لئے حلال نہیں کرتا کیونکہ یہ پینے والے اور وضو کرنے والے کے لیے حلال اور مباح ہے۔''

یہ حدیث سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول اور آپ کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کے قول سے مروی ہے جیسا کہ ابی عبید کی کتاب غریب الحدیث: ۲/۲۸۰، ۲۶/۴، اخبار مکہ، ازرقی: ۲/۵۸، فاکھی: ۲/۶۳، اور عبد الرزاق کی مصنف ۵/۱۱۴ میں ہے۔

یہ نبی کریم ﷺ کے دادا جنہوں نے زم زم کا کنواں کھودا حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جیسا کہ ابی عبید کی کتاب غریب الحدیث ۲۶/۴، ازرقی، ۲/ ۴۳ میں ہے، اسی میں ہے کہ آپ کو خواب میں دیکھا گیا کہ آپ یہ کہہ رہے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجموع ۱/۹۲ میں فرمایا: جو سیدنا عباس سے مذکور ہے وہ صحیح نہیں بلکہ آپ کے والد عبد المطلب سے حکایت کی گئی ہے۔

ابن کثیر نے البدایۃ والنھایۃ ۲/۲۴۷ میں کہا:

صحیح یہ ہے کہ قائل عبد المطلب ہیں کیونکہ آپ نے ہی نئے سرے سے زم زم کی کھودائی کی اور سیدنا عباس اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے روایت ہے گویا وہ دونوں اپنے زمانے میں تبلیغ اور اس کے اعلان کے طور پر کہہ رہے ہیں جس کو سیدنا عبد المطلب نے کھودائی کے وقت بطور شرط کہا لہٰذا کوئی خرابی یا تضاد نہیں۔''

آپ کا یہ ارشاد اور زم زم سے غسل کرنے سے منع کرنے کا سبب یہ ہے کہ آپ نے زم زم کے پاس غسل کرنے کے لئے کشف عورات (شرم گاہوں کا کھلا ہونا) ملاحظہ فرمایا۔ اس وجہ سے محرکات کا ارتکاب دیکھا تو اس طرح کے کاموں پر پانی پلانے سے متعلق مسئول عنہ (جس سے پوچھا جائے) ہونے کی وجہ سے منع کی طرف توجہ فرمائی۔

Marfat.com

سفیان بن عینیہ نے اس حدیث کو سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا:

((''لمغتسل فيها وذلك ان العباس رضى الله تعالى عنه وجد رجلا من بني مخزوم وقد نزع ثيابه وقام ليغتسل من حوضها عريانا''))

''آب زم زم میں غسل کرنے والے کے لئے اور یہ منع اس لئے ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے کپڑے اتارے اور کھڑا ہو گیا تاکہ ننگا آب زم زم کے حوض سے نہائے۔''

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زم زم سے غسل کرنے سے منع کر دیا تاکہ مسجد حرام کو اس میں کسی حرام چیز کے واقع ہونے سے پاک رکھا جائے (یعنی شرم گاہ وغیرہ کھولنے سے) جیسا کہ عام جاہل لوگ زمزم سے غسل کے وقت کرتے تھے۔

یہ احتمال بھی ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روکنا زم زم کے ساتھ غسل کرنے سے اس لئے ہو کہ مسجد میں غسل جنابت کرنے سے پاک رکھی جائے (جیسا کہ امام ابوعبید نے غریب الحدیث: ۲۷/۴ میں کہا ہے۔)

اس تمام گفتگو اور جو کچھ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے جوابات اور احتمالات ذکر کئے گئے خواہ قول ابن عباس کا ہو یا آپ کے والد کا برابر ہے، کے بعد کہا جاتا ہے کہ آب زم زم آپ کی ملکیت نہ تھا کہ کہا جائے یہ واقف کی شرط ہے، لہٰذا اس کا اعتبار ضروری ہے اور اس کے ساتھ غسل کرنے سے روکا جائے، یہ اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی اولاد کے لئے آپ کے بعد پانی پلانا اور پانی پلانے کے کام پر قائم ہونا مخصوص کر دیا تھا اور یہ بات ان کو آب زم زم کا مالک بنانے کو متضمن نہیں ہے حتیٰ کہ ان کی بات کا اعتبار ضروری ہو۔

آب زمزم کی تحقیر حرام ہے:

آب زم زم سے ناپاکی کو دھونا منع ہے اسی طرح اس کی تحقیر منع ہے۔

بعض احناف کا مذہب یہ ہے کہ آب زم زم حقارت کی جگہوں پر استعمال نہ کیا جائے اسے صرف پاک چیز پر استعمال ہونا چاہئے۔ اس لئے ناپاک کپڑا اس کے ساتھ دھونا مناسب نہیں اور ناپاک جگہ اس کا استعمال جائز نہیں، لہٰذا اسے نجاسات پر ڈالنے سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ اس سے استنجاء مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح نجاست حقیقیہ کو کپڑے یا بدن سے زائل آب زم زم کے ساتھ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ بعض کا قول مکروہ تحریمی کا ہے۔ بعض مالکی اسی کے قائل ہیں۔

(شرح الحطاب علی خلیل: مواهب الجلیل: ۳۷/۱) (خلیل: ۳۳۰/۳) (ہدایۃ الناسک: ۹۷) (اسنی المطالب: ۹/۱) (اعلام الساجد: ۱۳۵، ۱۳۶)

مالکی، شافعی اور حنابلہ گزشتہ مسائل میں کراہت کی طرف گئے اور ان کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے۔ خاص کر آب زم زم سے استنجا کرنے میں انہوں نے شدت سے منع کیا ہے۔

Marfat.com

وہ فقہاء جو کراہت تحریمی یا تنزیہی کے قائل ہیں ان کی دلیل وہی کثیر احادیث و آثار ہیں جو آب زم زم کے فضل عظیم، شرف کبیر اور اس کے بلند و بالا مقام و مرتبہ پر دلالت کرتی ہیں حتی کہ پہلی آسمانی کتابوں میں۔

نیز انہوں نے جس میں آب زم زم کا استعمال وارد ہے اس کی طرف نظر کی تو پایا کہ یہ وہ پانی ہے جس کے ساتھ ملائکہ کرام نے نبی کریم ﷺ کے قلب منور کو دھویا اور نبی اللہ ﷺ آب زم زم سے پی کر اور وضو کر کے برکت لینے کے لئے استعمال فرماتے تھے۔ اس سے شفاء حاصل کر کے اور بیماروں کے اوپر ڈال کر بھی اور اسی کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گھٹی دی، اس طرح کے کئی استعمال ہیں جن میں آب زم زم کی بزرگی، پورا پورا احترام و تکریم ہے۔

اسی عمل پر آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور احسان کے ساتھ ان کے تابعین (اتباع کرنے والے) جاری رہے اس طرح یہ عمل جاری رہا اور زمانے گزر گئے۔ اسی طرح انہوں نے دیکھا تو جانا کہ یہ پانی دیگر پانیوں کی طرح نہیں کیونکہ اس کی کرامت اور منفرد خصائص ہیں، فقہاء نے نجاست وغیرہ کے ازالہ میں اس کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

اس منع کے اندر کراہت تحریمی اور تنزیہی ہونے میں اختلاف ہے تاکہ یہ مبارک پانی حقیر و کمتر نہ سمجھا جائے کیونکہ اس طرح مومنوں کے دلوں سے اس کا احترام زائل ہو جائے گا۔ ایسا پانی جس کی یہ شان و فضیلت ہے تمام باقی پانیوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ نالائق و نامناسب چیزوں میں استعمال سے اسے بچایا جائے، تاکہ محفوظ رہے اور احترام و بزرگی اس کی برقرار رہے۔

ممانعت کے قول کے باوجود فقہاء نے اس کے ساتھ طہارت کے حصول کی تصریح فرمائی ہے۔

یہ منع کا حکم دوسرے پانی کی طہارت کے لئے موجودگی کی حالت میں ہے اور اگر اس کے علاوہ کوئی پانی موجود نہ ہو اور حاجت پیش آ جائے کہ اسے پاکی اور نجاست کے زائل کرنے میں استعمال کیا جائے تو یہ ضروری ہے اور ضرورتوں کا حکم پوشیدہ نہیں ہے، یعنی اس کا استعمال جائز و مباح ہوگا۔

وہ جو عطاء سے مروی ہے (فاکھی: ۲/۶۴) کہ آپ سے ایک شخص نے پوچھا اور بواسیر کی شکایت کی تو عطاء نے اسے کہا:

((اشرب من ماء زم زم واستنج به))

"آب زم زم پی اور اس کے ساتھ استنجاء کر۔"

اسے استنجاء کی جگہ ڈالنے کے حکم پر محمول کیا جائے گا کہ وہی بواسیر کی جگہ ہے۔ یہ زم زم کے ساتھ شفا کے حصول کے لئے نہ یہ کہ اس کے ساتھ استنجاء کرے اور نجاست زائل کرے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

آب زمزم کا ذائقہ...... دیگر پانیوں پر آب زمزم کی فوقیت
(کفار کی سازشیں اور اہل ایمان کو تنبیہ)

دودھ اور شہد کا ذائقہ:

اللہ تعالیٰ نے آب زم زم کی برکات وخیرات میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ وہ کھانے والے کے لیے کھانا ہے۔ بیمار کے لئے شفاء ہے، غذائیت اور پیٹ بھرنے میں (بھوک مٹا کر) کھانے کے قائم مقام ہے اور یہ اسی کے لئے ہے جس کی نیت پیتے وقت کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ برکتوں والا پانی شہد کے ذائقہ میں یا دودھ وغیرہ کے ذائقہ میں ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے کہ وہ اشیاء کو پیدا کرنے والا ان کے خصائص کو پیدا کرنے والا، وہ جو چاہے، جس میں چاہے، جہاں چاہے بنا دیتا ہے۔ اس کی ذات بلند و پاک ہے۔

درج ذیل واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آب زم زم پینے والوں کے لیے یہ کرم الٰہی ہے کہ اس نے ان کے لیے زم زم کو دودھ یا شہد یا ستو وغیرہ جس کی پینے والوں نے پیتے وقت نیت کی وہ ہی بنا دیا۔

شیخ الاسلام، امیر المومنین فی الحدیث، اپنے زمانے کے عمل کرنے والے علماء کے سردار، فقیہ، کوفی حضرت سفیان بن سعید ثوری متوفی ۱۶۱ھ رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے:

عبد الرحمٰن بن یعقوب بن اسحاق مکہ نے فرمایا کہ مجھے اہل ہرات سے ایک شخص نے بیان کیا اس کا نام عبد اللہ ہروی ہے اور وہ سچا آدمی ہے، اس نے کہا:

> "میں زم زم کی طرف سحری کے وقت آیا تو وہاں ایک بوڑھا آدمی اس ڈول کو کھینچ رہا تھا جو رکن کے قریب ہے۔ جب اس نے زم زم پی لیا ڈول اندر داخل کر لیا۔ پھر میں نے اسے پکڑا اور اس کا چھوڑا ہوا پی لیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادام کی سردائی ہے، میں نے اس سے اچھے بادام کی سردائی نہیں چکھی۔
> اگلے دن میں پھر اس کی گھات میں بیٹھ گیا، جب وہی وقت ہوا، وہ شخص آیا، اس نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈال رکھا تھا۔ اس نے رکن کی طرف سے ڈول کھینچا، پیا اور پھر ڈول اندر داخل کر دیا تو میں نے باقی ماندہ پکڑ کر پی لیا تو وہ شہد ملا ہوا پانی تھا۔ میں نے اس سے بہترین شہد کبھی نہیں پیا، میں نے چاہا کہ میں اس کے کپڑے کو پکڑ لوں مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب تیسری رات ہوئی۔ میں باب زم زم کے سامنے بیٹھ گیا، پھر جب وہی وقت ہوا وہ بندہ خدا آیا۔ اس نے اپنے چہرہ پر کپڑا ڈال رکھا تھا، میں نے داخل ہو کر ان کے دامن کو پکڑ لیا، پھر پی کر انہوں نے چھوڑا۔ میں نے کہا: اے مخاطب! میں تجھ سے اس عمارت یعنی کعبہ مشرفہ کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں سفیان بن سعید ثوری ہوں تو میں نے اسے چھوڑ دیا اور ڈول سے پانی پیا تو وہ شکر ملا ہوا دودھ تھا۔ اس سے طیب و طاہر میں نے دودھ کبھی نہیں دیکھا۔ (عبد اللہ ہروی) کہتے ہیں: جب میں نے پی لیا

Marfat.com

تو مجھے ایک بار پینا ہی کافی ہوا۔ میں نے بھوک محسوس کرتا ہوں اور نہ پیاس۔
(حلیۃ الاولیاء: ۷/۳۰۷) (ریاض النفوس فی طبقات علماء القیروان: ۱/۳۰۵)

فقیہ، محدث، کوفی، شیخ الاسلام، مقری امام ابو بکر بن عیاش متوفی ۱۹۳ھ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، ان سے یحییٰ بن عبدالحمید حمانی نے روایت کرتے ہوئے بیان کیا اور کہا کہ میں نے ابو بکر بن عیاش کو سنا آپ کہہ رہے تھے:

''میں نے آب زم زم سے دودھ اور شہد پیا۔'' (اخبار مکہ: فاکہی ۲/۳۹، ۴۰) (سیر اعلام النبلاء: ۹/۵۰۱)

فاکہی نے اپنی سند ابن ابی رواد تک کے ساتھ کہا:

''ایک چرواہا بکریاں چراتا تھا اور تھا عبادت گزار، جب اسے پیاس ہوتی تو آب زم زم میں وہ دودھ پاتا اور جب وضو کرنا چاہتا تو اس میں پانی پاتا تھا۔'' (اخبار مکہ ۱/۳۹) (ازرقی: ۲/۵۴)

رباح اسود نے کہا کہ میں اپنے اہل کے ساتھ دیہات میں تھا تو مجھے مکہ میں خریدا گیا اور آزاد کر دیا گیا۔ پھر تین دن ٹھہرا اور کوئی کھانے کی چیز نہ پائی۔ میں ٹھہر گیا اور زم زم پینا شروع کر دیا، پھر میں چلا حتی کہ زم زم کے پاس آیا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، اس ڈر سے کہ بھوک کی حالت میں پانی پیوں، اس سے پہلے کہ میں ڈول کھینچوں وہ مجھے اٹھا لیتا تھا، لہٰذا میں نے تھوڑا تھوڑا نکالنا شروع کیا حتی کہ میں نے ڈول نکالا اور پیا تو وہ بالکل خالص دودھ تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید مجھے اونگھ آرہی ہے۔ میں نے پانی اپنے چہرے پر ڈالا اور چل پڑا۔ میں دودھ کی قوت اور اس سے بھوک کا مٹنا محسوس کرتا تھا۔

اخبار مکہ میں ہے کہ رباح نے کہا کہ مجھے میرے مالک نے آزاد کیا تو میں مکہ کہ طرف گاؤں میں داخل ہوا۔ مجھے سخت بھوک لگی حتی کہ میں کنکریاں اکٹھی کرتا، پھر اس پر اپنا پیٹ رکھ دیتا۔ پھر ایک رات اٹھ کر آب زم زم کی طرف گیا، پانی نکالا اسے پیا تو گویا کہ وہ بھاری، گوشت سے بھری ہوئی بکری کا دودھ تھا
(ابو بکر عبداللہ بن محمد مالکی متوفی ۴۳۸ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب النافع المانع میں ابی زیاد رباح بن یزید اللخمی ۱/۳۰۵: کے حالات میں ذکر کیا۔)

رباح نے کہا کہ میں مکہ میں تھا، میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ جب طواف کثیر ہو رہا ہوتا وہ نماز پڑھتا اور جب طواف قلیل ہوتا وہ طواف کرتا۔ تو میں نے اس کی اقتداء و پیروی کی۔ ایک رات وہ زم زم کی طرف گئے، ڈول ڈال کر نکالا تو وہ بہترین اعلیٰ قسم کا شہد نکلا، تو ہم نے اس سے کھایا۔ آپ نے پھر اپنا ڈول ڈال کر نکالا تو دودھ سے بھرا ہوا نکلا۔ انہوں نے بھی پیا اور مجھے پلایا۔ پھر اس نے کہا:

''اے مغربی! اس حق کی قسم جس کے لئے تو نے مجھ سے محبت کی، اس بات کو کسی کے لئے ذکر نہ کرنا جب تک میں مکہ میں ہوں۔''

شیخ عبدالعزیز ہاشمی نے بیان کیا کہ میں مکہ میں تھا، جدہ سے میں سمندر میں سوار ہوا اور میرے پاس آب زم زم تھا تو جب موج بلند ہوتی میں اس پر آب زم زم چھڑکتا تو وہ ختم ہو جاتی۔

Marfat.com

زمزم کا خاص ذائقہ......غلط فہمی اور کفار کی سازشیں......مومنین کا ردِّ عمل:

اللہ تعالیٰ نے آب زم زم کا خاص ذائقہ بنایا ہے۔ وہ اسی سے معلوم ہوتا اور اس سے ہی ممتاز ہوتا ہے۔ جو شخص پینے سے الفت رکھتا ہے وہ اس کا ذائقہ پہچانتا ہے اسے تمام پانیوں سے فوراً الگ کر لیتا ہے اور اگرچہ کئی سال اس پانی کو چکھا نہ ہو۔

مومن اس کا ذائقہ میٹھا اور اسے خوشگوار مشروب پاتا ہے۔ جتنا زیادہ پیا جائے اتنی محبت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اس خاص ذائقہ کے اندر اللہ تعالیٰ کا کوئی دقیق راز ہے، اس نے اس کی محبت اور اس کے پینے پر ابھارنے والا ایمان کو بنایا، البتہ جس کے دل میں ایمان کامل نہ ہو اور زم زم کی فضیلت' خیرات و برکات سے جاہل ہو' عقل و نفس کو حاکم بنائے تو وہ اس کا ذائقہ غیر مناسب پاتا ہے۔ خوشگوار محسوس نہیں کرتا اور اس میں نمکیات پاتا ہے۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے آب زم زم کے زیادہ پینے کو اور خوب سیر ہونے کو ایمان کی علامت اور نفاق سے بیزاری بنا دیا ہے۔

امام حافظ مفسر ابن علام صدیقی مکی' متوفی ۱۰۷۵ھ رحمہ اللہ تعالیٰ کی آب زم زم کے ذائقہ کے بارے میں بڑی عمدہ نظم ہے، وہ فرماتے ہیں:

وزم زم قالوا فيه بعض ملوحة

ومنه مياه العين احلى واملح

''لوگ کہتے ہیں: چشموں کے پانی اس سے میٹھے اور اس سے صاف اور زیادہ ملاحت والے (پسندیدہ) ہیں اور آب زم زم کچھ کھارا ہے۔''

فقلت لهم قلبي يراها ملاحة

فلا برحت تحلو لقلبي وتملح

''تو میں نے انہیں کہا: میرا دل اسے پسند کرتا ہے تو وہ ہمیشہ میرے دل کے لئے میٹھا اور پسندیدہ ہے۔''

میں نے بعض ایسے حضرات بھی دیکھے جو زم زم کے قریب اللہ تعالیٰ کے عزت والے شہر میں رہتے ہیں۔ اور زم زم پر (میاہ الصحۃ) یعنی صحت بخش منرل واٹر Mineral Water جس کا نام رکھتے ہیں اس کے پینے کو ترجیح دیتے ہیں، بلکہ بعض تو حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر آپ انہیں زم زم دیں تو وہ اسے نہ پئیں گے اور دوسرا پانی طلب کریں گے۔ ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جنہوں نے اپنے آپ پر خیر کبیر کو حرام کر لیا اور انہیں چاہیے کہ اپنے ایمان و تصدیق کو اس کے ساتھ پکا کریں جو رسول اللہ ﷺ سے آب زم زم کے فضل و شان میں صحیح اور ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آب زم زم کو اس کی خصوصیات' فوائد اور برکات میں منفرد بنایا ہے۔ کبھی بھی دنیا میں اس کی مثل

Marfat.com

پانی نہ ہوگا لہٰذا اسے دوسرے پانیوں پر نہ قیاس کیا جائے گا اور نہ ان سے ملایا جائے گا۔ آب زم زم میں جو نمکیات موجود ہیں ان کی نسبت سے اسے کسی اور پانی سے ملانا خطا ہے اور زم زم پینے میں شر و فساد منسوب کرنے کا حیلہ ہے۔ یہ ملان اور حیلہ کرنا بے محل ہے۔ اس میں آب زم زم پر ظلم ہے کیونکہ وہ اپنی خصوصیات' فوائد اور برکات میں منفرد پانی ہے۔ اس کے آثار و علامات طیب ہیں' خیرات عظیم ہیں جبکہ اسے ایمان صادق کے ساتھ خوب سیر ہو کر پیا جائے۔ ہمیں صادق و مصدوق ﷺ نے اس کے بارے خبریں دی ہیں کہ اس کے تمام فوائد و برکات و خصائص کسی دوسرے پانی میں موجود نہیں۔

یہی وجہ ہے آب زم زم کا معاملہ محض ایمانی ہے اور یہ پانی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ تمام باقی پانیوں میں ہے اس کے برعکس ہے۔

اسلام کے دشمنوں کے دل اسلام کے ساتھ بغض اور کینہ سے بھرے ہیں۔ وہ اسلام اور اہل اسلام کے ہر چھوٹے بڑے سے لڑائی' مکر و فریب کا حیلہ کرتے رہتے ہیں۔ اس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس آگ کو وہ بجھنے نہیں دیتے اور ہمیں حق جل جلالہ نے ان کی اور اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی جو وہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، کی خبریں دی ہیں۔

((ودوا ماعنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر))
(آل عمران، آیت: ۱۱۸)

"انہیں تمہاری مشقت پسند ہے۔ بغض ان کے مونہوں سے ظاہر ہو گیا ہے اور جو ان کے سینوں نے چھپا رکھا ہے وہ اس سے بڑا ہے۔"

تاریخ نے ان کے زم زم کی شان میں اسلام کے خلاف کینہ و میل کی ایک عجیب بات محفوظ کر رکھی ہے۔ اکثر لوگ زم زم جیسے مسئلہ میں ہم سے دشمنی کرنے کو روا سمجھتے ہیں کہ جب انہوں نے آب زم زم کے باقی پانیوں سے بہتر اور افضل ہونے پر مسلمانوں کے ایمان کو دیکھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زم زم کے ساتھ مومنوں کو خاص فرمایا اور منافقوں کو نہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو قدیم و جدید دور میں اس سے دور کرنے کا حیلہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

ایک ابدی مردود کی زم زم سے بغض کے سبب نفرت ظاہر تھی۔ اس کا نام خالد بن عبداللہ قسری ہے۔ یہ مکہ میں ۸۹ھ کے اندر ولید بن عبدالملک کی طرف سے گورنر یا کوئی وزیر تھا۔ پھر سلیمان کا' پھر اسے ہشام نے عراقین یعنی کوفہ اور بصرہ کی ۱۰۵ھ میں حکومت عطا کی۔ اس ولایت کی مدت لمبی ہوئی حتی کہ ہشام نے ۱۲۰ھ میں اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ یوسف بن عمر ثقفی' حجاج کے چچا کے بیٹے کو ولی حکومت بنا دیا۔ ہشام نے اسے حکم دیا کہ خالد کا محاسبہ کرو۔ یوسف نے اسے قید کر دیا اور حیرہ میں سزا دی' پھر اسے ولید بن یزید کے عہد ۱۲۶ھ میں قتل کر دیا اور حیرہ میں دفن کیا۔ اس کی ولادت ۶۶ھ ہے۔ اس کی ماں (نصرانی) عیسائی تھی، دین میں اس پر تہمت لگائی جاتی تھی اور اس نے اپنی ماں کے لئے کنیسہ یعنی گرجا بنا رکھا تھا جس میں وہ عبادت کرتی تھی۔

Marfat.com

خالد کے بارے ذہبی نے کہا کہ وہ پکا ناصبی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں دیتا تھا۔
یہ ہی خالد ہے جس کے متعلق سہیلی نے روض الانف میں (۱/۱۰۷ ذہبی نے سیر: ۴۲۹/۵ اسی کی طرح دوسرے لفظوں سے) زم زم اور منافقوں کے بغض اور ان کی مذمت برائے آب زم زم کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"خالد بن عبداللہ قسری عراق کا امیر تھا۔ آب زم زم کی مذمت کرتا اور اسے ام جعلان کہتا تھا۔ جعلان چھوٹا کیڑا ہے جو گوبر میں ہونے والے کیڑے بھونرے کے مشابہ ہوتا ہے، اس نے مکہ کے باہر ایک کنواں ولید بن عبدالملک کے نام سے کھدا۔ اسے زم زم پر فضیلت دیتا تھا اور لوگوں کو زم زم کے بجائے اس سے تبرک پر ابھارتا تھا۔ یہ اللہ عزوجل پر اس کی جرأت اور حیاء نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔
یہ وہ شخص ہے جو سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لعن کرکے منبر پر کھلی گفتگو کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے مکر و فریب کو اس کے سینہ میں لوٹا دیا اور لوگوں کی محبت زم زم سے زیادہ زیادہ اور زیادہ ہوئی۔ وہ کنواں تباہ و برباد ہوا اور اس کا اثر باقی نہ رہا۔

اسی طرح تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے کہ اس خالد نے ہمیں بے شرم ابرھہ کی یاد دلائی جو یمن کا بادشاہ تھا جو قصہ فیل والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت ذلیل و رسوا کیا، جب اس نے یمن میں ایک گرجا بنایا اور چاہا کہ عرب کو بیت اللہ شریف کا حج کرنے سے اپنے گرجا کی طرف پھیر لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے مکر کا کیسا جواب دیا اس پر اور اس کے لشکر پر ابابیل پرندے بھیجے جو انہیں پتھروں کے کنکر مارتے تھے تو انہیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کردیا۔

آب زم زم کے بارے، ان کی دشمنی اور مکر یہ بھی ہے کہ ۱۳۰۴ھ کو جدہ میں انگریزی سفارت خانے نے زم زم کے بارے ایک مضمون شائع کیا۔ میرا خیال ہے کہ سفارت خانہ والوں نے زم زم کی کچھ مقدار سفارت خانہ میں کام کرنے والے کسی مسلمان کے ذریعہ حاصل کی اور اس پر ریسرچ ہوئی، پھر انہوں نے انتہائی نہ گفتہ بہ مضمون لکھا۔ اس میں اپنی عداوت کو ظاہر کیا، اسی مضمون میں ہے:

"بے شک آب زم زم میں ہر طرح کے ضرر دینے والے جراثیم موجود ہیں اور میں کولیرا (وبائی بیماری ہیضہ) ہے، بلکہ یہ چشموں وغیرہ کے پانی سے زیادہ برا ہے۔"

اس مضمون کو انہوں نے ایک چھوٹے رسالہ میں شائع کیا۔ اس رسالہ کا نام "حجۃ مکۃ وکولیرا زم زم" رکھا۔
اس مضمون پر خلیفۃ المسلمین خلیفہ عثمانی سلطان عبدالحمید ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۲۶۳ھ۔۱۳۳۹ھ) نے ایک خاص طبیب کو مکہ بھیجا، اس نے کچھ زم زم لیا اور لیبارٹری میں ریسرچ کی گئی تو اسے بہترین حالت پر پایا گیا۔ پھر انہوں نے انگریزی سفارت خانہ کے مضمون کا رد یہ کہتے ہوئے لکھا:

"جو شخص تمہارے پاس وہ پانی لایا جس پر تم نے تحقیق و ریسرچ کی، وہ معروف یہودی ہے۔ اسلام کا دعویدار ہے۔ وہ تمہارے پاس عام پانی لے آیا جو زم زم نہیں، لہٰذا تمہاری تحقیق کا نتیجہ (رپورٹ) اس پانی کی نسبت جو وہ تمہارے پاس لایا درست ہے، لیکن وہ آب زم زم نہیں ہے اور ہم نے آب زم

زم کی لیبارٹری تحقیق کی ہے اور رپورٹ کو ان کے لئے ذکر کیا اور ان کا رد ایسے کیا جیسے کہ حق بنتا تھا اور ان کی بات دفع ہوتی تھی اور انہوں نے اسے لوگوں کے درمیان زم زم کے متعلق تحقیق کرنشر نہ کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی بات' ان کے جھوٹ اور افتراء کو باطل کیا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر زمان و مکان میں ایسے افراد مہیا فرماتا ہے جو حق بیان کریں اور باطل کو دفع کریں۔

انگریزی سفارت خانہ کا مضمون اور اس کا رد ترکی زبان کا مخطوطہ ہے۔ اس کی فوٹو کاپی مہربان' کریم دوست ڈاکٹر سعد الدین اونال کے پاس ہے جو حج کی تحقیقات کے مرکز میں بطور محقق کام کرتے ہیں۔

آب زم زم سے ان کی عداوت کی ملتی جلتی بات وہی ہے جسے شیخ سید محمد رشید رضا نے امیر شکیب ارسلان کے سفر نامہ حجاز (الارتسامات اللطاف) کے مقدمہ صفحہ ۱۰ میں ذکر کیا اور دشمنان اسلام کے لوگوں کو فریضہ حج سے روکنے کے حیلوں اور متعدد طریقوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اور ان اسلام دشمنوں نے حیلہ کیا تھا کہ وہ مصر میں منعقدہ طبی کانفرنس میں برطانیہ کے ابتدائی دور میں تقریریں کرتے کہ حجاز طبعی طور پر وبائی علاقہ ہے۔ اسے ہمیشہ ذاتی طور پر بین الاقوامی کنٹرول کے زیر تسلط کرنا واجب وضروری ہے۔ مصر کے کبیر اطباء میں سے مرحوم سالم پاشا سالم اور طبیب خاص توفیق پاشا اور اس کے خاندان ۔نے شاہی رفعت و بلندی کے سبب جہاد کیا۔ اس وقت اس کے رسوا کوئی بڑا اجہاد نہ تھا۔ حتی کہ ہر شبہ جو اس من گھڑت اور فضول جستجو کی تائید کرتا تھا مٹا کر رکھ دیا اور فنی طبی اور تاریخی دلائل سے ثابت کیا کہ حجاز کولیرا (وبائی بیماری ہیضہ) کی وباء کی جگہ نہیں اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی معدہ کی وباء وغیرہ کا وہاں کچھ مقام ومحل ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آب زم زم کو جو شفاء کی خاصیت عطا کی ہے جو اس میں خیرات و برکات ہیں اور وہ جس مقصد کے لئے برکات ہیں اور وہ جس مقصد کے لیے پیا جائے اس کے لیے ہے۔ ہر وہ شخص جو لوگوں کو آب زم زم سے نفرت دلاتا ہے یا انہیں اس سے دور رکھتا ہے اس سے بچا جائے، خصوصاً بعض وہ ڈاکٹر حضرات جو بیماروں سے آب زم زم کی جگہ منرل واٹر جیسا کہ نیسلے وغیرہ پلا کر خیر خواہی کرتے ہیں بلکہ بعض تو اس حد تک تجاوز کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں آب زم زم میں نمکیات بہت ہیں جو عام لوگوں کو نقصان دہ ہیں اور بیماروں کے لئے بالخصوص نقصان دہ ہیں۔

اس مناسبت سے یہاں یہ عرض کر دوں کہ آب زم زم کے اجزاء کے بارے کئی کیمیاوی تحقیقات نشر ہوئی ہیں جو مختلف پہلوؤں سے بڑی بڑی بہت ساری لیبارٹریز سے جاری ہوئیں اور ان تحقیقات کے نتائج کو آئندہ صفحات میں ذکر کروں گا، تاکہ آب زم زم کا مسئلہ دلوں میں ایک خالص امر ایمانی کی حیثیت سے باقی رہے۔ اس خاص پانی پر ان تحقیقات کا کوئی دخل نہیں جس میں پائے جانے والے معجزات' خیرات' برکات اور خوراق عادات جو باقی پانیوں میں نہیں پائے جاتے اس قدر ہیں کہ ان کا شمار واحاطہ ممکن نہیں۔

اس طرح کی گفتگو جس میں حد سے بڑھنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس (آب زم زم) کے بارے میں

Marfat.com

ارشاد صحیح کے خلاف ہے اور حضور ﷺ کی شان یہ ہے کہ وہ خواہش سے نہیں تکلم فرماتے' بے شک وہ اللہ تعالیٰ عزوجل مخلوقات کو پیدا کرنے والے سے خبر دیتے ہیں جو آب زم زم کے خصائص کا عالم ہے اور جو کچھ اس نے خیرات و برکات پیدا کر رکھی ہیں ان کا عالم ہے۔

اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والے کا حال ہمیشہ ایسا ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً))

(سورۃ احزاب، آیت:۳۶)

"کسی مومن مرد و عورت کی یہ شان نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرمائیں تو ان کے لیے کوئی اختیار ان کے معاملہ سے ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑا۔"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ آیت تمام امور میں عام ہے اور یہ اس لئے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی چیز کا فیصلہ کر دیں تو کسی ایک کے لیے اس فیصلہ کی مخالفت ممکن نہیں، نہ یہاں کسی ایک کو کوئی اختیار ہے' نہ رائے' نہ بات ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما))

(سورۃ النساء، آیت:۶۵)

"تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہوں گے حتی کہ تجھے حاکم بنائیں آپس کے جھگڑوں میں، پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلہ سے کوئی حرج نہ پائیں اور پوری طرح تسلیم کریں۔"

حدیث شریف میں ہے:

((والذى نفسى بيده لا يومن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به))

"اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے (پیغام) کے تابع نہ ہو جائے۔"

یہی وجہ ہے کہ اس کی مخالفت کرنے والے کے لیے سختی فرمائی تو فرمایا:

((ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا))

(سورۃ احزاب، آیت:۳۶)

"اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں واقع ہوا۔"

Marfat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم))

(سورۃ النور آیت ۶۳، تفسیر ابن کثیر: ۴۹۰/۳)

"حضور سید عالم ﷺ کے حکم سے مخالفت کرنے والوں کو فتنہ پہنچنے یا انہیں دردناک عذاب کے پہنچنے سے ڈرنا چاہیے۔"

آب زم زم کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دے دیا اور ہمیں اس کی خاصیت سے آگاہ فرمایا۔ اس میں جو اللہ تعالیٰ نے شفاء رکھی اس سے خبردار کر دیا تو کسی مومن مسلم کیلئے اس کے سوا کوئی گنجائش وراہ نہیں ہے کہ وہ مانے اور مطلقاً بغیر کسی توقف، بلا نظر اور عقل ورائے کو حاکم بنائے بغیر پوری طرح تسلیم کرے۔ آراء پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی رائے کے تابع ہوں کہ حضور سید عالم ﷺ کی آواز سے آواز بلند نہیں کی جاسکتی۔ نہ آپ کی رائے سے کوئی رائے فوقیت رکھتی ہے۔ ورنہ جو شخص اپنی عقل ورائے کو اللہ ورسول ﷺ کے مقابلہ میں حاکم مانے اسے ترجیح دے، اس کے اعمال بے کار گئے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم بعضاً ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون))

(سورۃ الحجرات: ۲)

"اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں آپس میں ایک دوسرے کی طرح بلند آواز نکالو کہ تمہارے اعمال ضائع ہوں اور تمہیں شعور نہ ہوگا۔"

وہاں آب زم زم کے متعلق ایک حسی واقعی معاملہ ہے کہ وہ نفوس جو حس اور مشاہدہ کے بغیر کسی چیز کو مانتے نہیں وہ مطمئن ہو جائے اور آب زم زم کے خصائص کو تسلیم کرتے ہیں۔

انجنیئر استاد یحییٰ کوشک نے ذکر کیا کہ جب کنواں زم زم صاف کرنے کا ۱۴۰۰ھ میں لوگوں نے ارادہ کیا کیونکہ اس میں کوئی آلودگی ظاہر ہوتی تھی تو انہوں نے کہا:

"اس ریسرچ کے رزلٹ کے طور پر ہمارے لئے بڑے پیمانے پر فعلی طور پر آلودگی کا ظہور پکا ہو گیا اور زم زم کے کنویں میں موجود پانی کا استعمال روک دیا گیا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ کنویں میں موجود تمام پانیوں کو گرا دیا جائے۔ اس کی دیواروں کو اندر سے دھویا جائے اور پاکیزہ دواؤں سے جراثیم کی صفائی کی جائے۔"

وہ عجیب چیز جس سے ہمارا سامنا ہوا وہ یہ ہے کہ انجنیئر سامی عنقوی اور ڈاکٹر عبدالحافظ سلامت نے آب زم زم پر جاری کی گئی لیبارٹریز کی تحقیقات کے نتائج آنے سے پہلے آب زم زم پیا جبکہ ان نتائج نے اپنے ظہور کے بعد ثابت کر دیا کہ وہاں آب زم زم میں بڑے پیمانے پر آلودگی واقعہ موجود ہے مگر انجنیئر سامی عنقادی اور ڈاکٹر عبدالحافظ سلامت کے لیے یہ واضح نہیں ہوا کہ وہ کیا چیز ہے اور وہ آب زم زم پیتے رہے ان کے ساتھ ایک سے زائد

Marfat.com

لوگوں نے پیا جبکہ ہم مزدوروں اور حجاج کرام کو اس پانی کے پینے سے روکتے تھے۔

نیز ہزاروں حاجی اس سے پہلے آتے تھے اور زم زم کنویں سے ڈول بھر بھر کر لیتے تھے اور اپنے جانوروں پر آتے تھے اور ساتھ وہ کچھ بھی راستہ میں ہوتا جو صفائی وستھرائی وغیرہ کے خلاف ہے اور وہ بھی جو بعض اپنے ساتھ مختلف علاقوں سے طرح طرح کی بیماریاں اٹھالاتے تھے۔ یہ سب کچھ ڈاکٹروں کی رائے میں اس پانی میں بیماریوں سے پھیلنے کا سبب ہے جسے مسلسل پیا جاتا رہا۔

اگر ہم آئیں اور تاریخ سے پوچھیں کیا کوئی شخص آب زم زم سے پی کر بیمار ہوا جبکہ یہ کنواں اسی حالت پر ہے؟ تو تاریخ جواب یہ دے گی کہ نہیں بلکہ پورا پورا اس کے خلاف ہوا۔ اتنے کثیر افراد کو مکمل شفاء ہوئی جن کا حدو حساب نہیں اور انہیں وہ مطلوب حاصل ہوا جس کے لیے انہوں نے پیا۔

تو یہ سارا بیان اس بات کو پکا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس مبارک شریف پانی پر خاص عنایت ہے۔ جس کے بارے حضور سید عالم ﷺ نے خبر دی:

((انه لما شرب له وانه شفاء سقم))

یہ ہمیں اللہ کی اپنے مہمانوں' حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں پر عنایت کی یاد دلاتا ہے۔

اے مسلمان! تو اس میں جس کو ایمان کی کمزوری آب زم زم سے ترجیح دے وسوسہ کا شکار نہ ہو اور نہ اس کی طرف کان لگا اور تیرا دل جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے آب زم زم کی شان میں آیا اس پر مطمئن ہونا چاہئے۔ اس آب زم زم سے لوگ پیتے ہیں تو بھی پیے جا' اور اس خیر عظیم سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھ۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کتاب بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سقایہ کی طرف آئے تو پانی طلب فرمایا۔ حضرت عباس نے فرمایا:

''اے فضل! اپنی امی کے پاس جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کے لیے اس سے مشروب لاؤ۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''مجھے پلاؤ۔''

عرض کی: یارسول اللہ! یقیناً لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔

فرمایا: مجھے پلاؤ۔

پھر آپ نے اس سے پیا۔ (بخاری، حج' باب سقایہ ۴۹۱/۳)

اور ایک روایت میں ہے:

((افلا اسقيك من بيوتنا؟ قال لا ولكن اسقني مما يشرب، منه الناس))

''کیا میں آپ کو اپنے گھر سے نہ پلاؤں؟ فرمایا: نہیں بلکہ جس سے لوگ پیتے ہیں اس سے مجھ پلاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے جہاں سے لوگ پیتے تھے اور ان کے ہاتھ اس میں پڑتے ہیں اس سے پینے کو ناپسند نہیں فرمایا، بلکہ آپ ﷺ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ ان حوضوں سے پی لیتے تھے جن سے لوگ پیتے اور وضو کرتے

Marfat.com

تھے۔ آپ ان کے ہاتھوں کی برکت کی امید رکھتے حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا مقصد اپنی امت کو تعلیم دینا ہے۔

یہ روایت بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ مطاہر کی طرف بھیجتے تھے' پانی لایا جاتا تو آپ اسے پیتے مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت کی امید کرتے ہوئے۔

وہ حوض جو وضو کے لیے تیار کیے جائیں تو حضور ﷺ کے پاس پانی لایا جاتا آپ اسے نوش فرماتے اور یہ کام آپ مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت لینے کی امید سے کرتے تھے، یعنی جو اس پانی سے وضو کرتے تھے ان کے ہاتھوں کی برکت کے حصول کی امید کرتے تھے۔ (فیض القدیر: ۱۹۹/۵)

اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے! رسول اللہ ﷺ کے عمل کو دیکھ اور سوچ سمجھ' اپنے آپ کی قدر پہچان' یہ کام رسول اللہ ﷺ نے اس پانی کے ساتھ کیا جس سے مسلمان وضو کرتے تھے تو بیت اللہ شریف کے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی اس سبیل سے پینا کیسا ہے یعنی آب زم زم جو برکتوں والا' کریمانہ' خصلتوں والا اور جداگانہ منفرد فضیلتوں والا ہے۔

☆☆☆

آب زم زم کے شفائی اثرات

(ناقابل تردید تاریخی واقعات)

آب زم زم سے شفاء پانے والوں کی خبریں بہت ہی زیادہ ہیں، بلکہ وہ حد و شمار سے بڑھ کر ہیں، حتی کہ امام قزوینی متوفی ۷۸۶ء نے فرمایا:

"آب زم زم تمام مختلف بیماریوں سے (شفاء) کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بندگان خدا تو کہتے ہیں اگر تمام ان بیماریوں کو جمع کیا جائے جن کا علاج ڈاکٹر و حکیم حضرات کرتے ہیں تو یہ ان بیماریوں کا نصف بھی نہ ہوگا جن سے اللہ تعالیٰ آب زم زم کے ذریعے عافیت عطا فرماتا ہے۔"

یہ خاصیت جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان پر ظاہر فرمایا اور یہ کہ آب زم زم بیماریوں کی شفاء ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت کے دن تک باقی رہیں گی۔ حضور ﷺ نے اسے کسی زمانہ سے مخصوص نہیں فرمایا اور ان میں امام ابوبکر بن عربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ فرماتے ہیں:

"یہ آب زم زم سے شفاء پانا ہر اس شخص کے لیے تا قیامت اس میں موجود رہے گا جس کی نیت درست ہو۔ ضمیر صحیح ہو اور اسے جھٹلانے والا نہ ہو اور نہ تجربہ کے لیے پئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ بھروسہ و توکل کرنے والوں کے ساتھ ہے اور وہ تجربہ کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔"

(احکام القرآن' ابن عربی ۱۱۲۴/۳) (الجامع الاحکام القرآن: ۳۷۰/۹)

وہ شفاء دینے والا پاک ہے، پاک ہے وہ ذات جس کی شفاء کے سوا شفاء ممکن نہیں اور پاک ہے وہ ذات

Marfat.com

جس نے اس برکت والے پانی کو ہر بیماری کے لئے شفاء بنایا اور ہم اللہ تعالیٰ سے درگزر' معافی' عافیت' ہمیشہ کی تندرستی اور برائی سے حفاظت' دین' دنیا اور آخرت میں مانگتے ہیں۔ اپنے لئے' ماں باپ کے لیے' اپنے مشائخ کے لئے ، اپنے بھائیوں کے لیے' مسلمان عورتوں اور مردوں سب کے لیے۔ بے شک وہ سب کرم کرنے والوں سے زیادہ کرم کرنے والا ہے۔

☆: بے شک شیخ عبدالرشید ابراہیم تاری عہد عثمانی کے تاری علماء میں سے ہیں، وصال ۱۳۶۴ھ کے درمیانے عرصہ میں ہوا۔ انہوں نے لمبا ایشیائی سفر کا ارادہ فرمایا، یہ سفر چین' جاپان' کوریا' ہندوستان' جنوب مشرقی ایشیاء' حجاز اور شام کے شہروں پر مشتمل تھا۔ انہوں نے اپنے اس سفر کو اپنی کتاب العالم الاسلامی میں ترکی زبان میں قلمبند کیا اور جب وہ مکہ مکرمہ کے پاس سے گزرے اور آب زم زم پیا تو کہا:

''زم زم کے بارے لما شرب لہ کا تجربہ قطعی یقینی ہے، اس میں نہ کوئی شک ہے نہ شبہ ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ نیت خالص اور اعتقاد پختہ ہو اور میں نے زم زم سے بہت ساری بیماریوں کا تجربہ کئی بار کیا۔ خاص کر مثانہ کی بیماریوں اور اندرونی بیماریوں اور آنکھ کی تکلیفوں میں اور یہ سب بالکل پکے تجربے ہیں۔'' (العالم الاسلامی)

☆: زمزمی نے نشر الآس میں فرمایا:

''ابن قتیبہ نے کہا شاید وہ عبداللہ بن مسلم دینوری مشہور امام ہیں جن کا وصال ۲۷۶ ہجری ہے یا ان کے بیٹے احمد بن عبداللہ جن کا وصال ۳۲۲ ہجری ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر رحم فرمائے۔ میں نے ایک جماعت کے ساتھ حج کیا، اس جماعت میں ایک مفلوج آدمی تھا، میں نے اسے فالج سے درست حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے پایا تو میں نے پوچھا:

''فالج کی بیماری تجھ سے کیسے دور ہوئی؟''

اس نے کہا:

''میں زم زم کے کنویں کے پاس آیا' اس سے پانی لیا اور اسے اپنی دوات میں ڈالا جو میرے پاس تھی اور برتن میں درج ذیل آیات لکھیں:

((بسم الله الرحمن الرحيم۔ هو الله الذى لا اله الا هو علم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم هو الله الذى لا اله لا هو الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون هو الله الخالق البارئ المصور له الاسمآء الحسنى يسبح له ما فى السموات والارض' وهو العزيز الحكيم))(سورہ حشر ،آیت :۲۲تا ۲۴)

((وتنزل من القران ما هو شفاء ورحمة للمومنين ولا يزيد الظالمين الا

Marfat.com

خسارا)) (سورہ اسراء، آیت: ۸۲)
میں نے عرض کیا: اے اللہ! بے شک تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے:
((ماء زم زم لما شرب له))
قرآن تیرا کلام ہے لہٰذا تو مجھے اپنی عافیت سے شفاء عطا فرما۔
اور میں نے اس برتن میں آب زم زم ڈال کر پی لیا تو مجھے عافیت عطا کر دی گئی اور میں نے بغیر معالج کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فالج سے خلاصی پائی اس پر اللہ تعالی کی حمد ہے۔

☆: آب زم زم میں عمومی طور پر ہر بیماری کی شفاء ہے اور خصوصی طور پر وہ بخار کی بیماری کی شفاء ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق باب صفۃ النار: ۳۳۰/۶ میں ابی جمرۃ ضبعی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے پاس مکہ میں بیٹھا تھا اور مجھے بخار ہو گیا تو انہوں نے کہا: اسے اپنے سے آب زم زم کے ساتھ ٹھنڈا کر کے دور کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"یہ بخار جہنم کی گرمی سے ہے۔ اسے پانی سے ٹھنڈا کرو یا راوی کہتے ہیں کہ فرمایا آب زم زم سے ٹھنڈا کرو۔"
یہ شک ابی جمرہ ضبعی سے روایت کرنے والے ہمام کو ہے۔
(حافظ ابن حجر، فتح ۱۷۵/۱۰، حدیث صحیح یا حسن ہے۔)
بخار کو ٹھنڈا کرنے کی کیفیت بہترین وہ ہے جو سیدہ اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہما کا عمل ہے کہ آپ بخار والے کے بدن پر اس کے سینے پر کچھ پانی چھڑک دیا کرتی تھیں۔ یہ ایسے ہی جیسے کسی کو دم کر کے پھونکنے یا چھڑکنے کی اجازت ہوتی ہے۔
اور پھر صحابی مثلاً: اسماء رضی اللہ تعالی عنہما تو ان حضرات میں سے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے گھر کے ساتھ لازم ہو چکے تھے تو یہ حضرات غیر سے زیادہ بہتر مراد جانتے تھے۔ (فتح الباری: ۱۷۶/۱۰)

☆: علامہ ابن قیم محمد بن ابی بکر متوفی ۷۵۱ نے کہا:
"میں نے اور کئی دوسرے لوگوں نے آب زم زم کے ساتھ شفاء حاصل کرنے سے عجیب وغریب امور کا تجربہ کیا ہے اور کئی بیماریوں سے میں آب زم زم کے ذریعہ شفاء کا طلب گار رہا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو گیا۔" (زاد المعاد: ۳۹۳/۴)

☆: علامہ ابن قیم کہتے ہیں:
"میں ایک بار بیمار ہو گیا اور مجھ ڈاکٹر و دوا میسر نہ ہوئے تو آب زم زم سے علاج کرتا تھا۔ ایاک نعبد وایاک نستعین پر عمل کرتے ہوئے میں آب زم زم لیتا اور کئی مرتبہ اس پر یہ آیت پڑھتا، پھر اسے پی لیتا تو اس سے میں نے مکمل تندرست پائی، پھر میں بہت ساری تکلیفوں دردوں کے وقت اس پر اعتماد

Marfat.com

کرنے لگا تو میں نے حد درجہ اس سے نفع پایا۔" (زاد المعاد: ۱۷۸/۴)

علامہ ازرقی نے ضحاک ابن مزاحم تابعی سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آب زم زم کا تضلع (خوب سیر ہو کر پینا) منافقت سے بیزاری ہے اور آب زم زم صداع یعنی سر کے درد کو دور کرتا ہے اور اس میں دیکھنا بینائی کو بڑھاتا ہے۔ (اخبار مکہ: ۴۵/۲) (حافظ سخاوی، مقاصد حسنہ، صفحہ ۳۶۰)

☆: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (وصال ۲۴۱ ہجری)، آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ آب زم زم پیتے تھے، اس سے شفاء کے طلبگار ہوتے اور اس کو اپنے ہاتھوں اور چہرے پر ملتے تھے۔" (سیر اعلام النبلاء ذھبی: ۲۱۲/۱۱)

☆: امام تقی الدین فاسی نے شفاء الغرام ۲۵۵/۱ میں اپنے شیخ حافظ زین الدین عراقی عبدالرحیم بن حسین متوفی ۸۰۶ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ذکر کیا:

"انہوں نے کئی مقاصد کے لیے آب زم زم پیا جن میں سے ایک ان کے پیٹ کے ساتھ معین بیماری سے شفاء ہے، لہٰذا آپ کو اس بیماری سے بغیر دوا صرف آب زم زم کے ساتھ شفاء عطا ہوئی۔"

☆: جناب محترم المقام ڈاکٹر شیخ محمد مظہر بقا (جو اصول فقہ اور فقہ پر احیاء التراث الاسلام کے مرکز جامعہ ام القری میں تحقیقی کام کر رہے ہیں) اللہ تعالیٰ انہیں خیر و عافیت سے رکھے اور ان سے نفع عطا فرمائے، نے مجھے بیان کیا کہ انہوں نے جب ۱۳۹۰ھ میں پہلا حج کیا۔ اس وقت انہیں سلسل البول کی بیماری تھی، طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے معذور تھے۔ انہوں نے شفاء کی نیت سے آب زم زم پیا اور اپنے رب سے اس کرم کی دعا مانگی کہ نمازیں اور عبادات کو پوری پوری پاکیزگی کے ساتھ ادا کریں اور انہیں اس بیماری سے نجات حاصل ہو جو طہارت اور پاکیزگی کے منافی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی کو پینے کے بعد اسی دن سے شفاء عطا کر کے ان پر کرم کر دیا اور وہ ایسے ہوئے کہ جیسے انہیں یہ بیماری تھی ہی نہیں۔

☆: صاحب جوہر منظم متوفی ۱۱۶۵ نے ذکر کیا ہے کہ ان کے ایک ساتھی تھے جنہیں عبدالرحمٰن بن مصلح الدین کہا جاتا تھا، انہوں نے انہیں بتایا:

"میں چھوٹا تھا ایک ڈراؤنی شکل والے کے پاس قرآن پڑھتا تھا۔ ایک دن میرے لئے سبق یاد کرنا مشکل ہو گیا، جب اس نے دیکھا کہ میں نے سبق یاد نہیں کیا تو اس نے میری طرف غصہ سے ترچھی نگاہ سے دیکھا اور پٹائی کے بغیر مجھے بہت برا بھلا کہا۔ اس کی ہیبت سے مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تو میں بولنے پر قادر نہ رہا اور نہ کھڑا ہونے کی ہمت رہی اور میں ان کے چہرہ کو ٹکٹی باندھے دیکھتا رہ گیا اور پسینہ میرے جسم سے اس طرح بہنے لگا کہ میرے نیچے والا فرش گیلا ہو گیا۔ یہ خبر میرے والد صاحب کو پہنچی تو وہ اپنے علاقہ کے بہت سے طبیب میرے پاس لائے۔ تمام حکماء و ڈاکٹر حضرات نے اس پر اتفاق کر لیا کہ اس بیماری کے لیے (الافلونیا) کے سوا کوئی دوا زیادہ نفع بخش نہیں ہے۔ ابا جان اس سے رک گئے اور فرمایا: اگر یہ بڑی عمر والا ہوتا تو میں اس کو حرام نہ کھلاتا جبکہ اس وقت یہ تمیز

Marfat.com

کی عمر سے بھی کم ہے۔ پھر آپ نے مجھے شفاء کے ارادہ سے آب زم زم پلانا شروع کر دیا تو میں نے بولنا شروع کر دیا حتی کہ دن بدن میری زبان کی گرہ کھلتی چلی گئی، پھر بالکل یہ تکلیف اللہ تعالیٰ کی مدد سے قریب ترین زمانے میں زائل ہو گئی۔"

☆: امام تقی الدین فاسی متوفی ۸۳۲ ہجری نے ذکر کیا کہ فقیہ علامہ مدرس مفتی ابوبکر بن عمر بن منصور اصبحی جو یمن کے معتبر علماء میں سے ہیں، انہوں نے پانی زم زم پیا۔ استسقاء کی عظیم بیماری سے شفاء کی نیت سے جو انہیں مکہ میں ہی لگی تو آب زم زم پینے کے اثر سے آپ کو شفاء ہو گئی۔ ان کے بیٹے کا بیان ہے کہ جب انہیں شدید استسقاء کی مرض ہوئی تو وہ ڈاکٹر کے پاس مکہ میں جانے کے ارادہ سے نکلے تو جس ڈاکٹر کے پاس گئے اس نے ان کی طرف توجہ ہی نہ کی اس وجہ سے ان کا دل ٹوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں آب زم زم پینے کا خیال ڈال دیا، اس حدیث کے سبب جو اس بارے وارد ہوئی آب زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے اسی مقصد کے لئے ہے تو انہوں نے زم زم کا ارادہ کر لیا اور ایک ڈول منگوا کر پانی پیا، حتی کہ آپ خوب سیر ہو گئے اور سیر ہونے کے بعد آپ نے اپنے پیٹ میں کوئی چیز ٹوٹتی محسوس کی تو آپ جلدی جلدی بھاگے حتی کہ رباط سدرۃ تک پہنچے تا کہ اس سے نجات حاصل کریں۔ وہاں تک پہنچتے ہوئے انہیں مسجد بھر جانے کا ڈر تھا تو انہوں نے کھل کر پاخانہ کیا، پھر آب زم زم کی طرف لوٹ آئے اور دوبارہ خوب پیٹ بھر کر پیا اور پھر کثیر مواد نکالا اس کے بعد صحیح ہو گئے۔

اسی اثناء میں کہ ان دنوں وہ مکہ میں کسی جگہ کپڑے دھو رہے تھے اور اپنے پاؤں سے ان کو کوٹتے تھے تو اچانک وہی ڈاکٹر جس نے انہیں چیک کر کے مہربانی کرنے سے منہ پھیر لیا اس نے کہا: کیا تو وہی ہے جسے وہ بیماری تھی۔؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: کس چیز سے تو نے علاج کیا؟ فرمایا: آب زم زم سے۔ تو اس نے کہا: اللہ پاک ہے جس نے تجھ پر لطف و کرم کیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات بھی پہنچی کہ اس ڈاکٹر نے جب ان کو پہلی بار دیکھا تو کہا تھا:

"یہ تین دن نہیں جیے گا۔"

☆: امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۹۷۳ھ نے فرمایا:

"جب میں نے ۹۴۷ھ کو حج کیا اس وقت میرے پیٹ میں خربوزہ کی مقدار پھوڑا تھا اور مصر کے حکماء پہلو سے میرا آپریشن کر کے اسے نکالنے پر متفق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا تو میں نے طواف وداع کے بعد آب زم زم شفاء کی نیت و ارادہ سے پی لیا۔ آب زمزم پیتے ہی میرے پیٹ میں حرارت پیدا ہوئی حتی کہ وہ پھوڑا پک گیا اور سودا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکل گیا، یہاں تک کہ ایک تھال بھر گیا اور یہ کام ایسا نہ تھا جس کا کرنا ڈاکٹروں اور حکیموں کی قدرت میں ہو۔"

(کتاب لواقع الانوار القدسیۃ فی بیان العھود المحمدیۃ للشعرانی: ۲۴۲ دار القلم العربی حلب)

☆: فاکھی نے اخبار مکہ ۲/۳۵ میں کہا:

Marfat.com

''اہل مکہ نے ایک آدمی کو مسجد حرام میں باب الصفا کے قریب دیکھا۔لوگ اس پر اکٹھے ہوئے تھے۔ میں اس کے قریب ہوا تو ایک آدمی کا منہ بندھا ہوا تھا تا کہ نہ کاٹے اور نہ کھائے۔ میں نے کہا: اسے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس نے ستو پیئے اور ستو کے اندر سوئی تھی، وہ اس کے حلق میں چلی گئی۔اس کے حلق میں رک گئی اور یہ منہ بند نہ کرسکتا تھا اور اچانک موت جیسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا۔اس کے پاس ایک آنے والا آیا اور اسے کہا: آب زم زم تک چلو، پھر اس سے پیو نیت نئے سرے سے کرلو اور اللہ تعالیٰ سے شفاء مانگو۔ وہ آب زم زم کے پاس گیا اور پوری کوشش کر کے اس نے پیا حتی کہ اسے خوشی وفرحت ہوئی، پھر وہ اپنی جگہ واپس آ گیا اور میں اپنے کام کے لئے چلا گیا۔پھر جب اس کے کئی دنوں بعد میں اس سے ملا اسے کوئی تکلیف نہ تھی۔ میں نے اس سے کہا: تیرا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے آب زم زم پیا تو پھر میں اپنے پہلے حال پر آ گیا یہاں تک کہ میں ایک ستون کے پاس پہنچا تو میں نے اپنی پشت سے اس کے ساتھ ٹیک لگالی، مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گیا، جب میں نیند سے بیدار ہوا تو میں نے سوئی کو بالکل محسوس نہ کیا۔''

☆: امام تقی الدین فاسی لکھتے ہیں کہ احمد بن عبداللہ شریفی جو مسجد حرام مکہ شریف میں فراش تھے۔انہوں نے اپنے اندھے پن سے شفاء کے لیے آب زم زم پیا تو انہیں شفاء عطا ہوئی۔اس کی خبر مجھے ہمارے شیخ علامہ تقی الدین عبدالرحمٰن بن ابی الخیر فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دی۔(زمزمی، نشر الآس)

☆: حافظ جاراللہ ابن فہد محمد بن عبدالعزیز بن عمر متوفی ۹۵۴ نے اپنی کتاب نعمت الرحمٰن فیما یعین علی حفظ القرآن میں اپنے دادا شیخ نجم الدین ابن فہد عمر بن محمد مورخ سے نقل کیا کہ میں نے اپنے والد رحمہ اللہ تعالیٰ کو حکایت بیان کرتے سنا:

''جب ان کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا وہ مکہ میں تھے، پانی اس قدر بہتا رہا کہ ان کی بینائی ختم ہوگئی اور انہیں کچھ نظر نہ آتا تھا، وہ ایک چلا کر لے جانے والے کے کچھ وقت محتاج ہو گئے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے شفاء کی نیت سے آب زم زم پیا اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور اس کی تصدیق کے لئے جو آب زم زم کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور میں نے اپنی آنکھوں میں بھی پانی ڈالا تو مجھے اس عارضہ سے بہت جلد نجات مل گئی، حالانکہ ڈاکٹر حضرات آنکھ میں پانی ڈالنے سے مجھے روکتے تھے، پانی آنکھ میں ڈالنے کو وہ اندھا ہونے کا سبب کہتے تھے، لیکن جب طبیعت کے معاملہ پر اللہ تعالیٰ کی مدد غالب ہو تو معاملہ الٹ جاتا ہے۔''

☆: حافظ جاراللہ محمد بن عبدالعزیز نے اپنے بارے لکھا:

''۹۱۰ھ میں اسی طرح کا واقعہ مجھے پیش آیا کیونکہ میری آنکھوں کو درد شروع ہوگئی۔اس بیماری جو ''حطاط'' کہا جاتا ہے اور اس بیماری میں آنکھوں کی پلکوں کے اندر چھوٹے چھوٹے دانے نکل آتے ہیں۔اس تکلیف نے مجھے مطالعہ اور رات کو مسجد حرام میں حج کے دنوں میں چلنے سے روک دیا تو میں

Marfat.com

مطاف شریف میں نماز صبح ادا کرتا اور زم زم کے کنویں کی طرف چلا جاتا اور اس کا پانی پیتا اور حجر اسود کے مقابل حوض میں اپنا سر داخل کر دیتا اور اس کے درمیان اپنی آنکھیں کھولتا اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگتا اور میرا دل ٹوٹ چکا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسی سال اس بیماری سے مجھے عافیت عطا کر دی۔"

☆☆☆

آب زمزم کی تقسیم کا جال

آب زمزم کی تقسیم کا جال باب السلام کے ذخیرہ آب سے منسلک ہے اور کنویں پر پمپ لگے ہوئے ہیں جو ۲۰ ہارس پاور بجلی سے چلتے ہیں۔ باب السلام کا ذخیرہ آب تیز رفتار پانی کے ۱۲ انچ کے لوہے کے پائپ کے ساتھ پھیلا ہوا ہے اور ایام حج کے علاوہ پمپ دن میں ٦ سے ۷ گھنٹے مسلسل بلا توقف چلتا رہتا ہے' اور ۷۵۰ لیٹر پانی فی منٹ خارج کرتا ہے' لیکن حج کے موسم میں پمپوں سے لمبے وقت تک کام لیا جاتا ہے اور ۱۲ انچ قطر کا پائپ حرم کے زیر زمین زمزمہ کے حجروں اور خلاوی کو پانی مہیا کرتا ہے۔ پانی کے جال میں ۱۹۴ ٹونٹیاں ہیں۔ ان میں سے ۱۵۵ زمزمہ کے حجروں اور خلاوی اور ۳۹ ٹونٹیاں زمزم کے منطقہ میں ۱.۲ میٹر بلند ہیں اور پیتل سے بنی ہوئی ہیں۔ وزارت حج و اوقاف نے ایک حجرہ تہ خانے میں اس غرض کے لئے مخصوص کر رکھا ہے کہ اگر دیگر مخزنوں میں پانی کی رفتار کم ہو جائے تو اس میں پانی جمع کر لیا جائے۔ یہ حجرہ زمزم کے جال سے متصل ہے اور برامیل (پیپوں) سے تیار شدہ ہے جو زیادہ تر معدنیات اور مٹی کے بنے ہوئے ہیں تاکہ ان میں پانی جمع کیا جائے۔ زمزمہ اپنے برتن ان برامیل سے بھرا کرتے تھے اور حرم اور اس کے اردگرد چل پھر کر زائرین کو کٹوروں میں یا حرم کے منطقہ حصاوی میں متعین مقامات پر بیٹھ کر پانی پلاتے۔ جمعہ کے دن' رمضان المبارک اور گرمی کے مہینوں میں سینکڑوں کی تعداد میں یہ برتن آب زمزم سے بھر کر مطاف کے اردگرد حصاوی میں زائرین کے پینے کے لئے رکھ دیئے جاتے۔

☆☆☆

چند سال پہلے مکمل ہونے والے منصوبہ جات

گزشتہ سالوں میں مطاف کی توسیع اور اندرون حرم نکاسی آب کے نظام کے بہتر بنانے کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ ۱۳۹۲ھ کو وزارت مال اور ملکی اقتصادیات نے اس بارے میں تفصیلی و تحقیق مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ پاکستان کی متحدہ انجینئرز ایسوسی ایشن پر ذمہ داری عائد کی گئی کہ وہ مطاف اور منطقہ زمزم کی توسیع کے لئے منصوبہ بنا کر تفصیلی تحقیقاتی رپورٹ پیش کرے اور اسی طرح مغربی جرمنی کنسلٹنٹ انجینئرز و۔ف۔کورنر کے

Marfat.com

اشتراک عمل سے حرم کے پانی کی نکاسی کی سکیم اور رپورٹ تیار کرے۔

لہٰذا مشاورتی اداروں کی اس سکیم کے لئے ابتدائی تحقیقات حکومت کی طرف سے منظور ہونے کے بعد تفصیلی نقشہ' عملدرآمد کے خاکے اور ٹنڈر طلبی کی دستاویزات تیار کر لی گئیں اور بن لادن فاؤنڈیشن کے ساتھ' اس کی عظیم الشان مسجد کی توسیع کے عظیم تجربات کے پیش نظر' منصوبے پر عملدرآمد کے لئے مذاکرات ہوئے اور وزراء کی کابینہ کی منظوری کے بعد متعلقہ جگہ کو ۱۳۹۸۔۵۔اھ کو کنٹریکٹر سپرد کر دیا گیا اور اس منصوبے پر بہترین طریقے سے کام کیا گیا۔

مطاف اور منطقہ زمزم سے متعلق جدید سکیم کی خصوصیات:

۱۔ مطاف کے دائرے کا قطر ۶۴.۸ میٹر کے مقابلے میں ۹۵.۲ میٹر کر دیا گیا اور مطاف کا رقبہ ۳۲۹۸ مربع میٹر سے بڑھ کر ۷۱۱۹ میٹر ہو گیا، اس توسیع کے ساتھ مطاف میں ایک ہی وقت میں ۲۷ ہزار افراد کے لئے جگہ میسر ہو گئی۔ اب کعبۃ اللہ کے مطاف اور دونوں منزلوں اور طواف کے لیے بنائی گئی لوہے کی عارضی سلوں کے ذریعے ۲۵ لاکھ حاجیوں کے طواف کرنے کی سہولت میسر ہے۔

۲۔ تہ خانہ میں جہاں زمزم ہے' کے رقبہ کی وسعت ۱۳۵ مربع میٹر سے بڑھ کر ۱۲۱۰ تا ۱۴۵۰ مربع میٹر ہو گئی۔ زمزم کی جدید عمارت کنویں کا قریب سے مشاہدہ اور ٹونٹیوں سے پانی پینا آسان ہو گیا اور یہ وسعت اتنی ہو گئی کہ ایام حج میں ۲۵ سو افراد کے مجمع کے لئے کافی ہے۔

۳۔ جدید تہ خانے کے الگ الگ دو حصے ہو گئے۔ ایک مردوں کے لئے اور دوسرا خواتین کے لئے۔ ہر حصے میں ایک سیڑھی اور لفٹ داخل ہونے کے لئے اور دوسری باہر آنے کے لئے۔ حج کے دوران حجاج کے آنے جانے کے لحاظ سے داخل ہونے اور باہر آنے کے مقامات متعین کر دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ پینے کے پانی (آب زمزم) کے نلوں کی ترتیب میں تعداد اور منصوبے کی رو سے بہتری آئی جس سے پانی پلانے کی خدمات بآسانی سرانجام دی جا سکتی ہے اور یہ آمد و رفت میں یقینی سہولت کا باعث بھی ہے:

۵۔ زمزم کے تہ خانے کو ائیر کنڈیشنڈ کر دیا گیا اور تازہ ہوا مہیا کرنے کے لئے جدید اپریٹس کا انعقاد کیا گیا تاکہ اس جگہ کا درجہ حرارت ۳۲ سینٹی گریڈ سے نہ بڑھنے پائے اور ہوا کے نظام کی ترتیب اس کو روکنے اور کھولنے کے سسٹم پر مبنی ہو نہ کہ اندرونی ہوا کی تحریک کی تنظیم پر۔

۶۔ تہ خانے کو جدید دروازے لگائے گئے تاکہ حج کے علاوہ دوسرے دنوں میں دیکھ بھال اور کام کی اضافی ذمہ داری کے پیش نظر اس کا نصف حصہ بند رکھا جائے۔

۷۔ تہ خانے میں بجلی کے قمقموں کے ذریعے بالواسطہ متحرک رکاوٹوں کے ساتھ عام دنوں میں ۷۵ واٹ روشنی ہوتی ہے اور رمضان اور حج کے دنوں میں ۱۵۰ واٹ روشنی کی جاتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

آب زمزم کی تقسیم کا نظام

حرم شریف میں تقسیم آب کا موجودہ نظام ماضی میں پمپوں کے انعقاد' ذخیرہ آب کے اہتمام' اسے ٹھنڈا کرنے اور اس کی تقسیم درست شدہ جال پر مشتمل جدید کمپریشر سسٹم کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا۔ مجوزہ نظام کی خوبیاں درج ذیل ہیں:

۱۔ جدید قسم کے اپریٹس لگائے گئے جن سے مخازن آب میں پانی کے پمپ کرنے' اس کی اصلاح کرنے اور اسے ٹھنڈا کرنے کی سہولت یقینی ہوگئی۔

۲۔ باب السلام پر واقع موجودہ مخزن حج کے دنوں میں اضافی پانی جمع کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عام دنوں میں مجوزہ سکیم کے مخازن ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی ہیں۔

۳۔ چاہ زمزم پر پانی نکالنے کا مرکزی پمپ زیر آب پمپ سے تبدیل کر دیا گیا۔

۴۔ چاہ زمزم کو بیرونی فضا سے محفوظ کرنے کے لئے اس کے لئے شفاف ڈھکنا تیار کیا گیا۔

۵۔ تہ خانے میں موجودہ ۳۹ پیچدار ٹونٹیوں سے بڑھ کر ۳۵۰ ٹونٹیاں ہوگئیں اور ایک منٹ میں ۱۳۵۰ اشخاص پانی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح حج کے موسم میں روزانہ پانچ لاکھ اشخاص پانی پی سکتے ہیں۔ پانی پینے والی نوکدار نالیوں کی بلندی اور ان کے طرز سے وضو اور غسل کے ساتھ پانی کے غلط استعمال کی حوصلہ شکنی ہوگئی۔ ۱۴۳۳ ہجری میں ان ٹونٹیوں میں خاصہ اضافہ کیا گیا، جس سے پانی استعمال کرنے والوں کو مزید سہولت مل گئی۔

٦۔ نمازیوں اور حاجیوں کو ٹھنڈا پانی مہیا کرنے کے لئے گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور میں مناسب مقامات پر مجموعی طور پر ۳۸۴ پیچدار ٹونٹیاں لگائی جائیں گی اور ہر ٹونٹی کو اس ترتیب سے لگایا گیا کہ گرایا ہوا پانی مسجد کے نکاسی والے پائپ میں بہہ جاتا ہے۔

۷۔ تہ خانے میں زمزمہ کے نظام کو قائم رکھا گیا لیکن ان پیچدار ٹونٹیوں کی تعداد بتدریج کم کر دی گئی۔

۸۔ حرم کے اردگرد اور صحن میں صفائی کے لئے اور آگ پر قابو پانے کے لئے کافی تعداد میں پانی کے ماخذ تیار کئے گئے جن میں پانی ان مخزنوں سے آتا ہے جنہیں دوبارہ یہ کنوئیں کے پانی سے بھرا جاتا ہے۔

☆☆☆

استعمال شدہ آب زمزم کی نکاسی

یاخور کنواں:

چاہ زمزم کی سطح نشیب ہونے سے قبل اس کا استعمال شدہ پانی ''یا خور'' کنویں کی ڈرین میں قدرتی ڈھلان کے باعث پورا پورا نکل جاتا تھا۔ حرم کی نکاسی کا نالہ بھی اسی ڈرین میں جا پڑتا تھا۔ کنویں کی سطح نشیب میں ہوجانے

Marfat.com

کے بعد زمزم کا پانی بڑی مشکل سے نالہ مذکورہ میں جاتا اور اگر اس نالہ میں کوئی رکاوٹ واقع ہو جاتی تو قدرتی ڈھلان کے طریقے سے نکاسی میں مزید مشکلات پیدا ہو جاتیں۔

''یا خور'' ترکی زبان کا لفظ ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ترکوں کے تسلط کے دوران زمزم سے بہنے والے اور حرم میں پڑنے والی بارشوں کے پانیوں کے نکالنے کے لئے گہرا نالہ بنایا گیا اور ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نالہ اس گہرے کنویں سے ملا ہوا تھا جو حرم سے ایک فاصلے پر واقع تھا اور اس کی جائے وقوع نامعلوم تھی اور اپنی بہت بڑی گہرائی کے باعث کنواں کہلاتا اور کئی چھوٹی چھوٹی نالیاں تھیں جو موجودہ محلّہ مسفلہ کی عمارتوں کے نیچے سے گزرتیں۔ ان نالیوں کی ابتداء معلوم نہیں لیکن احتمال یہ ہے کہ ترکوں نے انہیں یا خور کنوئیں کے مخارج کے طور پر قائم کیا ہوگا۔ حرم میں تبدیلیاں ہونے' بکثرت عمارتوں کے بن جانے' متعدد ادوار کے گزرنے اور زمزم کے نکاسی کے نظام کو یا خور کنوئیں میں گرنے والی نالیوں سے ملانے کے نتیجہ میں نیز یا خور کنویں میں پانی پڑنے کے باعث اور غالباً ان نالیوا) کے ٹوٹ پھوٹ کے نتیجے میں یا خور کنوئیں کے نظام میں رکاوٹیں پیدا ہو گئیں اور وہ بے کار ہو کر رہ گیا۔

نکاسی کے دو مرحلے:

چنانچہ اس وقت کی صورت حال کی تحقیقات۔ کے لئے نکاسی آب کو دو مرحلوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

مرحلہ اول: یہ چاہ زمزم کے استعمال شدہ پانی کے حرم سے باہر نکالنے کا مرحلہ ہے جبکہ اس کا اختتام (۲۸۴۳۹) سے منسوب مقام پر ہوتا ہے اور چھوٹے بازار کے مدخل کے مقام کے قریب جا گرتا ہے اور اس مرحلہ میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔

مرحلہ ثانی: یہ اس مقام سے محلّہ مسفلہ کی طرف یا خور کنوئیں کے نالہ کی صفائی کی صورت میں پانی کی نکاسی یا اس پانی کے شارع ھجلہ کے ساتھ واقع بارشوں کے پانی کی نکاسی کے نالے میں پمپ کرنے کا مرحلہ ہے۔ امور حرم کے ذمہ دار ادارے نے یا خور کنوئیں کے نالے کی صفائی کا کام اپنے ہاتھ میں لیا اور احسن اظہر کے گھر سے لے کر شارع ہجلہ کے ساتھ عبد الغفار بخاری کے گھر تک ۱۵۰۰ میٹر تک صفائی میں کامیاب ہو گیا۔

نکاسی کی مشکلات:

اس کے بعد اس کی راہ گزر بارش کے پانی کے نکاس کے نالے کی نسبت نشیب میں ہونے کے باعث اس کی صفائی مشکل ہو گئی اور درج ذیل مشکلات پیش آئیں:

۱۔ متعلقہ علاقہ آباد تھا اور اس میں کھدائی سے عمارتوں کی بنیادوں کو خطرہ در پیش تھا۔

۲۔ یا خور کنوئیں کے نالے کی گزرگاہ سے کامل واقفیت کا نہ ہونا جس سے کارکنوں کو بیشتر اوقات میں اندازے سے کام لینا ہوتا۔

۳۔ زمین کی متعلقہ بلندی اور کنوئیں کے نالے کا متعلقہ نشیب اور سابقہ تجربات کی بنیاد پر یہ آگاہی کی کھدائی کم و بیش ۱۱ میٹر کی گہرائی تک پہنچتی ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔

Marfat.com

۴۔ زیر زمین پانی، چٹانوں یا دیگر غیر معروف پانیوں کے نالوں کے درپیش آنے کا احتمال۔

۵۔ حفاظت کے کام کی مشقت جبکہ یہ کام بڑی اہمیت کا حامل تھا تا کہ ایسا نہ ہو کہ رکاوٹ پھر واقع ہو جائے۔

اور یہ بات واضح ہو کر سامنے آ گئی کہ حسن اظہر کے گھر سے لے کر چھوٹے بازار کی سڑک تک صفائی انتہائی مشکل ہونے کے علاوہ کثیر محنت و اخراجات کی بھی محتاج ہے۔

مشاورتی کمیٹی کی تجاویز:

پاکستانی انجینئرز کی مشاورتی کمیٹی نے زمزم اور حرم کے اندرونی پانی کے نکاس کے لئے سوق صغیر (چھوٹے بازار) کے مدخل سے مسفلہ تک مخصوص نالہ بنانے کی تجویز پیش کی، لیکن اس کام میں مشکلات تھیں۔ جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

ا۔ متعلقہ علاقہ آباد ہونے کے باعث اس میں کھدائی کا کام۔

ب۔ زیر زمین پانی، چٹانوں یا دیگر پانیوں کے غیر معروف نالوں کے موجود ہونے کا امکان۔

ج۔ چاہ زمزم سے لے کر نشیبی علاقہ تک کھدائی کی ضرورت تا کہ نکاسی کا عمل یقینی ہو جائے جبکہ زمزم کا علاقہ خاصا نشیب میں تھا جو کہ پانی کے مطلوبہ بہاؤ کے کام کا جائزہ لینے سے واضح ہوا۔

د۔ اکھاڑنے، کھودنے یا اس کے برعکس کرنے کے سبب مشکلات میں اضافہ کے باعث کثیر ذمہ داریوں اور وقت میں طوالت کا سامنا۔

ھ۔ نکاسی کے جدید طریقہ کار کے استعمال کا فقدان۔

و۔ نکاسی کے نالہ کی دائمی حفاظت کے کام کی با مشقت ذمہ داری۔

علی بسیونی کی تجاویز:

امور حرم کے انچارج انجینئر علی بسیونی نے زمزم اور حرم کے اندرونی پانیوں کی نکاسی کے لئے انہیں بارش کے پانی کی نکاسی کے نالے میں بلند اگزاسٹ پمپوں کے ذریعے ڈال دینے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ اس تجویز کو سابقہ تجاویز کے مقابلہ میں بہتر حل کے طور پر قبول کر لیا گیا۔ اس فیصلہ میں درج ذیل اسباب کو پیش نظر رکھا گیا:

(ا) بارشوں کے پانی کے نکاس کے نالے کی موجودگی کے باعث دوسرے نالے تعمیر کئے بغیر اسی سے استفادہ کا امکان۔

(ب) ذمہ داریوں میں کمی ہونے کے ساتھ ساتھ کم وقت میں کام کی تکمیل کی امید۔

(ج) کھدائی کے کام میں کمی اور شہر مکہ میں سے گزرنے والے نالوں کی کمی۔

(د) کھدائی کے اضافے کی صورت میں پڑوس کی عمارتوں کو جو خطرہ لاحق ہے اس سے اجتناب۔

(ھ) خودکار پمپوں کے ساتھ کام میں سہولت ہوگی۔ جب پانی متعین لیول تک پہنچے گا تو وہ اسے کھینچ لیا کریں گے۔ یہ طریقہ دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں اختیار کیا جاتا ہے۔ ضرورت صرف عمدہ قسم کے پمپوں کی

Marfat.com

ہے جنہیں کئی میٹر لمبے نالے کی نسبت دیکھ بھال اور حفاظت کی کم ضرورت ہوتی ہے۔

نکاسی آب میں رکاوٹیں:

وزارت مال و اقتصادیات نے ''نکاسی آب میں رکاوٹ کے اسباب'' کے موضوع کو تحقیقات کے لئے واٹسن مشاورتی کمپنی کے سپرد کیا اور واٹس کمپنی نے مذکورہ وزارت کو مفصل رپورٹ پیش کی۔ رپورٹ کا ملخص تبصرہ درج ذیل ہے:

(ا) حرم میں وقتاً فوقتاً نکاسی آب کے طریق کار میں غیر منتظمہ تبدیلی جس سے تمام نالوں کو ایک مقصد کے لئے نہیں بلکہ متعدد اغراض کے لئے استعمال کرنا۔

(ب) اندرون حرم سیلاب کے واقع ہونے کے سبب پرانی قدیمی نالیوں کا بند اور چھوٹا ہو جانا۔

(ج) حرم میں براہ راست بارشوں کے پڑنے' زیر زمین؛ پانی کے بلند ہونے اور حرم کی ہموار سطح کو پہلے کی نسبت بڑا کرنے سے حرم میں سیلابوں کا آتے رہنا۔

(د) اندرون حرم کے پانی کی نکاسی کا کام ''یا خور'' کنوئیں کے نالے سے لینا ممکن نہیں لیکن گہرے لیول کے ساتھ نالے کو بنایا یا پانی منتقل کرنے کے لئے پمپ لگانا ممکن ہے۔

واٹسن کمپنی کی سفارشات:

چنانچہ واٹسن کمپنی نے درج ذیل سفارشات پیش کیں:

۱۔ اندرون حرم اور بالخصوص زمزم کے پانی کی نکاسی کے علیحدہ نظام کا قیام۔

۲۔ اندرون حرم نکاسی کی قدیمی نالیوں کو گرا کر مٹی وغیرہ سے پر کر دینا کیونکہ پھر ان کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

۳۔ حرم سے پانی کے نکاس کے لئے پمپنگ سٹیشن کا قیام یا پانی کی گہری نالی جو بارش کے پانی کے نکاس کے نالے کے مطابق ہو۔

واٹسن کمپنی کو ہدایات:

چنانچہ وزارت مال و اقتصادیات وطنی نے اس تجویز اور سابقہ تجاویز جو تعقیم آب زمزم بذریعہ بالائے بنفشی شعاعیں تھیں' سے اتفاق کیا اور واٹسن مشاورتی کمپنی کو ماہ رمضان ۱۳۹۱ھ کے آغاز میں مندرجہ ذیل کام کی ہدایات جاری کیں۔

۱۔ آب زمزم کے نکاس کے نالے کی بہتری کا عمل اور اس لحاظ سے بھی کہ وہ حرم کے نالے سے علیحدہ ہو کہ اس سے نہ ملے تا کہ آب زمزم کے قدرتی ڈھلوان کے ساتھ بیرون حرم جمع ہونے کے مقام تک پوری پوری نکاسی زیر نظر رہے اور اس مقام سے زمزم کے نالے کا پانی حرم کے پانی کے نکاس کے نالے میں پمپ کر دیا جائے۔

Marfat.com

۲۔ بارشوں اور حرم کے دھونے کے پانیوں کے نکاس کی مکمل ذمہ داری فی الحال موجودہ مصارف سے استفادہ کے امکان کو پیش نظر رکھا جائے نیز مسجد کی تہ کو کھولنے کی غرض سے اور دھلائی کے پانی کے جال کے کام کے لئے کھدائی سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔

۳۔ زمزم کے جمع شدہ پانی اور اسی طرح مختلف مصادر سے اندرون حرم سے نکاسی کے جمع شدہ پانی کا ضروری سروے کہ وہ قدرتی ڈھلان کے ساتھ اس نالے میں بہ جائے جس کا بہاؤ شاہی میدان سے مسفلہ کی طرف شدہ ہے اور نکاس کے پیش نظر اس نالے میں جو تبدیلیاں ضروری ہوں' ان کا مطالعہ وسروے کیا جائے۔

۴۔ آب زمزم کی تعقیم کے لئے چاہ زمزم کے مخصوص فیڈرز کے دہانوں پر لگائے جانے والے تعقیم کے اپریٹس کے لئے مطلوبہ تحقیق وسروے کیا جائے۔

۵۔ موجودہ روشوں کی توسیع کے لئے مرمر کے سلیب لگانے کا جائزہ اور اسی طرح سفید سنگ مرمر سے مختلف مواد کے ساتھ مقامات حصاوی پر سلیب لگانے کا مطالعہ جو ضرورت پوری کرتا ہو اور پائیداری و کم حفاظت کے ساتھ ساتھ گرمی اور سردی کی تلافی کرنے والا ہو۔

واٹسن کنسلٹنٹ کمپنی کی تحقیقات اور اس پر عمل درآمد:

چنانچہ واٹسن کنسلٹنٹ کمپنی نے اس موضوع پر ابتدائی مکمل تحقیقات وزارت مال واقتصادیات وطنی کو پیش کر دیں۔ وزارت نے ان تجاویز پر غور کرنے میں کافی وقت صرف کیا۔ پھر اس کے بعد وزارت نے پاکستانی مشاورتی ادارے کو ذمہ داری سونپنے کا فیصلہ کیا جو حرم شریف کی تعمیر کی نگرانی کرتا رہا تھا جبکہ پہلے مطاف کی توسیع اور حرم کے پانی کے نکاس کے بارے میں واٹسن کمپنی ذمہ دار تھی۔

اس دوران میں پاکستانی ادارے کے مشیر کے طور پر کام کر رہا تھا اسی طرح جس طرح ادارے نے مکینکل اور الیکٹریکل کاموں سے سلسلہ میں انجینئر علی بسیونی کو بذاتہ اور جرمنی ڈبلیو ایف مشاورتی کمپنی سے مشارکت کے ساتھ مشیر بنا کر اس سے تعاون حاصل کیا تھا۔

لہٰذا بارش کے پانی کے پمپنگ سٹیشنوں کا کام اور آب زمزم کے نکاس اور اسے شارع ہجلہ کے ساتھ موجودہ پانی کے نکاس کے نالے کی طرف لے جانا تجویز کیا گیا کیونکہ ان پمپنگ سٹیشنوں کے قیام کی تکالیف' قدرتی ڈھلان کے بہت گہرے اس نالے کی نسبت جو ہجلہ کے خراسانی نالے کے ساتھ جا ملتا ہو قلیل تھیں اور تفصیلی سروے کی تکمیل اس بنیاد پر ہوئی کہ مستقبل میں نکاس کے عمل میں قدرتی ڈھلان کو پیش نظر رکھا جائے تا کہ حرم پانیوں کے نکاس کیلئے پمپوں کی حاجت نہ رہے۔ اور پمپ صرف آب زمزم کی نکاسی کے لئے مختص رہیں۔ ان تحقیقات کی تکمیل کے بعد اس سکیم کا ٹنڈر بن لادن کے حق میں منظور ہوا اور کام شروع ہو گیا۔

پہلے منصوبے میں وادی کے درمیان شارع عام میں چلتے ہوئے بارش کے پانی اور سکیم کے لئے ضروری مالی وسائل کی دستیابی کے ساتھ' پانی کے جال' نالوں کی تعمیر اور شہر مکہ کی خوبصورتی کے بعد ۴×۴ میٹر پانی کے نالوں کی تعمیر منظور شدہ تھی۔ مگر جب شہر مکہ معظمہ میں بارش کے پانیوں کے نکاس کی سکیم کے نفاذ کا آغاز ہوا تو بلدیہ نے

Marfat.com

رائے پیش کی کہ شارع عام میں اس طرح کی سکیم پر عملدرآمد کرنا موٹر کاروں کی آمد ورفت، عمومی خدمات اور عوامی سہولیات سے متعلق پورے شہر کے نظام میں مخل ہوگا، چنانچہ بلدیہ نے مشاورتی کمپنی سے ان تجاویز کو مکہ مکرمہ کی پہاڑیوں کے نیچے سے شارع عام کے متوازی گزرنے والی بہت گہری سرنگوں میں تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا جس سے مطلوبہ مقصد بھی حل ہو جائے گا اور اس سے عمومی خدمات وسہولیات اور گاڑیوں کی آمد ورفت بھی متاثر نہ ہوگی۔
چنانچہ دو سرنگوں کا منصوبہ بالفعل مکمل ہو گیا جس میں ایک شارع عام سے متصلا گزرتی ہے اور ابی قبیس پہاڑ اور جبل قلعہ کے نیچے مسفلہ کے رخ پر چلتی ہے۔ اور دوسری سرنگ معابدہ کی طرف سے آتی ہے اور جبل ابی قبیس کے نیچے سے گزرتے ہوئے پہلی سرنگ کے ساتھ مل جاتی ہے۔ یہ بڑا جلیل القدر موقع تھا کہ اس پر اتفاق ہو گیا کہ وزارت مال واقتصاد وطنی، بارشوں کے نکاس کے لئے سرنگ بنوائے جس کی تعمیر قبل ازیں شرع مسیال میں تجویز کردہ تھی۔
اس حل کے نتیجہ کے طور پر اس نالے کی تعمیر کا مقصد حاصل ہونے کا امکان ہوا اور بارشوں کے نکاس کے سرنگ پر اکتفا ہوا جس کا آغاز جبل ابی قبیس کے نیچے ہوا۔

حرمین شریفین کے امور کے رئیس عام' بلدیہ کے امین کی موجودگی میں میٹنگ کے انعقاد کا فیصلہ ہوا' اس میٹنگ میں یہ اتفاق ہو گیا کہ حرم کے نچلے مقام سے نشیبی لیول سے زمزم کے پانی کے نکاس کا نالہ حرم شریف کے جملہ مقامات سے قدرتی ڈھلان کے ساتھ بنایا جائے۔ چنانچہ تعمیر کے ذمہ داران نے کام کا آغاز کر دیا' سرنگ کھودنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں پر آب زمزم کے لیول میں نقص ہے لہٰذا سرنگ کی گہرائی میں کام روک دیا گیا اور ماہرین کی متعدد کمیٹیاں اس موضوع کی تحقیقات اور چاہ زمزم کے نیڈرز کے پانی کی قدرتی گزرگاہوں کی طرف واپسی اور کسی بھی دیگر پانی کے اندر اس میں ملوث ہونے کو روکنے کی ضمانت کے لئے تشکیل دی گئیں۔

پروفیسر یحییٰ بکداش لکھتے ہیں کہ میں اس دوران امریکہ کے سفر پر تھا۔ چنانچہ میں نے اس صورت حال کی تحقیق شروع کی اور اس سلسلہ میں مرتب کی گئی جملہ رپورٹوں کا مطالعہ کیا اور فنی نقطہ نظر میں سنا اور برادر غازی سلطان کے ساتھ ایک میٹنگ میں میں نے انہیں سابقہ صورت حال کی تفصیل بتائی اور انہوں نے بالتفصیل بتایا کہ ان کی رسائی کہاں تک ہوئی ہے اور اب ان مسائل کے حل کی کیا تجاویز ہیں۔

میرا ہمیشہ سے نقطہ نظر رہا ہے حتیٰ کہ سرنگ کی کھدائی اور آب زمزم میں قدیم زمانوں میں اس قدر فراوانی نہیں تھی اور گزشتہ سالوں میں آب زمزم کے لیول میں جو اضافہ ہوا ہے وہ کئی مختلف عوامل کا نتیجہ ہے۔ اس لیے میں نے سرنگ کی کھدائی کے نتیجہ میں جو کچھ پیش آیا' اسے آب زمزم کی بہتری' اس کی تطہیر' اور زیر زمین پانی سے جو اس پر غالب آ رہا تھا سے خلاصی پر محمول کیا۔

چنانچہ میں نے صاحب جلالت شاہ فہد بن عبد العزیز کو اپنے نقطہ نظر پر رپورٹ پیش کی۔ میں نے اس میں قدیم مورخین کی آراء کا ذکر کیا اور چاہ زمزم سے متعلق کنویں میں پانی کے لیول سے متعلق اور جو ظاہر ہو رہا ہے کہ چاہ زمزم کا پانی پہلے کبھی اس فراوانی کے ساتھ نہ تھا، نیز تاریخی کتابوں میں واردشدہ زمزم کے خشک ہونے اور ماضی وحال میں اس کی صفائی سے متعلق اس پر گزرنے والے مراحل کا حوالہ دیا۔ اسی طرح میں نے اپنی رپورٹ میں ان

Marfat.com

اقدامات کا ذکر کیا جو میری نظر میں سرنگ کی کھدائی کے بعد آب زمزم کے لیول میں واقع ہونے والے نقص کے علاج کی مناسبت سے مشکل تھے۔ چنانچہ ان تفصیلات پر جن کی میں نے وضاحت کی اور میری طرف سے پیش کیے جانے والی تجاویز پر جلالت الملک شاہ فہد کی طرف سے مجھے شکریہ اور قدر دانی کا عندیہ ملا۔

☆☆☆

چاہ زمزم کے چشمے اور پیمائش

آبِ زم زم کا کنواں کعبہ مشرفہ کے قریب واقع ہے لیکن اس کا بالائی حصہ مطاف (طواف کی جگہ) کے نیچے ۱۵۶ میٹر گہرائی میں ہے۔ مطاف کی زمین میں مقام ابراہیم کے پیچھے بائیں طرف جبکہ نگاہ کعبہ مشرق کی طرف ہو، وہاں پر ایک گول پتھر رکھا گیا ہے جس کے اوپر (بیئر زم زم) لکھا ہے۔ موجودہ کنواں کے بالائی حصہ کے ساتھ قبہ کے اندر مطاف کی سطح کے نیچے ستون بنا ہوا ہے۔

مطاف کے آخر میں مقام ابراہیم کے پچھلی جانب کنویں کے منہ کی طرف سیڑھیاں بنائی گئی ہیں، جو کنویں کے منہ تک پہنچاتی ہیں۔ یہ آب زم زم کے کنواں کی جگہ اور مکان کے متعلق مسئلہ تھا۔ البتہ کنویں کی حالت دو طرح کی ہے۔

۱۔ وہ حصہ جس کی گہرائی ۱۲٫۸۰ میٹر ہے کنویں کے منہ سے۔

۲۔ وہ حصہ ہے جسے پہاڑ کی چٹان میں سوراخ کر کے بنایا گیا، اس کی لمبائی ۱۷٫۲۰ میٹر ہے۔ اسی طرح کنویں کی گہرائی تیس میٹر کنویں کے منہ سے اس کی نچلی سطح تک ہے۔

پانی کی سطح تک کنویں کے منہ سے گہرائی ۴ میٹر کے قریب ہے اور وہ چشمے جو کنویں کو پانی پہنچاتے ہیں ان کی گہرائی کنویں کے منہ سے ۱۳ میٹر ہے اور چشموں سے کنویں کی آخری حد تک گہرائی ۱۷ میٹر ہے۔

کنویں کا قطر گہرائی کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے اور وہ ۱٫۴۵ اور ۲٫۶۵ میٹر کے درمیان ہے۔

وہ چشمے جن سے کنویں میں پانی آتا ہے تین ہیں۔ ایک چشمہ رکن اسود (حجر اسود والے کونے) کے محاذی ہے۔ ایک چشمہ جبل ابی قیس اور صفا کے برابر سامنے ہے اور تیسرا چشمہ مروہ کے محاذی ہے۔

(اخبار مکہ ازرقی ۶۱/۲، فاکہی ۷۴/۲)

زم زم کے چشموں کی یہ حدود پرانی، تیسری صدی میں اور اس سے پہلے تھی۔ البتہ جو حد نئی ۱۴۰۰ ہجری میں مکمل ہوئی اسے انجینئر استاذ یحییٰ کوشک یوں بیان کرتا ہے:

''مصدر رئیسی (پانی کے نکلنے کا بڑا مرکز) وہ سوراخ و چشمہ ہے جو کعبہ شریف کی طرف رکن غربی حجرِ اسود کی سمت میں ہے، اس کا طول ۴۵ سینٹی میٹر ہے، اس کی بلندی ۳۰ سم اس سے پانی کی سب سے بڑی مقدار پھوٹتی ہے اور دوسری پانی نکلنے کی جگہ پڑی ہے جو مکبرّیہ (اذان و اقامت کہنے کی جگہ) کی جانب ہے۔ ۷۰ سم لمبائی، اندر سے دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اس کی بلندی ۳۰ سم ہے۔

Marfat.com

وہاں پر کچھ چھوٹے سومے ہیں جو کنویں کے اندر پتھروں کی عمارت کے درمیان ہیں ان سے پانی نکلتا ہے۔ پانچ سومے دو بنیادی سوموں کے درمیان والی سطح میں ہیں۔ ان کی مقدار ایک میٹر ہے جیسے کہ ۲۱ دوسرے سومے بھی موجود ہیں جو پہلے بنیادی سومے سے ظاہر ہوتے ہیں، یہ جبل ابی قبیس اور صفا و مروہ۔''

پہلے لوگوں میں سے بیشتر لوگ زمزم کا اوپر سے لے کر اس کی تہ تک کا اور اس کی وسعت کا اندازہ کرتے رہے ہیں۔ نیز یہ کہ اس کے اندر کتنے چشمے ہیں۔ ازرقی کہتے ہیں کہ زمزم کی اوپر سے لے کر نیچے تک گہرائی ۶۰ ذراع تھی اور اس کی تہ میں تین چشمے تھے، رکن اسود کے سامنے کا چشمہ' ابی قبیس اور صفا کے سامنے کا چشمہ اور مردہ کے بالمقابل کا چشمہ۔ پھر اس کا پانی بہت کم ہو گیا تا آنکہ ۲۲۴۔۲۲۳ھ کے سالوں میں اکٹھا ہونا شروع ہوا۔ ۹ ذراع (ہاتھ) بیلچہ سے اس کے اطراف میں سوراخ کیے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ۲۲۵ھ میں بارشیں اور سیلاب بھیجے تو اس کا پانی بڑھ گیا۔

سالم بن جراح نے امیر المومنین ہارون الرشید کے دور خلافت میں سوراخ کیے اور مہدی کے زمانے میں اس میں سوراخ کیے اور مہدی کے زمانے میں بھی ایسا کیا جاتا رہا اور عمر بن ماہان نے الامین محمد بن رشید کی خلافت کے زمانے میں اس میں سوراخ کیے جبکہ اس کا پانی بہت کم ہو گیا تھا حتی کہ اہل طائف میں سے ایک آدمی محمد بن مشیر نامی جو اس میں کام کرتا تھا، نے کہا:

''میں نے اس کی تہ میں نماز پڑھی۔ اس کے سر سے لے کر پہاڑ تک ۴۰ ذراع ہے۔ یہ ساری کی ساری عمارت ہے اور باقی کھودا ہوا پہاڑ ہے اور وہ ۲۹ ذراع ہے۔ اوپر کی طرف زمزم کی جالی 2 1/2 ذراع ہے۔ زمزم کے منہ کی گولائی (محیط) ۱۱ ذراع اور وسعت (قطر) 2/3 3 ذراع ہے۔ کنویں پر مربع شکل کی نرم ساگوان کی چوکھٹ لگی ہوئی ہے۔ اس میں بارہ چرخیاں آگے کو بڑھی ہوئی ہیں جن پر بیٹھ کر پانی پیا جاتا ہے۔''

امام الفاسی نے کہا کہ ہمارے بعض اصحاب نے زمزم کے منہ کا زمین سے اس کی بلندی' اس کی وسعت اور اس کی گولائی کے متعلق اندازہ لگایا کہ اس کے اوپر کی بلندی ۴ قیراط کم ۲ ذراع ہے۔

اس کی وسعت 1/2 4 ذراع اور اس کی گولائی ۲ قیراط کم ۱۵ ذراع ہے اور ان میں سے ہر ایک لوہے کے اس ذراع کے مطابق ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یاقوت الحموی نے معجم البلدان میں محمد بن احمد ہمذانی سے روایت بیان کی ہے:

''زمزم کی پیمائش اوپر سے نیچے تک ۶۰ ذراع تھی اور اس کی تہ میں ۳ چشمے تھے، ایک رکن اسود کے بالمقابل' دوسرا ابی قبیس اور صفا کے سامنے اور تیسرا مروہ کے سامنے۔ پھر اس کا پانی کم ہو گیا ہے تا آنکہ پھر اکٹھا ہونا شروع ہوا۔ یہ ۲۲۴۔۲۲۳ ہجری کا واقعہ ہے۔ چنانچہ محمد بن ضحاک نے اسے ۹ ذراع تک کھودا۔ یہ خلیفہ عمر بن فرج الرخجی کے عہد کا واقعہ ہے جو مکہ کی ڈاک ، اور دیگر امور کا ذمہ دار

Marfat.com

تھا۔ لہٰذا زمزم کا پانی بڑھ گیا اور وسیع ہو گیا۔ پھر ۲۲۵ھ میں اللہ تعالیٰ نے بارشیں اور سیلاب بھیجے تو اس کا پانی بکثرت بڑھ گیا۔ اس کے سرے سے لے کر اس کے کھودے ہوئے پہاڑ تک اس کا طول ۱۱ ذراع تھا وہ ڈھکا ہوا تھا اور باقی پہاڑ میں کھودا ہوا ۲۹ ذراع تھا اس کی گولائی کی پیائش ۱۱ ذراع تھی اور اس کے منہ کی وسعت 2/3 3 ذراع۔"

اس مرحلہ پر زمزم کی پیائش میں ازرقی' الفاسی اور ہمدانی کے درمیان فرق ملاحظہ کیا جائے۔ یہ فرق ذراعوں کے مابین اختلاف کے باعث تھا' جس سے انہوں نے کنویں کی پیائش کی اور ان کے مابین طول زمانہ بھی تھا جس کے دوران کنویں پر کھودے جانے' اس کی تعمیر اور اصلاح کی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

ابن جبیر نے اپنے زمانے ۵۷۸ھ میں زمزم کی تعریف کی ہے اور کہا ہے:

"ہماری پیائش کے مطابق اس کی گہرائی میں ۳ چشموں کا ذکر کیا ہے، فاکہی نے ان کے متعلق کہا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے کعب احبار سے پوچھا کہ اس کے چشموں میں سے کون سا چشمہ سب سے زیادہ پانی دینے والا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: "وہ چشمہ جو حجر اسود کے سامنے سے پھوٹتا ہے۔"

انہوں نے فرمایا: آپ نے ٹھیک کہا۔

دار قطنی نے اپنی سنن میں ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ ایک زنگی زمزم میں گر کر مر گیا۔ ابن عباس کی ہدایت پر اسے نکالا گیا اور پانی کھینچا گیا تو رکن سے آنے والا پانی ان پر چھا گیا، پھر اسے بند کر دینے کی ہدایت کی۔

الطحاوی نے معانی الآثار کی شرح میں اور ابن شیبہ نے عطاء سے صحیح اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے:

"ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا تو عبداللہ بن زبیر نے اس کے پانی کو نکالنے کا حکم دیا مگر پانی تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ دیکھا گیا تو پانی حجر اسود کے سامنے سے جاری تھا۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا: "تمہارے لئے بس اتنا پانی نکالنا کافی ہے' اور العمری نے مسالک الابصار میں کہا ہے: "ایک حبشی اس میں گر گیا تو اس کی وجہ سے پانی نکالا گیا تو ۳ چشموں سے پانی ابلتا ہوا پایا گیا۔ حجر اسود کے قریب والے چشمے کا پانی سب سے زیادہ طاقتور تھا۔"

اسے دار قطنی نے روایت کیا۔

پروفیسر یحییٰ بکداش لکھتے ہیں:

"۱۴۰۰ھ کے اوائل میں جب مجھے چاہ زمزم کی صفائی اور تطہیر کا ذمہ دار بنایا گیا تو ہم نے تمام موجود پانی کو نکالنے کے لئے کنویں میں بڑے بڑے پمپ لگائے جس سے ہمارے لئے کنویں کی پیائش' اس کی دیواروں اور اس کے بڑے مصادر کا مشاہدہ آسان ہو گیا اس کے بعد کہ ان مصادر کی سطح میں

Marfat.com

پانی کو کم کیا گیا اور سینمائی اور فوٹو گرافی پر مبنی تصاویر لی گئیں۔ دو غوطہ خور جو کنوئیں کی صفائی میں ہمارے ساتھ تھے انہوں نے کنویں کے عرض کی پیائش کی جو قریباً ۴ میٹر ہوئی اور ہمیں واضح ہوا کہ کنویں کی دیواریں کنویں کے منہ سے۔ لے کر ۱۴ میٹر ۱۸ سینٹی میٹر کی گہرائی کے ساتھ اندر سے قلعی کردہ ہیں اور اس گہرائی کے نیچے کنویں کو غذا پہنچانے کے لئے دو شگاف ہیں ان میں سے ایک کعبہ مشرفہ کے سامنے اور دوسرا جیاد کی طرف۔ پھر ایک جز پہاڑ میں ۲۰.۱۷ میٹر گہرا کھدا ہوا ہے اور یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ پیائشیں تاریخی روایات میں وارد ہونے والی پیائشوں کے قریب ہیں جن کا زیادہ تر اتفاق اس پر ہے کہ کنویں کی گہرائی اس کے سر سے لے کر چٹان تک ۴۰ ذراع (۲۲.۵۰ میٹر) ہے اس لئے کہ یہ سارے کا سارا تعمیر شدہ ہے اور جو باقی ہے وہ کھودا ہوا پہاڑ ہے جو ۲۹ ذراع (۲۵۔۱۶ میٹر) ہے۔ تعمیر شدہ گہرائی میں موجود وقت اور تاریخی روایات کے مابین فرق اس بنیاد پر ہے کہ اس وقت کا زمزم کعبہ مشرفہ سے مطاف کی سطح زمین سے نشیب میں ہے جبکہ پہلے سطح زمین سے اوپر تھا۔ اور پہاڑ میں کھودے ہوئے حصہ کی نسبت میں جو فرق ہے وہ تقریباً ا میٹر ہے اور وہ کنویں کی صفائی کا نتیجہ ہے۔ گہرائی کے اختلاف کے باعث کنویں کے قطر میں اختلاف ہے جو ۵۰۔۱ اور ۲ میٹروں کے بین بین ہے۔ اور تعمیر شدہ حصہ کے پہاڑ میں کھودے ہوئے حصے سے اتصال کے وقت قطر ۱.۸۰ میٹر تک پہنچ جاتا ہے۔

علامہ یحیٰ لکھتے ہیں

''آبِ زم زم کا کنواں کعبہ مشرفہ کے قریب واقع ہے لیکن اس کا بالائی حصہ مطاف (طواف کی جگہ) کے نیچے ۱۵۶' میٹر گہرائی میں ہے۔ مطاف کی زمین میں مقام ابراہیم کے پیچھے بائیں طرف جبکہ نگاہ کعبہ مشرق کی طرف ہو۔ وہاں پر ایک گول پتھر رکھا گیا ہے جس کے اوپر (بیئر زم زم) لکھا ہے۔ موجودہ کنواں کے بالائی حصہ کے ساتھ قبہ کے اندر مطاف کی سطح کے نیچے ستون بنا ہوا ہے۔ مطاف کے آخر میں مقام ابراہیم کے پچھلی جانب کنویں کے منہ کی طرف سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ جو کنویں کے منہ تک پہنچاتی ہیں۔ یہ آبِ زم زم کے کنواں کی جگہ اور مکان کے متعلق مسئلہ تھا۔ البتہ کنویں کی حالت دو طرح کی ہے:

۱۔ وہ حصہ جس کی گہرائی ۱۲٫۸۰ میٹر ہے کنویں کے منہ سے۔

۲۔ وہ حصہ ہے جسے پہاڑ کی چٹان میں سوراخ کر کے بنایا گیا اس کی لمبائی ۱۷٫۲۰ میٹر ہے۔ اسی طرح کنویں کی گہرائی تیس میٹر کنویں کے منہ سے اس کی نچلی سطح تک ہے۔

پانی کی سطح تک کنویں کے منہ سے گہرائی کنویں کے منہ سے ۴ میٹر کے قریب ہے اور وہ چشمے جو کنویں کو پانی پہنچاتے ہیں۔ ان کی گہرائی کنویں کے منہ سے ۱۳ میٹر ہے اور چشموں سے کنویں کی آخری حد تک گہرائی ۱۷ میٹر ہے۔

Marfat.com

کنویں کا قطر گہرائی کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے اور وہ ۵ء۱ اور ۵ء۲ میٹر کے درمیان ہے۔ وہ چشمے جن سے کنویں میں پانی آتا ہے تین ہیں۔ ایک چشمہ رکن اسود (حجر اسود والے کونے) کے محاذی ہے۔ ایک چشمہ جبل ابی قبیس اور صفا کے برابر سامنے ہے اور تیسرا چشمہ مروہ کے محاذی ہے۔ بن لادن کے سعودی مسئولی مجموعہ سے ماخوذ ہے جس میں حرمین شریفین کی شاہراہوں کی تنقید کے متعلق سوال کیا گیا ہے:

سوال: یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ آبِ زم زم کا چشمہ پھوٹا اور زمین پر سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی والدہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی عزت واکرام کے لئے ظاہر ہوا۔ یہ ظاہر ہونے والا پانی کنواں کیسے بن گیا اس کنویں کی خاصی گہرائی ہے؟

جواب: صحیح جواب اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جو تصور میں آتا ہے یہ ہے کہ آبِ زم زم زمین پر پہلے ظاہر ہوا تا کہ اس تک پہنچنا آسان ہو اور اس کا حصول سہولت سے ہو لہٰذا ام اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام چلو سے پانی لیتی اور پیتی تھیں۔ پھر زمانے کے ساتھ ساتھ آبِ زم زم آہستہ آہستہ زمین کی سطح سے نیچے جانے لگا اور اس کا ابتدائی ظہور ام اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کے احاطہ کرنے کے ساتھ تھا اور یہ سلسلہ اسی طرح رہا حتیٰ کہ زم زم کا کنواں معین حد تک گہرا ہو گیا۔ واللہ اعلم۔!

جب زم زم کا کنواں جرہم کے جانے کے بعد دفن کر دیا گیا اور اثر مٹا دیا گیا۔ اس کے اوپر ریت، پتھر ایک لمبے زمانے کے گزرنے کے دوران پڑتے گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس کے ظہور کا حکم فرمایا تو حضور نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم ؓ کے کھودنے سے ایک معین گہرائی تک رہا حتیٰ کہ گہرائی (کنویں کے بطن) تک پہنچ گئی اور کنواں اسی طرح اس دن تک رہا۔ واللہ اعلم۔!

کنویں کے بڑے مصادر:

کنویں کے بڑے مصادر پتھر کے صفین سے بنے ہوئے ہیں اور وہ درج ذیل طرز پر ہیں:

۱۔ مصدر رئیسی۔

۲۔ مصدر ثانی۔

۳۔ فروع مصادر۔

مصدر رئیسی:

وہ کعبہ مشرفہ کی جانب حجر اسماعیل کے بالمقابل والے رکن کے رخ پر ایک شگاف سے عبارت ہے۔ اس کا طول ۴۵ سینٹی میٹر اور بلندی ۳۰ سینٹی میٹر اور اس کے اندرون میں گہرائی ہے۔ اس میں پانی بڑی مقدار میں پھوٹتا ہے اور یہ بات تاریخ میں وارد ہونے والی روایت کے مطابق ہے۔

Marfat.com

مصدر ثانی:

وہ ایک بڑے شگاف سے عبارت ہے جس کا طول ۷۰ سینٹی میٹر ہے اور اندر سے ۲ شگافوں میں تقسیم شدہ ہے۔اس کی بلندی ۳۰ سینٹی میٹر ہے' وہ جیاد کے رخ پر ہے۔

فروع مصادر:

وہ بنیاد کے پتھروں کے درمیان چھوٹے چھوٹے شگاف ہیں جن سے پانی بہتا ہے۔اس میں سے ۵ بنیادی شگافوں کے درمیان ایک میٹر کی مسافت میں واقع ہیں اور ۲۱ دوسرے شگاف پہلے بنیادی شگاف کے قریب سے شہر اور جبل ابی قبیس اور صفا اور مروہ کی جانب سے شروع ہوتے ہیں حتی کہ وہ دوسرے شگاف سے جا ملتے ہیں۔ یہ شگاف ایک ہی لیول پر نہیں بلکہ مختلف سطحوں پر پائے جاتے ہیں اور ان سے مختلف مقداروں میں پانی پھوٹتا ہے۔
یہ بات قابل توجہ ہے کہ تاریخی روایات ۳ چشموں کے وجود میں وارد ہوئیں:
''رکن اسود کے سامنے۔
ابی قبیس اور صفا کے سامنے۔
مروہ کے سامنے۔
جبکہ مشاہدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں پر صرف دو اساسی مصادر ہیں:
ان میں سے ایک کعبہ کی طرف۔
دوسرا جیاد کی طرف ہے۔
جہاں تک تیسرے مصدر کا تعلق ہے جس کا ذکر تاریخی روایات میں ہے یہ کہ وجبل ابی قبیس اور صفا کی طرف ہے' اس کے بجائے بنیاد کے پتھروں کے درمیان پائے جانے والے یہ چھوٹے چھوٹے ۲۱ شگاف ہیں اور ہوسکتا ہے کہ ۱۰۲۸ھ میں چاہ زمزم کی مرمت کے موقع پر اس مصدر کو بند کرنے کے دوران بنیاد کے پتھروں سے پانی پھوٹ نکلے ہوں۔

غازی نے اپنی تاریخ میں علامہ الخضر اوی کی تاج تواریخ البشر سے روایت کیا ہے کہ ۱۰۲۸ھ کو رمضان میں شامی اور مغربی اطراف سے چاہ زمزم میں پتھروں کی ایک مقدار گر پڑی اور ۴ شوال بروز سوموار ۱۰۲۸ھ میں اس کی اصلاح کی گئی اور ۱۶ شوال کو بنیاد مکمل ہوئی۔
چاہ زمزم میں چٹان والے حصہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس چٹان میں طول کے رخ کھودے ہوئے حصے ہیں۔ان میں سے ۴ مصدر رئیسی کے نیچے اور ۴ ہر دو اساسی مصدروں کے مابین ایک میٹر کے فاصلے پر اور ۱۲ اس جگہ جس میں چھوٹے چھوٹے شگاف پائے جاتے ہیں۔ان کھودے ہوئے شگافوں کی گہرائی مختلف ہے۔
ان میں سے کچھ تو گہرے ہیں جن کی گہرائی ۶ سینٹی میٹر تک پہنچی ہے اور کچھ سطحی ہیں۔احتمال یہ ہے کہ چٹان میں یہ طول کے رخ پر کھدائی مصادر سے مسلسل پانی گرنے کے باعث واقع ہوئی یا کنویں سے ڈولوں کے ذریعے

پانی نکالنے کے وقت چٹان کے ساتھ ڈولوں کی زنجیروں کے ٹکرانے کا نتیجہ ہوگی۔ تاریخی روایات میں آیا ہے کہ کنویں کے منہ کے پاس پانی نکالنے کے لئے بارہ بکرۃ (چرخی) ہوا کرتے تھے اور وہ ان دونوں کے باہم عوامل کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

☆☆☆

آب زمزم کا کنواں اور جدید سائنسی تحقیقات......

چاہ زمزم کے آبی ذخائر

زمینی پانی (المیاہ الجوفیہ):

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ کنویں اپنی غذا پانیوں سے حاصل کرتے ہیں جو مختلف عوامل کے نتیجے میں وادیوں میں زمین کے پیٹ اور چٹانوں کی درزوں میں موجود ہوتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ عام کنووں سے متعلق بالعموم اور چاہ زمزم سے متعلق بالخصوص پانی کی بہم رسانی کے چشموں پر ایک مفصل نقطہ نظر پیش کریں۔

زمینی پانی دو اقسام کے ہیں:

ا: وہ پانی جو آتشی چٹانوں میں پایا جاتا ہے جبکہ وہ زمین کے اندر آتشی تودہ سے صاف ہوتا ہے۔

۲۔ رسوبی چٹانوں کے بننے کے وقت ان کے اندر کا پانی۔ یہ پانی بہت گہرائیوں میں پایا جاتا ہے اور اس کی حرکت محدود ہوتی ہے اور زمین کے چھلکے (قشر) کے پھٹنے کے نتیجے میں سطح زمین پر آجاتا ہے۔

زیر زمین پانی کا اساسی مصدر: بارشوں کے پانی کا زیر زمین چلا جانا ہے اور یہ پانی مخصوص طبقات میں پایا جاتا ہے۔

پانیوں سے پر منطقے (Saturated Areas):

پانی اطراف کی جانب اپنی حرکت میں آزاد ہوتا ہے۔ اوپر سے زمینی پانی کا لیول اسے محدود رکھتا ہے اور وہ ہمیشہ ایک ہی لیول میں نہیں رہتا۔ متعدد حالات کے تحت اس میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے جس میں سے بارشوں کی فراوانی، ارضی اور جغرافیائی عوامل اہمیت کے حامل ہیں۔

پانیوں کا مخصوص شعری منطقہ پانی سے پر ہوتا ہے اس میں پانی موجود ہوتا ہے مگر وہ زمین کے جملہ مساموں کو پر نہیں کرتا۔ اس طبقہ کی ضخامت زمین کے مساموں کی وسعت، مٹی کے باریک ذرات کے قطر، اور مٹی کے باریک ذرات اور پانی کے قطروں کے مابین قوت کشش اور سطحی دباؤ پر موقوف ہوتی ہے۔

پانیوں کے دباؤ یا سطحی کشش کا منطقہ: وہ منطقہ ہے جو پانی کے مخصوص شعری منطقہ کے اوپر ہوتا ہے اور اس میں پانی رقیق حالت میں پایا جاتا ہے۔ جو مٹی کہ باریک ذروں کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس منطقہ میں ہوا کے بلبلے

Marfat.com

ایک دوسرے کے ساتھ ملتے رہتے ہیں۔

جب ہم اوپر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہم پانی کے رقیق غلافوں کو جو مٹی کے باریک ذروں کو محیط ہوتے ہیں ہوا کی شدت کے ساتھ مساموں میں منتشر ہوتے ہوئے پاتے ہیں۔

اور اس پانی کی مقدار کا اندازہ لگانا ممکن ہوتا ہے جس کے کنوؤں سے پمپ کئے جانے کا امکان ان آبی قوانین وضوابط کے مطابق ہوتا ہے جو طبقات مسامیہ کے کنوؤں سے پانیوں کے چلنے پر موثر عوامل میں رابطہ پیدا کرتے ہیں۔

عام کنوؤں کے آبی قوانین

جب ہم کنویں کے کچھ حصہ کے اوپر کی طرف اور اس کی آس پاس کی مٹی میں غور کریں اور کنویں سے پانی کھینچنے کے وقت کنویں اور مٹی کی تصویر لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ خط جو ان دونوں ہموار سطحوں سے ملا ہوا ہے وہ نیچے آغاز سے لے کر اوپر کی طرف معکوس ومخروط ہے۔ اور اس کا سرا منحنی ہے اور اس کا اوپر کا سرا پانی کھینچنے کے دوران کنویں میں پانی کا لیول ہے اور اسے مخروط الانخفاض یا الھبوط کا نام دیا جاتا ہے۔

Q= بہاؤ کی رفتار　　K= مستقلہ

H= (پانی کے) کھینچنے سے قبل زمینی پانی کی اصل بلندی

h- کھینچنے کے دوران زمینی پانی کی بلندی

R- کنویں کے دائرے کا موثر نصف قطر۔

(r)- کنویں کا نصف قطر

ا۔ زمینی پانی کی سطح کے مخروطی اتراؤ کی رفتار!

Q=1,36K(H2-Y2)/Log10R/r

۲۔ کنویں کے بہاؤ کی وقتی نسبت!

Q=1,76K(H2-h2)/Log10R/r

واضح رہے کہ کنویں کے بہاؤ کی رفتار (Q) کی معرفت کا انحصار دوسری حدود کی مقدار اور ان حدود کے اتار چڑھاؤ پر ہے اور ہم ماسوائے کنویں کے دائرے کے موثر نصف قطر (R) کو جو (h) کے متغیر ہونے سے تبدیل ہوتا ہے، تمام کی معرفت ممکن پاتے ہیں۔ مگر ملاحظہ ہوتا ہے کہ (R) کی مقدار میں تغیر (Q) کی مقدار پر زیادہ اثر انداز نہیں ہوتا اور اس کا بہاؤ پر اثر انداز ہونا اسی وقت ممکن ہے جب (R) کی مقدار ۳۰۰، ۴۰۰ میٹر کے قریب ہو۔

جزیرہ نمائے عرب میں عام طور پر بارشیں موسم سرما میں ہوتی ہیں اور وہ قلیل ہوتی ہیں۔ وہ ان مرطوب ہواؤں کے باعث آتی ہیں جو جزیرہ نما پر محیط ہوتی ہیں اور بحر ابیض متوسط کے مشرق میں دجلہ وفرات کے علاقہ میں چلتی ہیں۔ ان مرطوب ہواؤں میں سے بعض بحر احمر کے ساحل کے قریب جنوب کے رخ پر چلتی ہیں۔ یہی ہوائیں

Marfat.com

مکہ میں موسم سرما میں بارشیں لاتی ہیں۔ یمن کے قریب ان کا رخ جنوب کی طرف ہو جاتا ہے۔ عام طور بارش گھنٹہ سے ۲ گھنٹہ تک مسلسل موسلا دھار برستی ہے۔ مکہ مکرمہ میں بارشوں کا ریکارڈ کرنا ۱۹۶۹ء میں شروع ہوا، بارش کی سالانہ اوسط ۲۱ اور ۸۲.۶ ملی لیٹر کے مابین ہے۔ ایک دن میں بارش سب سے زیادہ ریکارڈ ہوئی اور وہ اوسطاً ۱۱۷.۴ ملی لیٹر تک پہنچ گئی۔

جب کبھی بارش اچانک بادلوں سے برس پڑتی تو فوری طور پر سیلابوں میں بدل جاتی کیونکہ اس منطقہ میں سطح زمین بہت زیادہ نشیبی اور سخت ٹھوس اور بے مسام چٹانوں سے بنی ہوئی ہے جبکہ سیلاب آگے بڑھنے کا راستہ نہیں پاتے۔ مکہ مکرمہ کا شہر قدیم زمانوں سے مختلف شدید سیلابوں کا ہدف بنا رہا۔ مورخین نے ان سیلابوں اور ان حادثات کا جو واقع ہوئے اور حرم شریف میں بہت سے انسانوں کی ہلاکت کا باعث بنے' جبکہ سیلاب اچانک ہر طرف سے ٹوٹ پڑتے' کا ذکر کیا ہے۔

وادی ابراہیم شمال مشرق اور جنوب مشرق کی طرف سے ڈھلان میں ہے۔ باہر جانے والے پانی کے نکاس کا واحد راستہ حرم شریف کے جوار میں تنگ وادی کو عبور کرتا ہے اور منطقہ کا رقبہ کوئی بڑا نہیں۔ وہ ۶۵۰ ہیکٹر (۱۶۰۰ فدان) سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا اس چھوٹے منطقہ میں اس کے اردگرد ٹھوس ڈھلوانی چوٹیوں کے سبب ہلاکت خیز سیلابوں کا واقع ہونا فطری امر ہے۔ ۱۳۸۸ھ کے دوران دیکھا گیا کہ اجیاد کے منطقوں سے سد اور بلیلہ کنویں کی دونوں اطراف سے بہہ کر آنے والے پانیوں نے ایک شدید اور ہولناک طوفان کی صورت اختیار کر لی۔ ان بڑے طوفانی سیلابوں کے مکہ مکرمہ اور حرم شریف میں آنے کے باعث کعبہ مکرمہ اور مسجد حرام کی عمارتوں کو شدید نقصان پہنچا۔ اور منیٰ جبل النور نیز وادی جعرانہ جنوب مشرق اور مشرق شمال کے رخ پر واقع وادی اوسط کے باہر کے معمولاً آنے والے سیلاب جانوں اور عمارتوں کے بھاری نقصان پر منتج ہوتے ہیں۔ پانی والے منطقہ کا رقبہ قریباً ۷۰۰۰ ہیکٹر (۲۷ مربع میل) تک پہنچ جاتا اور منیٰ سے شہر میں آنے والے سیلاب منطقہ الششہ کے قریب وادی سے داخل ہوتے ہیں، لیکن وادی النور اور وادی جعرانہ سے آنے والے سیلاب پرانے شاہی محل کے نزدیک وادی کو عبور کر کے داخل ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض سیلاب شمال کی جانب سے آتے ہیں اور یہ سارے سیلاب حرم شریف تک قشاشیہ کے نزدیک حجون' معلاوہ اور غزہ کی طرف سے پہنچتے ہیں۔ جبکہ ان کے ساتھ مکہ مکرمہ کے اونچائی والے حصوں سے بہنے والے بہت سے سیلاب ماسوائے جبل ابی قبیس و منطقہ اجیاد سے شمال مشرق اور مشرق میں بہنے والے بعض سیلابوں کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ جبل ابی قبیس اور منطقہ اجیاد والے سیلاب براہ راست باب الملک والے منطقہ میں جا گرتے ہیں اور یہ سب کے سب حرم شریف سے گزرتے ہوئے براہ راست بہاؤ میں جا گرتے ہیں۔

تاریخی ریکارڈ ظہور اسلام کے بعد ۸۶ حادثات کا ذکر کرتے ہیں اور ان سیلابوں کی شدت کا اظہار صیغہ مبالغہ کے ساتھ کیا گیا ہے، مثلاً "قبل ازیں ایسے سیلاب واقع نہیں ہوئے۔" اس طرح کے اندرون حرم (بارشوں کے پانی کا) لیول حجر اسود یا باب کعبہ کی دہلیز کے اوپر یا دروازے کے قفل کے اوپر یا قندیلوں کے ستونوں کے اوپر تک

Marfat.com

پہنچا ہوا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان سیلابوں کے باعث جانوں و دیگر قیمتی اشیاء کے نقصان کا بھی کبھی اندازہ لگایا گیا۔ ان سیلابوں کا نکاس کبھی کبھی پورے دو دن لے لیتا اور ان کی شدت اور ان کے حجم کو "دریائے نیل بوقت طغیانی" سے تعبیر کیا جاتا رہا ہے۔

۱۳۲۷ھ کے بعد ۱۳۲۸، ۱۳۳۵، ۱۳۴۴، ۱۳۵۰، ۱۳۶۰، ۱۳۷۶، ۱۳۸۲، ۱۳۸۴، ۱۳۸۸ اور ۱۳۹۴ھ کے سالوں میں سیلاب آئے مگر یہ سیلاب شدید نہیں تھے۔ اگرچہ ان سیلابوں میں اہم سیلاب جو ۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ کو واقع ہوا وہ منطقہ میں شدید بارشوں کے برسنے اور موٹر گاڑیوں کے ذریعے سیلاب کے نالے جزوی طور پر بند ہونے کے باعث پانی سے حرم کا منطقہ مکمل طور پر بھر دینے اور کعبہ کے دروازے کی دہلیز سے نصف میٹر کے قریب بلندی تک پہنچ جانے سے ہوا۔

تاریخ کی کتابوں میں چاہ زمزم سے متعلق سیلابوں اور بارشوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ازرقی نے اپنی تاریخ میں کہا ہے:

"پھر چاہ زمزم کا پانی بہت کم ہو گیا حتی کہ پھر ۲۲۴، ۲۲۳ھ کے سالوں میں جمع ہونا شروع ہوا۔ لہذا زمین میں اس کے اطراف میں ۹ ذراع سوراخ کئے گئے۔ پھر اللہ تعالی نے ۲۲۵ھ میں بارشیں اور سیلاب بھیجے اور اس کے پانی میں بہتات ہو گئی۔"

تاریخ ازرقی میں دوسرے مقام پر یہ بات آئی ہے:

"زمزم پر ایسا زمانہ گزرا ہے کہ اس کا پانی نیل و فرات سے زیادہ میٹھا تھا۔"

ابو محمد الخزاعی نے کہا:

۲۸۱ھ میں ہم نے دیکھا کہ مکہ میں کثیر بارشیں ہوئیں اور اس کی وادیاں ۲۸۰، ۲۷۹ھ کے سالوں میں بڑے بڑے سیلابوں سے بہہ پڑیں اور زمزم کا پانی بڑھا اور بلند ہو گیا حتی کہ اس کے سر کے قریب پہنچ گیا اور پانی اور اس کے اوپر والے کنارے کے درمیان ۷ ذراع فاصلہ بھی نہ رہا۔ ہم نے ایسا کبھی نہ دیکھا اور نہ سنا تھا کہ کسی نے اس طرح کی صورت حال دیکھی ہو اور اس کا پانی نہایت میٹھا ہو گیا حتی کہ وہ اہل مکہ کے پینے والے پانیوں میں سب سے زیادہ میٹھا تھا۔ میں اور اہل مکہ کثرت سے اس کی مٹھاس کے باعث اسی کا انتخاب کرتے۔ میں نے اسے چشموں کے پانیوں سے زیادہ میٹھا پایا اور بوڑھوں میں سے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ایسی مٹھاس دیکھی ہو اور ۲۸۳ھ میں اور اس کے بعد وہ غلیظ ہو گیا لیکن پانی اسی طرح کثرت میں رہا اور ہم اندازہ لگایا کرتے کہ اگر وہ وادی مکہ میں ہوتا تو اس کا پانی روئے زمین پر بہتا کیونکہ مسجد وادی سے بلند تر اور زمزم مسجد سے بلند تر ہے اور مکہ کے پہاڑ اور اس کی گھاٹیاں نیز اس کے گھر جو اس مقام پر تھے میں سے پانی پھوٹا کرتا۔

۱۳۸۸ھ میں مکہ مکرمہ میں شدید بارشیں ہوئیں اور پانی حرم شریف میں داخل ہو کر کعبہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ ایسا اس لئے ہوا کہ ان دنوں حرم شریف کے پانی کے نکاس کا کوئی انتظام نہ تھا۔

آب زمزم کی تحقیق کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا میں بھی رکن تھا۔ ہم نے دیکھا کہ پانی زمزم کے

Marfat.com

حجرے میں داخل ہو رہا ہے اور کنویں کے منہ سے باہر کی طرف نکل رہا ہے۔ بھولے بھالے لوگ کہہ رہے تھے کہ کنواں اپنے آپ کو صاف کر رہا ہے۔ میرے ہاتھ میں ایک کاغذی رومال تھا جسے میں نے سطح زمین پر ڈال دیا اور دیکھا کہ رومال کو پانی باہر کی طرف بہا کر لے جا رہا ہے۔ اور زمین پر مجھے تقریباً ۲ میٹر ربڑ کی ایک ٹیوب ملی۔ میں نے اس کا ایک سرا کنویں کے درمیان رکھا تو دوسرے سرے سے پانی نکلنے لگا۔ اس سے پتہ چل رہا تھا کہ وہاں پر دباؤ ہے جو پانی کے نیچے سے اوپر کی طرف دھکیل رہا ہے۔ جس سے یہ تصدیق ہو رہی تھی کہ چاہ زمزم شدید بارشوں میں فواری کنویں کی طرح عمل کرتا ہے۔

میں نے آب زمزم کو چکھا تو بالکل میٹھا تھا۔ چنانچہ کنویں سے نمونے لے کر ان کا تجزیہ کیا گیا تو ثابت ہوا کہ وہ مکہ کے ہر دوسرے پانی سے شیریں تر ہے۔ کچھ عرصہ تک پانی اسی طرح کنویں سے نکلتا رہا حتی کہ اس کا دباؤ کم ہوا اور وہ گھٹنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ کنواں اصلی حالت پر آ گیا یعنی منہ سے ۳ میٹر کے فاصلے پر لیکن اس میں کافی وقت صرف ہوا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ چاہ زمزم کے مصادر زمینی پانی کے مصادر سے مختلف ہیں، اس لئے کہ اگر پانی کی فراوانی ہوتی تو چاہ داودیہ اور حرم شریف کے گرد و نواح کے کنوؤں میں بھی پانی بلند ہوا ہوتا۔ یہ حقیقت یقین دلاتی ہے کہ چاہ زمزم کا اپنا مستقل مصدر ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ ہم نے سال ۱۴۰۰ھ میں حرم شریف میں ہونے والے واقعات کے بعد آب زمزم کا تجزیہ کیا تو معائنہ کے وقت کنویں کے بڑے مصادر سے لئے گئے نمونوں کے تجزیوں نے ثابت کیا کہ اس میں کسی قسم کی کوئی ملاوٹ نہیں۔ اور اس کی نوعیت کنویں کے دیگر مصادر سے مختلف نہیں۔

چاہ زمزم کی پیداواری طاقت

ماضی میں چاہ زمزم کی پیداواری طاقت کا اندازہ لگانے کیلئے کئی ایک مساعی کی گئیں لیکن جن نتائج تک رسائی ہوئی وہ سارے کے سارے تخمینے ہی تھے۔ اس لیے کہ چاہ زمزم کی پیداواری طاقت کا اندازہ لگانے کیلئے ضروری تحقیقات کا اجراء متعدد عوامل کا متقاضی ہے جن میں اہم ترین بڑے بڑے پمپوں سے معاون کے طور پر کنویں سے پانی نکالنے کا کام لینا ہے اور آب زمزم کے ان مخصوص مخزنوں سے پانیوں کو دور سے کھینچ کر لانا جس سے نکالا ہوا پانی مطلوبہ مقداروں تک نہیں پہنچتا اور اسی طرح سے چاہ زمزم سے کام لینے کے یومیہ وقفے جبکہ وہ اس پہلو سے ایک مشکل معاملہ ہے کہ آب زمزم مسلمانوں کی نظر میں ایک مرتبہ کا حامل پانی ہے اور سب و روز اس کے پینے پر ان کا اژدھام رہتا ہے۔

چاہ زمزم کی پیداواری قوت کی تحقیق کی پہلی سنجیدہ کوشش آب زمزم کے یومیہ استعمال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۱۳۹۱ھ میں میسر امکانات کے ساتھ کی گئی، جب وزارت زراعت و آب نے استاد مصطفے نوری کو چاہ زمزم کی پیداواری قوت کی تحقیق پر متقرر کیا اور وہ اس وقت محکمہ جیالوجی کے سربراہ تھے۔ میں نے ان کی معاونت کی۔ چنانچہ تحقیقات کے نتیجے میں جو حقائق سامنے آئے' ان کا خلاصہ میری تیار کردہ رپورٹ میں درج ذیل ہے:

۱۔ کنویں پر دو سنٹری فیوگل پمپ ہیں جو بجلی سے چلتے ہیں اور وہ کنویں کے سر کے قریب لگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا ۵۰ ہارس پاور کا ہے اور اس کی پیداواری قوت ۳۰ مکعب میٹر فی گھنٹہ ہے اور چھوٹے کی پیداواری قوت ۱۱.۶ مکعب میٹر فی گھنٹہ ہے۔

۲۔ بڑا پمپ ۳ انچ ٹیوبوں میں سطح حرم پر بلند مخزن میں پانی کھینچ کر ڈالتا ہے، جس کی لمبائی 15.20 میٹر، چوڑائی ۲.۰۷ میٹر اور بلندی ۱.۴۰ میٹر ہے۔

۳۔ چھوٹا پمپ ۲.۵ انچ اور ۲ انچ ٹیوبوں میں کنویں کے حجرہ کے دونوں طرف واقع مخزنوں میں پانی کھینچ کر ڈالتا ہے، جن میں سے ہر ایک کی لمبائی 5.90 میٹر، چوڑائی ۱.۹۰ میٹر اور بلندی ۲.۱۹ میٹر ہے۔

۴۔ اوپر والا بڑا مخزن بڑے پمپ کے ذریعے 31/2 گھنٹوں میں، چھوٹے مخزن میں سے ہر ایک قریباً ۵۲ منٹ میں بھرتا ہے۔

۵۔ صرف چھوٹے پمپ کے ساتھ پانی نکالنے کا عمل مکمل ہوا اور اس کے فعل سے تجربہ کی ابتداء سے ۷ منٹ میں رکے ہوئے پانی کا لیول ۲.۱۶ میٹر سے ۱.۴۷ تک نیچے ہو گیا اور ابتدائے تجربہ سے ۱۸ منٹ کے اندر ۲.۱۰ میٹر تک اور ۴۷ منٹ میں ۲.۱۲ میٹر تک۔

۶۔ چھوٹے پمپ کے رک جانے کے بعد بڑے پمپ کے ساتھ پانی نکالا جاتا رہا اور تجربہ کی ابتداء سے ۷۷ منٹوں میں پانی کا لیول ۲.۲۷ میٹر نیچے ہو گیا اور ابتدائے تجربہ سے ۹۶ منٹوں میں پانی کا لیول ۲.۳۲ میٹر اور ۱۱۷ منٹوں میں ۲.۱۳ میٹر اور ۱۲۳ منٹوں میں ۲.۳۲ میٹر تک۔

۷۔ دونوں پمپوں سے بیک وقت پانی کا نکالا جانا جاری رہا اور ۴ گھنٹوں کے بعد زیادہ سے زیادہ پانی کا لیول ۲.۶۴ میٹر نیچے ہوا اور یہ تجربے آئندہ ۳ دنوں تک دہرائے جاتے رہے۔

۸۔ چاہ زمزم پر لگے ہوئے پمپوں کے ذریعے کنویں کی پیداواری قوت ۱۲۳.۵، ۲۱۷.۳ گیلن فی منٹ کے درمیان سمجھ لینا ممکن ہے (یعنی ۱.۴ سے ۳۷.۷ لیٹر فی سیکنڈ کے مابین)

ڈاکٹر یحییٰ بکداش لکھتے ہیں:

مشاورتی کمپنیاں جنہیں آب زمزم سے متعلق تحقیقات کی ذمہ داری سونپی گئی تھی مثلاً واٹسن، پاکستانی انجینئر زکی یونین اور جرمنی کی ڈبلیو ایف کورنز، انہوں نے چاہ زمزم کی پیداواری قوت کا اندازہ بحساب ۶۰ میٹر فی گھنٹہ لگایا اور یہ اندازہ ان مقداروں پر منحصر تھا جو کنویں پر لگائے گئے پمپوں کے ذریعے پانی نکالا گیا۔ اور یہی اندازے معروف رہے حتی کہ مجھے ۱۴۰۰ھ میں چاہ زمزم کی پیداواری قوت کی تحقیقات کا موقع ملا، جبکہ میں مغربی منطقہ میں فراہمی و نکاسی آب کا ڈائریکٹر جنرل تھا، مجھے حرم پر واقع ہونے والے حادثات کے بعد چاہ زمزم کی اس ملاوٹ و آلودگی سے صفائی اور تطہیر کا کام سونپا گیا جو ان افسوس ناک حادثات کے دوران ہو گئی تھی۔ نیز ان کی اصلی حالت پر بحال کرنے اور آب زمزم پینے والوں کے لئے صاف ستھرا اور خوش ذائقہ پانی لوٹانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

Marfat.com

اس دوران آب زمزم کا استعمال بیت اللہ شریف کے زائرین کی آمد اور کنویں کی نظافت و طہارت تک روک دیا گیا۔ اس کام کی تکمیل کیلئے کنویں کا پورا ملاوٹ شدہ پانی نکال دینا ناگزیر تھا۔ کنویں کے منہ کی تنگی، پمپوں کا انعقاد اور مختلف فاصلوں کی گہرائیوں پر ان کا اتارنا اور آب زمزم کو نکالنے والے عمومی پمپوں اور اتارنے کے لئے کرین، آہنی سیڑھی اور پمپوں کو اٹھانے والی زنجیروں اور ہر پمپ کے لئے بجلی کے فیڈر کیبلوں، روشنی کے کیبلوں اور کنویں کے منہ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والے پٹوں کی موجودگی میں بڑا مشکل کام تھا۔ اس کے باوجود فلجٹ قسم کے طرز کے چار زیر آب پمپوں کو کنویں میں سطح آب سے مختلف فاصلوں کی گہرائیوں میں کنویں کے قطر کی تنگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اتارنے میں مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ کامیاب ہو گئے۔

پہلا پمپ ع 1=25 میٹر (H1=25M) کی گہرائی پر

دوسرا پمپ 2=22 میٹر (H2=22M) کی گہرائی پر

تیسرا پمپ 3=19 میٹر (H3=19M) کی گہرائی پر

چوتھا پمپ ع 4=17 میٹر (H4=17M) کی گہرائی پر

اور جملہ پمپوں کا عمل مکمل ہوا سوائے اس کے کہ ایک پمپ کچھ وقت کے بعد بجلی کے غلاف میں پانی کے داخل ہونے سے بڑے دباؤ کے نتیجے میں جو اسے ۲۵ میٹر کی گہرائی پر پیش آیا، رک گیا اور باقی تین پمپ صحیح سالم کام کرتے رہے۔ اور مذکورہ پمپ کے گراف کی طرف متوجہ ہونے سے جو گہرائی سامنے آتی ہے وہ ع یا H اور تصرف کی مقدار کے یا Q کے مابین ہے۔ گراف پر گہرائیوں کے تعین کے ساتھ درج ذیل وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ ۲۵ میٹر کی گہرائی پر پمپ کی مقدار نکاس = ۲۵۰۰ لیٹر فی منٹ۔

ک = Q = ۱۵۰۰۰ لیٹر فی گھنٹہ۔

ک = Q = ۱۵۰ مکعب میٹر فی گھنٹہ۔

۲۔ ۲۲ میٹر کی گہرائی پر پمپ کی مقدار نکاس = ۲۶۰۰ لٹر فی منٹ۔

ک = Q = ۱۵۶ مکعب میٹر فی گھنٹہ۔

۳۔ ۱۹ میٹر کی گہرائی پر پمپ کی مقدار نکاس = ۲۷۰۰ لٹر فی منٹ۔

ک = Q = ف ۱۶۲ مکعب میٹر فی گھنٹہ۔

۴۔ ۱۷ میٹر کی گہرائی پر پمپ کی مقدار نکاس = ۲۸۰۰ لٹر فی منٹ۔

ک = Q = ۱۶۸ مکعب میٹر فی گھنٹہ۔

اور پہلے پمپ کے تعطل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۳ پمپوں کی کل مقدار نکاس = ۱۵۶ + ۱۶۲ + ۱۶۸ = ۴۸۶ مکعب میٹر فی گھنٹہ۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ ۳ پمپ جو کنویں کے اندر چل رہے تھے اور ان پانیوں کو بارش کے نکاس کے

نالے کی طرف نکال رہے تھے اور اس عرصے میں دو پمپ بغلی گڑھے میں چل رہے تھے جو زمینی پانی کو کنویں کے پہلو سے نکال رہے تھے اور ان پانیوں کو بارش کے نکاس کے نالے میں پورا پورا نکال دیتے اور جب کنویں میں موجود پانی کم ہو جاتا تو ایک پمپ یا دونوں پمپ رک جاتے اور پانی کی سطح کنویں میں ۱۳ میٹر کی گہرائی تک گر جاتی۔

مندرجہ ذیل شیڈول ۱۴۰۰/۱/۲۳ھ میں تیار کیے گئے۔ اور وہ پمپنگ کی ابتدائی کے وقت اور ہر ریڈنگ (پیمائش) کے وقت پانی کی گہرائی کو ظاہر کرتے۔ اور اسی طرح پانی کے پمپنگ کے توقف سے لے کر پانی کی دوسری مرتبہ واپسی تک کے لئے ضروری وقت کو شیڈول نمبر ۴ ظاہر کرتا ہے اور کنویں میں تینوں پمپوں اور حوض اُب میں موجود دو پمپوں کی ریڈنگ لی گئی۔ منہ پر پانیوں کا لیول ۳.۲۳ میٹر تھا اور ریڈنگ ہر آدھے منٹ میں مکمل ہوتی حتی کہ پانی کا لیول کنویں کے اندر ۱۲.۷۲ میٹر تک پہنچ گیا۔ چنانچہ پمپ پورے طور پر رک گیا کیونکہ اس نے چوسنا شروع کیا تھا جبکہ حوض میں پانی کی سطح ۶۵ س م تھی اور ریڈنگ کا ہر آدھے منٹ پر لینا جاری رہا حتی کہ پانی کی گہرائی ۱۲.۸۳ میٹر تک پہنچ گئی۔ اور ہم ہر منٹ بعد اس کی ریڈنگ کرتے رہے حتی کہ پانی ۱۳٬۳۹ میٹر تک پہنچ گیا۔ اور کنویں میں پانی کا گرنا اس گہرائی میں رک گیا۔ اس دوران حوض ب میں پمپ چلتا رہا اور پانی کا لیول ۶۸.۵ سم ہو گیا اور ریڈنگ ۶ منٹ کے عرصہ کے لئے روک دی گئی۔ اور یہ کنویں کے بڑے شگافوں سے نمونے لینے میں آسانی پیدا کرنے کے لئے تھا اور اسی طرح پتھروں کے درمیان سے نکلتے ہوئے پانیوں کے نمونوں کے لئے بھی۔ اس کے بعد ایک پمپ مکمل طور رک گیا تو پانی کنویں میں چڑھنا شروع ہو گیا حتی کہ منہ سے ۹۰۵ میٹر بلند ہو گیا اور اس کے بعد دوسرا محرک (پمپ) رک گیا اور پانی ۶۰۶ میٹر تک بلند ہوتا رہا۔ اس کے بعد تیسرا پمپ رک گیا اور ۱۱ منٹوں میں پانی ۳.۹۰ میٹر بلند ہو گیا۔

لیکن دوسرا شیڈول ۱۴۰۰/۱/۲۴ھ کو پمپنگ کے رک جانے کے بعد پانیوں کی واپسی کو کنویں کے منہ تک ظاہر کرتا ہے۔ اور جب حوض الف اور حوض ب میں پمپ چل رہے ہوں تو مندرجہ ذیل عوامل کے پیش نظر ہائیڈرو جیکل قوانین کی تطبیق مشکل ہوتی ہے

۱۔ کنویں کے دو قریبی مقامات سے مسلسل پمپنگ کا ہونا۔
۲۔ کنویں کے غذا رسانی کے وقفوں کی طوالت سے عدم واقفیت۔
۳۔ مٹی (زمین) میں نفوذ کرنے والے عوامل سے ناواقفیت۔
۴۔ نصف قطر کے دائرے کا اثر۔

☆☆☆

آب زمزم اور عصر حاضر

چاہ زمزم کی تاریخ متعدد ثقہ کتابوں میں رقم ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے اس کنویں کی

Marfat.com

حفاظت اور اس کے زیادہ سے زیادہ استعمال کا کام بڑی توجہ سے کیا گیا، البتہ کچھ عرصہ کے لئے یہ کنواں مخفی ہو کر رہ گیا تا آنکہ حضرت عبدالمطلب نے اسے دوبارہ نکالا۔ موجودہ حرم شریف کی عمارت بن جانے سے قبل حرم کے منطقہ میں کئی ایک کنویں موجود تھے اور یہ تمام کے تمام کنویں ماسوائے داود یہ کنویں کے حرم شریف کی تعمیر کے دوران دفن کر دیئے گئے۔ فیوجرو نے ان متروکہ کنوؤں میں سے ایک تک رسائی حاصل کر لی۔

چاہ زمزم شگافوں کے تین مجموعوں کی گزرگاہ پر واقع ہے اور یہ شگاف صفا' کعبہ اور مروہ سے کنویں کی طرف پھیلتے چلے گئے ہیں۔ کنویں کی گہرائی ۳۰۵ میٹر تک پہنچتی ہے جس میں ۱۷.۵ میٹر سنگ خارائی چٹانوں میں ہے اور جو حصہ چٹانی طبقہ پر واقع ہے اس کی تبطین کی تکمیل ایک دیوار کی تعمیر سے ہوئی۔ اس دیوار میں تین شگاف پائے جاتے ہیں جو کنویں کے شگافوں سے مل جاتے ہیں۔ کنویں کے پانی کا لیول اس کی ساکن حالت میں کنویں کے شگافوں سے مل جاتے ہیں۔ کنویں کے پانی کا لیول اس کی ساکن حالت میں کنویں کی سطح سے تین میٹر نیچے ہوتا ہے۔ اس حالت میں کنویں سے بڑی مقدار میں پانی رس رس کر جمع ہوتا رہتا ہے۔ جبکہ پانی جدید خدمات کے منطقہ میں کنویں کی طرف سے دو موجود حوضوں میں بہتا ہے۔ پانی کے جمع ہونے کا یہ عمل کنویں پمپ کے چلنے پر رک جاتا ہے۔

محرم ۱۴۰۰ھ کے واقعات کے دوران منطقہ زمزم کو پر کر دینے والے پانی کا لیول کنویں میں ساکن پانی کے لیول سے تقریباً دو میٹر اوپر تک پہنچ گیا اور یہ لیول وادی ابراہیم علیہ السلام کی بلند جانب کے زمینی پانی کے لیول کے برابر ہو گیا۔

زمزم کے منطقہ میں پانی کے دیگر تین مختلف مصادر ہیں جن کے پانی دو حوضوں میں جمع ہو جاتے ہیں اور جنہیں ملاحظہ کرنے کے وقفے کے دوران حرم شریف سے باہر پمپ کر دیا جاتا ہے۔ کنویں اور صفا کی جانب سے رستہ ہوا پانی صفا کے نزدیکی تالاب میں جمع ہو جاتا ہے اور کنویں کا رسنا کنویں کے نہ چلنے کے اوقات کے دوران ہوتا ہے۔ جہاں تک دوسرے رسنے کا تعلق ہے وہ کمزوری کے ساتھ رسنا ہے اور خراسانی دیواروں کے نیچے صفا اور مروہ کے متوازی) جاری رہتا ہے۔ صفا مروہ کی طرف موجود دوسرے حوض میں زمزم کی جانب سے رس کر آنے والا پانی جمع ہوتا ہے۔ نیز وہ پائپ جو اس میں براہ راست رسنے والا پانی ڈالتے ہیں' چھوٹے پائپ سے نکلنے والے پانی کی مقدار تھوڑی سی ہوتی ہے اور اس کا درجہ حرارت کم ہوتا ہے اور یہ کنویں کی طرف سے رس کر آنے والی یا بڑے پائپ کے ذریعے آنے والی مقدار کی نسبت بہت کم ہوتی ہے یہ دونوں پائپ متحدہ کنسلٹنٹ انجنیئر ز کہ ہدایات کے مطابق بنائے گئے جنہوں نے پانی کے ان دو مصادر کی تعمیر کی نگرانی کی اور سمجھا جاتا ہے کہ چھوٹا پائپ وادی ابراہیم کی بلند جانب سے رستے ہوئے گہرے پانی کو غرینی رسوبات (تہ جمی سلٹ) کو عبور کر کے تالاب کی طرف لے جاتے ہیں۔

زمزم سے متعلقہ جدید خدمات کے منطقہ میں کھدائی کے دوران پانی کا پائپ ٹوٹ گیا اور پانی موذنین کی عمارت کی طرف بہ گیا اور یہ کنسلٹنگ ماہر انجنیئر ز کے رائے کے مطابق ہوا۔ لہٰذا اس پانی کو جمع کرنے کے لئے

Marfat.com

ایک بڑا امین ہول بنایا گیا اور پھر اس پانی کو بڑے پائپ کے ذریعے تالاب میں ڈالا گیا۔ انجینئر ز نے یہ بھی بتایا کہ یہ پانی چشمہ زبیدہ کے نیٹ ورک سے آتا ہے۔ اور یہ لحاظ رکھا گیا کہ زمزم کے چلنے کے وقت بڑے پائپ سے پانی کی مقدار میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔

پھر کنویں اور بڑے پائپ، چھوٹے پائپ سے نمونے حاصل کئے گئے اور ان نمونوں کا جامعہ ملک عبدالعزیز میں تجزیہ کیا گیا۔ اسی طرح ان مصادر کی طبعی خصوصیات کی تحقیق کے موقع پر تجزیہ کیا گیا۔

متعلقہ تحقیقات استعدادر سائی اور درجہ حرارت کی حد تک خدمت کے منطقہ میں پانی کے موجودہ مصادر کے مابین اختلاف کو واضح کرتی ہیں، درآنحالیکہ چھوٹی پائپوں کو عبور کرتے ہوئے پانی میں درجہ حرارت کا گرنا اور اس کی استعدادر سائی میں کمی کا واقع ہونا اشارہ کرتا ہے کہ اس پانی کا مصدر دیگر مصادر سے مختلف ہے جبکہ یہ پانی وادی ابراہیم میں تہ جمی بھل کو عبور کرتے ہوئے سست روی کے ساتھ چلنے والے زمینی پانی سے عبارت ہے۔

یہی حال زمزم میں صفا کی جانب سے کنویں کے نیچے سے رس کر آنے والے پانی کے درجہ حرارت اور اس کے اوپر تک رسائی کی صلاحیت میں ہے اور اس کے رسنے کی نسبت بہت کمزور ہے۔ احتمال یہ ہے کہ یہ پانی خود مصدر سے آتے ہیں اور جبل قبیس میں کھلے راستے کے اوپر رستے رہتے ہیں۔ تجزیے اس بات کا اشارہ کرتے ہیں کہ کنویں کی طرف سے تالاب کی طرف رسنا تمام تر خود کنویں سے ہوتا ہے کیونکہ اس پانی کے حوض خود آب زمزم کے حوض ہیں۔ مزید یہ کہ زمزم سے پانی کھینچنے کے دوران رسنا رک جاتا ہے۔

بڑی ٹیوبوں اور زمزم کے پانی کا درجہ حرارت ایک جیسا ہوتا ہے سوائے اس کے کہ ان کی منتقل ہونے کی صلاحیت میں بہت بڑا فرق ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان ٹیوبوں کا پانی زمزم کا پانی نہیں اور اس کے باجود ان دونوں مصدروں کے حوضوں میں مماثلت کی محتاج ہے جو برابر کی سطح کے علاقے میں اس کا سبب ظاہر کرے۔

چاہ داودیہ زمزم کی طرف سے آنے والی لہر کی جانب پایا جاتا ہے۔ حرم شریف کے منطقہ میں موجود غیر محصورہ پانی کی کوئی بھی بڑی مقدار سفلہ کی طرف اتر جاتی ہے اور اسی وجہ سے وادی ابراہیم علیہ السلام اور داؤدیہ میں زمینی پانی میں بعض مواد ملوث ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آب زمزم ان اوقات میں جب اسے استعمال نہ کیا جا رہا ہو اس کنویں کی طرف رس جاتا ہو۔

یہ احتمال اس لئے بھی کہ چاہ داودیہ کئی مصادر کے پانیوں پر مشتمل ہے۔ اور ان دونوں کنوؤں کے معائنہ کے دوران ان دونوں میں موجود مادی خصائص مماثل تھے سوائے اس کے کہ جب زمزم سے پانی نکالا جا رہا ہو تو داودیہ کنواں بتدریج شدید متاثر ہوتا ہے۔ اگر یہ دونوں کنویں ایک دوسرے سے بہاؤ میں متصل ہوتے تو چٹانی دراڑوں اور شگافوں کو عبور کرتے وقت جو تاثر بھی ظاہر کرتے تو اس وقت ان دونوں کنوؤں میں حوزی مطابقت ہوتی۔ اور چونکہ صورت حال ایسی نہیں ہے لہٰذا ایسا بھی نہیں، یعنی چاہ داودیہ کے حوض چاہ زمزم سے مختلف ہیں۔ اور ان کے مادی خصائص میں جو مماثلت ملاحظہ کی گئی ہے وہ ماہ محرم ۱۴۰۰ھ کے وقفہ کے دوران زمزم سے مسلسل رسنے کے

Marfat.com

ساتھ منسوب کی جاسکتی ہے۔

۱۳ دسمبر ۱۹۷۹ء کو کی جانے والی پمپنگ کی تحقیقات نے کنویں کے بعض حوض واضح کیے ہیں۔ ان تحقیقات میں تین زیرآب پمپوں سے کام لیا گیا اور پمپنگ پانی کے پہلے لیول سے ۱۰۲۰ میٹر نیچے کی گہرائی تک جاری رہی۔ اس کے بعد پمپ یکے بعد دیگرے رکتے گئے اور عام اندازے سے اس پانی کا بہاؤ دنیا بھر کے ناری چٹانوں کے کنوؤں کے ریکارڈ کیے گئے بہاؤ کی نسبت زیادہ تغیر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

النزھۃ یونائیٹڈ کنسلٹنٹس کمپنی مکہ مکرمہ نے دو مرتبہ بارش برسنے کے بعد مکہ مکرمہ کے منطقہ میں واقع لیول اور چاہ زمزم کے پانیوں کے لیول میں واقع ہونے والے تغیرات کا معائنہ کیا اور ملاحظہ کیا کہ بارش جو مکہ مکرمہ پر براہ راست برسی' اس نے وادی ابراھیم اور حرم شریف کے بعض حصوں میں سیلاب کی صورت پیدا کر دی لیکن چاہ زمزم کے پانی کے لیول میں کوئی قابل ذکر تبدیلی واقع نہ ہوئی۔

لیکن دوسرا خصوصی ملاحظہ طائف کے علاقہ میں موسلا دھار اور شہر پر بڑی نسبت سے برسنے والی بارش کا تھا۔ اس بارش سے وادی ابراھیم میں کوئی سیلابی کیفیت پیدا نہیں ہوئی لیکن اس سے زمزم کے پانیوں کے لیول میں دفعتہ بڑے پیمانے پر تغیرات واقع ہوئے۔ اور یونائیٹڈ کنسلٹنٹس انجنیئر کمپنی بارش ہونے کے ساتھ قلم بند کردہ ہر دو لیول کے ریکارڈ برقرار رکھے ہوئے ہے۔

چاہ زمزم اپنے پانی قدیم زمانوں میں وجود میں آنے والی گہری چٹانوں سے حاصل کرتا ہے۔ پانی تین چٹانی دراڑوں میں سے گزر کر آتے ہیں جو کعبہ مشرفہ' صفا اور مروہ سے نکل کر کنویں سے جا ملتی ہیں۔ ان دراڑوں سے نکلنے والا پانی ان پیمائشوں کے مطابق جن سے اندرونِ چاہ شگاف کی کشادگی کی پیمائش مکمل ہوئی' پریشر کے ساتھ قریباً ۱۰ میٹر اوپر تک پہنچ جاتا ہے۔ اور کنویں کے مقام میں موجود چٹانی طبقہ ریت کے نرم طبقہ پر غالب آ گیا ہے' اس کی چھت (چوٹی) ۱۶ میٹر بلندی تک پہنچ جاتی ہے۔ جبکہ غریدیہ میں سے پھوٹ کر نکلنے والا زمینی پانی طبعی اور کیمیائی خصوصیات میں زمزم کے پانی کی طبعی اور کیمیائی خصوصیات سے مختلف ہے۔

گہری چٹانیں جو چاہ زمزم کو غذا پہنچاتی ہیں مشرق کی جانب واقع پہاڑوں سے اپنی کمی کو پورا کر لیتی ہیں اور یہ منطقہ تعویض (کمی پورا کرنے والا طبقہ) چاہ زمزم کے منطقہ کے ساتھ کئی شگافوں کو عبور کر کے مل جاتا ہے۔ چٹانوں کے فاصل اور سطح جھکاؤ جن کی سمتیں ۵۰/۴۰' ۱۵۰/۱۳۰ اور ۲۰/۱۰ درجہ کے بین بین ہیں دیگر چھوٹے جھکاؤ سمیت باہم جدا ہوتے ہیں اور ایک شبکہ (جال) کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور وہ ان تین شگافوں کی سمتیں شمار کی جاتی ہیں جو کنویں کے مقام پر مشاہدہ کی گئی ہیں اور وہ بڑے شبکہ (نزدیک نزدیک کے کنویں) میں داخل ہوتی ہوئی مقامی (موضعی) قسم سے ہیں۔ مکہ مکرمہ شہر مضبوطی کے ساتھ باہم مربوط سطحی اور متوسط سفلی ماحولیات میں وادیوں کے منطقے اور دراڑوں پر مشتمل سنگلاخ پہاڑیوں کے منطقے کے مابین واقع ہے۔ ان دراڑوں پر مشتمل چٹانی منطقوں میں زمینی پانی کی نکاسی میں مشکلات کا سامنا ہے۔

یہی حال مکہ مکرمہ کے منطقہ کا ہے' جیسا کہ روزمرہ کے نکاسی آب کے نالوں اور بارشوں کے پانیوں کی نکاسی

Marfat.com

کے نالوں سے پانی رس رس کران دراڑوں سے گزر کر جو چاہ زمزم کو غذا پہنچانے والی دراڑوں کی سطح تک پھیلتی چلی گئی ہیں، چاہ زمزم میں پڑنے کا احتمال ہے۔

مکہ مکرمہ میں چشمہ زبیدہ کے پانی کو سال ۱۵۰۰ء کے دوران بنائے جانے والے نظام کے ذریعے تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور اس نظام کی ایک شاخ شارع صفا کے قرب و جوار میں چلتی ہے اگرچہ اس کی اس شاخ کا صحیح موقع نقشوں پر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس نظام سے پانی خدمات زمزم کے منطقہ میں نکاسی کے ایک تالاب میں لا کر ڈالا جاتا ہے۔

چشمہ زبیدہ کو پانی کی غذا پہنچانے والا اور اپنے پانی کی نو بہ نو سپلائی کرنے والا ایک ہی منطقہ ہے اور وہ شرقی جانب واقع پہاڑوں کا منطقہ ہے، اس حقیقت کا اظہار وضاحت کے ساتھ پانی کے درجہ حرارت اور اس کی منتقلی کی خصوصیات سے ہوتا ہے اور اس کے باوجود زمزم کے پانی چشمہ زبیدہ کے پانی سے مختلف ہیں۔

چاہ زمزم اور اس کے قرب و جوار کے منطقہ میں زمزم سے پانی نہ نکالنے کے وقفہ میں پانی کے رسنے کا عمل ہوتا ہے جبکہ پانی کا لیول کنویں کی سطح سے تین میٹر کی بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔ رسنے کا یہ عمل مختلف سمتوں میں ہوتا ہے مگر رسنے کا یہ عمل کنویں سے پانی نکالنے کے دوران رک جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ چاہ داودیہ اور وادی ابراہیم اور زمزم کی جانب دیگر مصادر سے پانی کے رسنے کے متعلقہ امور میں اس مقصد کو پیش نظر رکھا جائے۔

چاہ داودیہ زمزم سے آنے والے بہاؤ کی جانب واقع ہے اور یہ تصدیق شدہ بات ہے کہ دونوں کنویں غرینی رواسب کو عبور کرتے وقت ہائیڈرولیکیا (پانی کے حرکی قوت کے لحاظ سے) متصل ہوتے ہیں جبکہ ان دونوں کے مابین چٹانی دراڑوں کے راستوں سے ہیڈرولیکی اتصال تقریباً ناممکن ہے، لیکن چاہ زمزم سے پانی کا چاہ داودیہ کی طرف رسنا تصدیق شدہ چیز ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی احتمال ہے کہ پانیوں کے غرینی مواد کو عبور کرتے وقت اس طرح کی صورت حال کا واقع ہونا کہ دونوں کنوؤں کے طبعی خواص باہم متماثل ہو جاتے ہوں اس دوران میں ہو جبکہ تحقیقاتی تجزیہ دونوں کنوؤں کے عدم استعمال کے دوران کیا گیا ہو۔

وادی ابراہیم میں زمینی پانی کا لیول زمزم کے ساکن لیول سے قریباً ۲ میٹر بلند ہوتا ہے۔ موجودہ استعمال کے منطقہ میں نکاسی آب کا نظام زمینی پانی کے لیول کو اتنا کم کر دیتا ہے کہ وہ کنویں کے ساکن لیول کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

وادی سے اٹھ کر رسنے والے پانی کا کوئی بھی بہاؤ زمزم تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ کنویں میں پانی کا لیول چوڑی نالیوں کے کم از کم لیول سے نیچے نہیں ہو جاتا۔ کنویں سے رس کر منطقہ خدمت میں پانی پڑ جاتا ہے اور اس کے برعکس منطقہ خدمت سے پانی رس کر کچھ نہ کچھ کنویں میں بھی پڑ جاتا ہے۔ لہذا گہرائیوں میں یا کم از کم پانی کے ںول کے وسط میں ترنشات کا قائم کرنا کنویں میں ہر طرح کے پانی رسنے سے روکنے کا کام دیتا ہے۔

زمینی پانی اونچی سطحوں سے نچلی سطحوں کی طرف آتا ہے اور زمزم کے لیول کی بلندی ساکن ہے اور وادی میں ںی کے لیول سے کچھ کم ہو جاتی ہے۔ اور ترنشات پانی کے لیول کو کم کرنے کا کام دیتے ہیں، نیز وادی اور زمزم سے

Marfat.com

پانی کو کھینچنے اور جمع کرنے کا کام دیتے ہیں۔ اس کے باوجود حج کے موسم میں زمزم کے پانیوں کے لیول اس کے عمومی لیول سے کئی میٹر کم ہو جاتے ہیں اور اسی لئے سطح ترنشات وادی سے پانی کو کھینچنے اور جمع کرنے کا کام نہیں کرتے کیونکہ زمزم ترنش کی مانند ہو جاتا ہے اور پانی وادی سے زمزم کی طرف رستا ہے سوائے اس کے کہ ترنش کی تعمیر زیادہ گہرائی میں ممکن ہو کیونکہ یہ پانی کے ہر طرح کے رسنے کے لیول کو نیچے لے جاتا ہے اس سے قبل کہ وہ کنویں تک پہنچے پانی کی نوعیت معلوم کرنے کے لئے تحقیقات کے دوران جو تجربات کئے گئے تھے وہ تجربہ گاہ کی خطا پر مشتمل تھے لہٰذا اس رپورٹ میں انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

چاہ زمزم کی پیداواری قوت جیسا کہ پمپنگ کے تجربات سے ظاہر ہے۔ ۱۱۔۵۔۱۵ لیٹر فی سیکنڈ کے مابین ہے۔ مگر اس قسم کے حسابات کے ریکارڈ اجراء کے لئے نفاذ و تخزین کی نسبت کی طرح کامل معلومات کے فقدان کے پیش نظر پانی کی حرکی قوت سے متعلق پیمائشوں کے حساب سے تمام نہیں ہوئے۔

☆☆☆

آب زمزم اور کیمیائی اور حیاتیاتی تحقیقات

آب زمزم سے متعلق احادیث شریفہ اور روایات نے بعض محققین، سائنسدانوں اور کئی اداروں کو آب زمزم کے عناصر معلوم کرنے کے لئے اس کی تحقیق و تجزیے کی طرف ترغیب دلائی۔ نیز سعودی حکومت نے حج وعمرہ کے عازمین اور مقامی لوگوں تک نقائص و جراثیم سے پاک و صاف پانی مہیا کرنے کے لئے اس کی تعقیم کی طرف، اس احتیاط کے ساتھ کہ اس کے طبعی خواص اور اس کے امتیازی ذائقے میں کوئی فرق نہ آئے، گہری توجہ دینا شروع کی۔

اس مقصد کے پیش نظر آب زمزم کے کیمیائی و حیاتیاتی تجزیے پر مبنی کئی تحقیقات کا اہتمام کیا گیا، لیکن کیمیائی تجزیئے پر گفتگو سے قبل ہم قارئین کو پانی کی قسموں سے متعلق عملی تجربات پر مشتمل سادہ اور آسان نظریہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

درج ذیل معلومات حاصل کرنے کے لئے تجربہ گاہوں میں تجربات کئے گئے۔

۱۔ پانی کے ذرائع کی درستگی کی حد یا اس کی عدم درستگی کا فیصلہ

۲۔ اس قسم کے پانی کو آلائش سے پاک کرنے کی عملی مناسبت۔

۳۔ تنقیہ (صفائی) کے عملی اقدامات کی قابلیت کی حد کا فیصلہ، اس مقصد کے لئے کئے گئے ہر اقدام کی حد تک۔

۴۔ استعمال کی صلاحیت کی نسبت سے پانی کی تقسیم کے امکانات۔

استعمال کے قابل صاف ستھرا پانی: وہ جراثیم سے پاک اور ہر قسم کے مضر صحت معدنی مواد سے خالی ہوتا ہے۔ پانی کے صاف ستھرا ہونے کا اعتبار اس کے رنگ، آلائش، ذائقہ اور بو کے اسباب سے مبرا ہونے کے ثبوت کے ساتھ ہوتا ہے۔

غیر صاف مگر قابل استعمال پانی: وہ پانی ہیں جو طبعی عوامل کے لئے کھلے ہوئے

Marfat.com

ہوں اور جن کے رنگ، ذائقہ اور بو کو ان عوامل نے نامیاتی اور غیر نامیاتی حل شدہ یا ملحقہ مواد کے ساتھ متغیر کر دیا ہو، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پانی پینے کے قابل نہیں ہوتے۔ اس آلائش سے کسی بیماری یا کسی حقیقی نقصان کا خدشہ نہیں ہوتا۔

پینے کا ناقابل پانی: یہ وہ پانی ہیں جو بیکٹیریا یا زہریلے کیمیاوی مادوں پر مشتمل ہونے کے باعث صحت عامہ کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں اور نادر ہی ہے کہ قدرتی طور پر کہیں کامل صاف ستھرا پانی پایا جاتا ہو، کیونکہ بخارات کے ذرات پانی کے قطروں میں تکثیف کے دوران ہوا میں موجود بعض گیسوں کو جذب کر لیتے ہیں اور غبار کے بعض ذرات اور ہوا میں تیرتے ہوئے بعض جراثیم کو اپنی سطح پر اٹھاتے ہیں اور جب وہ زمین پر گرتے ہیں تو بہتے ہوئے اپنے ساتھ کیچڑ، مٹی، نامیاتی و غیر نامیاتی مواد اور کلورائیڈز قسم کے مواد کو اپنے اندر حل کر لیتے ہیں اور زمین میں سرائیت کرتے وقت مٹی میں موجود نمکیات کی ایک نسبت اپنے اندر حل کر لیتے ہیں اور طبقات کی نوعیت، زمین کی تکوین اور اس میں پانی سرائیت کرنے کی رفتار کے مطابق نمکیات کا کچھ حصہ پانی میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے اور اسی طرح دیگر ارضیاتی عوامل کے باعث بھی۔

(جدول نمبر ۱):

درج ذیل شیڈول پانی میں آمیز اور حل شدہ مواد کو اور اس کی نسبتوں میں متعین حدود سے اضافہ کرنے والی اشیاء کو ظاہر کرتا ہے:

(۱) (المواد العالقہ)	بیکٹیریا	بعض بیکٹیریا یا بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔
آمیز شدہ مواد	کائی	رنگ، ذائقہ اور بو کا سبب بنتی ہے۔
	مٹی	پانی کو گدلا کرنے کا سبب بنتی ہے۔
(۲) (المواد الغرویہ)	آئرن آکسائیڈ	سرخ رنگ کا باعث بنتا ہے۔
چمٹنے والے مواد	میگنیز	سیاہ رنگ کا باعث بنتا ہے۔
	نامیاتی مواد	رنگ و ذائقہ کا باعث بنتے ہیں۔
(۳) کیلشیم اور بائی کاربونیٹس HCO		اساسیت اور عارضی بھاری پن کا باعث بنتے ہیں۔
میگنشیم کے کاربونیٹس CO3-2		اساسیت اور عارضی بھاری پن کا باعث بنتے ہیں۔
نمکیات	سلفیٹس SO4-2	عارضی بھاری پن کا باعث بنتے ہیں۔
	کلورائیڈز CL-1	بھاری پن کا باعث بنتے ہیں
سوڈیم کے بائی کاربونیٹ		اساسیت کا باعث بنتے ہیں۔
نمکیات کاربونیٹ سلفیٹ		اساسیت کے باعث بوائلروں میں جھاگ کی تہ کا سبب بنتے

ہیں۔

فلورائیڈ	ان کی زیادتی دانتوں کے بگاڑ کا باعث بنتی ہے۔
کلورائیڈ	ذائقے میں تغیر کا باعث بنتی ہے۔

حل ہونے والی گیسیں:

آکسیجن	اس کی زیادہ نسبت معدنیات پر اثر انداز ہوتی ہے۔
کاربن ڈائی آکسائیڈ	معدنیات پر اثر انداز ہوتی ہے اور کھٹاس پیدا کرتی ہے۔
ہائیڈروجن سلفائیڈ	معدنیات پر اثر انداز ہوتی ہے اور ذائقہ اور بو کا سبب بنتی ہے۔

پانی اور اس کے باعث پیدا ہونے والے امراض:

ناقابل استعمال آلودہ یا پینے کے ناقابل پانی سے متعدد بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔

ا۔ٹائیفائیڈ۔	۲۔پیچش۔
۳۔ہیضہ۔	۴۔پیراٹائیفائیڈ۔
۵۔بچوں میں پولیو۔	٦۔بلھارسیا۔

پینے کے پانی میں نمکیات کی کمی بیشی یا اس میں کیمیائی مواد کے پائے جانے سے بعض دیگر امراض بھی لگ جاتے ہیں۔مثلاً:

ا۔تھائی رائیڈ کا ورم: جو آئیوڈین کی کمی کے باعث ہوتا ہے۔

۲۔دانتوں کی پالش کا زائل ہونا: پانی میں ۵.اجز فی دس ہزار سے زائد فلورائیڈز کی موجودگی سے دانت بے آب ہو جاتے ہیں اور ان کی پالش ضائع ہو جاتی ہے۔

۳۔دانتوں کی بوسیدگی: پانی میں دس ہزار میں 0.75% کی نسبت فلورائیڈز کی کمی سے دانت بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔

۴۔سیسے کا زہر (Lead poisioning): سیسہ عام طور پر پانی میں نہیں پایا جاتا، لیکن کاربن ڈائی آکسائیڈ کی بڑی مقدار کے شامل ہونے سے وہ سیسے کی کچھ مقدار اپنے اندر حل کر لیتا ہے اور جب اس کی مقدار .۵ فی دس ہزار سے بڑھ جاتی ہے تو اس کا استعمال خطرناک ہوتا ہے۔

۵۔انتڑیوں کی خرابی: معدے کے جراثیم کی عدم موجودگی کے باوجود پانی کا نمکیات یا نامیاتی مواد پر مشتمل ہونا انتڑیوں کی بیماری یا دیگر امراض کا باعث بن جاتا ہے اور پانی میں کیلشیم اور میگنشیم کے کاربونیٹ سلفیٹ اور کلورائیڈز کی موجودگی گردے میں مضر اثرات پیدا کرتے ہیں اور اس میں پتھری پیدا کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔اسی طرح سے دس جز فی دس ہزار سے زائد کی نسبت سے نائیٹروجنی مواد کی موجودگی کالے یرقان کا باعث بن جاتی ہے۔

پانی کے جدید تجزیئے اور آب زمزم

پانی کا عمومی طور پر تجزیہ درج ذیل طور پر کیا جاتا ہے۔

ا۔طبعی تجزیہ۔ ۲۔کیمیائی تجزیہ۔
۳۔جراثیمی تجزیہ۔ ۴۔خوردبینی تجزیہ۔

ا۔طبیعی تجزیہ:

ا۔تجزیہ حارات کی پیائش۔
۲۔ذائقہ اور بو کا اندازہ۔
۳۔آمیز شدہ مواد کی مقدار کا اندازہ۔
۴۔گدلے پن کا تجزیہ۔
۵۔حل ہونے والے مواد کا تجزیہ۔

۲۔کیمیائی تجزیہ:

کیمائی تجزیئے دو طرح کے ہوتے ہیں:
ا۔نامیاتی۔ ۲۔غیر نامیاتی۔

ا۔(حل شدہ مواد کے) نامیاتی تجزیے:

ان تجزیوں سے مراد پانی کی آلودگی اور اس میں نامیاتی مواد کی مقدار جو اس مواد کے تحلل کا نتیجہ ہو، معلوم کرنا ہے۔ان میں سے اہم نائیٹروجن کے درج ذیل مرکبات ہیں۔

ا۔خالص نشادر یا ملاوٹ شدہ نشادر۔
۲۔زلالی نشادر۔
۳۔نائیٹریٹ۔
۴۔نائیٹرائٹ۔

ان جملہ مرکبات کی پانی کی آلودگی کی مقدار کے استدلال میں اہمیت ہے۔

(i) خالص یا ملاوٹ شدہ نشادر:

خالص یا ملاوٹ شدہ نشادر جب اامونیم بائی کاربونیٹ کی صورت میں پایا جائے تو یہ پانی میں جدید آلودگی پر دلالت کرتا ہے۔یہ معاملہ صحت عامہ کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔

(ii) زلالی نشادر:

پانی میں جب زلالی نشادر پایا جائے تو وہ اس میں بناتاتی نامیاتی مواد پر دلالت کرتا ہے۔

Marfat.com

(iii) نائیٹریٹ:

نائیٹریٹ (کا بننا) بیکٹیریا کے ذریعے نامیاتی مواد کی اوکسی ڈائزیشن میں آخری مرحلہ ہے۔
نائیٹریٹ کی پانی میں موجودگی آلودگی کو ختم نہیں کرتی بلکہ آلودگی کا بہت بڑا سبب ہے۔
نشادر کا خالص یا ملاوٹ شدہ نشادر کے ساتھ پایا جانا نباتاتی ذرائع سے نامیاتی آلودگی، جس کے ساتھ دیگر حیوانی ذرائع سے نامیاتی آلودگی ملی ہوئی ہو پر دلالت کرتا ہے۔
اور یہ جان لینا بہت ضروری ہے کہ پانی میں دیگر اسباب کے باعث ان نامیاتی مرکبات کا اس طرح کی آلودگیوں سے پاک ہونا ممکن ہے۔
بارش اور بالخصوص صنعتی علاقوں کے پانی میں نشادر پایا جاتا ہے یا اس زمینی پانی میں جو بہتے ہوئے ان علاقوں سے گزرتا ہے جو نشادری نمکیات پر مشتمل ہوتے ہیں اور اسی طرح سے اوکسی ڈائزیشن کے قابل نمکیات و مرکبات مثلاً لوہے کے نمکیات کی کمی کے سبب پانی میں نائیٹریٹ پایا جاتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ پانی کے ذرائع میں ان مرکبات کے جملہ احتمالات کے اسباب کا معائنہ اور تحقیق کی جائے، اس سے قبل کہ ان کیمیاوی مرکبات پر مشتمل ہونے کے سبب پانی میں نامیاتی آلودگی کے پائے جانے کا حکم لگایا جائے۔

۲۔ غیر نامیاتی تجزئیے:

ان تجزیوں کا مقصد پانی میں معدنی نمکیات کی نسبت معلوم کرنا ہے۔

(الف) الیکٹروکنڈکٹیوٹی کی تحقیق:

اس سے مصدر کی نمکیاتی نسبت کا تقابل مراد ہے۔

(ب) ہائیڈروجن آئنیز کے ارتکاز کی قوت (PH):

پانی میں ہائیڈروجن آئن کے ارتکاز کے درجہ کا جب اندازہ کیا جائے اور وہ سات سے کم ہو تو وہ اس کے تیزابی پن پر دلالت کرتا ہے اور اس کے برعکس اگر سات سے زیادہ ہو تو اس کے الکلائن ہونے کی دلیل ہے۔

(ج) پانی کے الکلی، تیزابی اور نمکین ہونے کا اندازہ:

جب پانی کاربونیٹ یا بائی کاربونیٹ یا ہائیڈروآکسائیڈ پر مشتمل ہوگا تو وہ الکلائن ہوگا۔ اور جب وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ اور سلفیورک ایسڈ جیسے معدنی تیزاب پر مشتمل ہوگا تو وہ تیزابی ہوگا اور پانی نمکین کہلائے گا جب سوڈیم، کیلشیم، مگنشیم یا پوٹاشیم کے کلوریٹس اور سلفیٹس پر مشتمل ہوگا۔

(د) بھاری پانی میں نمکیات کا اندازہ:

پانی بھاری ہوگا جب وہ کیلشیم اور مگنیشیم کے نمکیات یا شاذ حالات میں زنک قلعی، لوہا اور ایلومینیم کے نمکیات پر مشتمل ہوگا اور یہ نمکیات صابن کے ساتھ عمل کر کے جھاگ کی بجائے رسوب (پھٹکیاں) بناتے ہیں، ایسے ہی یہ نمکیات انتڑیوں کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔
اور جب وہ پانی کے بوائلروں میں استعمال ہوتا ہے تو نمکیات بوائلروں کی دیواروں کے ساتھ جم جاتے

Marfat.com

ہیں اور حرارت کے لئے نمکیاتی بفرزون بنا دیتے ہیں۔ یہ طبقہ پانی کے اچانک زیادہ مقدار میں بھاپ میں تبدیل ہونے کے سبب پھٹ کر بوائلروں کے پھٹنے کا باعث بن جاتا ہے اور جب پانی میں نمکیات کی مقدار ۱۰/۵۰ لاکھ سے کم ہوتی ہے تو وہ ہلکا تصور ہوتا ہے۔

(ھ) کلورائیڈز نمکیات کا اندازہ:

پانی میں زیادہ پایا جانے والا نمک سوڈیم کلورائیڈ (کھانے کا نمک) ہوتا ہے۔ جبکہ پانی میں کلورائیڈز کی نسبت کی زیادتی اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بڑی مقدار میں نہ ہو اور بعض گرم ممالک میں کلورائیڈز کی پانی میں نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ تاکہ جسم سے پسینہ بہنے کے دوران واقع ہونے والی کمی کی تلافی ہو سکے۔

(و) معدنی نمکیات کی مقدار کا اندازہ:

مثلاً سوڈیم، پاٹاشیم، لوہا، میگنیز، تانبا، کیلشیم اور میگنشیم ان معدنیات میں سے ہر ایک کی متعین مقدار ہوتی ہے۔ اسے اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، ورنہ پانی استعمال کے قابل تصور نہیں کیا جاتا، کیونکہ وہ صحت عامہ کے لیے مضر ہوتا ہے۔

جدول نمبر ۲:

پینے کے قابل درست پانی میں کیمیائی مواد کی انتہائی مقدار (ملی گرام فی لیٹر)

مادہ	انتہائی مقدار
سیسہ	00.01
س الفار	00.05
سلیم	00.05
فلورین	1.00
تانبا	0.3
لوہا	0.3
میگنیز	0.3
زنک	15.00
میگنشیم	125.00
کلورائیڈز	250.00
سلفیٹس	50.00
جملہ الکلیز	400.00
مرکبات فینول	0.001

Marfat.com

مجموعی طور پر حل شدہ نمکیات	1000.00

پانی میں حل شدہ گیسیوں کی مقدار :

پانی میں درج ذیل حل شدہ گیسیں ہوتی ہیں:

ا۔آ کسیجن۔

۲۔کاربن ڈائی آکسائیڈ۔

۳۔ہائیڈروجن سلفائیڈ۔

۴۔المیشن۔

(ا) آکسیجن (O2: جب پانی میں کامل انجذ اب کے درجہ کے قریب حل شدہ آکسیجن پائی جاتی ہے تو وہ پانی کے پینے کی صلاحیت پر دلالت کرتی ہے۔

اور پانی کی بعض خصوصیات کے لیے ضروری ہے کہ پانی میں حل شدہ آکسیجن کی مقدار کے درجہ کا کم از کم 90% ہونا چاہیے تا کہ پانی استعمال کے قابل ہو۔

(۲) کاربن ڈائی آکسائیڈ (CO2): پانی میں جب کاربن ڈائی آکسائیڈ ہو تو وہ نامیاتی مواد کی تحلیل یا پانی میں جراثیم کے پائے جانے اور ان کی بڑھوتری کا نتیجہ ہوتا ہے اور زمینی پانی میں سے اس کی مقدار 10/50 لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ جب کہ سطحی پانی میں 10 لاکھ /2 سے زیادہ نہیں ہوتی۔ حل شدہ کاربن ڈائی آکسائیڈ اگر پانی میں اس مقررہ مقدار جس سے پانی کا پینے کے لیے موزوں ذائقہ ہو جانے سے زیادہ پائی جائے تو وہ پانی استعمال کے لیے ممنوع ہے۔

ہائیڈروجن سلفائیڈ (H2S): یہ گیس پانی میں سلفر والے نامیاتی مواد کی تحلیل سے پائی جاتی ہے' حل شدہ حالت میں نہ کہ آزاد حالت میں اور اس کا پانی میں ۱/ ۱۰ لاکھ سے زیادہ کی مقدار میں پایا جانا درست نہیں کیونکہ ایسی صورت میں اس میں گندے انڈے جیسی بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز اس کا پانی میں پایا جانا دھاتی مواسیر کے کھائے جانے کے لیے معاون عوامل میں شمار کیا جاتا ہے۔

المیشین (Mathane) میتھین (CH4): اس کا پانی میں پایا جانا بعض نامیاتی مواد کی تحلیل کا نتیجہ ہے اور یہ گیس زمینی پانی میں اس سے زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہے، لہٰذا پانی کے ساتھ مل کر یہ ہوا میں دباؤ کے ساتھ نکلتی ہے۔

۳۔جراثیمی تجزیے:

بیکٹیریا ایک انتہائی چھوٹی زندہ مخلوق ہے جو عام خوردبین میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس کی کثرت غذا' حرارت اور ضروری رطوبت سے مشروط ہے۔

بیکٹیریا مفید بھی ہوتا ہے اور نقصان دہ بھی۔ مفید بیکٹیریا کی قسمیں وہ ہیں جو سطح ارضی کے اوپر والے حصے میں پائی جاتی ہیں اور وہ نامیاتی مواد کی غیر نامیاتی مواد میں آکسیڈیشن کے عمل میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ

Marfat.com

بیکٹیریا انسانوں اور تمام حیوانات کے نظام ہضم میں پایا جاتا ہے اور جسم میں کھانے ہضم کرنے اور اسے جذب ہونے کے قابل بنانے کے عمل میں حصہ لیتے ہیں اور اس طرح مفید بیکٹیریا کی وہ قسم ہے جو دودھ پر دہی کا خمیر اٹھاتی ہے۔ نیز روٹی کے خمیرہ اور مکھن اور پنیر وغیرہ کی مصنوعات میں کام کرتی ہے۔

نقصان دہ بیکٹیریا کی قسمیں زندہ نامیاتی مواد جس میں تعفن اور زہریلا پن پایا جاتا ہو میں بڑھتی ہیں جو کہ امراض کا باعث بنتا ہے اور ان امراض میں سے ہر مرض میں بیکٹیریا کی کوئی مخصوص قسم ہوتی ہے۔

اور بیکٹیریا عام طور پر تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ ہوائی بیکٹیریا۔

۲۔ غیر ہوائی بیکٹیریا۔

۳۔ متقلبہ بیکٹیریا۔

(الف) ہوائی بیکٹیریا (Aerobic Bacteria):

یہ بیکٹیریا آکسیجن پر مشتمل ہوا میں رہتا ہے۔

(ب) غیر ہوائی بیکٹیریا(Anaerobic Bacteria):

یہ بیکٹیریا آکسیجن سے خالی فضا میں رہتا ہے۔

(ج) متقلبہ بیکٹیریا (variable Bacteria):

یہ بیکٹیریا آکسیجن کی موجودگی یا اس کی غیر موجودگی' دونوں صورتوں میں رہ سکتا ہے اور یہ بیکٹیریا کی بڑی غالب قسم ہے۔

پانی کے نمونے پر کیے گئے اہم تجزیے جو مطلوب ہیں ان کا نتیجہ یہ نکلتا ہے:

(ا) زندہ بیکٹیریا کی کل تعداد ۲۰ ڈگری سینٹی گریڈ پر۔

(ب) زندہ بیکٹیریا کی کل تعداد ۳۷ ڈگری سینٹی گریڈ پر۔

انسانی جسم میں پائے جانے والے بیکٹیریا:

(ا) قولون والے بیکٹیریا کی تعداد(Colonic Number):

(ب)(Diplococcus) کی تعداد:

پانی پینے کے لیے درست شمار ہوتا ہے جبکہ اس کا بیکٹیریائی تجزیہ درج ذیل نتائج دیتا ہو:

(۱) زندہ جراثیم ایک ملی میٹر میں ایک سو سے زیادہ نہ ہوں۔

(۲) قولونی جراثیم کی تعداد ایک ملی میٹر میں 1% سے زیادہ نہ ہوں۔

(۳) مکورات سجیہ (Staphglacocus) ایک ملی میٹر میں 1% سے زیادہ نہ ہوں۔

(۴) عضویات ولسن (Diplococcus) ایک ملی میٹر میں 1/1000 سے زائد نہ ہوں۔

Marfat.com

پینے کے پانی میں لازمی پائے جانے والے عناصر اور آب زمزم

پینے کے قابل پانی میں درج ذیل خصوصیات ہونی چاہیئے۔

اولاً......طبعی خواص:

رنگ: نیلگوں سفید۔

گدلا پن: 1/5 لاکھ

ذائقہ: قابل قبول (پسندیدہ)

بو: قابل قبول

ثانیاً......کیمیائی خواص:

(الف) زہریلا مواد۔ضروری ہے کہ پانی زہریلے مواد سے خالی ہو۔

جدول نمبر ۳:

مادہ	انتہائی مقدار
سیسہ	0.100 ملی گرام فی لیٹر
سم الفار (Arsenic)	0.00 ملی گرام فی لیٹر
کرومیم	0.05 ملی گرام فی لیٹر
سلینیم	5.05 ملی گرام فی لیٹر
سائینائیڈ	0.01 ملی گرام فی لیٹر

(ب) کیمیاوی مواد جو صحت کے لیے مؤثر ہیں:

جدول نمبر ٤:

مادہ	انتہائی مقدار
فلورائیڈ	1.5 ملی گرام فی لیٹر
نائیٹریٹ	10.0 ملی گرام فی لیٹر

(ج) کیمیائی مواد جو پانی کے ذائقہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔

جدول نمبر ٥:

مادہ	موزوں مقدار	انتہائی مقدار
مجموعی طور پر تمام نمکیات	1000	1200 ملی گرام فی لیٹر

Marfat.com

لوہا	0.3	1.00 ملی گرام فی لیٹر
میگنیز	0.3	1.00 ملی گرام فی لیٹر
تانبا	1.0	1.5 ملی گرام فی لیٹر
زنک	0.05	15.00 ملی گرام فی لیٹر
میگنیشیم	100.0	150.00 ملی گرام فی لیٹر
کیلشیم	150.00	250.00 ملی گرام فی لیٹر
سلفیٹس	250.00	500.00 ملی گرام فی لیٹر
کلورائیڈ	300.00	600.00 ملی گرام فی لیٹر
فینول	0.001	ملی گرام فی لٹر 0.002

ثالثاً تابکاری مواد:

جدول نمبر ۶:

مادہ	انتہائی حد
الفاریز	9:10 میکرو کیری فی ملی لیٹر
بیٹاریز	8:10 میکرو کیری فی ملی لیٹر

رابعاً بیکٹیریائی معیار:

(ا) آب صالح (Treated Water): قولونی قسم کے مجموعے میں کل تعداد ایک بیکٹیریائی سو ملی لیٹر سے زائد نہ ہو۔

(ب) غیر صالح زمینی پانی: عمومی طور پر جب ان معیاروں میں نسبت انتہائی حد سے بڑھنے لگے تو پانی کے قابل استعمال ہونے کا فیصلہ دینے سے قبل اسے ماہرین کو برائے معائنہ پیش کرنا چاہیے۔

آب زمزم پر قائم کردہ بیکٹیریائی اور کیمیائی تجزیے

استاد صالح محمد جمال کی کتاب 'اخبار مکہ' میں وارد ہے کہ آب زمزم الکائن ہے جس میں سوڈا' کلورین' چونا' سلفیورک ایسڈ' نائیٹرک ایسڈ' اور پوٹاش ہوتا ہے جس سے وہ معدنیاتی پانی کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور مرآۃ الحرمین میں تحریر ہے کہ آب زمزم کا ذائقہ قلوی ہے۔ اور ڈاکٹر انجنیئر حسن فرید غلول مشیر صحت عالمیہ جو ۱۹۵۳ء میں مصری وفد کے ساتھ زیارت حجاز کے لیے آئے تھے' نے اکتوبر ۱۹۵۶ء میں مملکت سعودی عربیہ کی فضائی صحت سے متعلق ایک رپورٹ تیار کی۔ نیز انہوں نے آب زمزم کا تجزیہ کیا جس کے نتائج درج ذیل ہیں۔

Marfat.com

جدول نمبر ۷:

آب زمزم کا کیمیائی آئنک تجزیہ	جز فی ملین
الکلیز -OH	263.00
کلورائیڈ -Cl	263.00
دائمی بھاری پن	1240.00
سلفیٹ --SO4	528.2
کیلشیم ++Ca	444.5
میگنیشیم ++Mg	130.7
سوڈیم +Na	501.6
پوٹاشیم +K	301.0
امونیا N+H4 NH3	10.00
نائیٹرائٹ No2-1	0.5
نائیٹرائٹ No-13	1448.00
پرمینگنیٹ پر چار گھنٹے میں جذب شدہ آکسیجن	5.00
لوہا	0.15
بھاری دھاتیں (تانبہ، سیسہ، زنک، ٹن)	نہیں پائی جاتیں
فلورائیڈز	1.5
مینگنیز	نہیں پایا جاتا
سلیکا	40
PH ہائیڈروجن آئنیز کی مقدار	7.05
مجموعی طور پر حل شدہ ٹھوس مواد	4500

عام طور پر پانی صاف ستھرا ہوتا ہے سوائے اس صورت کے کہ بعض مواد اس میں شامل ہو گئے ہوں۔ اس کی کوئی بو نہیں ہوتی، لیکن اس کا ذائقہ بعض نمکیات پر مشتمل ہونے کے باعث تھوڑا سا نمکین ہوتا ہے۔

جدول نمبر ۸:

مختلف چشموں کے پانی میں نمکیات کی نسبت

نمبر	کنوئیں کا نام	نمکیات کی فیصد مقدار	نمکیات کی مقدار
۱	زمزم	0.25	2500
۲	طوی	0.24	2400
۳	المسفلة	0.19	1900
۴	الداودیہ	0.21	2100
۵	زبیدہ	0.55	500

جدول نمبر ۹:

مختلف کنوؤں کے پانی میں موجود آئینز کا انکشاف

کنواں	سلفیٹس	سلفائیڈ	کلورائیڈ	نائیٹریٹس	لوہا	کیلشیم	میگنیشیم
زمزم	+	-	+	آثار	آثار	+	+
طوی	+	-	+	+	آثار	+	آثار
مسفلہ	+	+	+	+	آثار	+	+
الداودیہ	+	آثار	+	آثار	آثار	+	+
زبیدہ	آثار	-	+	-	آثار	آثار	آثار

تقابلی کیمیائی تجزیئے......آب زمزم اور دیگر پانیوں میں فرق

ڈاکٹر ابوالسمن رجاحسین استاد پیٹروکیمیکل صنعت الفاتح یونیورسٹی طرابلس لیبیا نے آب زمزم کی تحقیق کی۔ ڈاکٹر موصوف نے بڑی احتیاط کے ساتھ چاہ زمزم سے صحیح اور مبنی بر حقیقت نمونے حاصل کیے۔ انہوں نے اپریل ۱۹۷۶ء تا جولائی ۱۹۷۶ء ۳ لیٹر اور ۱۹۷۷ء میں ایک لیٹر اور آخری طور پر ۲ دسمبر ۱۹۷۷ء جو ایک لیٹر کی مقدار میں پانی کے نمونے حاصل کیے اور ۲۱ اپریل ۱۹۷۶ء کو چاہ داودیہ اور مسفلہ سے ۳/۳ لیٹر پانی کے نمونے حاصل کیے اور عرفات کے چشمہ زبیدہ سے ۲۳ اپریل ۱۹۷۶ء کو ۲ لیٹر پانی بطور نمونہ لیا۔

ان تجزیات کی تحقیق درج ذیل ہے:

جدول نمبر (۱۰):

آب زمزم کا کیمیائی تجزیہ

Marfat.com

تجربہ	مقدار
ہائیڈروجن نمبر (PH)	6.9
حل شدہ نمکیات کی تعداد جزنی ملین	1620
کلورائیڈز جزنی ملین	234
کاربونیٹس جزنی ملین	365
سلفیٹس جزنی ملین	190
کیلشیم جزنی ملین	موجود
میگنیشیم	موجود
لوہا	آثار
سلفائیڈز	غیر موجود
نائیٹریٹس	غیر موجود

جدول نمبر (۱۱):

مکہ مکرمہ کے کنوؤں کا کیمیائی تجزیہ

کنواں	ہائیڈروجنی نمبر PH	حل شدہ نمکیات کی مقدار جزنی ملین	کلورائیڈز جزنی ملین	کاربونیٹس جزنی ملین	سلفیٹس جزنی ملین	سلفائیڈز جزنی ملین	نائیٹریٹس جزنی ملین
زمزم	6.9	1620	234	365	190	غیر موجود	غیر موجود
داودیہ	7.2	2000	190	450	300	غیر موجود	غیر موجود
مسفلہ	6.8	2050	140	500	300	غیر موجود	غیر موجود

جدول نمبر (۱۲):

آب زمزم اور چشمہ زبیدہ کی کیمیائی تحلیل

تجربہ کا نام	چاہ زمزم	چشمہ زبیدہ
ہائیڈروجنی نمبر (PH)	6.9	7.00
حل شدہ نمکیات کی مقدار	1620 جزنی ملین	500 جزنی ملین

کلورائیڈز Cl^-	234 جزنی ملین	80 جزنی ملین
کاربونیٹس Co_3^{-2}	365 جزنی ملین	130 جزنی ملین
سلفیٹس SO_4^{-2}	190 جزنی ملین	96 جزنی ملین
سلفائیڈز S^{-2}	غیر موجود	غیر موجود
نائیٹریٹس No_3^{-1}	غیر موجود	غیر موجود

جدول نمبر (۱۳):

آب زمزم کی حیاتیاتی تحلیل

کعبہ مکرمہ کے گرد مطاف کی توسیع اور آب زمزم کی نکاس اور دیگر متعلقہ امور کی ذمہ دار ملکی وزارت مال و اقتصاد تھی چنانچہ اس کی نگرانی کی کمپنی ڈبلیو ایف کورنر نے چاہ زمزم سے نمونہ آب لے کر جرمنی میں تحقیق کی۔ جس کے نتائج درج ذیل ہیں:

مادہ	مقدار
توصیل الحرارت	6.9
Headt Conduction	1530U مائیکرواھم
Steam sedimentation	621 ملی گرام فی لیٹر
بھاری پن	14.8
بھاری پن بوجہ کاربونیٹس	14.8
امونیا	تحقیق ناممکن رہی
میگنیشیم	57 ملی گرام فی لیٹر
کیلشیم	91 ملی گرام فی لیٹر
کلورائیڈ	220 ملی گرام فی لیٹر
لوہا خام	ملی گرام فی لیٹر تحقیق ناممکن رہی
سلفر	157 ملی گرام فی لیٹر
نائیٹریٹ	4.5 ملی گرام فی لیٹر
نائیٹرائٹ	207 ملی گرام فی لیٹر
فاسفیٹ	ملی گرام فی لیٹر تحقیق ناممکن رہی

5.3 M-Vail/L	M-Value

آب زمزم میں پائے جانے والے بیکٹیریا

الدکتور یحیٰ بکداش لکھتے ہیں کہ سال ۱۴۰۰ھ کی ابتداء میں حرم مکی شریف پر واقع ہونے والے حادثات کے خاتمے پر جبکہ میں منطقہ غربیہ کی آب رسانی ونکاسی کی اصلاح کے لیے منتظم اعلیٰ تھا تو مجھے چاہ زمزم کی صفائی اور اسے افسوسناک واقعات سے قبل والی حالت پر بحال کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ جامعہ ملک عبدالعزیز کا مرکز معاملات حج میرے ساتھ چاہ زمزم پر واقع ہونے والی اس صورت حال کے مطالعہ کی قابل قدر مساعی میں شریک تھا۔اس دوران ہونے والی تحقیقات میں آب زمزم کی بیکٹیریا اور کیمیائی تحقیق بھی شامل تھی۔ چنانچہ آب زمزم سے متعلق ان تحقیقات کے اہم نتائج درج ذیل ہیں۔

ان غیر متوقع اور حادثاتی حالات کے باعث چاہ زمزم آلودگی سے دوچار ہوا۔ چنانچہ چاہ زمزم کی صفائی کے لیے بڑی مقدار میں پانی کی پمپنگ کے دوران مختلف گہرائیوں سے آب زمزم کے نمونے حاصل کیے گئے تاکہ معلوم کیا جاسکے کہ آلودگی کہاں تک پہنچ چکی ہے۔لہذا بڑے شگافوں کی ۱۳ تا ۱۷ میٹر کی سطح سے اور کنوئیں کی آخری سطح سے جو ۲۶ تا ۳۰ میٹر کے مابین تھی، سے اور پھر کنوئیں کے حقیقی مصادر سے جبکہ وہ ظاہر ہوئے نمونے حاصل کیے گئے۔ یہ نمونے مختلف اوقات میں لیے گئے۔تاکہ کنوئیں کی صفائی اور پانی کے آلودگی سے پاک ہوجانے کی تصدیق ہوجائے۔

بیماری پیدا کرنے والے جراثیم کا لیول اور اس طرح سالمونیلا، شیجیلا اور اسکریکیا کولائی جراثیم کا لیول ۱۳ تا ۱۷ میٹر کی گہرائی جو قریبا شگافوں کی سطح کے برابر ہے سے لئے گئے نمونوں میں کافی اونچا ہے۔ جو نمونے ۲۰ محرم ۱۴۰۰ھ کو لئے گئے۔

ان میں ان جراثیم کی اوسط نسبت بہت زیادہ تھی۔ مثال کے طور پر اسکریکیا کولائی ۱۸۰،۰۰۰ فی سو مکعب سنٹی میٹر تھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ان جراثیم کی تعداد کم ہوتی گئی حتی کہ ۱۲ صفر ۱۴۰۰ھ تک ۱۸۰ فی ۱۰۰ مکعب سنٹی میٹر ہو گئی۔

لیکن ۲۶ تا ۳۰ میٹر کی گہرائی پر موجود جراثیم کی تعداد میں نسبت اوپر والی سطح سے کافی بڑی تھی جن میں سے صرف اسکریکیا کولائی کی تعداد ۲۰ محرم کو دس لاکھ فی ۱۰۰ مکعب سینٹی میٹر تھی جو ۱۲ صفر کو کم ہوکر ۱۸۰ فی ۱۰۰ مکعب سنٹی میٹر رہ گئی۔

۱۳ تا ۱۷ میٹر گہرائی (شگافوں کی سطح پر)

Marfat.com

نمونہ جات لینے کی تاریخ ۱۴۰۰ھ	اسکر یکیا کولائی	گول بیکٹیریا	سالمونیلا و شجیلا	مرض انگیز جراثیم 28°C پر	کل بیکٹیریا 22°C پر
20 محرم	180.000	--	141	320.000	420.000
29 محرم	1600	--	85	271.000	173.000
12 صفر	1800	4	52	83.000	--

۲۶ تا ۳۰ میٹر کی گہرائی کی سطح

نمونہ جات لینے کی تاریخ ۱۴۰۰ھ	اسکر یکیا کولائی	گول بیکٹیریا	سالمونیلا و شجیلا	مرض انگیز جراثیم 28°C پر	کل بیکٹیریا 22°C پر
20 محرم	10,00,000	--	250	290.000	330.000
29 محرم	00	--	858	705.000	460.000
12 صفر	00	3	00	159,000	--

اس تحقیق سے یہ ظاہر ہوا کہ گہرائی میں مکروبات بالخصوص سالمونیلا شجیلا اور اسی طرح بیماری پیدا کرنے والے جراثیم کی تعداد ۲۹ محرم تک بڑھتی رہی۔ میکروبات مرضیہ کی تعداد ۲۰ محرم کو 290000 فی مکعب سنٹی میٹر ہوگئی اور یہ زیادتی اس وقت ان گہرائیوں سے کوئی پمپنگ نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔ علاوہ ازیں اس پانی کا امونیا اور نائیٹریٹ کی بڑی نسبت پر مشتمل ہونے کے پیش نظر کلورین کے ساتھ سطحی تعقیم تھی جیسا کہ کیمیائی تجزیوں سے ظاہر ہے۔

ان میکروبات کی پیدائش وافزائش کی حوصلہ افزائی بالخصوص اس منطقہ میں پانی کے درجہ حرارت 32C نے کی۔ وان میکروبات کے لیے مثالی درجہ حرارت (37C) کے قریب ہے۔ اس وقت ان گہرائیوں تک کلورین کے اضافے کے ساتھ مسلسل پمپنگ کی سفارش کی گئی۔ حتی کہ کنوئیں کی دیواروں کی تعقیم بھی ممکن ہوجائے۔ چنانچہ اس سفارش پر پورا پورا عمل کیا گیا اور اس طرح جملہ مکروبات کی تعداد گھٹ کر رہ گئی۔ اور چاہ زمزم کے بنیادی مصادر کے ظاہر ہونے تک مختلف سطحوں سے ۸۰۰۰ لیٹر فی منٹ کے حساب سے بار بار پمپنگ جاری رہی۔ اور جب بھی ان مصادر سے پانی خارجی اثرات سے بعید نکل کر ظاہر ہوا تو اس سے نمونہ لیا جاتا رہا۔ اور بڑے اور چھوٹے چشموں سے بھی وقتاً فوقتاً نمونے لیے جاتے رہے۔ دو نمونے دوسرے فروعی مصادر سے لئے گئے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ پہلا نمونہ ۲۰ محرم کو غوطہ خور کے ذریعے حاصل کیا گیا جبکہ یہ مصادر پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ اور دوسرے نمونے براہ راست مصادر سے معقم سیشوں میں لیے گئے۔

مصادر سے براہ راست لیے گئے نمونوں میں مختلف قسم کے بیکٹیریا پایا جاتا ہے۔ اور نتائج سے معلوم ہوا کہ

Marfat.com

پہلا نمونہ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے' میں میکروبات کی تعداد اور خصوصاً بیماری پیدا کرنے والے میکروبات اور اس طرح سالمونیا شچیلا اور Ecoil کی تعداد زیادہ تھی۔

اور میکروبات کی تعداد ان مصادر کے ظاہر (قریب) ہونے کے ساتھ اور اب شگافوں کی دیواروں سے ملوثہ مواد کو دھو دینے سے کم ہوگئی۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آلودہ پانی میں مٹی ملی ہوتی تھی جو ریت' کنکریوں اور پتھروں کی صورت میں بڑی مقدار میں نکالی گئی تھی۔ اور یہ مصادر کی دیواروں کو مٹی اور دیگر آلودگیاں جو ان سے چمٹی ہوئی تھیں، سے صاف کرنے کا نتیجہ تھا۔

قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ ان غیر معمولی واقعات سے چھ ماہ قبل کنوئیں کی صفائی کے ساتھ منطقہ غربیہ کی آب رسانی و نکاسی آب کے نظام کی اصلاح کا کام کیا گیا اور بڑی مقدار میں ریت اور بھل نکالی گئی، جب کہ کنوئیں سے مسلسل پمپنگ کے ساتھ اور یکے بعد دیگرے ان مصادر کے انکشاف کے ساتھ ساتھ مصادر کی صفائی ہوتی گئی اور امراض پیدا کرنے والے تمام جراثیم اور اس طرح سالمونیا' شچیلا اور E-Coil کا خاتمہ ہوگیا۔ البتہ دوسرے بیکٹیریا جو قدرتی طور پر پانی میں موجود ہوتے ہیں' ان کا بڑے چشمے میں پایا جانا ظاہر ہوا۔ جبکہ چھوٹے چشمے میں یہ (قدرتی) میکروبات مسلسل کم ہوتے گئے۔ اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس میں کسی شک وشبہ کی مجال نہیں ہے کہ آب زمزم کی اصل مصادر تلوث کا باعث بننے والے ہر قسم کے جراثیم سے پاک ہیں۔

۸۔ ۱۲ میٹر پر منکشف ہونے والے چاہ زمزم میں موجود شگافوں سے براہ راست لیے گئے پانی کے نمونے جو مختلف میکروبات کی تعداد کا اظہار کرتے ہیں۔

جدول نمبر (۱۵):

کل بیکٹیریا 22°C پر	بیماری پیدا کرنے والے بیکٹیریا 37°C	سالمونیلا و شچیلا	بیکٹیریا براز السیحہ	E-Coil اسکریکیا کولائی	تاریخ جس میں ۱۴۰۰ھ میں نمونے لیے گئے
2000	2000	57	--	230	29 محرم
3900	2530	44	180	35	7 صفر
3000	00	00	2	8	22 صفر
3200	00	00	00	00	26 صفر

Marfat.com

چھوٹا چشمہ:

کل بیکٹیریا 22°C پر	بیماری پیدا کرنے والے بیکٹیریا 37°C	سالمونیلا و شجیلا	بیکٹیریا براز السیچہ	E-Coil اسکریکیا کولائی	تاریخ جس میں ۱۴۰۰ھ میں نمونے لیے گئے
25000	30000	79	--	490	29 محرم
8600	1380	48	180	160	7 صفر
3500	00	00	2	5	22 صفر
1380	00	00	00	00	26 صفر

دیگر چھوٹے شگاف:

کل بیکٹیریا 22°C پر	بیماری پیدا کرنے والے بیکٹیریا 37°C	سالمونیلا و شجیلا	بیکٹیریا براز السیچہ	E-Coil اسکریکیا کولائی	تاریخ جس میں ۱۴۰۰ھ میں نمونے لیے گئے
2140	2340	44	30	50	7 صفر
1580	00	00	17	45	22 صفر

کیمیائی تجزیوں کے نتائج

جدول نمبر ۱۶ سے کیمیائی تحلیل کے لیے حاصل کردہ نمونے اور جدول نمبر ۱۷ سے ان کے کیمیائی تجزیوں کے نتائج واضح ہوتے ہیں جو تحقیق کے دوران چاہ زمزم اور رسنے والے پانی اور چاہ داودیہ سے حاصل کیے گئے۔ یہ پانی عمومی طور پر کیلشیم اور میگنیشم کی بڑی مقدار پر مشتمل ہونے سے متمیز ہیں۔

تجزیوں کے نتائج واضح کرتے ہیں کہ پانیوں میں جملہ الکلیز اور بایکاربونیٹ آئنز کی نسبت شگافوں کی سطح کے پاس آب زمزم میں ان کی بڑی مقدار تک جا پہنچی ہیں جبکہ یہ مقداریں ان نمونوں میں کم ہو جاتی ہیں جو تحقیق کے پہلے مرحلے میں چاہ زمزم سے جمع کیے گئے جیسا کہ رسنے والے چاہ داودیہ کے پانی میں جملہ الکلیز کی کم مقداریں پائی گئیں اور چاہ زمزم کے پانی میں سوڈیم اور پوٹاشیم کی مقدار حالیہ تحقیق کے دوران اپنی اوسط قائم رکھنے میں ممتاز رہی، جبکہ رسنے والے پانی میں سوڈیم اور پوٹاشیم کی مقدار گھٹ جاتی رہی ہے۔

زمزم کے پانی کے نمونے جو پانی کے اخراج کی جگہ سے حاصل کیے گئے ان تجزیوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں کلورائیڈ کی مقدار ۲۴۰ ملی گرام فی لیٹر تک پہنچ جاتی ہے جبکہ یہ مقدار پانی کے ان نمونوں میں کم پائی جاتی ہے جو

Marfat.com

تحقیق کے اولین مراحل میں جمع کیے گئے اور جو کلورائیڈ کی کم مقدار کی خصوصیت کی وجہ سے رسنے والے اور چاہ داود یہ کے نمونوں کے پانیوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔

زمزم کے پانی میں سلفیٹس کی مقدار پانی کے اخراج کی جگہ پر ۳۷۰ تا ۳۸۰ ملی گرام فی لیٹر تک پہنچ جاتی ہے اور سلفیٹس کی مقدار کی یہ اوسط زمزم کے پانی میں بڑھ جاتی ہے اور تمام پانیوں میں نائیٹریٹس کی مقدار زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور وہ ۳۳۲ اور ۳۸۰ ملی گرام فی لیٹر کے مابین ہوتی ہے۔

ان پانیوں پر حاصل شدہ نتائج پانیوں میں امونیا کے نمکیات کی اونچی مقدار کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور کم از کم مقدار جس سے چاہ زمزم تحقیق کے آخری مرحلہ میں پانی کے اخراج کی جگہ پر متمیز ہوتا ہے وہ جدول نمبر ۱۷ کے ۹،۸ نمونے ہیں۔ اس طرح آخری مرحلہ میں آب زمزم نائیٹرائیٹ، نمکیات جو حیاتیاتی آلودگی پر دلالت کرتے ہیں سے خالی ہوتا ہے۔ جبکہ نائیٹرائیٹ نمکیات پانی کے دیگر تمام نمونوں میں پائے جاتے ہیں۔

اور جدول نمبر ۱۷ سے کیمیائی تجزیہ کے نتائج واضح کرتے ہیں کہ پانی کے نمونوں میں نمکیات کی مجموعی تعداد پانی میں ان حل شدہ نمکیات کو بنانے والے ان اساسی عناصر کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ (مثبت چارج والے ریڈیکلز) اور Anions (منفی چارج والے ریڈیکلز) کی مجموعی مقداریں ان بڑے تجزیوں میں برابر پائی جاتی ہیں۔ اور یہ تجزیہ بعض ان عناصر کی موجودگی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو انتہائی قلیل مقدار ہونے کے باعث تجزیہ میں نہیں آسکتے اور نہ وہ آلودگی کے احتمالات کے اظہار کے ذریعے پانی کی خصوصیات کو متاثر کرتے ہیں۔

پانی کے کیمیائی علم کے قواعد کے مطابق نمکیات جن کے آب زمزم رسنے والے پانی اور چاہ داود یہ کے پانی میں پائے جانے کا احتمال ہے کہ نوعیت کا معلوم کرنا ممکن ہے جیسا کہ جدول نمبر ۱۷ سے واضح ہے' اور ان نتائج سے آخری مرحلہ میں آب زمزم کے نمونہ جات ۹،۸ میں کیلشیم، میگنیشیم، سوڈیم کلورائیڈ' پوٹاشیم نائیٹریٹ اور دیگر حل شدہ نمکیات کی مقدار سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جدول نمبر ۱۷ کے نتائج سے آخری مرحلہ میں آب زمزم کا رسنے والا پانی اور چاہ داود یہ کے پانی سے حل شدہ نمکیات کی مقدار کی رو سے اختلاف واضح ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ تجزیہ چاہ داود یہ کے پانی میں میگنیشیم کلورائیڈ' کیلشیم سلفیٹ' سوڈیم نائیٹریٹ اور پوٹاشیم نائیٹریٹ کے نمکیات کی بڑی مقدار کے پائے جانے پر دلالت کرتا ہے' اسی طرح سے رسنے والا پانی میگنیشیم کلورائیڈ پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس کا آب زمزم میں پانے جانے کا کوئی احتمال نہیں۔

. حل شدہ مواد کے نتائج ۱۰۵ ڈگری سینٹی گریڈ پر بعض اختلافات کا اظہار کرتے ہیں اور خارج ہونے والے حل شدہ نمکیات کی مقدار میں (جدول نمبر ۱۷) کے حساب سے ظاہر ہوتی ہے جن کا رخ درج ذیل اسباب کی طرف ہے:

(الف): یہ کہ پانی کی ۱۰۵ سینٹی گریڈ پر تبخیر اور ٹھوس مواد کا خشک ہو کر بیٹھ جانا پانی سے ان کے کرسٹلز کو مکمل پر ختم نہیں کرتا اور میگنیشیم کے نمکیات محفوظ رہتے ہیں اور اس کے کرسٹلز نمونے کے پانی کے مجموعی وزن میں شامل ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

(ب): پانی کے نمونے بعض نامیاتی مواد پر مشتمل ہوتے ہیں جن کا وزن نمونہ میں ٹھوس مواد کے ضمن میں خیال کیا جاتا ہے اور بعض نمونوں میں اس مواد کی مقدار ۳۰ تا ۴۰ ملی گرام فی لٹر کے مابین ہوتی ہے۔

(ج): نمونوں کے بخارات بننے اور خشک ہونے کے دوران امونیا کے بعض نمکیات ۱۰۵ ڈگری سینٹی گریڈ پر اڑ جاتے ہیں اور یہ باقی ماندہ ٹھوس مواد کے آخری وزن پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان تمام اسباب کے باعث پانی کے متعین اور عملاً موجود وزن کے اختلاف کی نسبت سابقہ تحقیقات کے مطابق 10% تک پہنچ جاتی ہے۔

جدول نمبر(۱۶):

نمبر شمار	گہرائی	نمونہ لینے کی تاریخ
زمزم ۱	۲ میٹر	31/12/1979
زمزم ۲	۶ میٹر	31/12/79
زمزم ۳	۱۳ میٹر	31/12/79
زمزم ۴	۲۶ میٹر	31/12/79
زمزم ۵	شعاعوں سے قبل	02/01/80
زمزم ۶	شعاعوں سے قبل	02/01/80
زمزم ۷	۱۶ میٹر	01/01/80
زمزم ۸	۱۳ میٹر	14/01/80
زمزم ۹	۱۳ میٹر	14/01/80
رسنے والے پانی کا حوض ۱	رسنے والا پانی	02/01/80
رسنے والے پانی کا حوض ۲	رسنے والا پانی	02/01/80
چاہ داودیہ ۱	۳ میٹر	02/01/80
چاہ داودیہ ۲	۱۶ میٹر	02/01/80

Marfat.com

جدول نمبر ۱۷ :

آب حرم مکی شریف کے کیمیائی تجزیوں کے نتائج (ملی گرام فی لیٹر)

نمونہ	زمزم ۱	زمزم ۲	زمزم ۳	زمزم ۴	زمزم ۵	زمزم ۶	رسنے والا پانی	رسنے والا پانی ب	داؤدیہ ۱	داؤدیہ ۲	زمزم ۷	زمزم ۸	زمزم ۹
جملہ الکلیز	250	270	270	250	270	270	250	270	240	240	280	280	300
مجموعی طور پر بھاری پن	680	660	650	640	660	660	620	640	720	550	680	650	680
عارضی طور پر بھاری پن	250	270	270	250	270	270	250	270	240	240	280	280	300
مستقل بھاری پن	730	390	380	390	390	390	370	370	380	310	300	370	380
کیلشیم کے نمکیات کے باعث بھاری پن	380	420	340	340	340	340	380	380	500	340	465	450	470

Marfat.com

میگنیشیم کے نمکیات کا باعث بھاری پن	300	240	310	300	300	320	240	270	220	210	220	200	210
کیلشیم Ca++	152	168	136	136	140	136	152	148	200	136	184	180	188
میگنیشیم Mg++	729	583	5.3	729	753	778	583	656	535	51.0	535	486	510
سوڈیم Na+	250	255	254	253	255	255	254	226	257	242	257	250	253
پوٹاشیم K+	119	118	119	118	120	118	123	156	131	111	121	120	121
امونیا NH3	1034	1034	1490	1220	1398	1460	730	750	410	720	720	600	6.00
نائیٹرائٹ NO2	329	330	330	390	180	197	0.52	0.16	0.98	016	0.98	0.00	0.00
نائٹرائٹ No3	376	380	376	376	332	332	336	346	230	376	380	336	372
کلورائیڈ Cl-	300	320	310	350	330	330	335	325	330	350	340	340	340
سلفیٹس So42	400	372	380	420	384	400	400	308	403	380	402	380	372
فاسفیٹ Po43	0.14	010	0.14	0.14	0.10	0.10	0.25	0.30	0.20	0.20	0.17	0.20	0.25

Marfat.com

بائی کاربونیٹ HCO3-1	305	329	329	305	329	329	305	329	292	292	341	341	366
مجموعی حل شدہ مواد 105C پر	2002	1810	1860	2030	2000	2000	1950	1930	2100	2000	1902	1890	1980

جدول نمبر (۱۸):

آغاز سال ۱۴۰۰ھ میں چاہ زمزم کی صفائی کے دوران غوطہ خوروں کو بڑے مصادر سے آب زمزم کے نمونے حاصل کرنے پر مامور کیا گیا اور منطقہ غربیہ کی اصلاح آب و نکاسی کی تجزیہ گاہ میں تجزیہ کیا گیا جس کے نتائج درج ذیل ہیں۔

بیکٹیریا تحقیق کے نتائج

نمونہ حاصل کرنے کا مقام	تاریخ	قولونی قسم کا مجموعہ فی مکعب سینٹی میٹر
جانب مروہ	24/1/1400	20
جانب کعبہ	24/1/1400	0
جانب صفا	24/1/1400	60

کیمیائی تجزیے کے نتائج

نمونہ لینے کی جگہ اور تاریخ ملی گرام فی لٹر (24/1/1400)	جانب مروہ۱	جانب کعبہ ۱	جانب صفا۳
امونیا (اصل حالت میں) NH3	1.42	1.95	1.9
نائٹرائٹ No2-1	0.068	0.055	0.072
نائٹریٹ No3-1	50	49.5	61

Marfat.com

مجموعی الکلیز	310	320	320
مجموعی بھاری پن	670	670	720
کیلشیم ++Ca	194	198	220
میگنیشیم ++Mg	462	437	425
کلورائیڈز Cl-1	330	335	350
سلفیٹس So4-2	370	370	370
لوہا Fe	0.12	0.15	0.18
مینگانیز Mg	0.25	0.15	0.3
تانبہ Cu	0.135	0.12	0.1
کلورائیڈز F	0.88	0.85	0.62
کرومیم Cr	0.018	0.022	0.018
حل شدہ سلیکا	85	73.8	75
فاسفیٹس Po_4^{-3}	1048	0.89	0.63
حل شدہ آکسیجن	9	9	11
سلفائیڈز S-2	0.002	0.003	0.008
رنگ	Brown	Brown	Brown
بو	--	--	--
گدلا پن	330	165	340
خوردبینی تحقیق	ریت کی موجودگی	موجودگی	--
حل شدہ نمکیات کا وزن mg/l	2065	2065	2100
ہائیڈروجنی نمبر PH	7.5	7.15	7.3
حیاتیاتی تحقیق	--	--	--
سائنائیڈ CN	0	0	0
الیکٹروکنڈکٹوٹی میں مزاحمت (U/l)	2950	2950	3000

ڈول کے استعمال اور حجاج کا کنوئیں کے جوار میں نہانے دھونے سے کنوئیں کے پانی میں باہر سے آلودگی آئی اور ملاوٹ ہوئی ہے۔ نیز آلودگی کا سبب زمینی پانی کے رس کر اوپر آنے اور کنوئیں کے ارد گرد سے پانی کی نکاسی

Marfat.com

کے درست نظام کا فقدان بھی تھا۔اس مرحلہ پر پروفیسرز نے بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے آب زمزم کی تعقیم کی نشاندہی کی۔

☆☆☆

بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے آب زمزم کی تعقیم

تعقیم آب کے طریقے:

پانی کو پینے کے قابل بنانے کے لیے اس کی تعقیم کے متعدد طریقے ہیں:

حرارت: پانی کو کھولاؤ کے درجے تک گرم کرنا، پھر اس کو ۱۵ تا ۲۰ منٹ تک کھولتے رہنے دینا۔

روشنی: پانی کی تعقیم کے لیے پانی کو طویل عرصے تک سورج کی شعاعوں کے سامنے رکھا جاتا ہے یا پانی کو مناسب طول موج والی بالائے بنفشی شعاعوں کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ یہ تعقیم آب کے لیے سادہ اور آسان ٹیکنیکل طریقہ ہے۔صاف ستھرے مقطر پانی کی تعقیم باریک طبقات میں بالائے بنفشی شعاعوں کے سامنے رکھ کر جو مرکری لیمپوں کے ذریعے پیدا کی گئی ہوں جاری رہتی ہے۔ان لیمپوں کا مخصوص شیشوں کے اندر رکھنا لازم ہے جو غیر مرئی ۲۵۳۷ انگسٹرم والی شعاعوں کو گزرنے دے اور تعقیم آب کو یقینی بنانے کے لیے پانی کا صاف وشفاف ہونا لازم ہے، نیز جراثیم کو ہلاک کرنے کے لیے پانی کا طویل عرصے کے لیے قوی شعاعوں کے سامنے رہنا ضروری ہے۔

کیمیائی تعقیم: اس کے لیے پانی کا مناسب مقدار میں موجود کیمیائی لوازم کے ساتھ ایک مقررہ مدت تک جو پانی کی تعقیم کے لیے کافی ہو رکھا جاتا ہے۔

تکسیری عوامل: پانی کی بڑے پیمانے پر تعقیم کے لیے کیمیاوی عوامل سے کام لیا جاتا ہے۔مثلاً:

(۱) ہیلوجنز: کلورین، برومین، آیوڈین۔

(۲) پوٹاشیم پرمیگنیٹ اور اوزون۔

نیز سیال ہیلوجینز بالخصوص کلورین کی دوسری صورتیں تطبیق اور اقتصادی لحاظ سے زیادہ مناسب ہیں۔ دھاتی آئینز یا زیادہ تیزابیت یا پانی کی زیادہ الکلینیٹی پانی کے تعقیم کے کچھ دیگر طریقے ہیں۔

بالائے بنفشی شعاعیں کیا ہیں؟:

بالائے بنفشی شعاعیں، شعاعوں کی وہ قوت ہے جو ایسے مخصوص شیشوں میں بڑی حفاظت کے ساتھ کم پریشر والے مرکری لیمپوں کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں جو ۲۵۳۷ انگسٹرام والی شعاعوں کو گزرنے دیں۔ یہ بات کئی سالوں سے معروف چلی آرہی ہے کہ بالائے بنفشی شعاعیں بڑے موثر طریقہ سے دقیق کائنات میں زندگی کو فنا سے ہمکنار کرسکتی ہیں۔لیکن قریبی زمانے میں جو ارتقائی مدارج طے ہوئے ہیں، انہوں نے بالائے بنفشی شعاعوں کو گیسوں اور

Marfat.com

مائعات میں بیکٹیریائی تعقیم میں کام آنے والے آلات میں استعمال کے قابل بنادیا ہے۔

ا۔ بالائے بنفشی شعاعوں کا طول موج پیدا کرنا۔

۲۔ فقط ۲۵۳۷ انگسٹرام طول موج والی بالائے بنفشی شعاعیں دینے کی طاقت والے لیمپ کی ایجاد ہی مشکل نہ تھا بلکہ اس کا طاقت کے ساتھ مسلسل ۷۵۰۰ گھنٹے (۱۰ مہینے) کے طویل عرصے تک کام دیتے رہنا بھی ایک مشکل کام تھا' جو ہوا۔

مائعات میں جراثیم کے خاتمے کی طاقت کا تسلسل:

امریکہ وزارت صحت نے ایک گھونٹ پانی کی تعقیم کے لیے ۲۵۳۷ انگسٹرام والی بالائے بنفشی شعاعوں کی جو مقدار مقرر کی ہے وہ ۱۶۰۰۰ میکرو ویوز فی مربع سینٹی میٹر ultrads ہے۔

تعقیم کی طاقت کا دقیق اندازہ لگانے کے لیے خودکار حساس آلہ کی ایجاد: مناسب شدت والا وہ آلہ ایجاد ہو گیا جو شعاعوں کے سیال کے وسط میں داخل ہونے کے بعد اس کے لیول کی نشاندہی کرے اور متنبہ کرنے کے لیے سمعی اشارات دے اور (شعاعوں کے ناکافی ہونے کی صورت میں) پانی کے بہاؤ کو روکے۔ اس آلہ نے جراثیم کی ہلاکت کے لیے بالائے بنفشی شعاعوں کو ۲۵۳۷ انگسٹرام طول موج تک محدود کر دیا ہے۔

UDC 50 (Multi Sensor) بالائے بنفشی شعاعوں کی شدت کو ناپنے والے میٹر سے بالائے بنفشی شعاعوں کی مقدار کو ایک کنٹینرز یا متعدد کنٹینرز وں کی نسبت سے پڑھا جا سکتا ہے۔ جبکہ الیکٹرانک آلات ایسی صورت میں رکھے ہوں کہ وہ بالائے بنفشی شعاعوں کی شدت (میں کمی یا بیشی) کو اشاروں کی تبدیلی کی صورت میں دور (سینکڑوں قدموں تک) کے مقام پر رکھے ہوئے مقیاس بکس تک منتقل کر سکیں۔

آب زمزم کی تعقیم میں بالائے بنفشی شعاعوں کے استعمال کی ترجیح کے اسباب:

(۱) پانی میں کیمیائی اجزاء کے اضافہ کی عدم ضرورت ہے۔

(۲) پانی کو ابالنے اور ٹھنڈا کرنے کی ضرورت کا نہ ہونا۔

(۳) پانی میں (کیمیائی اجزاء) ملانے اور ٹھنڈا کرنے کے لیے خزاں (حوض) کی ضرورت کا نہ ہونا۔

(۴) پانی کی PH (تیزاب یا الکلی ملا کر) بدلنے کی عدم ضرورت۔

(۵) بیکٹیریا اور وائرس سے پانی کی ۹۷ تا ۹۹% تک تعقیم۔

(۶) تکالیف تعقیم میں کمی مثلاً ۱۲۰۰۰ گیلن پانی کے لیے ایک یونٹ بجلی کا کافی ہو رہنا۔

(۷) بجلی کی فراہمی کی سہولت۔

(۸) خودکار طریقہ سے کام اور اگر تعقیم کے لیے شعاعیں ناکافی ہوں یا بلب کے بدلنے کی ضرورت ہو تو ایک مخصوص آواز کے ذریعے اطلاع۔

(۹) اس طریقہ سے پانی کے رنگ' ذائقہ اور بو میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہونا۔

Marfat.com

بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعہ بیکٹیریا کا خاتمہ کیسے؟:

جب بالائے بنفشی شعاعیں بیکٹیریا، وائرس، ایلجی یا دیگر مائیکرو آرگنزمز پر پڑتی ہیں تو اس کی بیرونی جھلی کو پھاڑ دیتی ہیں اور میکروب کے DNA نامی مرکزی حصہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں۔

بالائے بنفشی شعاعوں کے آلہ کے عمل کی کیفیت اور اس کو نصب کرنے کی مشکلات:

پانی ایسے سلنڈر میں داخل کیا جاتا ہے جس کے اندرونی طرف بالائے بنفشی شعاعیں پیدا کرنے والے بلب لگے ہوئے ہوں اور سلنڈر کے اندر موجود بلبوں کی تعداد سلنڈر کے حجم اور زیر تعقیم پانی کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے۔

سلنڈر میں درحقیقت بلب پانی کو نہیں چھوتے کیونکہ وہ خاص قسم کے شیشے میں لگے ہوتے ہیں۔ پانی سلنڈر کے نچلے سوراخ سے داخل ہوتا ہے اور اوپر والے سوراخ سے خارج ہوتا ہے۔ اس طریقہ سے پانی کے جملہ اجزاء بالائے بنفشی شعاعوں کے سامنے ہوتے ہیں۔

اور یہ بات معلوم شدہ ہے کہ جملہ اقسام کے بیکٹیریا کی ہلاکت کے لیے بالائے بنفشی کی لازمی قوت ۶۰۰۰ اور ۳۰۰۰۰ یونٹ کے درمیان ہونی چاہیے اور آلہ تعقیم کے اندر رکھے ہوئے بلبوں کی قوت ۳۰،۰۰۰ یونٹ سے کم نہیں ہوتی تاکہ پانی کے تمام اجزاء تک شعاعوں کی رسائی اور پانی میں موجود بیکٹیریا کی ہلاکت یقینی ہو جائے۔ اس آلہ کا مستقل استعمال قابل ترجیح ہے تاکہ پانی کے جال کا طویل ہونے کے باعث پانی میں آلودگی سے بچاؤ یقینی ہو۔

آب زمزم پر تحقیق کرنے والے حضرات میں ممتاز مقام رکھنے والے پروفیسر ڈاکٹر یحیٰی بکداش اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> "چنانچہ ریاست ہائے امریکہ سے ماسٹر کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وطن واپسی پر مجھے وزارت داخلہ برائے بلدیاتی امور میں تعینات کر دیا گیا۔ وزارت میں میری ماسٹر کی ڈگری کا موضوع زیر بحث آیا جبکہ وہ مکہ مکرمہ اور مملکت میں پانی کے دو جال بچھانے اور ان کی ضرورت کے منصوبہ سے متعلق تھا۔ چنانچہ میں نے وزارت کے نائب کو آب زمزم کی تعقیم کے لیے بالائے بنفشی شعاعیں استعمال کرنے کی تجویز پیش کی۔ اس موضوع کو بڑی اہمیت دی گئی۔ پھر بالائے بنفشی شعاعوں کے آلے بنانے والی کمپنیوں سے خط و کتابت کی گئی۔ نیز اس تجویز کو مملکت سعودیہ میں تنظیم عالمی صحت WHO کے نمائندے جناب ڈاکٹر حسن فرید غلول کے سامنے پیش کیا گیا جنہوں نے اس کی تائید کی۔ پھر اس تجویز پر رپورٹ پیش کی کہ اس دوران کنوئیں سے پانی نکالنا ترک کر دیا جائے اور ایسے اقدامات کیے جائیں جن سے چاہ زمزم کو آلودگی والے ذرائع سے بچایا جائے جیسا کہ حجاج کا بڑی تعداد میں کنوئیں کی طرف براہ راست داخل ہونا اور اس میں سے ڈول کے ذریعے پانی نکال کر پینا۔ اسی طرح سے بعض مسالک کا یہ نظریہ کہ کنوئیں میں کسی علامتی چیز کا ڈالنا خوش بختی کا باعث بنتا ہے۔

یہ دونوں طریقے کنوئیں میں آلودگی کا باعث بنتے ہیں۔

پھر واٹسن کمپنی نے بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے تعقیم آب زمزم کی تجویز پر رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا! اگرچہ تعقیم کا یہ طریقہ کلورین سے کام لینے جیسے روایتی طریقوں کی نسبت زیادہ تکلف ہے تاہم حرم میں صرف اس طریقہ سے کام لینے کی سفارش ہم مندرجہ ذیل اسباب کی بنیاد پر کرتے ہیں!

(۱) آلہ کی سادگی۔

(۲) کام کے دوران تعقیم کی تحقیق کا امکان۔

(۳) معالجہ میں افراط کا نہ ہونا۔

(۴) رنگ، ذائقہ یا بو پر اس کا کوئی اثر نہ ہونا۔

(۵) کیمیکلز اجزاء کی درآمد، اسے ذخیرہ کرنے اور ملانے کی ضرورت نہ ہونا۔

اسی طرح اس نے آب زمزم کی تعقیم کے لیے بالائے بنفشی شعاعوں سے کام لینے کے لیے مختلف مواقع پر کئی ایک حکومتی اقدامات کی سفارش کی۔

۱۳۹۰ھ میں رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری نے وزارت زراعت و آب کو اس وزارت کے تحت ماہرین میں سے کسی ایک کے ذریعہ چاہ زمزم کی گنجائش کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی، تاکہ اس کی روشنی میں وہ کسی ماہر کمپنی کی شراکت سے آب زمزم کو پاک وصاف حالت میں جو دلوں کے لیے اطمینان کا باعث بنے۔ شیشے کے برتنوں میں بھرنے کے معاملہ کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

چنانچہ وزارت زراعت و آب نے اس معاملے کو توجہ کا مرکز بنالیا اور ادارہ ترقی مقامات آب (ادارہ تنمیۃ الموارد المیاہ) کے فی الوقت ناظم اور الارضیات کے استاد مصطفیٰ نوری کو اس کا ذمہ دار بنایا۔

استاد مصطفیٰ نوری نے ۱۳۹۱/۳/۱ھ تا ۱۳۹۱/۴/۷ھ کے درمیانی عرصے میں چاہ زمزم کی استعدا سے متعلقہ تحقیقات پر کام کیا اور انہوں نے آب زمزم کی تعقیم کے بارے میں اپنی رپورٹ میں جو سفارشات پیش کیں، ان کا ایک حصہ درج ذیل ہیں:

''ہمارے دوست جناب یحییٰ حمزہ کوشک وزارت بلدیات سے قبل جن کی خدمات واٹسن کمپنی کے سپرد تھیں، کی تجویز سے کام لینے سے متعلق ہے جن سے ہم میکروبات اور بیکٹیریا کی ہلاکت کا کام لے سکتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ طریقہ محفوظ، عمدہ اور کلورین کے استعمال سے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ کلورین آب زمزم کے ذائقے کو بدل دیتی ہے۔ جبکہ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا ذائقہ بغیر کسی تغیر کے برقرار رہے۔''

سال ۱۳۹۲ھ میں مختلف وزارتوں کے نائبین پر مشتمل کمیٹی نے جدہ شہر میں منطقہ غربیہ کی فضائی صحت کو بہتر بنانے کے لیے کئی اجلاس منعقد کیے اور کیمیاوی کمیٹی نے وزارت صحت میں تعقیم آب کی ٹیم کے کاتب اعلی استاد عمران اور رواٹسن ایڈوائیزری کمیٹی جس کی نمائندگی میں کر رہا تھا کو چاہ زمزم کی پیداواری قوت کی تحقیق کا کام سونپا۔

اس سب کمیٹی نے ڈول کے ذریعے پانی پینے پلانے، آب زمزم کے حوضوں کو دھونے اور حوضوں کے پانی کی تعقیم کی ممانعت کر دی۔ نیز پانی پلانے والے کارکنوں کو حرم شریف میں وزارت صحت کی طرف پانی منتقل کرنے کی بھی ممانعت کر دی، جبکہ قبل ازیں وزارت صحت پانی پلانے والوں کو انکوائری کے بعد یہ سند عطا کرتی تھی کہ متعلقہ پانی امراض معدہ کے مواد سے پاک ومبرا ہے۔ اور استاد عمران نے اپنی سفارشات میں اس تجویز کو قابل ترجیح قرار دیا کہ بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے آب زمزم کی تعقیم کی جائے کیونکہ کلورین کے ذریعے تعقیم سے پانی کا ذائقہ بدل جاتا ہے، نیز چھوٹے نیٹ ورک کے لیے کلورین کا بھی کوئی انتظام نہیں۔

اسی طرح سے اس تجویز کو ہر طرف سے تائید حاصل ہوئی اور وزارت مال واقتصادیات جو حرم مکی شریف کی توسیع اور دیگر متعلقہ سکیموں کی ذمہ دار تھی، کے ساتھ خط وکتابت کی تکمیل ہوئی۔ اس دوران جناب امیر مساعد بن عبدالرحمٰن نے، جو کہ وزیر مال واقتصادیات تھے، کنسلٹنگ انجنیئر سمیت وزارت حج واوقاف اور بعض دیگر محکمہ جات کی نمائندگان پر مشتمل ایک میٹنگ طلب کی۔ جس میں حرم شریف سے متعلق مختلف سکیموں پر بحث وتمحیص ہوئی اور ہوتے ہوتے بات چاہ زمزم اور آب زمزم میں واقع ہونے والی آلودگی تک جا پہنچی۔ مختلف نقطہ ہائے نظر سننے کے بعد وزیر موصوف نے میرے بارے میں دریافت فرمایا جبکہ وہ ذاتی طور پر مجھے جانتے نہیں تھے۔ میرے تعارف کے بعد انہوں نے مجھ سے بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے آب زمزم کی تعقیم سے متعلق دریافت کیا۔ پوری تفصیل سننے کے بعد انہوں نے اس طریقے کے ساتھ آب زمزم کی تعقیم کی تائید فرمائی۔

ڈاکٹر یحییٰ لکھتے ہیں:

اس کے بعد واٹسن کمپنی نے حرم شریف میں آبی خدمات' بارش اور زمزم کے پانی کی نکاسی' آب زمزم کی تقسیم کے نیٹ ورک' بالائے بنفشی شعاعوں کے آلوں کی بناوٹ اور کنکر بچھانے کے کاموں کی رپورٹ پیش کی۔

پھر ایسا ہوا کہ بعض ممالک میں ہیضہ کی وباء پھیل گی جبکہ وہاں سے حج کے لیے حجاج بھی آ رہے تھے۔ چنانچہ ۲ مئی ۱۹۷۵ء، وزارت مال واقتصاد کی ہدایت پر متعلقہ انجینئرز کا ایک اجتماع منعقد کیا گیا جس میں بھی مشاورتی کمپنی کی طرف سے بطور مندوب شریک تھا۔ اس اجتماع میں بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے آب زمزم کی تعقیم کے پروجیکٹ کو فوراً مکمل کرنے پر اتفاق ہوا۔ چنانچہ واٹسن کمپنی اور وزارت مال واقتصاد کے مندوبین پر مشتمل ایک وفد متعلقہ آلہ جات کی خرید اور انہیں بذریعہ ہوائی جہاز درآمد کرنے کی انتظامات کے لیے ریاست ہائے امریکہ بھیجنا تجویز کیا گیا۔

وفد کی ترسیل کی تجویز کے ساتھ ساتھ ایک کنٹریکٹر کی ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ ان متعلقہ آلہ جات کی تورید وترکیب کا اہتمام کرے۔ چنانچہ متعلقہ آلات بالفصل مہیا ہو گئے۔ اور ان تجزبات کی نگرانی کی اور نتیجہ بڑی کامیابی کی صورت میں برآمد ہوا۔

بالائے بنفشی شعاعوں کے یہ آلات اطمینان بخش رفتار کے ساتھ مسلسل کام کرتے رہے۔

قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ وزارت حج واوقاف نے ایک مشاورتی کمپنی کو یہ ذمہ داری تفویض کی کہ وہ آب

Marfat.com

زمزم کی عفونت سے پاک شیشے کی بوتلوں میں بھرنے کا جائزہ لے، چنانچہ متعلقہ کمپنی نے آبِ زمزم سے پہلے دوسرے طریقے سے کام لینے کی تجویز پیش کی لیکن اس نے بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے تعقیم اور اس کی وسیع کفائت کی تعریف کی اور اپنی رپورٹ میں کہا کہ اس نے درج ذیل طریقے سے آبِ زمزم کے نمونے حاصل کیے ہیں۔

۱۔ چھ نمونے تعقیم سے قبل۔
۲۔ تعقیم کی ہر اکائی سے تعقیم کے بعد چھ نمونے۔
(تعقیم کی اکائی تین تھیں)
۳۔ مذکورہ بالا ہر دو سیکشن ۱'۲ سے تین تین نمونے برائے تجزیہ درج ذیل اداروں کو بھیجے گئے۔
(الف) کونام سرفیسز کمپنی جدہ، جواب جدہ کی تحقیق کی مستقل تجربہ گاہ ہے۔
(ب) تجربہ گاہ اطباء برائے طبی تحقیقات۔
کونام سیرفیسز کمپنی کی تحقیق کے نتائج درج ذیل تھے:
۱۔ نمونہ ۲'۳'۴ ونے جو تعقیم کی اکائیوں میں سے پورے پورے تلوث کی حالت میں نہیں گزرے۔
۲۔ نمونہ (۱/۱/۱'۲/۲'۳/۲) اور (۳/۱'۳/۲'۳/۳'۳/۳) تعقیم کی اکائیوں میں سے گزرنے کے بعد آلودگی سے پورے پورے پاک و مبرا ہو گئے۔
تجربہ گاہ اطباء برائے طبی تجزیات کی تحقیقات کے نتائج درج ذیل ہیں۔
۱۔ نمونہ جات ۱'۲ جب تعقیم کی اکائیوں میں سے گزرے تو آلودگی کی رو سے نتیجہ مثبت تھا اور نمونہ نمبر ۳ کا نتیجہ منفی یعنی آلودگی سے پاک و مبرا۔
۲۔ نمونہ جات (۱/۱/۱'۳/۱) اور (۱/۲/۱'۲/۲'۲/۳'۳/۳'۳/۳) تعقیم کی اکائیوں میں سے گزرنے کے بعد تمام کے تمام ہر قسم کی آلودگی سے پاک و مبرا تھے۔ لہٰذا مشاورتی کمپنی نے اپنی رپورٹ کو نتیجہ خیز بنایا کہ ان تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ زیر کار آلہ جات تعقیم کے لیے کفایت کرنے والے ہیں۔

حرم شریف میں مطاف کی توسیع اور اس سے متعلقہ امور پر مامور میکینیکل والیکٹریکل کنسلٹنٹ انجنیئرز کمپنی ڈبلیو ایف کورنر کی قائم کردہ تحقیقات میں یہ تبصرہ کیا گیا ہے کہ:

"بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے آبِ زمزم کے معالجہ سے بڑی حد تک جراثیم کا خاتمہ ہو گیا لیکن ساتھ ہی ذائقہ کی تبدیلی یا اس میں بیکٹیریا کی موجودگی کا کوئی احتمال نہیں پایا گیا۔"

بعد کے دنوں میں البتہ آبِ زمزم کی بڑی مقدار کی ضرورت کے پیش نظر بالائے بنفشی شعاعوں کے آلوں میں سے گزارے بغیر نیز جدید آلوں کے اضافہ کے بغیر استعمال کے لیے حوضوں سے براہ راست پانی کی سپلائی کا کام لیا گیا ہے۔ یہ چیز حفظان صحت کی نگرانی کرنے والوں کے لیے تشویش کا سبب بنی جو تجزیوں کے لیے نمونے لے رہے تھے اور تجزیوں کے بعد واضح ہوا کہ بعض نمونے آلودگی سے پاک تھے۔ اور بعض آلودہ۔ اب انشاء اللہ

زیادہ دیر نہیں لگے گی کہ چاہ زمزم کی تزئین، آب زمزم کی تقطیر اور جدید آلات کی تنصیب سے اس کی تعقیم کا انداز اور بہتر ہو جائے گا۔ جس سے پانی کی بڑی مقدار کے استعمال اور اس کو ٹھنڈا کرنے کے کام کی سکیم کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔

حرمین شریفین کے امور کے ڈائریکٹر جناب شیخ سلیمان بن عبید اور شیخ عبدالملک بن دھیش نے ۱۴۰۲ھ کے موسم حج سے قبل ہی متعلقہ آلہ جات کی تنفیذ کے لیے تحقیقات کا عمل جلد مکمل کرنے کی تاکید فرمائی جبکہ یہ بات میرے علم میں آچکی تھی کہ بن لادن فاؤنڈیشن ان آلات کی تنصیب کے کام کے اختتام تک پہنچ چکی ہے۔

اب الحمدللہ! جدید آلات کے ذریعے آب زمزم کو جراثیم سے پاک کیا جاتا ہے اور یہ آلات بڑی بھاری رقم میں حاصل کیے گئے ہیں۔ اب کنویں کے اوپر عمارت بنادی گئی ہے اور کنویں تک عام لوگوں کی رسائی ناممکن ہے۔

☆☆☆

زمزم کی طرف منسوب شخصیات......زمزمی صفات

زمزم کے نام پر نبی کریم کا نام ''زمزمی'':

سیدنا مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک نام زمزمی ہے۔

اصحاب سیر نے رسول اللہ ﷺ کے تمام ناموں میں اس نام کا ذکر کیا ہے اور اس نام سے حضور ﷺ کی نسبت آبِ زمزم کی طرف ہے۔

امام صالحی نے سبل الہدیٰ والرشاد میں ایک طویل باب نبی کریم ﷺ کے اسماء مبارکہ کے متعلق لکھا ہے اور جو اسماء ذکر کیے ان کی گنتی پانچ سو تک پہنچتی ہے۔ ان میں ایک نام زمزمی ہے اور اسے انہوں نے ابن دحیہ کی طرف منسوب کیا اور کہا:

''یہ نام زمزم کی طرف منسوب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیراب کرنے کے لئے تھا لہٰذا جس کسی کی نسبت زمزم کی طرف کی گئی۔ حضور ﷺ زیادہ حقدار ہیں۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد: ۱/۴۶۸، طبع بیروت)

اسی طرح حضور ﷺ کے ناموں میں ایک نام ''صاحب زمزم'' مذکور ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: ۱/۴۶۸)

ایک نام اسماء النبی ﷺ میں انہوں نے ''المزموم'' بھی شمار کیا ہے اور اسے علامہ زینی عبدالباسط ابن امام علامہ محمد بدرالدین بلقینی کی طرف منسوب کیا۔ (سبل الہدی والرشاد: ۱/۵۱۱)

حضور نبی کریم ﷺ کا نام زمزمی رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا قلب شریف آب زمزم سے دھویا گیا۔

اسی طرح آپ کا نام ''نبی زمزم'' بھی ہے۔ (سبل الہدی والرشاد: ۱/۵۲۰)

زمزمی خاندان:

اس لئے کہ فتح مکہ کے سال آپ کو زم زم پر ولایت ہوئی تو آپ نے پانی پلانے کا کام اپنے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کر دیا جیسا کہ بیت اللہ شریف کی دربانی آپ ﷺ نے عثمان بن شیبہ کے سپرد فرمائی اور قیامت تک آپ کے خاندان سے یعنی ذریت سے متعلق کر دی۔

زمزم کی طرف منسوب حضرات:

حضور ﷺ کے نام مبارک ''الزمزمی'' سے جن کا نام رکھا گیا ان میں سے محدث شیخ سید محمد زمزمی ابن علامہ محدث السید محمد جعفر الکتانی مغربی نامی ہیں جو ۱۳۷۱ھ میں دمشق کے اندر فوت ہوئے۔

امام فقیہ شافعی عبدالعزیز بن محمد بن عبدالعزیز زمزمی مکی معمر بھی ان افراد میں سے ہیں جن کو زمزم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت ۹۷۷ھ ہے، وصال مکہ مکرمہ میں ۱۰۷۲ھ ہے۔ آپ کے نانا امام ابن حجر ہیتمی ہیں۔

زمزمی کے لقب سے ملقب ہونے والے حضرات میں سے ایک امام ابراہیم بن علی بن محمد شمباری مکی شافعی زمزمی ہیں جن کا وصال ۸۶۴ میں ہوا، زمزمی کے لفظ سے آپ کی نسبت زم زم کے کنویں کی طرف معلوم ہوتی ہے۔

زمزمی کے لفظ سے آپ کی نسبت زم زم کے کنویں کی طرف معلوم ہوتی ہے، کیونکہ آپ اپنے باپ کی طرح تھے کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانی پلانے کے ساتھ آب زم زم کے معاملہ کے ولی تھے اور یہ مومنوں کے عباسی خلیفہ کی نیابت میں کام سرانجام دیتے تھے۔ اسی طرح سخاوی نے الضوء اللامع: ۸۶/۱ میں آپ کے ذکر میں لکھا ہے۔

مکہ کے رہنے والے علماء اور غیر علماء متعدد حضرات زم زم کی طرف منسوب ہوئے اور ان کا لقب زمزمی ہوا کیونکہ آب زم زم سے ان کا کوئی گہرا تعلق تھا جیسے حاجیوں کو پانی پلانا یا اس کے متعلقہ ڈیوٹی سرانجام دینا۔

زم زم کی طرف منسوب حضرات میں سے ایک علامہ عبدالعزیز بن علی بن عبدالعزیز زمزمی مکی شافعی محدث فقیہ شاعر تھے اور آپ کے آثار میں سے فتاوی زمزمیہ ہے۔

علامہ خلیفہ بن ابی الفرج زمزمی صاحب ''نشر الآس فی فضائل زم زم وسقایة العباس'' بھی ان ہی میں سے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۶۰ھ سے کچھ زائد ہے۔

ان کے علاوہ کئی اجل علماء ہیں جو اب مکہ مکرمہ میں موجود ہیں کئی شریف خاندان بیت زمزمی کے ساتھ معروف ہیں۔ علامہ شیخ محمد بن علی بھی وہ عالم ہیں جو زمزمی اور مکی ہیں۔ آپ تیرہویں صدی میں مکہ کے عظیم علماء میں سے ایک ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

آبِ زم زم کی مدح میں اشعار

آب زمزم کے فضائل میں احادیث اور شعراء کا شوق:

زم زم کی محبت سچے مومنوں کے دلوں میں رہتی ہے اور ان کے شوق اور محبت کے ساتھ پروان چڑھتی ہے اور ان کی زبانیں اس کے ذکر سے شیفتہ ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ نغمہ سرائی کرتے ہیں اور خوش آوازی سے اس کی مدحت میں گاتے ہیں کہ ان شعراء کی طبیعتوں نے کثیر حسین وجمیل، دلکش اور خوشگوار اشعار کے ساتھ سخاوت کرتے ہوئے زم زم کے ذکر اور فضائل کے ساتھ ساتھ اپنے شوق کی تشریح فرمائی۔

اسی طرح آب زمزم کا پہلے اور معاصر حضرات کے شعروں میں ایک حصہ ہے اور ان حضرات کے لئے زم زم کی مدح سرائی میں رسولِ اللہ ﷺ سے بہترین نمونہ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے آب زمزم کی تعریف اپنے کلام کے ساتھ کی۔ آپ نے کیسی اس کی تعریف وخوبی بیان کی۔

کہیں فرمایا:

((انها مباركة انها طعام طعم))

"بے شک یہ برکت والا ہے، بے شک یہ بھوک مٹانے والا کھانا ہے۔"

کبھی فرمایا:

((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ))

"آبِ زمزم جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے اسی میں مفید ہے۔"

کہیں فرمایا:

((خَيْرُ مَاءٍ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ زَمْزَمُ فِيْهِ طَعَامُ الطُّعْمِ وَشِفَاءُ السُّقْمِ))

"روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آبِ زمزم ہے۔ یہ بھوکے کا کھانا بھی ہے اور بیمار کے لئے دوا بھی۔"

کہیں فرمایا:

((ان ماء زم زم خير مياه الارض على الاطلاق ففيه كل خير و بركة))

"بے شک زمین کے پانیوں سے بہترین پانی علی الاطلاق آب زم زم ہے۔ اس میں ہر خیر اور ہر برکت ہے۔"

کہیں فرمایا:

((ان فی زم زم عينا فی الجنة من قبل الركن))

Marfat.com

"بے شک زم زم میں ایک چشمہ جنتی ہے جو رکن کی طرف ہے۔"
کبھی فرمایا:

((من طاف بهذا البيت اسبوعا وصلى خلف المقام ركعتين وشرب من ماء زمزم غفرت له ذنوبه بالغة ما بلغت))

"جس نے اس گھر کا ایک ہفتہ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں نماز پڑھی اور آب زم زم پیا، اس کے لئے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں جتنے بھی ہوں۔"
کبھی فرمایا:

((ماء زم زم لما شرب له فان شربته تستشفي به شفاك الله))

"آب زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے اسی کے لئے ہے تو اگر تو اسے پئے اس کے ساتھ شفاء طلب کرتے ہوئے تو اللہ تجھے شفاء دے گا۔"
کہیں فرمایا:

((لو تركة كان الماء ظاهرا))

"اگر سیدہ ہاجرہ زمزم کو چھوڑ دیتیں تو پانی ظاہر (نہر کی صورت میں) ہوتا۔"
کبھی فرمایا:

((ان ايه ما بينا وبين المنافقين انهم لا تيضلعون من زم زم))

"بے شک ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ زم زم سے پیٹ خوب بھر کر سیراب نہیں ہوتے۔"
کہیں فرمایا:

((التضلع من ماء زمزم برآة من النفاق))

"آب زم زم سے سیر ہو کر پینا نفاق سے بری ہونا ہے۔"
کھیں فرمایا:

((ان ماء زم زم خير مياه الارض على الاطلاق ففيه كل خير و بركة))

"بے شک زمین کے پانیوں سے بہترین پانی علی الاطلاق آب زم زم ہے۔ اس میں ہر خیر اور ہر برکت ہے۔"
یہ تمام احادیث شعراء کو ابھارتی ہیں کہ وہ آب زمزم کے بارے میں اشعار کہیں اور اس کی خوبیاں اور تعریف بیان کریں۔

Marfat.com

شعر حکمت ہیں...... پرحکمت اشعار سننے اور پڑھنے کے فوائد:

نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان من الشعر الحکمۃ)) (صحیح بخاری، الادب، باب مایجوز من الشعر))

"بے شک بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔"

اور کبھی شعر کی ایسی تاثیر ہوتی اور بعض دلوں میں گھر کر جاتی ہے کہ کسی اور کلام کی نہیں ہوتی۔

اشعار کے ذریعے دلوں پر گہرا اثر ہوتا ہے۔غم، فکر دور ہو جاتے ہیں اور روحِ انسانی وجد میں آ کر ماضی کی تلخیوں کو بھول جاتی ہے۔

موجودہ دور میں دل کی پریشانیاں ہر شخص کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ہم اپنے جذبات کسی دوسری جانب موڑ تو سکتے ہیں مگر روک نہیں سکتے۔رات دن کا مشاہدہ ہے کہ جذبات کی رُو سے ایک انسان ہنستا ہے، دوسرا رونے لگتا ہے اور تیسرا کپڑے پھاڑ کر ویرانوں اور جنگلوں میں گھومنے لگتا ہے۔یہ جذبات غلط ہوں یا صحیح، یہ ہماری خواہشوں، ولولوں اور تمناؤں کو بیدار کر کے نئی راہوں پر ڈال دیتے ہیں۔

اسی لیے تو کمزور، پست ہمت اور وہمی دل ان برے خیالات، پریشانیوں اور ٹن شنز (Tinshins) سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔

آزاد خیال لوگوں نے جوا، شراب نوشی اور دیگر نشہ آور چیزوں کے ذریعے اپنے دل کے اُبال کو بٹھانا چاہا، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ شراب، نشہ آور چیزوں اور جوے وغیرہ کو صراحتاً حرام قرار دیتا ہے۔دل کی پریشانیوں کو کم کرنے کا "......مجرب نسخہ......" اشعار، خوش طبعی اور مزاح بھی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اشعار جسم کے ذریعے دماغ تک پہنچتے ہیں اور اپنی قوت سے لاشعور پر قبضہ جما لیتے ہیں۔اس طرح ایک ہوشمند اور باعقل انسان بھی اپنے دکھ درد کو بھول جاتا ہے۔

اشعار جسم و روح کی غذا ہیں۔ان کے ذریعے انسان پر کیف و سرور طاری ہو جاتا ہے۔وہ دنیا کی تلخیوں، شوروغل اور مار دھاڑ کی پریشان کن فضا سے نکل کر ایک پُرسکون ماحول میں داخل ہو جاتا ہے۔

دس بارہ گھنٹے رزق کی تلاش میں دوڑنا، بھاگنا، ترش روئی، سخت کلامی اور ناکامیوں سے انسان کے دل کو ضرور بالضرور ایک عظیم صدمہ پہنچتا ہے، جو اشعار سے ہی دور کیا جا سکتا ہے۔

قدرت کے کاریگر نے مدہوش نیند کو ہمیں تازہ دم کرنے کے لیے پیدا فرمایا۔آج گہما گہمی نے اس نیند کی نعمت کو بھی ہم سے چھین لیا ہے۔ریڈیو اور ٹی وی کے ساز و سارنگی والے گانے اور سینماؤں کی فحش اور برائی میں اَٹی ہوئی فلمیں، ہمارے جذبات بڑھا کر سکون و اطمینان کی جگہ پریشانیوں اور خام خیالیوں میں اضافہ کر رہی ہیں۔

جدید سائنس کے نقطہ نظر میں اللہ جل جلالہ کے ذکر و درود شریف کے بعد اپنی پریشانیوں کو مٹانے کا بہترین حل اشعار اور خوش طبعی ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ مشہور سائنسدان، حکیم و فلسفی ''افلاطون'' نے کہا تھا کہ......!

''غم زدہ انسانوں کو اشعار پڑھنے چاہیے، کیونکہ ان سے غم دور ہو جاتے ہیں اور پریشانی کے اثرات سے بجھی ہوئی دل کی روشنی دوبارہ بیدار ہو جاتی ہے۔''

انگریز ممالک میں کئی ایسی انجمنوں کی بنیاد ڈالی گئی جو معاشرے میں ورزش، اشعار سے محبت اور خوش طبعی کو عام کرنے کی کوشش میں سرگرمِ عمل ہیں۔ اب تو ہر ترقی یافتہ ملک میں ایسی انجمنوں کا جال بچھا دیا گیا ہے۔

اس انجمن کے کارکن کہتے ہیں......!

''ہم نے مرگی، وہم، صدمے کے اثرات کی مار دھاڑ، کم عقلی، دمہ، جنون، کند ذہنی، نیند میں چلنا، بڑبڑانا، کابوس (سینا گھٹنا)، اختناق الرحم (ہسٹیریا)، فالج، سرسام، اعصابی تھکان، مختلف قسم کے بخار، بڑے چھوٹے جوڑوں کے درد، تیز ابیت اور بدہضمی کے مریضوں کو دوائی کے ساتھ ساتھ اشعار پڑھنے اور سننے کا مشورہ دے کر بہت جلد تندرست ہوتے دیکھا ہے۔''

یہ حقیقت پر مبنی دل لگی کی باتیں اور اشعار ہمارے اعصاب اور نظامِ جسمانی پر مفید اثرات ڈالتے ہیں۔ اسی لیے ایک مشہور شاعر (جو ایک نامور ڈاکٹر بھی تھا) نے اشعار کو دواؤں سے بہتر علاج قرار دیا ہے۔

''ڈاکٹر رابرٹ سیمور برجز'' کا کہنا ہے کہ......!

''میں نے میڈیسن کو ترک کر کے اشعار سے اپنے مریضوں کا علاج کرنا شروع کر دیا ہے۔''

ڈاکٹر ''رابرٹ سیمور برجز'' نے اپنے لیے ایک انوکھا، نرالہ اور اعلیٰ راستہ چنا تھا، جس میں وہ کامیاب ہوا......!

حالیہ ریسرچ نے ثابت کر دیا کہ اشعار معالج کے ذرائع علاج میں سے اہم اور مؤثر ذریعے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میڈیسن کھائی جاتی ہے اور اشعار پڑھے جاتے ہیں۔

آج کل اشعار کو ایک بہت بڑا مؤثر طریقۂ علاج قرار دیا گیا ہے اور اس سے بہت ہی ''متنوع امراض'' کے علاج میں مدد لی جاتی ہے۔ یہ امراض جسم کے کسی بھی حصے سے تعلق رکھتے ہوں اشعار سننا اور پڑھنا ان امراض میں فائدہ مند ہے۔ اشعار اعصاب اور دماغ کے امراض سے لے کر دندان سازی تک علاج کیا جاتا ہے۔

اشعار ایسی دوا ہیں جو بڑی خاموشی، آہستگی اور سکون کے ساتھ مریض پر اثر ڈالتے ہیں، یہ اثر بڑا ہی دیرپا اور مفید ہوتا ہے۔ اشعار معالجین کا ایک بہت بڑا نفسیاتی حربہ بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

بہر حال اشعار سے تھکے ہوئے دماغوں کو آرام، مضمحل اور منتشر اعصاب کو نئی زندگی، طاقت، بیمار جسم کو شفاء اور نفسیاتی مریضوں کو امید اور مسرت دینے میں مدد ملتی ہے۔

نفسیاتی معالجین و ماہرین شعر کے ذریعے روز مرہ کی پریشانیوں اور الجھنوں میں جکڑے ہوئے جسموں اور دماغوں کو تازگی اور توانائی دے رہے ہیں۔ معالجین مریضوں کو کیمیائی میڈیسن کی بجائے نہایت بے ضرر اور مؤثر میڈیسن دے رہے ہیں، جس کا اثر مہنگی دواؤں کی طرح ناپائیدار نہیں بلکہ یہ علاج ان کی روح کو نئی فرحت، امید

Marfat.com

اور قوت دے رہا ہے۔

اس کے علاوہ اشعار کے ساتھ علاج طویل اُلاثر ہے اور دیگر مضر اثرات سے پاک بھی ہے۔ اب یہ ثابت ہو چکا کہ اشعار میڈیسن سے زیادہ بہتر و مؤثر ہیں۔

اشعار لوگوں کو امیدِ نو بھی عطا کرتے ہیں اور خطرناک بیماریوں سے شفا پانے میں مدد بھی دیتے ہیں۔
روزہ مرہ کی عام تھکن، پریشانی، خوف، مایوسی، سرطان اور لیکوریا جیسی خطرناک بیماریوں بلکہ ذہنی اضمحلان تک کا علاج اشعار کے ذریعے کیا گیا ہے۔

یہ دل نواز اشعار نرم اور گہری موسیقی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اثر انگیز ثابت ہوتی ہے اور مریضوں کو تازہ دم کر دیتی ہے۔ جن لوگوں پر کام کا بھار رہتا ہے وہ شام کو تھکے ہارے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اس وقت ان پر اشعار بڑا لطیف اور خوش گوار اثر کر سکتے ہیں۔

بہت سے لوگ دفتر اور کاروبار سے گھر لوٹتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ پریشانیوں اور خام خیالیوں کے انبار لاتے ہیں۔ ان کے لیے اشعار کس قدر اثر انداز اور فرحت بخش ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ یقیناً یہ اشعار ان کی روح اور ذہن پر نرم پھوار سے زیادہ لطیف ہوتے ہیں۔

حالیہ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ جو مریض ہسپتالوں میں مزاحیہ اشعار پڑھتے، ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں وہ دوسرے مریضوں کے مقابلے میں بہت جلد صحت یاب ہو گئے ہیں۔

امریکہ کی ایک نفسیاتی معالج ...... ''جیک لیڈی'' ......کا کہنا ہے کہ......!

> ''تیز رفتار صنعتی معاشروں میں ذہنی تھکن، نفسیاتی مسائل اور الجھنیں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان کا حل میڈیسن سے ممکن نہیں بلکہ یہ مسائل اور اُلجھنیں دماغ کی خاص کیفیات سے دور کی جاسکتی ہیں۔ دماغ میں وہ کیفیات اشعار ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ ذہنی آسودگی اور اطمینانیت کا احساس، حرص وہوس سے نجات اور روحانی تسکین کا احساس، تنہائی میں رفاقت اور مدد کا احساس، خوف اور پستی سے نجات، جسمانی تھکن اور قلبی فرحت و آرام کا احساس، امراض کے علاج میں امیدِ شفاء، جرائم پیشہ لوگوں اور منشیات کے عادی لوگوں کی اصلاح، صرف اور صرف اشعار ہی سے کی جاسکتی ہے۔''

مغربی ممالک میں کئی جیل خانوں، دماغی امراض کے ہسپتالوں، منشیات کے عادی لوگوں کی اصلاح اور بحالی کے مراکز اور نفسیاتی علاج گاہوں میں اشعار کے ذریعے سے مریضوں کو حقائق تسلیم کرنے اور صحت مند ہونے میں مدد لی گئی ہے۔

اشعار بے چین، مضطرب، ذہنی کرب کے نکاس اور اظہار کے سب سے زیادہ مؤثر ذریعے ہیں۔ اسی لیے ان کو ''مجرم ضمیر'' کے اعترافِ جرم کا ''آلہ'' قرار دیا گیا ہے۔ یہ اگر اصلاحِ ذات نہ بھی کر سکیں تو کم از کم مریض کو ذہنی کرب اور عذاب سے نکال دیتے ہیں۔

ڈاکٹر ''سریوں'' کا کہنا ہے کہ......!

Marfat.com

''جن ذہنی مریضوں اور مجرموں کو خوش طبع انسانوں کا ساتھ دیا گیا، وہ ان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے لوگوں کو اپنا راز دان بنا ڈالا اور اپنا ذہنی کرب اُگل دیا۔''

سیدہ صفیہ کے اشعار:

سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اپنے باپ عبدالمطلب ابن ہاشم کے زم زم کو کھودنے کی خصوصیت پر فخر کرتے ہوئے' آپ کو اس کھودائی کی وجہ سے دوسروں پر ترجیح دیتے اور ساتھ ہی زم زم کے کچھ فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

نحن حفرنا للحجیج زم زما
شفاء سقم و طعام مطعما

''ہم ہی وہ ہیں جنہوں نے حاجیوں کے لئے زم زم کھودا۔ اس میں بیماروں کی شفاء اور بھوکوں کا کھانا ہے۔''

رکضة جبریل ولما تعظما
سقیانبی الله فیما حرما

''یہ عظیم الشان پانی رکضۃ جبرائیل (جبرائیل کی ٹھوکر سے ظاہر ہونے والا) ہے اور یہ عظیم کیوں نہ ہو، یہ تو نبی اللہ (اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام) کا چشمہ ہے، اور معزز و مکرم جگہ پر ہے۔''

ابن علام صدیقی اور آب زمزم:

اے پیارے بھائی! میں آب زمزم کے بارے میں کچھ شعر تیری نذر کرتا ہوں۔

امام حافظ مفسر ابن علام صدیقی مکی' متوفی ۱۰۷۵ھ رحمہ اللہ تعالیٰ کی آب زم زم کے ذائقہ کے بارے میں بڑی عمدہ نظم ہے، وہ فرماتے ہیں:

وزم زم قالوا فیه بعض ملوحة
ومنه میاه العین احلی واملح

''لوگ کہتے ہیں چشموں کے پانی اس سے میٹھے اور اس سے صاف اور زیادہ ملاحت والے (پسندیدہ) ہیں اور آب زم زم کچھ کھارا ہے۔''

فقلت لهم قلبی یراها ملاحة
فلا برحت تحلو لقلبی وتملح

''تو میں نے انہیں کہا میرا دل اسے پسند کرتا ہے تو وہ ہمیشہ میرے دل کے لئے میٹھا اور پسندیدہ ہے۔''

شیخ بدرالدین اور آب زمزم:

شاعر کبیر شیخ بدرالدین نے آب زمزم کے متعلق درج ذیل اشعار لکھے ہیں:

یا زمزم الخیر ' والروح الامین اتی

یشقھا عند اسماعیل مرتضعا

''آب زمزم کیسا خیر و برکت والا ہے کہ روح الامین حضرت اسماعیل کے پاس آئے جبکہ وہ دودھ پیتے بچے تھے، پس روح الامین نے شق کیا۔''

کاس من الحب اهداه الکریم الی

طعل الخلیل فکان الری والشبعا

''محبت کا جام کریم نے خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے بچے کو عطا فرمایا جو پیاس بجھانے اور بھوک مٹانے والا ہے۔''

برء السقام بھابر الطعام بھا

ری الشراب بھا فی مائھا اجتمعا

''بیماروں کی تندرستی اس کے ساتھ طعام کی اچھائی اس کے ساتھ' مشروب کی سیرابی اس کے ساتھ ہے اس کے پانی میں جمع ہے۔''

اغنت ابا الذر عن ری لیالیه

واسمنته بلا زاد فما جزعا

''ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آپ کی راتوں کی سیراب سے آب زم زم نے بے نیاز کر دیا اور آپ کو موٹا کر دیا جبکہ آپ کے پاس کوئی کھانا وغیرہ نہ تھا اور آپ گھبرائے نہیں۔''

وکم سقیم رای فی مائھا فرجا

لما تناول من سلسا لھا جرعا

''کتنے ہی بیماروں نے آب زمزم میں راحت وکشادگی پائی جب اس کی سبیل سے انہوں نے چلو بھر بھر کر پیئے۔''

سور من الخلد ابقاه الکریم علی

مر الزمان لمن لبی ومن خشعا

''جنت کا عمدہ پانی ہے باوجودیکہ کئی زمانے گزر گئے اللہ کریم نے اسے لبیک اللھم لبیک کہنے والوں اور زاری کرنے والوں کے لئے باقی رکھا۔''

ضیافة منه للراجین رحمة

Marfat.com

ولا یذاد الذی فی برھا طمعا

''اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھنے والوں کی مہمان نوازی اس سے ہوتی ہے اور جو کوئی اس کی بھلائی میں طمع کرتا ہے اسے دفع نہیں کیا جاتا۔''

کذاك یروی ابن عباس لما شربت

فانھل بھا ثم سل ما شئت مقتنعا

''اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لما شربت روایت کی ہے لہٰذا تو اس کے خوشگوار گھونٹ پی اور قناعت کرتے ہوئے جو چاہے مانگ۔''

شیخ عیسیٰ بن عبدالعزیز اور آب زمزم:

شیخ عیسیٰ بن عبدالعزیز آب زمزم کے بارے میں کہتے ہیں:

وزمزم والحجر فینا فھل

لکم مکرمات کما قدلنا

''اور آب زمزم اور حجر اسود ہمارے پاس ہے، کیا یہ تمہارے لئے اسی طرح کرامت کا سبب ہے جس طرح ہمارے لئے ہے۔''

وزمزم طعم وشرب لمن

اراد الطعام وفیه الشفاً

''آب زم زم ہر اس شخص کے لیے کھانا اور مشروب ہے جو اسے پیتے وقت کھانے کا ارادہ فرما لے اور اس میں شفاء ہے۔''

وزمزم تنفی ھموم الصدور

وزمزم من کل سقم دوا

''ورزم زم دلوں کے غموں کو دور کرتا ہے۔ اور زم زم ہی بیماری کی دوا ہے۔''

ومن جاء زمزم من جائع

اذا ما تضلع منھا اکتفی

''جب کوئی بھوکا زم زم کے پاس آ کر خوب سیر ہو کر پی لے تو یہ اس کے لئے کافی ہے۔''

وفینا سقایة عم الرسول

ومنھا النبی امتلا وارتوی

''اور ہمارے درمیان رسول اللہ ﷺ کے چچا (سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سقایہ (پانی پلانے کی ڈیوٹی اور ذمہ داری) ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس سے پیٹ بھر کر پیا اور پیاس بجھائی۔''

Marfat.com

شیخ ابراہیم کی نظم:

شیخ ابراہیم بن عبداللہ طائی برہان الدین قیراطی آب زمزم کے متعلق لکھتے ہیں:

۱۔ زمزم کے بہت سارے ناموں میں سے زمزم' طعام طعم اور بیمار کی شفاء ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے نبی اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ پانی جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کھودنے سے نکلا۔

۳۔ اس کا نام سقیا نبی اللہ اور مرویۃ

۴۔ مغزیہ' عافیہ' سالمہ' عصمت اور صافیہ

۵۔ برہ' برکہ' مبارکہ' نافعہ۔

۶۔ ایسا بھید جو ناسک (قربانی یا حج کرنے والے کو) ڈھانپ لے اور سر کا معنی خوشی بھی ہے۔

۷۔ مونسہ' حرمیہ' میونہ' طبیہ' طاہرہ اور مضنونہ

۸۔ اسے سیدہ' عونہ کہا گیا ہے اور اس کا قدیم نام شباعۃ العیال بھی ہے۔

☆: ایک شاعر نے آب زمزم کے ناموں کو اشعار میں نظم کرتے ہوئے کہا ہے:

۱۔ آبِ زمزم کے کئی نام مذکور ہیں

۲۔ جیسے برہ' سیدہ' بشریٰ اور عصمت تو جان لے۔

۳۔ نافعہ' مضنونۃ' عونۃ الوریٰ' مرویۃ' سقیا اور طیبۃ تو سمجھ لے۔

۴۔ ھمزۃ جبریل' ھزمۃ جبریل

۵۔ اسی طرح سے مبارکۃ اور بیماروں کے لئے شفاء بھی۔

۶۔ مونسہ' میمونہ' حرمیہ' کافیہ اور

۷۔ شباعہ عزت واحترام کی وجہ سے۔

۸۔ مغذیہ' گنا گیا' صافیہ ہو چکا

۹۔ سالمہ اور کھانے والے کے لئے طعام بھی۔

۱۰۔ نیک لوگوں کا مشروب' عافیہ ظاہر ہوا

۱۱۔ طاہرہ' تکتم اور سب سے عظیم نام زمزم ہے۔

شیخ برہان الدین قیراطی اور آب زمزم:

شیخ شاعر برہان الدین قیراطی ابراہیم بن شرف الدین متوفی ۷۸۱ ہجری نے آب زمزم کے متعلق درج ذیل اشعار کہے:

واشربا من شراب زم زم کاسا

Marfat.com

رب منه السرور فی الاعضاء

''آب زم زم سے جام بھر بھر کے پیو کہ جسم کے اعضاء میں اس سے خوشی اور سرور سرایت کر جاتا ہے۔''

فھی حقا طعام طعم لجوع
وبھا للسقیم ای شفاء

''آب زمزم یقیناً بھوکے کا کھانا ہے اور اس سے بیمار شفاء پاتے ہیں۔''

قاضی جمال الدین اور آب زمزم:

قاضی جمال الدین مالکی نے آب زمزم کے بارے میں درج ذیل اشعار کہے ہیں:

لام طواف البیت یا ھذا و کن
مستکثرا منه و من لثم الحجر

''طواف کعبہ کو لازم کر لے اور کثرت سے کر اور حجر اسود کا بوسہ بھی کثرت سے لے۔''

واشرب شرابا صافیا من زمزم
تشفی به من کل داء او کدر

''اور صاف ستھرا آب زم زم پی، کیونکہ اس سے ہر بیماری اور تکلیف سے شفاء ملتی ہے۔''

وارکع اذا خلف المقام تحیة
فعن النبی المصطفی ھذا الخبر

''اور طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس نماز تشکر ادا کر! کیونکہ برگزیدہ اور چنے ہوئے نبی ﷺ سے یہ بات منقول ہے۔''

محمد بن علیف اور آب زمزم:

شاعر محمد بن علیف متوفی ۷۱۵ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیوان میں مکہ مکرمہ کی زیارت کی امید و آرزو کرتے ہوئے کہا:

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلة
واضحی ویھنانی ھناك مقیل

''کیا میں ایک رات اس (کعبۃ اللہ) کے پاس گزاروں گا اور کیا میرے مقدر میں ہے کہ میں وہیں صبح کروں اور وہاں دوپہر کا آرام میرے لئے خوشگوار ہو۔''

وھل ردن من حوض زم زم شربة

Marfat.com

تمیت سقامی فالفوا دعلیل

''اور کیا میں وہاں جا کر آب زمزم کے حوض، سے ایک بار پی سکوں گا ؟ کہ یہ ایک بار کا پینا میری بیماریوں کو ختم کر دے گا، کیونکہ میرا تو دل بیمار ہے۔''

شیخ ضیاء الدین اور مدح آب زمزم:

شیخ ضیاء الدین نے فرمایا:

ماعذب الماء ما اصفی منا هله

فماء (زمزم) یشفی کل ذی سقم!

''کیسا ہی میٹھا اور مصفیٰ پانی ہے، یہ ایسا پانی ہے جو ہر بیمار کو شفاء دیتا ہے۔''

وقد اتانا حدیث فی فضائلها

وعن فوائدها من سید الامم

''اس کے فضائل وفوائد کے متعلق سید الامم ﷺ سے ہمارے پاس حدیث آئی ہے۔''

اطعام طعم وهذا لامراء به

شفاء سقم لمن یشکو من الالم

''بلا اختلاف یہ آب زم زم طعام طعم ہے اور تکالیف کی شکایت کرنے والے کے لئے شفاء سقم ہے۔''

فاشرب علی الریق وادع الله مبتهل

یشفیك فهو جواد واسع الکرم

''خالی پیٹ پی اور اللہ کے سامنے گڑگڑا تا کہ وہ تجھے شفاء دے کیونکہ وہ جواد (سخی) وسیع کرم والا ہے۔''

آپ ہی کا کلام ہے:

وزمزم مائها یطفی غلیل

ویشفی کل ذی سقم علیل

''آب زمزم سخت پیاس کو بجھاتا ہے اور ہر بیمار کے لیے شفاء ہے۔''

فان رمت الشفاء فاحرص علیها

فما لك غیر زمزم من سبیل

''اگر تجھے شفاء کی ضرورت ہو تو اس پر تو حریص ہو جا کہ زم زم کے سوا تیرے لئے کوئی سبب نہیں۔''

Marfat.com

علامہ برہان زمزمی اور آب زمزم:

علامہ برہان زمزمی' ابراہیم بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زمزم کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

ماء زم زم فيه للانام غذا
كذا دواء من الامراض والعلل

''آب زم زم میں مخلوق کے لئے غذائیت ہے، اسی طرح بیماریوں اور تکلیفوں کے لئے دوا ہے۔''

فهوا لشفاء لاسقامي وان كثرت
وهوا لقول سيد الرسل

''آب زمزم بیماریوں کی شفاء ہے، اگرچہ کثیر ہوں اور کھانا ہے کیونکہ سید الرسل ﷺ کا ارشاد ہے۔''

شیخ احمد بن محمد اور آب زمزم:

شیخ احمد بن محمد مصری نے آب زمزم کے متعلق فرمایا:

شفيت يا زمزم داء السقيم
فانت اصفى ما تعاطى الحكيم

''اسے زم زم تو نے بیمار کی بیماری کو دور کر دیا کہ تو حکیم کی عطا سے زیادہ صفائی والا ہے۔''

وكم رضيع لك اشواقه
اليك بعد الشيب مثل الفطيم

''اور کتنے ہی تیرے دودھ پیتے بچے ہیں جن کے شوق تیری طرف متوجہ ہیں۔ بڑھاپے کے بعد وہ دودھ چھڑائے ہوئے بچے کی طرح ہیں۔''

اور انہی کا ایک شعر ہے:

وزم زم فاقت كل ماء بطيها
ولو ان ماء النيل يجرى على المسك

''اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر آب زم زم ہر پانی پر فوقیت رکھتا ہے، جیسے کہ نیل دریا کا پانی کستوری کے اوپر بہہ رہا ہو۔''

امام جلال الدین سیوطی اور آب زمزم:

امام جلال الدین سیوطی نے آب زمزم کے متعلق یہ اشعار لکھے ہیں:

غنما عند بيت الله عيشا
وطبنا فى مقام هنا امين

Marfat.com

''ہم نے بیت اللہ کے قریب بلا قیمت بہترین زندگی پائی اور ہم نے بہت خوشی سمیٹی امن والی جگہ میں۔''

ودار بماء زم زم لی تذکر

فطاف لنا بکاس من معین

''اور میری یاد آب زم زم کے ساتھ چکر لگاتی رہی، پس ہمارے لیے زمزم کا پیالہ گھومتا رہا۔''

مفسر ابن علان اور آب زمزم:

امام حافظ مفسر ابن علان صدیقی مکی متوفی ۱۰۵۷ھ رحمہ اللہ تعالی کے آب زم زم کے ذائقہ کے بارے اشعار ہیں:

و زمزم قالوا فیه بعض ملوحة

ومنه میاه العین احلی واملح

''لوگ کہتے ہیں کہ زم زم میں نمکیات ہیں اور اس سے چشمے کا پانی زیادہ میٹھا اور پسندیدہ ہے۔''

فقلت لهم قلبی یراها ملاحة

فلا برحت تحلو لقلبی وتملح

''تو میں انہیں کہتا ہوں میرے دل نے اسے پسندیدہ پایا تو وہ ہمیشہ میرے دل کے لئے میٹھا اور پسندیدہ ہے۔''

شیخ محمد بن عبداللہ کے آب زمزم کی تعریف میں اشعار:

محمد بن عبداللہ حسینی کے آب زمزم کی مدح میں درج ذیل اشعار ہیں:

اکرم بزمزم اذ غدا متفجرا

بمعین ماء للمفا سد یصلح

''آب زم زم کی تعظیم کو لازم کر لے کیونکہ وہ مبارک چشمہ جب سے پھوٹا ہے بیماریوں کی شفاء ہے۔''

حاوی الملاحة والعذوبة والشفاء

فلذالك یحلو للقلوب ویملح

''ملاحت' مٹھاس اور شفاء اس کے اندر موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دلوں کے لئے میٹھا اور پسندیدہ ہے۔''

Marfat.com

شیخ احمد بن یوسف اور آب زمزم:

شیخ احمد بن یوسف قرشی زبیری مصری کے اشعار آب زمزم کی مدح میں بہت مشہور ہیں:

الا لیت شعری هل اعود لملکة
اطوف بیت الله والرکن والحجر

''خبردار! کاش میں مکہ کی طرف لوٹ کر جاسکوں اور بیت اللہ کا طواف کرسکوں اور رکن اور حجر اسود کی زیارت کرسکوں۔''

واشرب من ماء الشفاء بزمزم
لیطفی لهیبا فی فوادی کالجمر

''اور کاش! میں آب شفاء زم زم پی سکوں تاکہ وہ میرے دل کے شعلوں کو بجھادے۔''

مورخ نجم الدین مکی اور مدح آب زمزم:

جب سلطان الملک الظاہر نے زم زم کے کنوئیں کی تعمیر کی تو حافظ مورخ نجم الدین بن فہد مکی عمر بن محمد متوفی ۸۸۵ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے زمزم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

ایا زمزم الخیرات والری والشفا
وبرء الذی امسی سقیما علی شفا

''اے بھلائیوں، زیادہ نعمتوں، خوشحالی اور صحت وتندرستی کو جمع کرنے والے (زم زم) اور اے تندرستی اس شخص کی جو بیمار رہا اور شام کو (تیری برکت سے) شفایاب ہوجاتا ہے۔''

ویا خیر ماء قد جری متدفقا
من البیت والارکان والحجر والصفا

''اے خیر والے پانی، جو بیت اللہ، ارکان، حجر اور صفا پہاڑی کی جانب سے پھوٹ کر جاری ہوا ہے۔''

لفضلك قلب المصطفی بك غسله
وبورك من قلب صفی ومصطفی

''یقیناً یہ تیری فضیلت ہے کہ قلب مصطفیٰ ﷺ تیرے ساتھ دھویا گیا اور اس برگزیدہ اور صفا دل سے برکت عطا کردی گئی۔''

وفی جندب لما استقی بك ایة
بتعکین بطن منه فی شدة العفا

''جندب بن جنادہ (ابوذر غفاری) کی ذات میں نشانی ہے جب وہ تجھ سے پیاس بجھاتے رہے کہ

Marfat.com

انتہائی شدت کی ہلاکت میں ان کے پیٹ کے بل ظاہر ہوئے۔"

بنية صدق ما شربت لحاجة

الا اتت حتما وجاء بها الوفا

"سچی نیت سے کسی حاجت کے لئے زم زم نہیں پیا گیا مگر وہ حاجت یقیناً پوری ہوئی اور وفا اسے لے آئی۔"

ویا واصفا من ماء زمزم فضله

نبی الهدی فی وصفه منك اوصفا

"اور اے آب زم زم کی فضیلت بیان کرنے والے! نبی ہدایت نے اس کی تجھ سے بھی زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے۔"

شفاء لسقم' بل طعام لطاعم

رويناه مرفوعا لنا ومعرف

"آب زمزم بیماری کی شفاء بلکہ بھوکے کے لیے کھانا ہے۔اس موضوع کی حدیث کو ہم نے معرف و معروف روایت کیا۔"

ویا خیر بیر انت فی الارض عصمة

لمن جاء یدعو او یحاول مرتفا

"اے خیر سے بھرپور کنویں! تو زمین میں اس آدمی کے لئے حفاظت وعصمت کی جگہ ہے جو آئے دعا مانگے یا کسی پناہ اور امن کی جگہ کا متلاشی ہو۔"

سیراب کرنے والا پانی:

کسی ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

طوبى وفوز لمن فى باب سيده

يمرغ الخد لا ياوى الى احد

"خوشخبری اور کامیابی ہے اس شخص کے لئے جو اپنے مالک کے دروازے پر اپنے رخسار ملتا ہے کسی اور سے پناہ نہیں لیتا۔"

يطوف بالبيت مشغولا وملتزما

ويلثم الحجر المكروم بالرصد

"بیت اللہ شریف کے طواف کو لازم کر کے اس میں مشغول رہتا ہے اور عزت واحترام والے حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے جس کا بوسہ دینے والوں کی طرف سے انتظار ہوتا ہے۔"

Marfat.com

لا الجوع یشغله کلا و لا ظما

فان زمزم فیها الری للکبد

''نہ بھوک اسے اس سے دور کرتی ہے اور نہ ہی پیاس اس لئے کہ آب زم زم میں معدہ کے لئے سیرابی ہے۔''

ابوبکر بن زید الجراعی حنبلی اور مدح آب زمزم:

شیخ ابوبکر حنبلی نے مدح آب زمزم میں درج ذیل اشعار کہے:

خیر المیاہ بلا نزاع زمزم

لا السلسبیل و کوثرا یتقدم

''بلا اختلاف بہترین پانی آب زم زم ہے، اس سے بہتر سلسبیل نہیں اور یہ آب کوثر سے متقدم ہے۔''

علم النبی میاہ جنة ربه

ویقول زم زم خیر ماء فافهموا

''نبی کریم ﷺ اپنے رب کی جنت کے پانیوں کو جانتے تھے اور فرماتے تھے: ''زم زم بہترین پانی ہے'' تو تم سمجھو!۔''

لا یلتقی ابدا و نار جهنم

فی جوف من هو فی الحقیقه مسلم

''مسلمان کے پیٹ میں آب زم زم اور جہنم کی آگ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''

استاذ صابونی اور آب زمزم:

استاذ شاعر محمد ضیاء الدین صابونی حلبی آب زمزم کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وزمزم مائوها عذب فرات

تری فیها الشفاء و خیر طب

''زم زم کا پانی میٹھا اور شیریں ہے، اس میں تو شفا اور بہترین علاج معالجہ دیکھے گا۔''

و کم نهلت علی ظما قلوب

و کم هنئت بها من دون ریب!

''کتنے ہی پیاسے دلوں نے (آب زم زم) پیا اور بلاشک کتنے ہی دل اس کے ذریعے خوشگوار ہوئے۔''

فهل لی رشفة منها قریبا

Marfat.com

ادوی مهجتی وابل قلبی

"کیا عنقریب مجھے ایک گھونٹ اس سے نصیب ہو گا کہ میں اپنے دل کی دوا کروں اور اسے تر کروں۔"

فلا تحرم الهی من تمنی

ولا تمنع الهی ای صب

"اے اللہ! جو تمنا کرے اسے محروم نہ رکھ۔ اے اللہ! اپنی کسی بھی عطا کو (ہم سے) روک نہ رکھ۔"

اذا ما قلت ذاماء قراح

یقول السائغون: بلی وربی

"جب میں کہتا ہوں کہ وہ پانی آب زلال (خالص پانی) ہے تو خوشگوار (پینے والے) کہتے ہیں: رب کی قسم! ایسے ہی ہے جیسے تم نے کہا۔"

فحسبی جرعة اطفی اواری

وانقع غلتی وازیل کربی

"تو مجھے ایک گھونٹ ہی کافی جو میری پیاس کی شدت وحرارت کو بجھا کر میری سخت پیاس ختم کر دے اور میں اپنی کرب ومصیبت کو زائل کرلوں۔"

ام العیال اور زم زم:

عرب کی مشہور شاعرہ ام العیال آب زمزم کی مدح کرتے ہوئے کہتی ہیں:

ینفی النفاق تضلع من شربه

یشفی السقام' طعام طعم یعلم

"آب زم زم سے خوب پیٹ بھر پینا نفاق کو دور کرتا ہے' آب زمزم بیماروں کو شفاء دیتا ہے اور جان لے کہ یہ کھانے کی طرح بھوک مٹانے والا ہے۔"

بیر مبارکة وبیر طیبة

شباعة ام العیال وزمزم

"یہ برکتوں والا اور پاکیزہ کنواں ہے، بھوک مٹانے والا۔"

وکذا الرواء وهمزة مضنونة

وشراب ابرار بذاك تترجم

"اسی طرح سیراب کر کے پیاس مٹانے والا' ھمزہ' مضنونہ اور ابرار کا مشروب اس کے ساتھ ہی اس پانی کا تعارف کرایا جاتا ہے۔"

Marfat.com

وتضلع منها يكون عبادة

وجلا العيون وللخطايا يهدم

''خوب پیٹ بھر کر پینا عبادت ہے' آنکھوں کی جلا اور گناہوں کو ختم کرتا ہے۔''

تسقى الحجيج ولا تذم بخلة

تفنى المياه وماء وها لا يعدم

''آب زمزم حاجی صاحبان کو سیراب کرتا ہے، کسی بھی خصلت کے ساتھ اس کی برائی نہیں ہو سکتی' تمام پانی ختم ہو جائیں گے لیکن آب زم زم ختم نہ ہوگا۔''

ومن الجنان الله اخرج ماء ها

سقيال (هاجر) حيث لا هى تعلم

''آب زم زم کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکالا، حضرت سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سیراب کرنے کے لئے ایسی جگہ سے کہ آپ نہ جانتی تھیں۔''

وبمائها جبريل قلب محمد

غسلا اجادفعاد وهو مكرم

''زم زم کے پانی سے جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے قلب محمد ﷺ کو اچھی طرح دھو کر اس کی جگہ لوٹا دیا اور تو اس سے زمزم معظم ہو گیا۔''

ملان ايمانا يجل وحكمة

يدعو بها يا سعد من يتقدم

لباخبابة الداعى النبى محمد

خير الورى عند العظيم معظم

''دل ایمان و حکمت سے بھرا ہوا ہے، اسے عظمت عطا کی گئی۔ رحمت کی دعا مانگتا ہے وہ سعادت مند جو دعوت دینے والے نبی محمد ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ یہ نبی مخلوق میں سے بہترین اور عظیم مولا کی بارگاہ میں معظم ہیں۔''

صلى عليه ربه الاعلى الذى

صلى على عبد يعز ويكرم

''آپ پر آپ کا رب اعلیٰ درود بھیجے جو معزز و مکرم بندے پر درود بھیجتا ہے۔''

وعلى الاكارم اله وصحابه

از كى السلام يعود اذ هو يختم

''اور آپ کی آل واصحاب جوامت میں سے زیادہ کریم حضرات پر پاکیزہ ترین سلام ہوں اس لئے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں۔''

ابن رشید اور مدح آب زمزم:

ابن رشید بغدادی محمد بن ابی بکر آب زمزم از رج کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وصلی بارکان المقام حجینا
وفی زم زم ماء طهور وردناه

''اور ہمارے حاجی حضرات نے مقام ابراہیم کے پاس ارکان حج ادا کرتے ہوئے نماز پڑھی اور زم زم کے کنویں میں پاک پانی ہے ہم وہاں گئے۔''

وفيه الشفاء فيه بلوغ مردانا
لما نحن ننويه اذا ما شربناه

''اس پانی میں شفاء ہے اور ہماری مراد کا پورا ہونا کیونکہ پیتے وقت ہم جس کی نیت کریں وہ اسی کے لئے ہے۔''

میورقی اور آب زمزم:

میورقی نے آب زم زم کی مدح میں کہا:

فليت لنا من ماء زم زم شربة
تكون لنا امنا لدى موقف الحشر

''کاش ہمیں آب زم زم ایک بار پینا نصیب ہو تو حشر کے اندر کھڑے ہونے کے مقام پر ہمارے لئے امن ہو۔''

فياحبذا ماء لما قد شربه
كما صح في اخبار صدق بلا نكر

''کیا ہی اچھا پانی ہے ہر اس مقصد کے لئے جس کے لئے تو اسے پیئے جیسا بلا انکار سچی احادیث میں ثابت ہے۔''

فضیلۃ الشیخ محمد بدرالدین:

فضیلۃ الشیخ محمد بدرالدین نے آب زم زم کی مدح میں درج ذیل اشعار کہے ہیں:

يالها هاجر في ايمانها
يالها عين ابت ان تدمعا

''تعجب ہے کہ سیدہ ہاجرہ کس قدر پختہ ایمان والی تھیں اور تعجب ہے اس آنکھ پر جس نے آنسو بہانے سے انکار کر دیا۔''

وحدها والطفل فی احضانها

وصدی من زوجها حین دعا

''سیدہ (ہاجرہ) اکیلی تھیں اور بچہ (حضرت اسماعیل) ان کی گود میں تھا، آپ خاوند (حضرت ابراہیم) کی دعا کا اثر ملاحظہ کر رہی تھیں جب وہ دعا کر رہے تھے۔''

انسها بالله فی ظلمائها

وحوالیها خطا لن تهجعا

''اللہ تعالیٰ سے آپ کی محبت بہت شدید تھی حالانکہ آپ کو مصیبتوں نے گھیرا ہوا تھا اور آپ کے قدم آپ کے اردگرد (بے چین) آرام نہ پاتے تھے۔''

یاخطا جبریل یسری معجبا

یحمل الامن الیها مسرعا

''کیا مبارک ہیں جبریل کے قدم جو آپ کی طرف تیزی سے امن اٹھائے ہوئے خوشی کے ساتھ چلے آتے ہیں۔''

وجنود الله یاتو حولها

تبداعون الیها خشعا

''اور اللہ تعالیٰ کے لشکر آپ کے گرد رات گزارتے ہیں، آپ کی طرف پست آوازی سے متوجہ ہوتے ہیں۔''

فامض یا جبریل واحفر زمزما

وارو اسماعیل حتی یشبعا

''اے جبریل! جاؤ زم زم کھودو اور اسماعیل کو سیراب کر حتی کہ ان کو بھوک مٹ جائے۔''

وارو اجیالا عطا شا بعده

من حجیج البیت کاسا مترعا

''اور بیت اللہ شریف کا حج کرنے والوں میں سے اسماعیل کے بعد پیاسے جیالوں کو پیالے بھر کر سیراب کر۔''

ان یکن ماء فیفه نفحة

کم اثارت شو قهم والادمعا

Marfat.com

''اگرچہ یہ پانی ہی ہے مگر اس میں ایک قسم کی خوشبو ہے جس نے کتنے ہی جیالوں کے شوقوں اور آنسوؤں کو بھڑکا دیا ہے۔''

هاهنا ورد لا رواح غدت

من حمياء تعاف المضجعا

''یہاں پر کئی روحوں کا ورود ہے جو اس کی تیزی اور شدت خوشبو کی وجہ سے خواب گاہوں سے دور ہو گئی ہیں۔''

تسعد الارواح من تشرابه

وترى الريحان والروح معا

''آب زم زم پینے سے روحیں سعادت مند ہو جاتی ہیں اور آرام و راحت' خوشبو جان کو اکٹھا دیکھتی ہیں۔''

اية الايمان زى كامل

منه حتى لا تلاقى موضعا

''ایمان کی علامت آب زم زم کامل (پیاس بجھا کر) سیراب ہونا ہے حتی کہ کسی اور جگہ جانے کی حاجت نہ رہے۔''

Marfat.com

اعشٰی اور آب زمزم:

اعشٰی نے قریش کے مقام اور منزلت اور آب زمزم کے نگران ہونے کو بیان کرتے ہوئے کہا:

فما انت من اهل الحجون ولا الصفا

ولا لك حظ الشرب من ما زم زم

''پس اے مخاطب! نہ تو تُو وادی حجون کا رہائشی ہے اور نہ ہی صفا کی عظیم پہاڑی کے قریب رہتا ہے۔ اور نہ ہی تجھے پینے اور پلانے کے لئے آب زم زم نصیب ہے۔''

☆☆☆

آب زمزم، اس کے کنویں، مکہ، بیت اللہ اور حج وعمرہ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیریں

خواب میں آب زمزم پینا علم و شرف حاصل ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح آب اگر دیکھے کہ آب زمزم پیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی کھوئی ہوئی چیز پھر اس کو ملے گی۔

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے زمزم کا پانی پیا تو یہ بیماریوں سے شفاء کی دلیل ہے، خاص طور پر اگر کسی معین چیز کیلئے پیئے مثلاً: مال یا علم حاصل کرنے کیلئے تو وہ اس کو پالے گا۔

جس نے زمزم کا پانی پیا تو وہ کسی اچھے ذریعہ سے بھلائی پائے گا اور جو کچھ وہ چاہتا ہے اپنی مراد کو پالے گا۔ خواب میں گونج اور گرج بدعت میں داخل ہونا ہے اور اگر کوئی گرجے تو وہ بدعت میں داخل ہو گا۔ آب زمزم پینا زہد و تقوی کی نشانی ہے۔

اگر خواب میں دیکھے کہ اس کو کسی نے آب خورہ (پانی پینے کا برتن) دیا ہے تو دلیل ہے کہ پاکیزہ بات سنے گا اور اگر دیکھے کہ آب خورہ ٹوٹا ہے یا ضائع ہوا ہے تو دلیل ہے کہ جھوٹی بات سنے گا۔ بعض اہل تعبیر نے بیان کیا ہے کہ خواب میں آب خورہ کنیز ہے۔ اگر دیکھے کہ اس نے نیا آب خورہ خریدا ہے تو دلیل ہے کہ نئی کنیز خریدے گا۔ اگر دیکھے کہ آب خورہ ٹوٹ گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی کنیز ہلاک ہو گی۔

خواب میں آب زمزم پینے والے برتن کو دیکھنے کی نو تعبیریں ہیں:

1: عورت۔ 2: خادم۔
3: کنیز۔ 4: دین کی پائیداری۔
5: جسم کی درستی۔ 6: درازیٔ عمر۔
7: مال۔ 8: پاکیزہ بات۔
9: عورتوں کی طرف سے وراثت پانا۔

حضرت ابراہیم کرمانی نے فرمایا:

''سفید آب زمزم رو خدمت گار ہے اور بعض اہل تعبیر نے بیان کیا ہے کہ گھر کا مالک ہے۔

خواب میں سپید آب دیکھنا غم و اندوہ پر دلیل ہے۔ اگر کوئی دیکھے کہ اس کے پاس سپید آب ہے یا کسی نے اس کو دیا ہے تو دلیل ہے کہ کسی سے گفتگو کرے گا اور ہمیشہ غمگین رہے گا اور اگر دیکھے کہ اس کے چہرے پر سفید آب ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر دنیا کا سامان حاصل کرے گا۔

کسی نے خواب دیکھا کہ کسی محلہ یا شہر میں آب زم زم کا کنواں نکلا ہے تو تعبیر ہے کہ اس علاقے میں ایسے آدمی کا ورود ہوگا کہ لوگ اس کی نیکی یا دعا سے مستفید ہوں گے۔ کبھی یہ خواب اس علاقے کے لوگوں کے لئے اپنے دشمنوں پر غلبہ اور برکت کی نشانی بھی سمجھا جاتا ہے، کبھی بوقت ضرورت باران رحمت کے نزول کی علامت بھی ہوتا ہے۔

اگر کوئی دیکھے کہ آب زمزم پیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی کھوئی ہوئی چیز پھر اس کو ملے گی۔

زمزم کا کنواں دیکھنے کی تعبیر علم و عزت سے کی جاتی ہے۔

خواب میں زمزم کے یا عام کنوئیں کو دیکھنا چھ چیزوں پر دلالت کرتا ہے:

Marfat.com

1: عورت۔ 2: کنیز۔
3: عالم۔ 4: تونگری۔
5: مکر۔ 6: فریب وحیلہ۔

خواب میں کنوئیں کا کھودنا مکر وحیلہ ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اس کا کنواں گھٹ گیا تو تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی اگر مریضہ ہے تو وہ مرض سے صحت یاب ہو جائے گی۔ کنویں کی دلالت بسا اوقات لوگوں کو نفع پہنچانے، ان کے معاملات میں سعی کرنے اور دینی اور دنیاوی معاملات میں ان کی مدد کرنیوالے پر بھی ہوتی ہے۔ اگر کسی نے خواب دیکھا کہ کنویں سے وضو کے لئے پانی نکال رہا ہے تو دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنیوالے مومن مرد سے مدد طلب کرے گا۔ چنانچہ اگر وضوء مکمل ہو تو دین، علم اور مرض کے شافی ہونے کی دلیل ہے۔

کنویں کے پانی کا ختم ہونا اور نیچے چلا جانا کفر وشرک کی طرف اشارہ ہے۔ بسا اوقات کنواں دیکھنے کی تعبیر دینی امور میں شک وریب کی جاتی ہے۔ کسی نے خواب میں خود کو کنویں کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا تو تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی عورت کے معاملے میں متفکر ہوگا۔

کبھی کنویں کی دلالت بیوی اور کثیر الکلام لڑکے پر بھی ہوتی ہے۔ کنویں سے پانی پلانا حاجیوں کی مدد کرنے کی دلیل ہے۔ کنویں سے پانی نکل جانا مال کے تلف ہونے اور رنج اٹھانے کی دلیل ہے۔ کنویں سے پانی کا جوش کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مال پاکیزہ ملنے کی اور مال میں قوت و برکت کی دلیل ہے۔ کنویں میں گرنا رنج وغم و صدمہ اٹھانے کی دلیل ہے۔ کنویں سے نکلنا کشائش وفیروزی کی دلیل ہے۔ کنویں کے برتن کی تعبیر غمزدہ کیلئے خوشی سے اور مسرور کیلئے غم سے کی جاتی ہے، اگر وہ بھی غسل کرے۔

حضرت جابر مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ کنوئیں سے پانی نکالتا ہے تو دلیل ہے کہ مکر وفریب سے مال جمع کرے گا، خاص کر اگر خود کنواں کھودا ہو۔ اگر کوئی دیکھے کہ ڈول سے پانی نکال کر مٹکے میں ڈالتا ہے تو دلیل ہے کہ اپنے مال کی حفاظت کرے گا۔''

پانی سے خالی کنویں کی تعبیر دھوکہ اور خداع سے کی جاتی ہے۔

کسی نے خواب دیکھا کہ کسی محلہ یا شہر میں آب زم زم کا کنواں نکلا ہے تو تعبیر ہے کہ اس علاقے میں ایسے آدمی کا ورود ہوگا کہ لوگ اس کی نیکی یا دعا سے مستفید ہوں گے۔ کبھی یہ خواب اس علاقے کے لوگوں کے لئے اپنے دشمنوں پر غلبہ اور برکت کی نشانی بھی سمجھا جاتا ہے، کبھی بوقت ضرورت باران رحمت کے نزول کی علامت بھی ہوتا ہے۔ کنویں کے قریب کھڑے ہو کر اس کا صاف پانی پینا اہل علم کے لئے بقدر شرب پانی علم اور فقیر کے لئے غناء اور غیر شادی شدہ کے لئے شادی اور حاملہ کیلئے بچہ کی پیدائش اور ضرورت مند کے لئے ضرورت پوری ہونے اور سفر کے خواہشمند کے لیے سفر اور اس سفر میں منفعت کے حصول اور کسی مقصد کے حصول کے طالب کیلئے کامیابی پر دلالت کرتا ہے۔

Marfat.com

کنواں مندرجہ ذیل اشیاء پر دلالت کرتا ہے:

1: والد۔ 2: والدہ۔
3: قبر۔ 4: سازش۔
5: گالی گلوچ۔ 6: ضروریات کی تکمیل۔
7: سفر۔ 8: مقاصد کا پورا ہونا۔
9: بخل۔

مختلف حالات میں کنویں کی تعبیر مختلف اشیاء سے کی جاتی ہے۔ گھر کے کنویں کی دلالت صاحب خواب کی بیوی، خادم، اس کی دکان، اس کے مال اور اس کی موت وحیات وغیرہ سے ہوتی ہے۔ غیر مستعمل کنواں انقطاع سفر کی علامت ہے، اور راستوں میں مستعمل کنوؤں کی تعبیر مساجد وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ کبھی کنوؤں کی تعبیر ایسی زانیہ عورت سے کی جاتی ہے کہ جس کے پاس ہر کوئی آتا ہے۔ اگر کنویں سے مراد اس کے نگران یا پڑوسیوں کے امور کے نگران ہوں تو راستے کا کنواں تنگی کے بعد وسعت کی علامت سمجھا جائے گا۔ زمین سیراب کرنے والا کنواں دیکھنا دنیا ہے کہ جس سے بعض فائدہ حاصل کریں اور بعض اس کے محتاج ہوں گے۔ کبھی کنواں مدارس ومکاتب پر بھی دلالت کرتا ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر کوئی دیکھے کہ کسی معلوم جگہ میں کنواں کھودتا ہے تو دلیل ہے کہ اپنوں کے ساتھ مکروفریب کرے گا اور بعض اہل تعبیر کے قول کے مطابق کنواں کھودنا اور پانی نکالنا نکاح کا حکم رکھتا ہے اور اگر دیکھے کہ کسی دوسرے کے لئے کنواں کھودتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی وساطت سے کسی کا نکاح ہوگا۔''

کنویں میں کچھ ڈول وغیرہ ڈالنا سفر کی علامت ہے۔ نامعلوم جگہ میں میٹھے پانی والا کنواں دیکھنا حصول دنیا کی نشانی ہے اور بقدر پانی، رزق ملنے اور عمر کے دراز ہونے کی بھی علامت ہے۔ خواب میں کنویں کا منہدم ہونا صاحب خواب کی بیوی کے مرنے کی دلیل ہے۔ کسی نے خواب دیکھا کہ اس کے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکے ہوئے ہیں تو صاحب خواب مال کے معاملے میں سازش کا شکار ہوگا۔

کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کنویں میں اترا اور درمیان میں اذان دی تو یہ سفر کی دلیل ہے۔ اگر اس کے راستے میں پانی خشک ہوتا چلا گیا تو یہ سرداری، ولایت وحکمرانی ملنے یا تجارت میں نفع حاصل ہونے کی علامت ہے۔ اگر درمیان میں کسی دوسرے کی اذان سنی تو تعبیر یہ ہے کہ اگر صاحب خواب حکمران ہے تو اپنے عہدے سے معزول کیا جائے گا۔ کسی نے دیکھا کہ اس کے گھر میں یا زمین میں کنواں نکلا ہے تو دلیل ہے کہ صاحب خواب کی معیشت میں استحکام ہوگا اور تنگی کے بعد خلاف توقع وسعت نصیب ہوگی۔ کسی نے دیکھا کہ وہ کنویں میں گر گیا ہے تو یہ اپنے رتبے سے اور عزت سے گرنے کی نشانی ہے۔

حضرت ابراہیم کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

Marfat.com

''اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ کنوئیں میں ڈول ڈالا ہے تا کہ پانی نکالے اور رسی ٹوٹ گئی ہے تو دلیل ہے کہ اس کے ادھورا فرزند پیدا ہوگا۔''

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا۔

''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے کنوئیں میں پانی نکالنے کے لئے ڈول ڈالا ہے اور رسی کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک، کنوئیں کے اندر رہا اور دوسرا باہر نکال لیا۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس خواب کی تاویل میں فرمایا:

''تم اپنے عیال سے غائب ہے اور تمہارے ششماہ لڑکا پیدا ہوا اور اس کو دفن کر دیا۔''

اس مرد نے کہا:

''مجھے ان کی بات سے نہایت تعجب آیا۔ آپ نے جو بتایا وہ بالکل درست تھا۔''

اگر کسی نے دیکھا کہ اس کا کنواں بھر گیا اور اس کا پانی باہر اتنا بہہ گیا کہ مکانات میں داخل ہو گیا تو تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کو ایسا مال ملے گا جو اس کیلئے وبال کا سبب بنے گا۔ اگر کوئی دیکھے کہ پانی گھر سے نکلا ہے تو یہ غم کے ختم ہونے اور بقدر خروج پانی، مال کم ہونے کی دلیل ہے۔ کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایسے کنویں میں گر گیا جس کا پانی گدلا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کسی جابر و ظالم سرکاری آدمی کے ساتھ تصرف کرے گا اور اس کی سازش وظلم کی زد میں آئے گا اور اس کا معاملہ اس پر مشکل ہو جائے گا۔ اگر دیکھا کہ کنویں میں گر گیا مگر اس کا پانی صاف وشفاف ہے تو تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کسی صالح آدمی کے لئے کام کرے گا اور وہ اس سے راضی ہوگا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ کنویں کے اوپر بیٹھا ہوا ہے تو یہ دلیل ہے کہ وہ ایک مکار آدمی کے ساتھ معاملے کرے گا اور اس کے قید سے بچ جائے گا۔

اگر کوئی دیکھے کہ کنوئیں میں بہت پانی ہے تو دلیل ہے کہ عورت جواں مرد اور سخی ہوگی اور اگر دیکھے کہ کنوئیں میں تھوڑا پانی ہے تو دلیل ہے کہ سفلہ اور کمینی عورت ہے۔ اگر دیکھے کہ کنواں کھودا اور جلدی پانی نکل آیا تو دلیل ہے کہ عورت بیمار ہوگی اور اپنا مال بیماری میں کھائے گی۔ اگر کنوئیں سے سیاہ پانی یا نیلا پانی نکلا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو غم واندوہ پہنچے گا اور اگر کنوئیں سے سفید پانی نکلے تو دلیل ہے کہ وراثت پائے گا۔ اگر دیکھے کہ کنوئیں کا پانی گہرائی میں گیا اور کچھ نہ رہا تو دلیل ہے کہ عورت ہلاک ہوگی اور اس کا مال ضائع ہوگا۔ اگر کوئی دیکھے کہ کنواں زمین کے نیچے چلا گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی عورت ہلاک ہوگی۔

اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے کنویں سے پانی پیا ہے تو تعبیر یہ ہے کہ اگر صاحب خواب اسے خود کھودا ہو تو وہ چال سے مال حاصل کرے گا۔ کسی نے خواب میں پرانا کنواں دیکھا کہ اس سے آنے جانے والے لوگ ڈول اور رسی کے ذریعے پانی لے رہے ہیں تو تعبیر یہ ہے کہ اس مقام پر کوئی عورت یا کسی عورت کا شوہر یا سرپرست ہوگا جس سے لوگ اپنی معیشت کے سلسلے میں فائدہ حاصل کریں گے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ کنویں کا پانی بھر گیا اور باہر بہہ گیا تو یہ اس علاقے میں غم وحزن اور رونے کی علامت ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ کنواں بھر گیا ہے، لیکن پانی باہر

Marfat.com

نہیں بہہ رہے تو یہ خیر کی علامت ہے۔ کسی نے دیکھا کہ وہ اپنے باغ کو سیراب کرنے کیلئے کنواں کھود رہا ہے تو تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک دوا تیار کرے گا، اس کو استعمال کر کے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے گا۔

حضرت ابراہیم کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اگر کوئی دیکھے کہ کنوئیں کا پانی پینے میں خوش ذائقہ ہے تو دلیل ہے کہ عورت کا مال نفرت سے لے گا اور اگر دیکھے کہ کنوئیں کا گرم پانی پیا ہے تو دلیل ہے کہ عورت کے مال کے لئے تکلیف اٹھائے گا۔''

بعض اہل تعبیر نے بیان کیا ہے کہ وہ بیمار ہوگا اور اگر دیکھے کہ کنوئیں کا پانی عمدہ اور ٹھنڈا ہے تو دلیل ہے کہ عورت سے خیر و منفعت پائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں کنواں کھودا اور اس سے پانی نکل آیا تو تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب ایک مالدار عورت سے نکاح کرے گا اور اس کے ساتھ مکر کرے گا اس لئے کہ اس نے گھڑا خریدا ہے۔ اگر کنواں کھودا مگر پانی نہیں نکلا تو یہ غریب عورت سے نکاح کی دلیل ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ کنویں سے پانی پیا ہے تو تعبیر یہ ہے کہ اگر صاحب خواب اسے خود کھودا ہو تو وہ چال سے مال حاصل کرے گا۔

خواب میں پانی دیکھنے کی تعبیر ہنس مکھ اور خوش طبع بیوی ملنے سے کی جاتی ہے۔ اگر عورت خواب میں پانی دیکھے تو یہ اس کو بااخلاق شوہر ملنے کی دلیل ہے۔ کنواں دیکھنا مال، علم یا شادی پر دلالت کرتا ہے اور کبھی اس سے مراد قیدی، قید خانہ اور سازش بھی ہوتی ہے۔

کنواں کھودنا تجارت میں نفع ہونے اور مال کی افزونی کی دلیل ہے۔ کنویں سے پانی کھینچنا غریب غرباء کا فائدہ کرنے اور راہِ الٰہی میں دینے دلانے کی دلیل ہے۔ کنویں سے پانی کھینچ کر درخت کو سینچنا غرباء اور یتیموں کی مدد اور پرورش کرنے کی دلیل ہے۔

اگر کوئی کنویں سے پانی نکال کر زمین پر گراتا ہے تو دلیل ہے کہ مال کو بہتری میں خرچ کرے گا اور اگر دیکھے کہ کنواں گرا ہے تو دلیل ہے کہ مکر و حیلہ میں پڑے گا۔ اگر کوئی دیکھے کہ باغ کو پانی دیتا ہے تو دلیل ہے کہ جو مال کمایا ہے اس سے عورت کرے گا یا کنیز خریدے گا۔ اگر کوئی دیکھے کہ اس باغ میں پھل ہیں تو یہ فرزند کے پیدا ہونے کی دلیل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر دیکھے کہ باغ کو پانی دیتا ہے تو دلیل ہے کہ اپنی عورت سے نکاح کرے گا اور اگر دیکھے کہ پانی کنوئیں کے سر پر آیا اور جاری ہوا ہے تو دلیل ہے کہ مالدار عورت سے شادی کرے گا اور اس عورت سے اس کو مال اور نعمت حاصل ہوگی۔

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کنوئیں کی اصل تاویل عورت ہے اور اگر کوئی دیکھے کہ کسی جگہ کنواں کھودتا ہے تو دلیل ہے کہ عورت کرے گا اور اگر دیکھے کہ کنواں کھودنے میں کوئی اس کی مدد کرتا ہے تو دلیل ہے کہ اس میں اور اس عورت میں کوئی وکیل ہے اور چاہتا ہے کہ مکر و حیلہ سے اس عورت کی شادی کرائے، کیونکہ کہاوتوں میں کنواں کھودنا مکر و حیلہ ہے کہ فلاں فلاں کے لئے کنواں کھودتا ہے، یعنی اس کے ساتھ بدی اور مکر کرے گا۔ خواب میں کنوئیں کا پانی عورت کا مال ہے اور اگر کوئی دیکھے کہ اس نے کنوئیں کا پانی پیا ہے

Marfat.com

تو دلیل ہے کہ عورت کا مال کھائے گا۔ اگر کنواں کھودنے سے پانی نہیں نکلا ہے تو دلیل ہے کہ مفلس عورت سے شادی کرے گا۔"

خواب میں کنواں بغیر منڈیر کے دیکھنا رشتہ داروں کے درمیان چپقلش اور حسد واقع ہونے اور رشتہ داروں کی طرف سے اس کے ساتھ غدر کرنے اور پھر ان کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ کبھی اس خواب سے صاحب خواب کے ناکردہ فعل پر تہمت لگنے اور پھر اس سے بری ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کبھی اس کی دلالت غم کے دور ہونے اور ضروریات کے پورا ہونے پر بھی ہوتی ہے۔ کبھی اس خواب سے اشارہ سفر کی طرف ہوتا ہے اور کبھی اس کی تعبیر وہ لوگ اور اشیاء ہیں جن پر منڈیر والا کنواں دلالت کرتا ہے۔ کبھی کنواں بغیر منڈیر کے دلالت کرتا ہے آلہ تناسل کے بیکار ہونے پر۔

یہی خواب اگر کوئی اہل علم دیکھے تو دلیل ہے کہ لوگ اس کے علم سے مستفید ہوں گے اور وہ اپنے علم کی بدولت بادشاہوں تک رسائی حاصل کرے گا۔ خصوصاً علم تعبیر کے ذریعے۔ کبھی اس کی تعبیر بڑے حضرات کی طرف سے ایسے رسائل کی آمد سے کی جاتی ہے جن سے اس کو فرحت نصیب ہوگی۔

بغیر منڈیر کے کنویں کی تعبیر غم، تکلیف اور قید خانہ سے کی جاتی ہے۔ غم یا تکلیف میں مبتلا شخص یا کوئی قیدی خواب میں جب دیکھے تو ان مصائب سے چھٹکارا حاصل کرے گا۔

خواب میں کنواں صاف کرنے والے آدمی کی رؤیت سفر میں احوال کے معتدل رہنے اور حصول مقام کی دلیل ہے۔ مریض کے لئے دلیل موت ہے اور تندرست کے لئے تکلیف کی طرف اشارہ ہے۔ کنواں صاف کرنے والے کی رؤیت قید خانہ پر بھی دلالت کرتی ہے۔

اگر کسی کے گھر میں میزاب رحمت دیکھے تو اس کا حکم (تعبیر) چاہ زمزم دیکھنے جیسا ہے، جو دیکھے کہ وہ خود میزاب رحمت کے نیچے ہے تو رحمت الٰہی اس کو ڈھانپے گی اور اسے اس کا سایہ حاصل ہوگا۔

خواب میں مکہ مکرمہ یا کسی شہر یا گاؤں میں لپک لپک کر چلنا دشمنوں پر کامیابی حاصل کرنے کی بشارت ہے۔ کبھی تیز چلنا تیزی سے دنیا سے نکلنے یا منصب کے زائل ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے اور کبھی اس کی تعبیر حج نصیب ہونے سے بھی کی جاتی ہے۔

اگر کوئی دیکھے کہ وہ مکہ مدینہ کی مسجد میں گیا ہے تو دلیل ہے کہ وہ سب طرح کے خوف سے امن میں ہوگا۔

جو شخص دیکھے کہ وہ مکہ کی طرف روانہ ہوا ہے تاکہ حج کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اسے حج نصیب ہوگا۔ اگر وہ مریض ہو تو مرض طویل ہوگا، ہوسکتا ہے کہ موت آجائے۔

جو دیکھے کہ وہ مکہ کا مجاور ہے تو وہ ناقص عمر پائے گا۔ اگر دیکھے کہ وہ مردوں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہے تو اسے شہادت نصیب ہوگی، اور جو خواب میں صرف تجارت کی غرض سے مکہ کا رخ کرے تو دلیل ہے کہ وہ دنیا کا حریص ہے۔

مکہ مکرمہ کو سرسبز دیکھنا خیر کی دلیل ہے۔

حضرت جابر مغربی نے فرمایا ہے:

''اگر کوئی دیکھے کہ مکہ مکرمہ میں صلاح اور زہد کے ساتھ ہے اور عبادت میں مشغول ہے تو دلیل ہے کہ دنیاوی منفعت میں ہے اور اگر مکہ مکرمہ کو آباد اور بھرا ہوا دیکھے تو دلیل ہے کہ مال اور نعمت اس پر فراخ ہوگی۔ اور اگر اُجڑا ہوا دیکھے تو اس کی تاویل اول کے خلاف ہے۔''

مکہ میں داخل ہونا ایسی خوبصورت دلہن کی دلیل ہے جس کا پیغام نکاح دینے والے بہت ہیں۔ گنہگار کے لئے مکہ میں داخل ہونا توبہ کی دلیل ہے۔ کافر کیلئے اسلام قبول کرنے کی بشارت ہے، کنوارے کیلئے شادی کی علامت ہے، اگر صاحب خواب کسی مقدمہ میں پھنسا ہوا ہو تو مد مقابل پر غلبہ حاصل کرے گا۔ مکہ میں داخل ہونا خوف سے مامون ہونے کی بھی دلیل ہے۔

خواب میں مکہ مکرمہ کی تعبیر امام وقت سے کی جاتی ہے، لہٰذا مکہ مکرمہ میں کوئی کمی زیادتی دیکھے تو اسے امام وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا یا صاحب خواب کے دین کی طرف۔ جو شخص مکہ مکرمہ کو اپنی منزل دیکھے اور وہ غلام تھا تو آزادی ملے گی، اگر آزاد تھا تو سلطان سے عزت ملے گی، اور لوگ علم سیکھنے کے لئے اس کے پاس چلے آئیں گے، خواب میں جو شخص مکہ کو اپنی پشت کے پیچھے کرے تو رئیس یا سلطان سے علیحدگی ہوگی، جو دیکھے کہ مکہ مکرمہ منہدم ہوا ہے تو اشارہ ہے کہ وہ نماز بہت کم پڑھنے والا ہے۔

حضرت ابن سیرین نے فرمایا:

''اگر کوئی اپنے آپ کو مکہ مکرمہ میں دیکھے تو دلیل ہے کہ کعبہ کی زیارت اور حج کرے گا اور اگر دیکھے کہ مکہ مکرمہ کی طرف تجارت کے لئے گیا ہے اور حج کے لئے نہیں گیا ہے تو دلیل ہے کہ مال دنیا پر حریص ہے۔''

بغیر محراب کے یا خلاف سمت قبلہ مسجد بنائی تو تعبیر خیر کی جگہ شر سے کی جائے گی۔

اگر کوئی قبرستان میں قبلہ رو کر نماز پڑھتے ہوئے داخل ہوا تو دلیل ہے کہ وہ اہل خیر اور حلقہ ذکر میں داخل ہونے والا ہے اور دلیل ہے کہ اس کو حج نصیب ہوگا اور جو کچھ اس میں دیکھا اور سنا اس سے نفع ملے گا۔

حضرت ابن سیرین نے فرمایا:

''اگر کوئی دیکھے کہ قبلہ چھوڑا ہے اور مشرق کی طرف نماز پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر رغبت نہ کرے گا اور اگر دیکھے کہ قبلہ کو نہیں پہچانتا ہے تو دلیل ہے کہ دین کی راہ میں پریشان اور حیران ہوگا۔''

معبرین کے نزدیک خواب میں قبلہ سے پھرنا ضلالت و گمراہی کی نشانی ہے۔

نماز میں قبلہ سے ہٹ جانے کی تعبیر بھی دینی تحریف ہے۔ اگر کسی نے اپنے گھر کے اندر کعبہ کو دیکھا اور وہ بادشاہ کا خادم بھی نہیں ہے تو دلیل ہے کہ وہ ایک شریف اور اہل خیر عورت سے شادی کرے گا اور کعبہ نماز پر بھی دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ وہ نمازیوں کا قبلہ ہے۔

کعبہ مسجد یا جامع مسجد پر دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ وہ اللہ کا گھر ہے اور ان چیزوں پر بھی دلالت کرتا ہے جن کی اقتداء کی جائے: ان کے ذریعہ ہدایت ملے جیسا کہ اسلام، قرآن پاک، سنت، عالم، والد، سردار اور شوہر وغیرہ۔ کعبہ جنت پر بھی دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ وہ بیت اللہ ہے اور اس کو جنت میں لے جایا جائے گا۔ کبھی اس کی دلالت حج کے موسم اور جماعت پر استقبال کرنے پر بھی ہوتی ہے۔ کسی نے خواب دیکھا کہ کعبہ اس کا گھر بن گیا تو تعبیر ہے کہ بادشاہ بنے گا یا علم وعمل کی وجہ سے لوگ اس کے دروازے کی طرف دوڑیں گے اور اس میں لوگوں کا اژدحام ہوگا۔ یہی خواب اگر غلام دیکھے تو اس کی آزادی کی دلیل ہوگا۔

حضرت جابر مغربی نے فرمایا:

"اگر بادشاہ دیکھے کہ کعبہ میں گیا ہے تو دلیل ہے کہ خلیفہ سے بزرگی پائے گا اور اگر دیکھے کہ کعبہ گرا ہے ، جلا ہے تو دلیل ہے کہ خلیفہ کا حال بُرا ہوگا۔ اگر دیکھے کہ اس نے کعبے میں سے کوئی چیز لی ہے تو دلیل ہے کہ اس کو خلیفہ سے فائدہ ہوگا اور اگر دیکھے کہ کعبہ میں نماز پڑھی ہے تو دلیل ہے کہ خلفاء سے اس کا کام عمدہ ہوگا۔"

اگر کوئی دیکھے کہ حجر اسود کی طرف رخ کر کے بوسہ دیتا ہے تو دلیل ہے کہ حج کرے گا اور اگر دیکھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک کر رہا ہے یا مقام ابراہیم کو دیکھتا ہے تو دلیل ہے کہ حج کو جائے گا اور سلامتی سے واپس آئے گا۔ اگر کوئی اپنے آپ کو کعبہ کی چھت پر دیکھے تو بد مذہب ہونے پر دلیل ہے۔

حضرت ابراہیم کرمانی نے فرمایا:

"کعبے کا اصل ایمان اور مسلمانی ہے اور اگر کوئی اپنے آپ کو کعبے میں دیکھے تو دلیل ہے کہ دشمن کی طرف سے شرارت سے امن میں رہے گا اور اس کی دعا قبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ومن دخله کان امناً))

"اور جو شخص اس میں داخل ہوگا، امن میں ہوگا۔"

اگر کسی نے دیکھا کہ فرشتے نے آسمان سے اتر کر کعبہ کے ستون کو اٹھا کر دوسرے شہر میں رکھ دیا تو اگر شہر میں فتنہ واقعہ ہو تو حاکم وقت بھی اسی میں موجود ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں کعبہ کو ویران دیکھا تو دلیل ہے کہ وہ بے نمازی ہے۔ اگر کسی نے کعبہ میں کمی زیادتی یا اس کو اپنی جگہ سے ہٹا ہوا یا اس کو اپنے حال سے متغیر دیکھا تو اس کی تعبیر امام کے اندر ان حادثات کے وقوع پذیر ہونے سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو کعبہ کا طواف کرتے یا کوئی بھی منسک کو ادا کرتے دیکھا تو بقدر مناسک اس کے دین کی اصلاح ہوگی۔

حرم امن کی جگہ ہے، اگر کوئی دیکھے کہ حرم کعبہ میں ہے تو دلیل ہے کہ دنیا کی آفات سے امن میں رہے گا اور حج اس کو نصیب ہوگا۔ اگر کوئی خواب میں کعبہ کو اپنے گھر کے اندر دیکھے تو وہ مرتے دم تک لوگوں میں قوت وشہرت اور خداموں والا رہے گا، لیکن اگر کعبہ کو بری شکل میں دیکھے تو یہ صاحب منزل کیلئے اچھا شگون نہیں ہے۔ اگر کسی نے اپنے گھر کو کعبہ پایا تو وہ امام کے ساتھ رہے گا کیونکہ کعبہ مسلمانوں کا امام ہے۔ اگر کسی نے خواب میں خود کو کعبہ

Marfat.com

کے اوپر نماز پڑھتا ہوا دیکھا تو اشارہ ہے کہ وہ اسلام سے مرتد ہوگا۔ اگر کسی نے حرم میں داخل ہو کر کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی تو وہ خیر پائے گا اور ولایت پائے گا اور ہر جگہ سے ٹیکس حاصل کرے گا مگر بدمذہبی کے ساتھ۔ اگر کسی نے خواب دیکھا کہ وہ کعبہ کے اوپر سے چھلانگ لگا رہا ہے تو دلیل ہے کہ وہ سنت کی مخالفت کرے گا اور اہل ہوا (خواہشات کی پیروی کرنے والوں) کے مذہب میں داخل ہوگا۔

خواب میں کعبہ کے دیواروں میں سے کسی دیوار کا گرنا خلیفہ کی موت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی نے کعبہ میں جا کر کچھ بھی مناسک ادا نہیں کیئے تو تعبیر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض قائم کرنے کی حالت میں مرے گا، یا تعبیر ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے گا۔ خواب میں کعبہ کی طرف نظر کرنا ڈر سے مامون ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کسی کو خواب میں مکہ کا حاکم بنایا گیا تو بیداری میں اس کو امام کے معاملہ کا آمر بنایا جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں کعبہ سے انار چرایا تو وہ اپنی کسی ذی محرم کے ساتھ بدنام ہوگا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ کعبہ کی طرف جا رہا ہے یا اس کے سامنے آ گیا تو وہ اپنی اصلاح کرے گا۔ اگر صاحب خواب مکہ میں مردوں کے ساتھ ہے اور وہ اس سے سوال کر رہے ہیں تو دلیل ہے کہ وہ شہادت کی موت مرے گا۔

اگر کوئی دیکھے کہ اس نے احرام باندھا ہوا ہے اور رخ کعبے کی طرف ہے تو یہ اس کی صلاحیت کی زیادتی پر دلیل ہے اور اگر دیکھے کہ اس کا مکان کعبہ ہو گیا ہے اور لوگ زیارت کو آتے ہیں تو دلیل ہے کہ امانت کی حفاظت کرے گا اور عزت اور مرتبہ پائے گا۔

خواب میں کعبہ دیکھنے کی تعبیر خلیفہ اور وزیر اور رئیس ہے یا دلیل تزویج ہے۔ کبھی خواب میں کعبہ میں داخل ہونا بیداری میں اس میں داخل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خواب میں کعبہ دیکھنا پیش ہونے والی خیر یا آنے والے شر کے دفع ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کسی نے خواب میں کعبہ میں نماز پڑھی تو اس کو رئیس یا شریف امام کا قرب حاصل ہوگا اور وہ دشمن سے مامون رہے گا اور اِسے خیر نصیب ہوگی۔ اگر وہ بیت اللہ میں داخل بھی ہوا تو دلیل ہے کہ خلیفہ کے پاس جائے گا۔ اگر اس سے کوئی چیز لی تو وہ خلیفہ سے کچھ حاصل کرے گا۔

حضرت ابن سیرین نے فرمایا:

''خواب میں کعبہ شریف کا دیکھنا خلیفہ کو دیکھنا ہے اور جو زیادتی اور نقصان کہ کعبے میں دیکھے گا خلیفہ میں ہوگی۔ اگر کوئی دیکھے کہ اس نے کعبے کا طواف کیا ہے تو اس کے دین کی اصلاح پر دلیل ہے اور خلیفہ سے راحت پائے گا۔''

اگر کوئی دیکھے کہ زمین سے ہوا پر کودا ہے اور قبلہ کی طرف رخ کیا اور پھر اپنے آپ کو حرم کعبہ یا مکہ یا مدینہ شریف میں دیکھا ہے تو یہ سب حج کرنے کی دلیلیں ہیں۔

مقام ابراہیم میں داخل ہونا خائف کیلئے امن کی علامت ہے۔ کبھی اس کی دلالت بادشاہت جیسے منصب جلیل پر فائز ہونے یا لوگوں کو علم سکھانے کیلئے تیار ہونے یا اپنے والد یا والدہ کی میراث پانے کی دلیل ہے۔ خواب میں بیت اللہ یا مسجد حرام میں داخل ہونا کسی عورت کو نکاح کی دعوت دینے والے شخص کیلئے عظیم دلہن کے ساتھ داخل

ہونے کی دلیل ہے۔

دخول بیت الحرام لہو ولعب کی طرف متوجہ ہونے اور حلال کمائی پر قدرت حاصل کرنے اور طاقت رکھ سکنے کے باوجود حرام کی طلب میں رہنے کی دلیل ہے، خاص کر مسجد حرام مین بغیر نماز یا کشف عورت کے ساتھ داخل ہونا۔ اسی طرح مسجد حرام میں داخل ہونا خوف سے مامون ہونے اور وعدے کے سچا ہونے کی دلیل ہے۔

خواب میں کعبہ کو دیکھنا صلاحیت دین حاصل ہونے ونصرت ورفعت ہونے یا خدمت والدین وسعادت کی دلیل ہے۔

حضرت جعفر صادق نے فرمایا:

خواب میں کعبہ چار وجہ پر ہے:

1: خلیفہ۔ 2: امام۔

3: ایمان اور مسلمانی۔ 4: خوف سے سب طرح کا امن۔

بعض اہل تعبیر نے بیان کیا ہے کہ اس کو اس حرم کے اہل سے کام پڑے گا اور اگر دیکھے کہ اس کو بادشاہ نے اپنے حرم میں خود بلایا ہے اور اسی جگہ مقیم ہوا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ کا کام کرے گا اور اس کو اس کام سے بدنامی ہو گی۔ اگر دیکھے کہ کسی ظالم بادشاہ کے حرم میں گیا ہے تو اس کی بھی یہی تاویل ہے۔

اگر کسی نے خود کو کعبہ کی طرف متوجہ دیکھا تو دلیل ہے کہ وہ اپنے دین اور دنیا کی اصلاح کے لئے کوشاں ہے یا دلیل ہے کہ بادشاہ کی حکومت میں شمولیت کے لئے کوشاں ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے حج کے مناسک میں سے کچھ کمی کی اور سنت کے خلاف کیا تو یہ اس کے دین کی تحریف کی علامت ہے۔

اگر کوئی خواب میں کوے کو کعبہ کے دروازے پر گرا دیکھے تو اشارہ ہے کہ صاحب خواب فاسق آدمی ہے مگر شریف عورت کے ساتھ شادی کرے گا۔

اگر کسی نے اپنے آپ کو گرجا گھر میں دیکھا اگر وہ اس میں اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور رو رہا ہے یا کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے اندر اموات دیکھنے کی وجہ سے بزدلی ہوگی یا پھر یہ خواب نماز جنازہ پر دلالت کرتا ہے۔

کسی نے خواب دیکھا کہ گویا اس نے حج کیا اور طواف کیا تو یہ درج ذیل کی دلیل ہے:

1: دین کی درستگی۔ 2: دین پر استقامت۔

3: اللہ کی طرف سے اجر ملنا۔ 4: خوف سے مامون ہونا۔

5: قرض کی ادائیگی۔ 6: مسلمانوں کی امانتوں کی ادائیگی۔

7: قسم کا کفارہ۔ 8: نذر کا پورا کرنا۔

کبھی طواف بیت اللہ کرنا کسی شریف حکمران کے معاملے میں شامل ہونے کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اگر غلام خواب میں خود کو بیت اللہ کا طواف کرتا دیکھے تو دلیل ہے کہ وہ آزاد ہوگا، اور گناہ گار کا یہ خواب دیکھنا گناہ کے

Marfat.com

عذاب سے بچنے کی دلیل ہے اور غیر شادی شدہ کے لئے یہ خواب شادی کی علامت ہے اور ترقی کرنے کی صلاحیت رکھنے والے کیلئے ترقی کرنے اور بلند مرتبہ پانے کی دلیل ہے۔ کبھی طواف کرنا اپنی نذر کو پورا کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ طواف کعبہ کرنا صاحب خواب کے لیے صلاحیت دین حاصل ہونے اور استغفار کرنے کی دلیل ہے۔

اگر کسی نے دیکھا کہ وہ قبلہ کو نہیں پہچان رہا ہے یا قبلہ کی تلاش میں ہے، مگر اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو دلیل ہے کہ وہ اپنے دین کے سلسلے میں حیران و سرگرداں ہوگا۔

کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا اس کے دین کے درست ہونے کی علامت ہے۔ اگر کسی نے خواب دیکھا کہ غیر قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھی اور سفید کپڑا زیب تن کیا ہوا ہے اور درست قرآن پڑھ رہا ہے تو تعبیر ہے کہ اس کو حج نصیب ہوگا۔

کسی نے خواب دیکھا کہ گویا وہ قبلہ کی پشت کے قریب رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہے تو دلیل ہے کہ اس نے معاصی کا ارتکاب کر کے یا جھوٹی قسم کھا کر یا کسی پاک دامن عور ن پر تہمت لگا کر اسلام کو پس پشت ڈال دیا ہے، نہ ہی فواحش کے ارتکاب سے خود کو بچاتا ہے اور نہ ہی احکام الٰہی کی پاسداری کرتا ہے۔

کسی نے خواب دیکھا کہ مشرق کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ رہا ہے، تو دلیل ہے کہ وہ مذہب کے لحاظ سے غلط سمت چلنے والا، لوگوں پر زیادہ بہتان تراشی کرنیوالا اور گناہوں پر بے باک ہے، کیونکہ اس نے سمت قبلہ میں یہودیوں کی موافقت کی۔ مشرق کے قریبی سمت کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا آدمی دین میں باطل ملا کر بدعت کا ارتکاب کرنیوالا ہے۔

حرم کعبہ میں شکار کرنا یا ناجائز جانور کا شکار کرنا تعبیری لحاظ سے اچھا نہیں۔

جس نے خواب میں سورۃ الطور یا اس کا کچھ حصہ پڑھا یا اس کے سامنے پڑھا گیا تو اللہ کے گھر کعبہ کی مجاورت کئی سال اور کئی مہینے نصیب ہوگی۔

حضرت اسماعیل اشعث نے فرمایا:

"اگر کوئی دیکھے کہ اس کے سر کے بال حج کے موسم میں خانہ کعبہ میں ترا شے گئے ہیں، اگر قرض دار ہے تو قرض سے نجات پائے گا اور غم سے چھوٹے گا۔"

خواب میں احرام یا دخول مکہ کے لئے غسل کرنا درج ذیل کی دلیل ہے:

1: فرحت و سرور۔ 2: غائبین کا واپس آجانا۔

3: قرضہ کی ادائیگی۔

خواب میں رمی جمار (حج کے دوران شیطان کو کنکریاں مارنے) اور طواف کے لئے غسل کرنا بھی مذکورہ بالا چیزوں پر دلالت کرتا ہے۔ بسا اوقات رمی کے لئے غسل کرنا دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ خواب میں غسل کرنا حصولِ رزق کی کوشش یا بادشاہ اور ان کے علاوہ اکابر کی خدمت کی دلیل ہے۔ طواف کے لئے غسل کرنا بیوی یا والدین کے پاس بار بار آنے کی علامت ہوتا ہے۔

Marfat.com

مسجد میں بغیر قبلہ کے یعنی دوسری طرف نماز پڑھنے والا گناہوں سے توبہ کرے کیونکہ اس کے دین میں نقصان ہونے کی دلیل ہے۔

اگر مسجد ایسی تعمیر کی جس طرح کی تعمیر جائز نہیں ہے یا اس کا محراب قبلہ کی جانب نہ ہو تو یہ شرک کی دلیل ہے۔

اگر مسجد کا محراب قبلہ سے ہٹا ہوا ہو یا وہ بدبودار ہو یا اس کے اندر سڑی ہوئی لاش پڑی ہے تو یہ صاحب خواب کے کفر یا بدعت یا نفاق کی دلیل ہے۔

حضرت ابن سیرین نے فرمایا:

"اگر خواب میں دیکھے کہ مندر میں بیٹھا ہے اور قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو دلیل ہے کہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا اور دین میں قوی ہوگا، کیونکہ مندر عبادت کی جگہ ہے۔ یہودیوں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھے تو دلیل ہے کہ یہودیوں سے محبت رکھتا ہوگا۔"

اگر دیکھے کہ مشرک قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے یا حق تعالیٰ کا شکر کرتا ہے تو دلیل ہے کہ مسلمان ہوگا اور نعمت اس پر زیادہ ہوگی۔ فرمان حق تعالیٰ ہے: **الله نور السموت والارض مثل نورہٖ کمشکوٰۃ۔الخ۔** (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال طاق کی مانند ہے)۔ اور اگر دیکھے کہ کوئی مُشرک کسی مسلمان کے گھر آیا ہے تو بھی یہی تاویل ہے۔

نکاح کرنا اپنی مادر یا خواہر یا اور کسی زن ایسی سے جس سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام تھا یعنی محرمہ سے تو صاحب خواب کے لیے شرف زیارت خانہ کعبہ کی دلیل ہے یا اپنے قرابت داروں سے نیکی کرنے اور صلہ رحم کی نشانی ہے۔

مسجد میں نماز پڑھنا خانہ کعبہ کے حج ادا کرنے کی دلیل ہے۔

جس شخص نے دیکھا کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے تو دلیل ہے اس شخص کے مستقیم ہونے کی اور جس شخص نے دیکھا کہ وہ غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہے اور سفید کپڑے پہنے ہوئے قرآن مجید کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کر رہا ہے تو دلیل ہے کہ یہ شخص حج کرے گا۔

اگر کوئی دیکھے کہ کعبہ میں نماز پڑھی ہے تو دلیل ہے کہ اس کا کام خلیفہ کی طرف سے انتظام کے ساتھ ہوگا۔

اگر کوئی دیکھے کہ اس نے کعبہ میں کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی ہے تو دلیل ہے کہ کعبہ کا رخ کرے گا اور اس کی عاقبت بخیر ہوگی۔

حضرت جعفر صادق علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

خواب میں حج کرنا سات وجہ پر ہے:

1: نکاح کرنا۔ 2: کنیز خریدنا۔

3: عادل بادشاہ کی زیارت کرنا۔ 4: نیکی۔

5: نیک کام کی کوشش کرنا۔ 6: ثواب کی اجرت پانا۔
7: اہل علم کی صحبت میں جانا۔

کافر کا خواب میں حج کرنا دولتِ اسلام سے مشرف ہونے کی نوید ہے۔ خواب میں سواری پر سوار ہو کر حج کے لئے سفر کرنا ایسے مددگار ملنے کی دلیل ہے جن پر سواری دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ بختی اونٹ پر سوار ہو کر حج کو جانا ایسے لوگوں سے معاشرت اختیار کرنے کی علامت ہے جن پر بختی اونٹ دلالت کرتا ہے۔ کسی سواری کی لگام کو پکڑ کر جانا کسی عورت کی مدد سے وہاں تک پہنچنے کا اشارہ ہے۔ ہاتھی پر سوار ہو کر حج کو جانا کسی بادشاہ کی مصاحبت میں حج کرنے کی دلیل ہے۔ خواب میں پیدل حج کو جانا ایسے کام میں واقع ہونے کی دلیل ہے جس کا کفارہ اس پر واجب ہے۔

کبھی حج کرنا مندرجہ ذیل امور پر بھی دلالت کرتا ہے:

1: رزق۔ 2: مالِ غنیمت۔
3: سفر سے لوٹنا۔ 4: تنگی کے بعد خوشحالی۔
5: بیماری کے بعد صحت۔ 6: اپنے سابقہ کام کی طرف رجوع کرنا۔

خواب میں زادِ سفر ہمراہ لے کر سفر حج کرنا تقویٰ کی دلیل ہے۔ فقیر کا یہ خواب دیکھنا اس کے مالدار ہونے کی علامت ہے اور مقروض کے لئے ادائیگی قرض کی نشانی ہے۔ خواب میں حج کے لئے جانا اور حج کے اعمال نہ کرنا کسی حاجت کی بناء پر کسی بادشاہ کے پاس جانے کی دلیل ہے۔ کسی نے خواب دیکھا کہ وہ اکیلا حج کے کیلئے جا رہا ہے اور لوگ اس کو رخصت کر رہے ہیں تو یہ اس کے مرنے کی علامت ہے۔

خواب میں حرم شریف (مسجد حرام) میں ہونا عزت وتوقیر حاصل ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت ابراہیم کرمانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ حج کو گیا ہے اور حرم شریف میں لبیک کہتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو خوف اور ڈر ہو گا اور اگر دیکھے کہ حج اس پر واجب ہوا ہے تو دلیل ہے کہ کسی سے صلح کرے گا۔ اگر دیکھے کہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ بزرگوں سے نفع پائے گا اور اس کا کام بہتر ہو گا۔"

کبھی خواب میں حج کرنا ارادے میں تردّد واقع ہونے کی علامت ہوتا ہے اور قرضوں کی ادائیگی، نیک کام کرنے اور ان واجبات کو پورا کرنے کی کوشش کرنے کی علامت ہے، جن کو پورا کرنا اس پر لازمی ہے، مثلاً: والدین واستاذ کی اطاعت کرنے کی علامت ہے یا ہجرت کرنے کی دلیل ہے یا کسی عالم یا عابد کی زیارت نصیب ہونے کی بشارت ہے۔ پہلوان کا یہ خواب دیکھنا لوگوں کی خدمت میں کوشش کرنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ خواب غیر شادی شدہ کے لئے دلیلِ نکاح ہے اور بادشاہ کے لئے دشمنوں سے محفوظ ہونے، باغیوں کے زیر ہونے اور کفار کے کسی بڑے شہر پر قبضہ کرنے کی دلیل ہے اور کبھی حج کی دلالت جہاد کرنے پر بھی ہوتی ہے۔ حج کے ارادے والا خواب کبھی طالب علم کے لئے اپنی مراد پانے کی اور فقیر کے لئے غنی ہونے کی نشانی ہے۔ کبھی مریض کے لئے حج

Marfat.com

کرنا اس کے مرنے کی علامت ہے اور گناہگار کیلئے توبہ کرنے کی۔ شادی شدہ کے لئے حج کرنا اپنی بیوی کو طلاق دینے پر دلالت کرتا ہے اور حج سے دین و دنیا میں منتفع ہونے والے کے ساتھ معاشرت اختیار کرنے کی دلیل ہے۔

حضرت ابن سیرین علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس نے حج کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نصیب میں حج کرے گا۔ اگر بیمار یہ خواب دیکھے تو شفاء پائے گا، اگر قرض دار ہو تو قرضے سے فارغ ہوگا اور اگر مسافر دیکھے تو وطن کو سلامتی سے واپس آئے گا۔ اگر خواب میں دیکھے کہ حج کو گیا ہے اور حج نہیں کر سکا تو دلیل ہے کہ عمر دراز ہوگی اور کام نظام سے ہوگا۔"

خواب میں حج ادا کرنا، بیت اللہ کا طواف کرنا اور مناسک حج میں سے بعض کو ادا کرنا درج ذیل کی دلیل ہے:

1: دینی درستگی۔ 2: دین پر استقامت۔
3: ثواب۔ 4: خوف سے امن۔
5: قرض سے نجات۔ 6: مسلمانوں کی امانت ان تک پہنچانا۔

اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے حج یا عمرہ کیا تو دلیل ہے کہ وہ طویل زندگی گزارے گا اور اس کے اعمال مقبول ہوں گے۔ اگر کوئی حکمران خواب میں خود کو حج کے لئے نکلتے ہوئے دیکھے تو یہ اس کی معزولی کی دلیل ہے، تاجر کے لئے یہ خواب نقصان وخسارے کی علامت ہے، مسافر کے لئے یہ لوٹ جانے کی طرف اشارہ ہے اور صحت مند کے لئے مرض کی علامت ہے۔

اگر کسی نے موسم حج میں خواب دیکھا کہ وہ حج کے لئے نکلنے والا ہے، اگر وہ حکمرانی سے معزول ہے تو تعبیر ہے کہ دوبارہ حکمران بنے گا اور اگر مسافر ہے تو مامون ہوگا، اگر تاجر ہے تو منافع پائے گا، اگر مریض ہے تو تندرست ہوگا، اگر مقروض ہے تو قرض سے نجات ملے گی، اگر حج نہیں کیا ہے تو حج نصیب ہوگا اور اگر گمراہی کے راستے پر چل رہا ہے تو راہِ راست پر آئے گا۔

اگر کسی نے خواب دیکھا کہ اس پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن وہ حج نہیں کرتا تو تعبیر ہے کہ صاحب خواب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کر رہا ہے اور امانتوں کی ادائیگی سے انکار کر رہا ہے۔ جو شخص دیکھے کہ وہ لوگوں کے مجمع کی جانب روانہ ہوا ہے تو وہ فکر وغم سے بری ہوگا۔ جو دیکھے کہ وہ مقام منیٰ میں نماز پڑھتا ہے اور خطبہ دیتا ہے حالانکہ وہ اس مقام کا آدمی نہیں ہے تو اس کے خواب کی تاویل وتعبیر اس کا ہمنام یا ہم مثل آدمی ہے، بصورت دیگر وہ دنیا کی چند مصیبتوں میں گرفتار ہوگا، اگر اس نے خطبہ اچھا دیا ہے اور دین کے مطابق اس کی تکمیل کی ہے تو اسے ایسی ولایت وحکومت ملے گی کہ لوگ اس ولایت کے تابع ہوں گے۔

اگر کسی نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کعبہ کی کنجیاں ہیں تو دلیل ہے کہ وہ سلطانِ عظیم کا دربان بنے گا۔

اگر کسی نے دیکھا کہ وہ سفید پیشانی اور سفید پاؤں والے خچر پر سوار ہو کر قبلہ کی طرف چلا ہے تو یہ صاحب

Marfat.com

خواب کے حج کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر قبلہ کے علاوہ کسی دوسری سمت کو چلا تو یہ شرف کے ساتھ سفر کرنے کی دلیل ہے۔

خواب میں دوران حج اپنے ہاتھوں سے حلق کرنا ادائیگی قرض کی دلیل ہے۔ خواب میں کسی عورت کا سر مونڈا ہوا دیکھنا دلیل ہے کہ اس کا شوہر اس کو طلاق دے گا یا مر جائے گا یا اس سے جدا ہو گا۔ عورت کا خواب میں کسی دینی مصلحت یا کسی دلیل کی بناء پر بالوں کو مونڈنا یا کم کرنا ادائے قرض اور ادائے امانت کی دلیل ہے۔ مذکورہ تعبیریں تب ہیں جب کہ صاحب خواب خود کو حرم مکرم میں بال مونڈتے یا کم کرتے دیکھے۔

اگر بادشاہ خواب میں دیکھے کہ کعبہ اس کا گھر ہے یا اس کا گھر کعبہ ہے تو دلیل ہے کہ اس کی سلطنت کو زوال نہ ہوگا اور دشمن سے امن میں رہے گا۔

اگر مشرک اپنے آپ کو خواب میں مسلمان ہوتے ہوئے دیکھے اور قبلہ رو ہو کر نماز پڑھتا ہوا یا اللہ کا شکر ادا کرتا ہوا دیکھے تو یہ اس کے مسلمان ہونے اور ہدایت یافتہ ہونے کی دلیل ہے۔

اگر کسی نے دیکھا کہ وہ نماز سے فراغت کے بعد قبلہ رو ہو کر استغفار کر رہا ہے تو تعبیر یہ ہے کہ اس کی دعا قبول ہو گی اور غیر قبلہ رو ہو کر استغفار کرنا بعد گناہ توبہ کی دلیل ہے۔

اگر کوئی شخص غیر قبلہ رو ہو کر یا غیر عربی زبان میں اذان دے تو تعبیر ہے کہ اس کو کوئی جھوٹ اور چغلی کی خبر دے گا اور کبھی اس خواب کی تعبیر شہر میں بدعت اور خارجیوں کے پھیلنے سے بھی کی جائے گی۔

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اگر کوئی دیکھے کہ قبلہ کی جانب سے اڑا ہے اور پھر اپنی جگہ پر آیا ہے تو دلیل ہے کہ سفر سے جلدی واپس آئے گا اور بہت سا نفع اٹھائے گا، خاص کر اگر پر بھی رکھتا ہو۔ اگر بغیر پر کے اڑتا ہے تو دلیل ہے کہ اپنی حالت سے پھرے گا۔

اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کعبہ کی چھت پر اذان دیتے ہوئے دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب مبتدع ہے یا صحابہ کو گالیاں دینے والا ہے۔

اگر اندھا خواب میں قبلہ سے پھر جائے تو اس کی گمراہی کی علامت ہے۔

امام خواب میں اپنے آپ کو طہارت کاملہ کے ساتھ قبلہ رو ہو کر بغیر کمی و زیادتی کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھاتے ہوئے دیکھے تو تعبیر یہ ہے کہ اگر وہ ولایت کا اہل ہے تو اس کو ولایت ملے گی۔

اگر کسی نے دیکھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھنے کا حکم دے رہا ہے اور لوگوں کو لے کر قبلہ رو ہو کر درست نماز پڑھا رہا ہے تو یہ علامت ہے کہ صاحب خواب والی بن جائے گا اور اس میں عدل سے کام لے گا یا اس کی یہ بھی تعبیر ہے کہ صاحب خواب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو ادا کرے گا۔

☆☆☆

Marfat.com

حج بیت اللہ و عمرہ کا طریقہ اور اس کی فضیلت

اب میں شیخ کعبہ کے مبارک رسالہ سے حج و عمرہ کا طریقہ اور اس کی فضیلت لفظ بہ لفظ لکھتا ہوں۔ اس کو سیکھئے اور سکھایئے ہوسکتا ہے اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی سعادت نصیب فرمادے۔

اہم تنبیہات:

اللہ ہم کو اور آپ کو حق کی معرفت اور اتباع کی توفیق عطا فرمائے، معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے عزت والے گھر کا حج واجب کیا ہے اور اسے اسلام کا ایک رکن بنایا ہے، اس کا ارشاد ہے:

((ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غني عن العالمين))(آل عمران:۹۷)

''اور اللہ کی رضا کے لئے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو انکار کرے تو اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے۔''

صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے:

۱۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز قائم کرنا۔

۳۔ زکوۃ ادا کرنا۔

۴۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

۵۔ بیت اللہ الحرام کا حج کرنا۔

سعید نے اپنی سنن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا:

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے لوگوں کو شہروں میں بھیجوں تاکہ وہ اس کی تحقیق کریں کہ جن لوگوں میں حج کی طاقت ہے پھر بھی حج نہیں کرتے وہ ان پر جزیہ مقرر کردیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

'جو شخص حج پر قادر ہو پھر بھی چھوڑ دے تو اس کے لئے برابر ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔''

جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور اس نے اب تک نہیں کیا ہے تو اس کو جلدی کرنا چاہیئے، چنانچہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"فریضہ حج کے لئے جلدی کرو، کسی کو معلوم نہیں کہ اس کو کیا عذر پیش آجائے۔" (مسند احمد)
اس لئے بھی کہ جس پر حج فرض ہو چکا ہے اس کے لئے اللہ اس ارشاد کے مطابق فی الفور حج ادا کرنا واجب ہے:

((ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غني عن العالمين)) (آل عمران: ۹۷)

"اور اللہ کی رضا کے لئے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں، اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔"
اور خطبہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا:
"لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے اس لئے حج کرو۔" (صحیح مسلم)
عمرہ کے وجوب پر بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے اسلام کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا:
"اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرو، جنابت کا غسل کرو، پورا وضو کرو، اور رمضان کے روزے رکھو۔"
اس حدیث کو ابن خزیمہ اور دار قطنی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور دار قطنی نے کہا کہ اس کی سند ثابت اور صحیح ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ یہ حدیث بھی کہ انہوں نے پوچھا:
"اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں لڑائی نہیں، یعنی حج اور عمرہ۔"
اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔
حج اور عمرہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے، جیسا کہ حدیث صحیح میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:
"حج ایک مرتبہ فرض ہے اور جو اس سے زیادہ کرے تو نفل ہے۔"
البتہ نفلی حج اور عمرہ کثرت سے کرنا مسنون ہے، کیونکہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا درمیان کی خطاؤں کے لئے کفارہ ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں۔"
جب مسلمان حج یا عمرہ کے سفر کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرے، یعنی احکامات الٰہی پر عمل اور نواہی سے اجتناب کی تاکید کرے، اور اس کا یا اس کے ذمہ جتنا قرض

Marfat.com

ہواس کولکھ ڈالے اوراس پر گواہ بنادے،اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام گناہوں سے سچی توبہ کرنے میں جلدی کرے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

((وتوبوا الی اللہ جمیعاً ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون))

(سورۃ النور:۳۱)

''اے ایمان والو! تم سب اللہ سے توبہ کروتا کہ فلاح پاؤ۔''

سچی توبہ ہے گناہوں سے باز آنا، ان کو چھوڑ دینا، پچھلے گناہوں پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم رکھنا۔ اگر اس کے پاس لوگوں کے مال، آبرو، یا جان کا کوئی حق باقی ہو تو اپنے سفر سے پہلے اس کو ان تک واپس کردے یا ان سے معاف کرالے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس شخص کے پاس اس کے بھائی کے مال یا آبرو کا کوئی حق باقی ہو اسے چاہئے کہ اس دن کے آنے سے پہلے اس سے پاک وصاف ہوجائے جس دن نہ درہم ہوگا نہ دینا، اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو صاحب حق کو اس کے حق کے بقدر دیدی جائیں گی، اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو صاحب حق کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے۔''

حج وعمرہ کے لئے پاکیزہ حلال کمائی میں سے خرچ کا انتظام کرنا چاہئے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالی پاکیزہ ہے پاکیزہ چیز ہی کو قبول کرتا ہے۔''

اور طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب آدمی پاکیزہ زادسفر کے ساتھ حج کے لئے نکلتا ہے اور اپنا پاؤں سواری کے رکاب میں رکھ کر لبیک پکارتا ہے تو اس کو آسمان سے ایک پکارنے والا جواب دیتا ہے کہ تیری لبیک قبول، اور رحمت الٰہی تجھ پر نازل ہو، تیرا توشہ حلال اور تیری سواری حلال اور تیرا حج مقبول ہے، گناہوں سے پاک ہے۔''

جب آدمی حرام کمائی کے ساتھ حج کے لئے نکلتا ہے اور سواری کے رکاب میں پاؤں رکھ کر لبیک پکارتا ہے تو آسمان سے ایک پکارنے والا جواب دیتا ہے کہ تیری لبیک قبول نہیں، نہ تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، تیرا زادسفر حرام، تیری کمائی حرام اور تیرا حج غیر مقبول ہے۔

حاجی کو چاہئے کہ لوگوں کی کمائی سے بے نیاز رہے اور سوال کرنے سے پرہیز کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو خود کو بچائے گا اللہ اس کو بچائے گا، اور جو استغناء کرے گا، اللہ اس کو غنی کرے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے:

''آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔''

Marfat.com

حاجی کو چاہئے کہ اپنے حج اور عمرہ سے اللہ کی رضا اور دار آخرت کی فلاح کا طالب ہو اور ان مقدس مقامات میں ایسے اقوال و اعمال سے اللہ کا تقرب چاہے جو اللہ کو پسند ہوں اور حج کے ذریعہ دنیا کمانے سے پوری طرح بچے، اسی طرح حج کے ذریعہ ریا، شہرت اور فخر و مباہات بھی نہ چاہے کیونکہ یہ سب بدترین مقاصد ہیں اور اعمال کی بربادی اور عدم قبولیت کا سبب ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

((من كان يريد الحياة الدنيا وزينتها نوف اليهم اعمالهم فيها وهم فيها لا يبخسون۔ اولئك الذين ليس لهم في الاخرة الا النار وحبط ما صنعوا فيها وباطل ما كانوا يعملون))(هود: ۱۵، ۱۶)

"جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہے۔"

نیز فرمایا:

((من كان يريد العاجلة له فيها ما نشاء لمن نريد ثم جعلنا له جهنم يصلونها مذموما مدحورا ومن اراد الاخرة وسعى لها سعيها وهو مومن فاولئك كان سعيهم مشكورا))(الاسراء ۱۸، ۱۹)

"جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے اور جس کے لیے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے پھر اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے، وہ اس میں بدحال راندہ درگاہ ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے پوری سعی کرے گا بشرطیکہ وہ مومن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی۔"

رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"میں تمام شریکوں سے شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں، جو شخص کسی عمل میں میرے ساتھ اور کوئی بھی شریک کرتا ہے میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔"

حاجی کو چاہئے کہ اپنے سفر میں صاحب طاعت و تقوی اور عالم دین کا ساتھ اختیار کرے اور جہلاء و فساق کے ساتھ سے پرہیز کرے۔

اسی طرح حاجی کو چاہئے کہ حج اور عمرہ کی مشروع باتوں کو سیکھ اور سمجھ لے اور مشکل مسائل دریافت کر لے تا کہ اسے پوری بصیرت حاصل ہو جائے۔

جب وہ اپنی سواری موٹر یا ہوائی جہاز یا کسی اور سواری پر سوار ہو تو بسم اللہ کہنا اور اللہ کی حمد و تعریف کرنا چاہئے اور تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھنا چاہئے:

Marfat.com

((سبحن الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقربین وانا الی ربنا لمنقلبون اللهم انی اسئالك فی سفری هذا البر والتقوی ومن العمل ماترضی، اللهم هون علینا سفرنا هذا واطو عنا بعده، اللهم انت الصاحب فی السفر والخلیفة من الاهل، اللهم انی اعوذبك من وغثاء السفر ومن کراهة المنتظر وسوء المنقلب فی المال والاهل))

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے اس کو مسخر کر دیا اور ہم میں یہ طاقت کہاں تھی کہ اس کو بس میں کرتے ، بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! میں اس سفر میں نیکی اور تقوی کا سوال کرتا ہوں اور اس عمل کا جس سے تو راضی ہے۔ اے اللہ! ہم پر اس سفر کو آسان کر دے اور اس کا بعد مسافت گھٹا دے۔ اے اللہ! تو ہمارا اس سفر میں ساتھی ہے اور اہل وعیال میں جانشین۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیفوں اور برے منظر سے اور اہل وعیال اور مال کو بری حالت میں دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں۔''

کیونکہ ایسا کرنا نبی ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے جسے مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے۔

حاجی پورے سفر میں کثرت سے ذکر واستغفار اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا اور گریہ وزاری، قرآن کی تلاوت اور اس کے معانی پر تدبر کرتا رہے، نماز باجماعت کی پوری پابندی کرے اور کثرت کلام سے زبان کو بچائے ، بیکار باتوں کی کرید اور حد سے زیادہ مزاح سے بچے ، نیز اپنی زبان کو جھوٹ ، غیبت ، چغلی اور اپنے دوستوں اور مسلمانوں کی ہنسی اڑانے سے بچائے ، اس کے بجائے اس کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، ان کی مصیبتیں دور کرے، انہیں جتنا ہو سکے حکمت وموعظت کے ساتھ بھلائی کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے۔

جو لوگ حج کے بعد تنعیم یا جعرانہ وغیرہ سے بکثرت عمرہ کرتے ہیں جبکہ حج سے پہلے عمرہ کر چکے ہوتے ہیں، تو اس کی مشروعیت کی کوئی دلیل نہیں ، بلکہ دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسا عمرہ نہ کرنا ہی افضل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ نہیں کیا تھا۔ رہا تنعیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ کرنا تو وہ محض اس سبب سے تھا کہ جب وہ مکہ تشریف لائیں تو اپنے ایام ماہواری کی بناء پر عمرہ نہیں کر سکی تھیں، اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ انہیں اپنے اس عمرہ کے عوض جس کے لئے میقات سے وہ احرام باندھ کر آئی تھیں، اب دوبارہ عمرہ کرنے کی اجازت دے دیں، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی، اس طرح ان کے دو عمرے ہو گئے ، پہلا عمرہ تو ان کے حج کے ساتھ ، اور یہ ایک الگ عمرہ، لہٰذا جس کو حضرت عائشہ جیسا عذر درپیش ہو اس کے لئے اجازت ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کرے۔ اس طرح تمام دلائل پر عمل بھی ہو جائے گا اور مسلمانوں کے لئے وسعت اور آسانی بھی ہوگی۔

بلاشبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد حجاج کا اس نئے عمرے کے لئے مشغول ہونا سب کے لئے تکلیف کا

Marfat.com

باعث ہے، اس سے بھیڑ میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور حادثات بھی ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کی مخالفت بھی ہوتی ہے۔ واللہ الموفق۔

حجاج جب تک مکہ میں مقیم رہیں ان کو چاہئے کہ برابر اللہ کا ذکر، اس کی اطاعت اور عمل صالح کرتے رہیں، اور نماز اور بیت اللہ کا طواف کثرت سے کریں، کیونکہ حرم کی نیکی کا ثواب چند در چند ہے، اسی طرح حرم کی برائیاں بھی بہت سخت ہوتی ہیں، اسی طرح حجاج کو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام بھیجتے رہیں۔

جب حاجی مکہ سے نکلنا چاہیں تو ان پر بیت اللہ کا طواف وداع ضروری ہے تا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ سے ہو کر گزرے، سوائے حائضہ اور نفاس والی عورت کے کہ ان دونوں پر طواف وداع نہیں ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہو لیکن آپ نے حائضہ عورت کے لئے اس کی تخفیف فرمائی۔ (متفق علیہ)

جب بیت اللہ کو داع کر کے فارغ ہو اور مسجد حرام سے نکلنا چاہے تو سیدھے منہ نکل جائے الٹے پاؤں ہرگز نہ چلے، کیونکہ ایسا کرنا نہ تو نبی کریم ﷺ سے منقول ہے نہ آپ کے اصحاب سے، بلکہ یہ صریح بدعت ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہماری شریعت نہیں تو وہ کام مردود اور نا قابل قبول ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بدعات کے کاموں سے بچو، اس لئے کہ ہرنئی ایجاد ہوئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین پر قائم رکھے اور اپنی مخالفت سے ہمیں محفوظ رکھے، بیشک وہ بڑا سخی اور بزرگ ہے۔

حجاج پر اور غیر حجاج پر بھی جو سب سے بڑی چیز واجب ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہے اور جماعت کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز کی پابندی بھی، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کی زبان سے دیا ہے، مکہ کے بہت سے باشندگان جو اپنے گھروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور مسجدوں کو معطل کر رکھا ہے، یہ ان کی بہت بڑی غلطی اور شریعت کی مخالفت ہے، ان کو اس سے منع کرنا اور مسجدوں میں نماز کی پابندی کرنے کا حکم دینا ضروری ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن مکتوم سے اس وقت فرمایا جب وہ اپنے اندھے پن اور مسجد سے گھر دور ہونے کا عذر پیش کر رہے تھے، آپ نے ان سے فرمایا:

"کیا آپ نماز کی اذان سنتے ہیں؟"

انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا:

"تب مسجد آنا ضروری ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا:

"میں تمہارے لئے رخصت کی کوئی گنجائش نہیں پاتا۔"

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ نماز کا حکم دوں جب وہ کھڑی ہو جائے تو کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے اور پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دوں۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنن ابن ماجہ میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:
''جس نے اذان سن لی پھر بھی بلا عذر مسجد میں نہیں آیا تو اس کی نماز نہیں۔''

صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ کل وہ اللہ سے مسلم ہو کر ملے، تو اس کو چاہیے کہ ان پانچوں نمازوں کی پوری حفاظت کرے جب بھی ان کے لئے اذان دی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لئے ہدایت کے طریقے مشروع فرمائے ہیں۔ نمازیں انہی ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں، اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو جس طرح یہ پیچھے رہنے والے اپنے گھر میں پڑھتے ہیں تو تم اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے، اور جو شخص بھی اچھا وضو کرتا ہے پھر ان مسجدوں میں سے کسی مسجد میں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ ایک گناہ معاف فرماتا ہے، اور ہم نے دیکھا کہ نماز سے پیچھے رہنے والے صرف کھلے منافقین ہی ہوتے، ورنہ آدمی اس حالت میں بھی لایا جاتا کہ اسے دو آدمیوں کے سہارے صف میں لا کر کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

حجاج اور دوسروں پر اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا اور ان کے ارتکاب سے دور رہنا ضروری ہے، جیسے زنا، لواطت، چوری، سود خوری، یتیم کا مال کھانا، معاملات میں دھوکہ دینا، امانت میں خیانت کرنا، نشہ آور چیزوں اور سگریٹ کا پینا، کپڑوں کا ٹخنے سے نیچے لٹکانا، تکبر، حسد، ریاکاری، غیبت، چغلی، مسلمانوں کا مذاق، موسیقی کے آلات کا استعمال کرنا جیسے عود، بربط، مزامیر وغیرہ کا سننا، اور ریڈیو وغیرہ آلات طرب سے گانے سننا، اور چوسر، شطرنج، جوا اور لاٹری کا کام کرنا، اور ذی روح آدمیوں کی تصویریں کھینچنا اور اس کام کو پسند کرنا، یہ سب وہ بری باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اور ہر جگہ اپنے بندوں پر حرام قرار دیا ہے، لہذا ان سے حجاج اور باشندگان حرم کا بچنا دوسروں سے زیادہ ضروری ہے، اس لئے کہ اس بلد امین میں ان معاصی کا گناہ زیادہ سخت اور ان کی سزا زیادہ بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم)) (الحج:۲۵)

''اور جو شخص حرم میں ظلم کے ساتھ الحاد کا خواہاں ہوگا، ہم اسے عذاب الیم کی سزا چکھائیں گے۔''

تو جب اللہ تعالیٰ نے حرم میں ظلم کے ذریعہ الحاد کا ارادہ کرنے والوں کو دھمکی دی ہے تو ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا، جو الحاد کر گزریں، بلاشبہ یہ انتہائی عظیم اور شدید بات ہوگی، لہذا اس سے اور تمام معاصی سے بچنا ضروری ہے۔

Marfat.com

حاجی کو حج کا ثواب اور گناہوں کی بخشش ان گناہوں اور دوسری حرام باتوں سے بچے بغیر نہیں مل سکتی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”جو شخص حج کرے اور اس میں بے حیائی اور فسق نہ کرے تو اس دن کی طرح ہو کر لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اسے پیدا کیا۔“

تمام اہل علم خواہ وہ حجاج ہوں یا بلد اللہ الامین اور مدینۃ الرسول کے مقیمین، ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کی شریعت لوگوں کو سکھائیں اور شرک و معاصی وغیرہ جو کچھ اللہ نے ان پر حرام کیا ہے، ان سے روکیں اور اسے دلائل سے پوری شرح وبسط کے ساتھ نہایت واضح اور شافی بیان کے ذریعہ بیان کریں، تاکہ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لائیں، اور اس طرح ان پر اللہ نے جو تبلیغ و بیان کا فریضہ واجب کیا ہے اس کو ادا کریں، اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واذا اخذ الله میثاق الذین اوتو الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه))(آل عمران ۱۸۷)

”اور جب اللہ نے ان سے عہد لیا جن کو کتاب دی گئی تھی کہ تم اس کو لوگوں سے بیان کرو گے اور تم اس کو لوگوں سے چھپاؤ گے نہیں۔“

اس آیت کا مقصود اس امت کے علماء کو ڈرانا ہے کہ وہ حق کے چھپانے کے سلسلے میں ظالم اہل کتاب کے مسلک پر نہ چلیں تاکہ اس کے ذریعہ آخرت کی بجائے دنیا کمائیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان الذین یکتمون ماانزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیّنّه للناس فی الکتاب اولئك یلعنھم الله و یلعنھم اللاعنون الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا فاولئك اتوب علیھم وانا التواب الرحیم))(البقرہ ۱۶۰)

”بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں وہ دلیلیں اور ہدایت جسے ہم نے نازل کیا ہے اس کے بعد کہ ہم نے اس کو لوگوں سے کتاب میں بیان کر دیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور دوسرے لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں، سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور بیان کیا تو انہی کی توبہ میں قبول کروں گا، اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہوں۔“

بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی طرف دعوت دینا اور بندوں کو اللہ کی طرف راہ دکھانا بہترین نیکی اور اہم ترین فرائض میں سے ہے اور قیامت تک کے لئے یہی انبیاء اور ان کے متبعین کا راستہ بھی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا:

((ومن احسن قولاً ممن دعا الی الله وعمل صالحا وقال اننی

Marfat.com

من المسلمین))(حم السجد :۳۳)

"اور اس سے اچھی کس کی بات ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے اور صالح عمل کرے اور کہے کہ بیشک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔"

اللہ تعالی کا مزید ارشاد ہے:

((قل هذه سبيلي ادعو الى الله على بصيرة انا و من اتبعني وسبحان الله وما انا من المشركين))(یوسف ۱۰۸)

"کہہ دو یہی ہے میری راہ کہ میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف اور میرے متبعین بھی بصیرت کے ساتھ، اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص خیر کی طرف رہنمائی کرے اس کے لئے اس کے کرنے والے کے برابر اجر ہے۔"(صحیح مسلم)

آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

"اگر اللہ آپ نے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ آپ کے لیے سرخ اونٹنیوں سے بہتر ہے۔"(متفق علیہ)

اس مضمون کی آیات واحادیث بہت سی ہیں، اہل علم وایمان کو چاہئے کہ دعوت الی اللہ میں اپنی کوششوں کو اور بھی بڑھا دیں اور اللہ کے بندوں کو نجات کی راہ دکھانے اور ہلاکت کے اسباب سے بچانے میں پوری پوری جدوجہد کریں، خاص طور پر اس زمانے میں جب کہ لوگوں کی خواہشات غالب ہو چکی ہیں اور تباہ کن افکار و نظریات اور گمراہ کن باتیں پھیل چکی ہیں اور داعیان حق کم سے کم تر ہو چکے ہیں اور الحاد و اباحیت کے داعیوں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔

فالله المستعان ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم

میقات اور اس کے احکامات:

حاجی جب میقات پر پہنچ جائے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرے اور خوشبو لگائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے وقت سلے ہوئے کپڑے اتار دیئے تھے اور غسل فرمایا تھا، نیز صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ احرام باندھنے سے قبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگایا کرتی تھی۔

حضرت عائشہ نے عمرہ کے لئے احرام باندھ رکھا تھا اور وہ حائضہ ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ غسل کر لیں اور حج کے لئے احرام باندھیں اور اسماء بنت عمیس کو جب ذوالحلفیہ میں بچہ پیدا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ غسل کر لیں اور کپڑا استعمال کریں پھر احرام باندھ لیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حائضہ یا نفاس والی عورت جب میقات پر پہنچے تو غسل کر کے لوگوں کے ساتھ

Marfat.com

احرام باندھ لے اور بیت اللہ کے طواف کے علاوہ باقی حج کے تمام کام ویسے ہی کرے جیسے دوسرے حاجی کرتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ اور اسماء بنت عمیس کو اس کا حکم فرمایا۔

احرام باندھنے والے کے مستحب ہے کہ اپنی مونچھ، ناخن اور زیر ناف اور بغل کے بال کی دیکھ بھال کر لے اور ان میں جو ضروری ہو ان کو تراش لے، تا کہ احرام باندھنے کے بعد حالت احرام میں اس کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ اس لئے بھی مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان چیزوں کی نگہداشت کا حکم دوسرے اوقات کے لئے بھی فرمایا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پانچ چیزیں فطرت میں شامل ہیں: ختنہ کرانا، موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھ چھوٹی کرنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھاڑنا۔''

صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے لئے مونچھ تراشنے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیر ناف مونڈنے کا وقت مقرر کر دیا گیا ہے کہ ہم انہیں چالیس دنوں سے زیادہ نہ چھوڑیں۔

نسائی میں یوں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کاموں کے لئے ہمارے لئے وقت مقرر کیا ہے۔ اس روایت کو احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے بھی نسائی کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

البتہ احرام کے وقت سر کے بالوں کا کچھ حصہ مونڈنا نہ عورت کے لئے مشروع ہے نہ مرد کے لئے۔

داڑھی کا مونڈنا یا اس کا کچھ حصہ بھی کم کرنا ہر وقت حرام ہے، بلکہ داڑھی کو چھوڑ دینا اور اس کو بڑھانا واجب ہے، جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتراؤ۔''

مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مونچھوں کو کاٹو اور داڑھی کو چھوڑ دو، اور مجوس کی مخالفت کرو۔''

افسوس اس زمانے میں یہ وباء عام ہو گئی ہے اور کثرت سے لوگ داڑھی کی اس سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور کفار اور عورتوں کی مشابہت کے لئے زور لگاتے ہیں، خاص طور پر علم اور تعلیم سے نسبت رکھنے والے لوگ، ''انا لله وانا اليه راجعون'' اللہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو سنت کی موافقت اور سختی سے اس پر عمل کی اور ہدایت کی راہ پر چلنے کی اور اکثر لوگوں کے اعراض کے باوجود انہیں اس کی دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

((حسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم))

اس کے بعد حاجی ایک تہہ بند اور ایک چادر پہن لے، بہتر ہے کہ دونوں سفید اور صاف ہوں، اور مستحب ہے کہ دونوں جوتے پہن کر احرام باندھے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ہر شخص کو ایک ازار اور ایک چادر اور دو جوتوں میں احرام باندھنا چاہیے۔''

اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

البتہ عورت کے لئے جائز ہے کہ کالا یا سبز یا کسی بھی رنگ کا کپڑا احرام میں استعمال کرے، صرف اس کا لحاظ

دکھے کہ اس کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو، احرام کی حالت میں اس کے لئے نقاب اور دستانے استعمال کرنا درست نہیں، نبی کریم ﷺ نے محرم عورت کو اس سے منع فرمایا ہے، نقاب اور دستانے کے علاوہ کسی اور چیز سے وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں ڈھک لے، جو لوگ عورت کے احرام کے لئے سبز یا کالے رنگ کو خاص کرتے ہیں یہ بے اصل چیز ہے۔

غسل اور صفائی اور احرام کے کپڑے پہننے کے بعد حج یا عمرہ جس کا ارادہ رکھتا ہو دل سے اس کی نیت کی جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی جو نیت کرتا ہے وہی پاتا ہے۔''

نیت لفظوں میں کرنا مشروع ہے، اگر عمرہ کی نیت ہے تو کہے ''لبیك عمرة'' یا کہے ''اللهم لبیك عمرة'' اور اگر حج کی نیت ہے تو کہے ''لبیك حجا'' یا'' اللهم لبیك حجا'' اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا اور اگر حج اور عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ ہے تو کہے ''اللهم لبیك عمرة وحجا'' افضل یہ ہے کہ نیت کے یہ الفاظ سواری یا جانور یا موٹر وغیرہ پر سوار ہونے کے بعد ادا کئے جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت لبیک پکارا تھا جب آپ سواری پر بیٹھ گئے تھے اور سواری میقات سے چلنے کے لئے آپ کو اٹھا چکی تھی، اہل علم کا سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے۔

نیت الفاظ کے ساتھ صرف احرام ہی کے لئے مشروع ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں خاص طور سے مروی ہے، لیکن نماز وطواف وغیرہ کے لئے لفظوں کے ساتھ نیت نہیں کرنی چاہئے مثلاً: یوں نہیں کہنا چاہئے کہ میں نے اس نماز کی نیت کی، یا میں طواف کی نیت کرتا ہوں، اس طرح لفظوں میں نیت کرنا بدعت ہے، اور بلند آواز سے کہنا اور بھی زیادہ قبیح اور گناہ کا کام ہے، اگر نیت لفظوں کے ساتھ کرنا مشروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے ضرور بیان کرتے یا اپنے فعل یا قول سے امت کے لئے اس کی وضاحت فرماتے اور سلف صالحین بھی اس پر ہم سے پہلے عمل کئے ہوتے، لیکن جب نہ تو نبی کریم ﷺ سے یہ منقول ہے، نہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے، تو معلوم ہوا کہ یہ بدعت ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''سب سے بدتر کام وہ ہے جو نیا ایجاد کیا گیا ہو، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (صحیح مسلم)

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس دین سے نہیں، تو وہ کام مردود اور نا قابل قبول ہے۔'' (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا، تو وہ کام مردود اور نا قابل قبول ہے۔''

میقات پانچ ہیں:

۱۔ ''ذوالحلفیہ'' جو مدینہ والوں کی میقات ہے جس کو اب لوگ ابیار علی کہتے ہیں۔

۲۔ ''جحفہ'' جو اہل شام کی میقات ہے، یہ رابغ کے قریب ایک ویران بستی ہے، لیکن لوگ اب رابغ ہی سے احرام باندھتے ہیں، اور جو لوگ بھی رابغ سے احرام باندھتے ہیں ان کا احرام میقات ہی سے شمار ہوتا ہے کیونکہ رابغ جحفہ سے تھوڑا ہی پہلے واقع ہے۔

۳۔ ''قرن المنازل'' جو اہل نجد کی میقات ہے جس کو آج کل ''سیل'' کہا جاتا ہے۔

۴۔ ''یلملم'' جو اہل یمن کی میقات ہے۔

۵۔ ''ذات عرق'' جو اہل عراق کی میقات ہے۔

ان میقاتوں کو نبی کریم ﷺ نے مذکورہ بالا میقات والوں کے لئے مقرر فرمایا ہے، یہ ان سب لوگوں کے لئے بھی ہے جو حج اور عمرہ کی نیت سے ان میقاتوں سے گزریں، اور جو شخص بھی مکہ جانے کے لئے حج یا عمرہ کی نیت سے ان میقاتوں سے گزرے اس کے لئے ضروری ہے کہ یہاں سے احرام باندھ لے، بغیر احرام باندھے یہاں سے آگے بڑھنا حرام ہے، خواہ اس کا گزر خشکی کے راستہ سے ہو یا فضائی راستہ سے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان میقاتوں کو مقرر کرتے وقت یہ عام حکم فرمایا تھا:

''یہ میقاتیں ان شہر والوں کے لئے ہیں اور ان کے علاوہ ان لوگوں کے لئے بھی جو حج اور عمرہ کی نیت سے یہاں سے گزریں۔''

جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے ہوائی جہاز سے مکہ کی طرف جا رہا ہو اس کو چاہئے کہ جہاز میں بیٹھنے سے پہلے غسل وغیرہ کر لے، جب جہاز میقات کے قریب پہنچے تو تہبند اور چادر پہن کر اگر وقت میں گنجائش ہے تو عمرہ کے لئے لبیک پکار دے اور اگر وقت تنگ ہو تو صرف حج کے لئے لبیک پکارے۔ اگر سوار ہونے سے پہلے ہی یا میقات کے قریب ہونے سے قبل کوئی شخص احرام کی چادریں اوڑھ لے تب بھی کچھ حرج نہیں، لیکن جب تک میقات کے قریب یا بالمقابل نہ آجائے اس وقت تک لبیک نہ پکارے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے میقات ہی سے احرام باندھا ہے اور امت کا فرض ہے کہ تمام دینی کاموں کی طرح وہ اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ))(الاحزاب ۲۱)

''تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا:

((''خذوا عنی مناسککم''))

''مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو۔''

لیکن جو شخص حج اور عمرہ کی نیت نہیں رکھتا، مثلاً: بیوپاری، لکڑی والا، پوسٹ مین وغیرہ، ایسا شخص مکہ جائے تو اس کے لئے احرام ضروری نہیں، وہ خود چاہے تو اور بات ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مواقیت کے بیان میں سابقہ حدیث میں یہ فرمایا:

(("هن لهن ولمن اتى عليهن من غير اهلهن ممن اراد الحج والعمرة"))

"یہ میقاتیں ان شہر والوں کے لئے ہیں اور حج وعمرہ کے ارادہ سے آنے والے ان تمام لوگوں کے لئے بھی جو ان میقاتوں سے گزریں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان میقاتوں سے گزرے لیکن اس کا ارادہ حج اور عمرہ کا نہ ہو تو اس کے لئے احرام ضروری نہیں، اور یقیناً بندوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی رحمت اور سہولت ہے۔ فللہ الحمد والشکر

اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے تو احرام کی حالت میں نہیں تھے بلکہ آپ سر پر خود پہنے ہوئے تھے، کیونکہ اس وقت حج اور عمرہ کی نیت سے نہیں بلکہ مکہ فتح کرنے اور اس سے شرک دور کرنے کی نیت سے آئے تھے۔

جن لوگوں کا مکان میقات کے اندر ہو، جیسے جدہ، ام سلم، بحرہ شرائع، بدر اور مستورہ وغیرہ کے باشندے، تو ان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ان مذکورہ بالا پانچوں میقاتوں میں سے کسی کے پاس جا کر احرام باندھیں، بلکہ ان کا یہ مسکن ہی ان کی میقات ہے، وہ حج یا عمرہ جس کی بھی نیت رکھتے ہوں یہیں سے اس کا احرام باندھیں۔

اگر کسی کا دوسرا مسکن میقات سے باہر ہو تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو میقات سے احرام باندھے ورنہ اپنے اس گھر ہی سے احرام باندھ لے جو مکہ کی طرف میقات سے پہلے ہے، کیونکہ عبداللہ بن عباس کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات کا ذکر کرتے ہوئے عام بات فرمائی تھی:

"جو لوگ میقات کے اندر ہوں ان کے احرام کی جگہ ان کا گھر ہے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔" (بخاری ومسلم)

البتہ جو لوگ حرم میں ہوں اور عمرہ کرنا چاہتے ہوں ان پر واجب ہے کہ حل (حدود حرم کے باہر) کی طرف جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں، اس لئے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو حکم فرمایا کہ وہ ان کو لے کر حل کی طرف جائیں اور وہاں سے احرام بندھوا کر لائیں، اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ کرنے والا اپنا احرام حرم سے نہیں باندھ سکتا بلکہ اس کو حل میں جانا ہو گا۔ یہ حدیث عبداللہ بن عباس کی پچھلی حدیث کو خاص کر دیتی ہے اور اس کی وضاحت کر دیتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو جو مکہ سے احرام باندھنے کا حکم فرمایا تھا، وہ عمرہ کے لئے نہیں بلکہ صرف حج کے لئے مخصوص تھا، کیونکہ اگر عمرہ کا احرام حرم سے باندھنا جائز ہوتا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اجازت دے دی ہوتی اور انہیں حل کی طرف جانے کا حکم نہ فرماتے، اور یہ ایک کھلا ثبوت ہے اور یہی تمام جمہور علماء کا قول ہے اور مومن کے لئے سب سے زیادہ احتیاط کی بات بھی یہی ہے کیونکہ اس میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ واللہ الموفق۔

Marfat.com

موسم حج کے علاوہ جو شخص میقات پر پہنچے اس کو عمرہ کے احرام کی نیت کرنی چاہئے:

اگر حج کے مہینوں کے علاوہ مثلاً: رمضان اور شعبان میں میقات پر پہنچیں تو ان کو چاہئے کہ عمرہ کی نیت سے احرام باندھیں اور اس طرح زبان سے لبیک پکاریں" لبيك عمرة يا اللهم لبيك عمرة " اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی طرح لبیک ان لفظوں میں پکاریں:

((لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، ان الحمد والنعمة لك والملك، لا شريك لك))

اور یہ تلبیہ اور ذکر الٰہی کثرت سے کرتے ہوئے بیت اللہ تک پہنچیں، پھر بیت اللہ پہنچ کر تلبیہ بند کر دیں اور بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کریں اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھیں، پھر صفا کی طرف جائیں اور صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائیں، اس کے بعد اپنے سر کے بال منڈوائیں یا چھوٹے کرائیں، اس کے ساتھ ہی ان کا عمرہ پورا ہو گیا اور احرام کی وجہ سے جو چیزیں حرام ہو گئی تھیں حلال ہو گئیں۔

دوسری حالت یہ ہے کہ حاجی میقات پر حج کے مہینوں یعنی شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں پہنچے، ایسے شخص کو تین باتوں کا اختیار حاصل ہے: صرف حج، صرف عمرہ، یا دونوں ایک ساتھ، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر جب ذیقعدہ میں میقات پر پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب کو ان تینوں طریقوں کا اختیار دیا تھا۔

لیکن ایسے شخص کے بارے میں سنت یہ ہے کہ اگر اس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ صرف عمرہ کا احرام باندھے اور سب ارکان ویسے ہی ادا کرے جیسے غیر موسم حج میں عمرہ کرنے والا ادا کرتا ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تھے یہ حکم فرمایا تھا کہ اپنا احرام عمرہ کے لئے خاص کر لیں، اور مکہ پہنچ کر انہیں مزید تاکید بھی فرمائی، لہٰذا صحابہ کرام نے طواف و سعی کی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اتباع میں بال منڈوا کر حلال ہو گئے، رہے وہ لوگ جن کے پاس قربانی کے جانور تھے تو آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ یوم النحر تک اپنے احرام میں باقی رہیں۔ جو لوگ اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے کر آتے ہیں ان کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے، تو آپ نے بھی ایسا ہی کیا تھا اور آپ کے اصحاب میں سے جو لوگ قربانی کا جانور لے کر آئے تھے اور عمرہ کا احرام باندھا تھا، ان کو یہ حکم دیا کہ وہ عمرہ کے ساتھ ہی حج کا تلبیہ بھی شامل کر لیں اور دونوں سے قربانی کے دن ہی حلال ہوں، اور جو شخص قربانی کا جانور لایا ہو اور صرف حج کا احرام باندھے ہو وہ بھی اپنے احرام میں باقی رہے اور قارن حاجی کی طرح وہ بھی یوم النحر ہی کو حلال ہو۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے صرف حج کا یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو لیکن اس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے احرام میں باقی رہے، بلکہ اس کے حق میں سنت یہ ہے کہ اپنا احرام عمرہ کے لئے کر لے اور طواف و سعی اور بال کتروا کر حلال ہو جائے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ان

Marfat.com

اصحاب کو جن کے پاس جانور نہیں تھے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا تھا۔ البتہ جو شخص بالکل آخر میں آیا ہو اور حج چھوٹ جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے اپنے سابقہ احرام میں باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔!

عذر کے خوف سے مشروط احرام باندھنا:

اگر کسی محرم کو اپنی بیماری یا دشمن کے خوف کی وجہ سے حج کی عدم ادائیگی کا خوف ہو تو اس کو چاہیے کہ احرام باندھتے وقت یوں کہہ دے کہ: ”اگر کوئی عذر مجھے لاحق ہوا تو میں وہیں حلال ہو جاؤں گا جہاں میرا عذر مجھے روک دے گا۔“ جیسا کہ ضباعہ بنت زبیر نے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول! میں حج کا ارادہ کرتی ہوں لیکن بیمار ہوں، تو آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ حج کرو اور یہ شرط باندھ لو کہ میں وہیں حلال ہو جاؤں گی جہاں میرا عذر مجھے روک دے گا۔“ (متفق علیہ)

اس شرط کا فائدہ یہ ہے کہ اگر محرم کو کسی بیماری یا دشمن کی رکاوٹ کا کوئی عارضہ پیش آ جائے جو اس کے لئے حج کی تکمیل سے مانع ہو تو اس کے لئے حلال ہو جانا جائز ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں۔

چھوٹی عمر کے حج کے احکام:

چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کا حج صحیح ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنے بچے کو پیش کرتے ہوئے کہا:

”اے اللہ کے رسول! کیا اس کا بھی حج ہے؟“

آپ نے فرمایا: ”ہاں اور ثواب تم کو ملے گا۔“

صحیح بخاری میں حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ”مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات برس کی عمر میں حج کرایا گیا۔“

بچے کا یہ حج نفلی ہوگا اور فرض حج کے لئے کافی نہ ہوگا، یہی حال غلام اور لونڈی کا بھی ہے کہ ان کا حج تو صحیح ہوگا لیکن فرض حج کے لئے کافی نہیں ہوگا، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو بچہ حج کرے پھر بالغ ہو تو اس پر دوبارہ حج واجب ہے، اور جو غلام حج کرے پھر آزاد کر دیا جائے تو اس پر دوبارہ حج واجب ہے۔“

اسے ابن شیبہ اور بیہقی نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔

اگر بچہ عقل و شعور نہیں رکھتا تھا تو اس کا ولی اس کی طرف سے احرام کی نیت کرے گا اور اس کو احرام پہنا کر اس کی طرف سے لبیک کہے گا، اور بچہ اس وقت محرم سمجھا جائے گا، اور جو چیزیں بڑے محرم کے لئے حرام ہیں وہی اس کے لئے بھی حرام ہوں گی، اسی طرح وہ بچی جو عقل و شعور نہیں رکھتی اس کا ولی اس کی طرف سے احرام کی نیت کرے گا، اس کی طرف سے لبیک پکارے گا اور وہ بچی محرم ہو جائے گی اور اس پر بھی وہ سب چیزیں حرام ہوں گی جو بڑی

Marfat.com

عورت پر حرام ہوتی ہیں، حالت طواف میں ان کے بدن اور کپڑے پاک وصاف ہونے چاہئیں، کیونکہ طواف نماز ہی کی طرح ہے جس میں طہارت شرط ہے۔

اگر بچہ یا بچی عقل وشعور والے ہوں تو اپنے ولی کی اجازت سے احرام باندھیں گے، اور احرام کے وقت غسل وخوشبو وغیرہ سب ویسے ہی کریں گے جیسا بڑا محرم کرتا ہے، ان کا ولی ان کے کاموں کا نگراں اور ان کی ضروریات پوری کرنے والا ہوگا، خواہ وہ ان کا باپ ہو یا ماں یا اور کوئی، اور جو کام کرنے سے یہ بچے عاجز رہیں ان کا ولی کرے گا، مثلاً: کنکری مارنا وغیرہ، البتہ اس کے سوا سب کام ان کو خود کرنا ہوگا جیسے عرفات کا وقوف، منیٰ ومزدلفہ میں رات گزارنا، طواف وسعی کرنا، لیکن اگر وہ طواف وسعی نہ کر سکتے ہوں تو انہیں اٹھا کر طواف وسعی کرایا جائے، اس صورت میں اٹھانے والے شخص کے لئے افضل یہ ہے کہ اپنا طواف وسعی اس کے ساتھ مل کر نہ کرے، بلکہ وہ ان بچوں ہی کے لئے طواف وسعی کی نیت کرے اور اپنے لئے الگ دوبارہ طواف وسعی کرے، یہ محض اللہ کی عبادت وبندگی میں احتیاط اور رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث پر عمل کی خاطر ہے:

''شک کی بات چھوڑ کر یقینی بات پر عمل کرو۔''

لیکن اگر اٹھانے والا اپنی اور بچے کی بھی نیت طواف وسعی کے لئے ساتھ ہی کر لے تو بھی اصح قول کے مطابق کافی ہوگا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو الگ سے طواف کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، جس نے اپنے بچے کے حج کی بابت آپ سے پوچھا تھا، اگر یہ واجب ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور بیان فرما دیتے۔ واللہ الموفق۔

باشعور بچے اور بچی کو طواف شروع کرنے سے پہلے حدث ونجاست سے طہارت کی تاکید کی جائے گی، جیسا بڑے محرم کے لئے ضروری ہے اور چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کی طرف سے ان کے ولی پر احرام باندھنا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف نفل ہے، اگر کرے تو باعث اجر وثواب ہے ورنہ کوئی گناہ نہیں، واللہ اعلم۔

احرام کی ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان:

احرام کی نیت کے بعد محرم خواہ مرد ہو یا عورت، اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے بال یا ناخن کاٹے یا خوشبو استعمال کرے۔

خاص طور پر مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مخصوص شکل کا سلا ہوا کپڑا جیسے قمیص وغیرہ اپنے پورے بدن یا جسم کے بعض حصے پر پہنے، جیسے بنیائن، پائجامہ، موزے، جراب وغیرہ، ہاں اگر تہبند نہ پائے تو پائجامہ پہن سکتا ہے اور اسی طرح جس کو جوتے میسر نہ ہوں تو وہ کاٹے بغیر موزے پہن سکتا ہے، جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ عباس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے اور جو تہبند نہ پائے وہ پائجامہ پہن لے۔''

رہی عبداللہ بن عمر کی وہ حدیث جس میں بوقت حاجت موزوں کو کاٹ کر پہننے کا حکم دیا گیا ہے، تو وہ منسوخ ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے جب مدینہ طیبہ میں پوچھا گیا کہ محرم کونسا کپڑا پہنے تو اس وقت آپ نے یہ فرمایا تھا، لیکن

جب عرفات میں آپ نے خطبہ دیا تو جوتا نہ ہونے کی وقت موزہ پہننے کا حکم فرمایا اور اس کو کاٹنے کا حکم نہیں دیا، اس خطبہ میں وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ کا مدینہ والا جواب نہیں سنا تھا، اور بیان ضرورت کے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ علم اصول حدیث اور اصول فقہ سے ثابت ہے، لہٰذا موزوں کے کاٹنے کے حکم کا منسوخ ہونا ثابت ہوا، اگر یہ ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے ضرور بیان فرماتے، واللہ اعلم۔!

محرم کے لئے ان موزوں کا پہننا جائز ہے جو ٹخنوں کے نیچے ہوں، اس لئے کہ وہ بھی جوتے ہی کی جنس سے ہے۔

نیز محرم کے لئے ازار کی گرہ باندھنا اور اس کو کپڑے سے لپیٹنا وغیرہ بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں۔

اسی طرح محرم غسل کر سکتا ہے، اپنا سر دھو سکتا ہے اور آہستہ و نرمی سے سر بھی کھجلا سکتا ہے، اگر کھجلانے سے کوئی چیز گر جائے تو کوئی حرج نہیں۔

محرم عورت کے لئے چہرہ پر سلا ہوا کپڑا پہننا جیسے برقع اور نقاب، اور ہاتھوں پر دستانہ وغیرہ کا استعمال حرام ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''عورت نہ نقاب لگائے نہ (قفاز) دستانے پہنے۔'' (صحیح بخاری)

اور قفاز اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اون یا سوت وغیرہ سے ہاتھ کے برابر بنایا جاتا ہے۔

البتہ عورت کے لئے اس کے علاوہ دوسرے سلے ہوئے کپڑے جیسے قمیص، پائجامہ، موزہ اور جراب وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

اسی طرح اس کے لئے بوقت ضرورت چہرے پر بغیر پٹی کے اوڑھنی کا ڈالنا بھی جائز ہے، اگر اوڑھنی اس کے چہرے پر لگتی رہے تو کچھ حرج نہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں رہتی تھیں، جب لوگ ہمارے سامنے آتے تو عورتیں اپنے چہروں پر اوڑھنیاں لٹکا لیتیں اور جب وہ چلے جاتے تو کھول لیتیں۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، دار قطنی بروایت ام سلمہ)

اسی طرح عورت کے لئے کپڑے وغیرہ سے اپنے ہاتھوں کو ڈھانکنا بھی جائز ہے اور جب اجنبی مرد موجود ہوں تو چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانکنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ سب اعضاء پردہ کے حکم میں ہیں:

((ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن))(سورۃ النور ۳۱)

''عورتیں اپنی زینت کو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کے لئے ظاہر نہ کریں۔''

اور بلاشبہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں زینت کے عظیم مقامات میں سے ہیں اور چہرے کو ہتھیلی سے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

Marfat.com

((واذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب ذلکم اطهر لقلوبکم وقلوبهن))(الاحزاب:۵۳)

''اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اوران کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

اکثر عورتیں اوڑھنی کے نیچے جو پٹی لگاتی ہیں تاکہ اوڑھنی چہرے سے اٹھی رہے، تو ہمارے علم کی حد تک شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، اگر یہ مشروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت سے اس کو ضرور بیان کرتے اور آپ اس کی طرف سے خاموش نہ رہتے۔

محرم عورتوں اور مردوں کے لئے میل یا کسی اور وجہ سے احرام کے کپڑوں کو دھونا جائز ہے اور اس کی جگہ دوسرے کپڑوں کا بدلنا بھی جائز ہے۔

لیکن کسی ایسے کپڑے کا پہننا جائز نہیں جس کو زعفران یا ورس (کمیلہ) لگا ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عمر کی حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔

محرم کے لئے ضروری ہے کہ بیہودہ گوئی، فسق اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((الحج اشهر معلومات فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج))(البقرہ:۱۹۷)

''حج کے مقررہ مہینے ہیں، پس جو شخص ان میں حج ادا کرے تو نہ بے حیائی کی بات بولے، نہ فسق اور نہ حج میں جھگڑا کرے۔''

نبی کریم ﷺ سے یہ ارشاد ثابت ہے:

''جو شخص حج کرے اور اس میں بے حیائی و فسق نہ کرے تو اس دن کی طرح (پاک وصاف) ہو کر لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔''

''رفث'' کہتے ہیں جماع اور بیہودہ بات اور کام کو۔ ''فسوق'' عام گناہوں کو کہتے ہیں۔

''جدال'' کا مطلب ہے باطل یا بے فائدہ باتوں میں لڑائی کرنا۔

لیکن وہ بحث جو حق کے اظہار اور باطل کے روکنے کے لئے اچھے طریقے سے کی جائے تو اس میں نہ صرف کوئی حرج نہیں بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن))(النحل:۱۲۵)

''اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور لوگوں سے اچھے طریقہ پر بحث کرو۔''

Marfat.com

محرم مرد کے لئے کسی چپکنے والی چیز سے سر کا ڈھانکنا حرام ہے جیسے ٹوپی، غترہ یا عمامہ وغیرہ، اسی طرح چہرہ بھی ڈھانکنا، حرام ہے، کیونکہ عرفہ کے دن جو صحابی اپنی سواری سے گر کر وفات پا گئے تھے ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

''ان کو پانی اور بیری سے غسل دو اور احرام والے دونوں کپڑوں میں ان کو کفنا دو اور ان کا سر اور چہرہ نہ ڈھانکو، کیونکہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتے ہوئے اٹھائے جائیں گے۔''

(متفق علیہ، الفاظ مسلم کے ہیں)

لیکن موٹر کی چھت یا چھتری وغیرہ سے سایہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسے خیمہ اور درخت وغیرہ سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے وقت نبی کریم ﷺ پر کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا، اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مقام نمرہ میں آپ کے لئے ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا، جس کے نیچے عرفہ کے دن آپ آفتاب ڈھلنے تک بیٹھے رہے۔

محرم مرد و عورت پر خشکی کے شکار مارنا، اس میں مدد دینا، شکار کو اپنی جگہ سے بھڑکانا، نکاح کرنا اور جماع کرنا اور عورتوں کو شادی کا پیغام دینا اور شہوت کے ساتھ ان سے مباشرت کرنا سب حرام ہے، جیسا کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''محرم نہ نکاح کرے، نہ نکاح کرائے اور نہ شادی کا پیغام دے۔'' (صحیح مسلم)

اگر محرم غلطی یا جہالت سے سلے ہوئے کپڑے پہن لے یا سر ڈھانک لے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں، اور جب بھی یاد آ جائے یا جان جائے تو اس کو دور کر دے، اسی طرح جو شخص بھول کر یا جہالت سے بال مونڈ لے یا اپنے بال میں سے کچھ کتر لے یا اپنے ناخن کاٹ لے تو صحیح قول کے مطابق اس پر کچھ نہیں۔

مسلمان خواہ محرم ہو یا غیر محرم، مرد ہو یا عورت، اس کو حرم کا شکار کرنا اور اس کے قتل پر آلہ یا اشارے سے مدد پہنچانا اور اسی طرح شکار کو اس کی جگہ سے بھڑکا کر لے جانا حرام ہے، نیز حرم کے درخت اور اس کے سبزہ زاروں کو کاٹنا اور اس کی پڑی ہوئی چیزوں کو اٹھانا حرام ہے، سوائے اس کے جو اس چیز کو جانتا ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''یہ شہر یعنی مکہ اللہ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک حرام ہے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے، نہ اس کا شکار بھڑکایا جائے، نہ اس کی گھاس کاٹی جائے اور نہ اس کی گری پڑی چیز منشد کے علاوہ کوئی اٹھائے۔''

(متفق علیہ)

''منشد'' کہتے ہیں پہچان کرانے والے کو، اور ''خلا'' کہتے ہیں تازہ گھاس کو۔ واضح رہے کہ منی اور مزدلفہ حرم میں ہیں اور عرفہ حل میں ہے۔

مکہ اور کعبۃ اللہ میں داخل ہونا اور طواف:

حاجی جب مکہ پہنچ جائے تو اس کو چاہیئے کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے، اس لئے کہ نبی کریم

Marfat.com

ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے، جب مسجد حرام پہنچے تو مسنون ہے کہ اپنا داہنا پاؤں پہلے داخل کرے اور یہ دعا پڑھے:

((" بسم الله و الصلاة و السلام علی رسول الله، اعوذ بالله العظیم، وبوجهه الکریم، وسلطانه القدیم، من الشیطان الرجیم، اللهم افتح لی ابواب رحمتك"))

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول پر، میں پناہ مانگتا ہوں اللہ عظمت والے کی اور بزرگ ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی شیطان مردود سے، اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

اور یہی دعا سب مسجدوں میں داخل ہونے کے وقت پڑھے، مسجد حرام میں داخلہ کے لئے جہاں تک میں جانتا ہوں رسول اللہ ﷺ سے کوئی مخصوص دعا ثابت نہیں۔

حاجی جب کعبہ کے پاس پہنچے تو اگر وہ تمتع یا عمرہ کرنے والا ہے تو طواف شروع کرنے سے پہلے لبیک کہنا بند کر دے، پہلے حجر اسود کے سامنے آئے، اس کو داہنے ہاتھ سے چھوئے اور اگر ممکن ہو تو بوسہ دے، لیکن کسی کو دھکا دے کر تکلیف نہ پہنچائے، چھوتے وقت: "بسم اللہ واللہ اکبر" یا صرف "اللہ اکبر" کہے، اگر بوسہ دینا مشکل ہو تو ہاتھ یا چھڑی سے اس کو چھوئے، پھر اپنی چھڑی یا ہاتھ کو بوسہ دے، اگر استلام بھی مشکل ہو تو اللہ اکبر کہہ کر اشارہ ہی کر لے، لیکن جس چیز سے اشارہ کرے اس کو بوسہ نہ دے۔ طواف صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ طواف کرنے والا حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہو، کیونکہ طواف بھی نماز کی طرح ہے، فرق صرف یہ ہے کہ طواف میں بولنے کی اجازت ہے، بیت اللہ کو طواف کی حالت میں اپنی بائیں جانب کرے، اگر طواف کے شروع میں یہ دعا پڑھے تو بہتر ہے:

((" اللهم ایمانا بك وتصدیقا بکتابك ووفاء بعهدك واتباعا لسنة نبیك محمد صلی الله علیه وسلم"))

"اے اللہ! تجھ پر ایمان لا کر اور تیری کتاب کی تصدیق کر کے اور تیرے عہد کی وفا کر کے اور تیرے نبی محمد ﷺ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے (طواف کرتا ہوں)۔"

اس لئے کہ نبی ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے، طواف سات چکر کرے، پہلے تین چکر میں رمل کرے، یہ اس طواف میں کرے گا جو مکہ آتے ہی سب سے پہلے کرتا ہے، خواہ یہ طواف عمرہ کا ہو یا حج تمتع کا یا قران کا یا افراد کا، بقیہ چار چکروں میں معمول کی رفتار سے چلے، ہر چکر حجر اسود سے شروع کر کے اسی پر ختم کرے۔

"رمل" کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے قدم کے ساتھ تیز چلنا، اس پورے طواف میں اضطباع کرنا مستحب ہے، اس کے علاوہ دوسرے طواف میں نہیں۔

"اضطباع" کہتے ہیں چادر کا پچھلا حصہ اپنے داہنے کندھے کے نیچے کرے اور اس کے دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر رکھے۔

Marfat.com

اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں شک پڑ جائے تو یقین پر یعنی کم تعداد پر بنیاد رکھے، یعنی اگر شک پڑ جائے کہ تین چکر کیے ہیں یا چار، تو اس کو تین ہی سمجھے، اسی طرح سعی میں بھی کرے۔

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو اپنی چادر کو اوڑھ لے، اور طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے پہلے چادر کو اپنے دونوں کندھوں پر رکھ لے اور چادر کے کناروں کو سینے پر لٹکا لے۔

عورتوں کے لئے جس چیز سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا ضروری ہے وہ ہے ان کا زینت اور مہکنے والی خوشبوؤں کو لگا کر بے پردگی کے ساتھ طواف کرنا، طواف کی حالت میں پردہ کرنا اور زینت سے پرہیز کرنا ان کے لئے ضروری ہے، اور ان اوقات میں بھی جب مردوں کے ساتھ ان کا ملنا جلنا زیادہ ہو، اس لئے کہ عورتیں مکمل پردہ ہیں اور فتنہ بھی ہیں، اور عورت کا چہرہ اس کی سب سے نمایاں زینت ہے، لٰہذا محرم کے سوا کسی کے سامنے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن)) (النور ۳۱)

''اور وہ (عورتیں) اپنی زینت کو شوہروں کے سوا (کسی کے لئے) ظاہر نہ کریں۔''

لٰہذا حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت مرد اگر ان کو دیکھتے ہوں تو ان کا چہرہ کھولنا جائز نہیں، اگر حجر اسود چھونے اور بوسہ دینے کی گنجائش میسر نہ ہو تو مردوں کے ساتھ کشمکش کرنا بھی ان کے لئے جائز نہیں ہے، اس وقت ان کو چاہئے کہ مردوں کے پیچھے ہو کر وہ طواف کریں، یہ ان کے لئے مردوں سے کشمکش کی صورت میں بیت اللہ کے قریب طواف کرنے سے زیادہ بہتر اور ثواب میں بھی زیادہ ہے۔

طواف قدوم کے سوا رمل اور اضطباع کسی اور طواف میں مشروع نہیں اور نہ سعی میں مشروع ہے اور نہ ہی عورتوں کے لئے رمل اور اضطباع مشروع ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے رمل و اضطباع صرف اپنے اس پہلے طواف میں کیا جب آپ مکہ تشریف لائے تھے۔

محرم کو طواف کی حالت میں حدث اور خباثت سے پاک رہنا چاہئے، اور اپنے رب کے لئے جھکا ہوا اور اس کے لئے متواضع رہنا چاہئے، اور کثرت سے اللہ کا ذکر اور دعا کرتے رہنا چاہئے، اگر طواف میں کچھ قرآن بھی پڑھتا رہے تو اور بہتر ہے۔

اس طواف اور سعی میں اور اس کے علاوہ کسی بھی طواف وسعی میں کسی مخصوص ذکر و دعا کا پڑھنا ضروری نہیں، جن لوگوں نے طواف وسعی کے ہر چکر کے لئے ایک ایک مخصوص دعا ایجاد کر لی ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ جو بھی ذکر و دعا میسر ہو اس کا پڑھنا کافی ہے۔ جب رکن یمانی کے مقابل آئے تو ''بسم اللہ واللہ اکبر'' کہہ کر اپنے داہنے ہاتھ سے اس کو چھو لے، اگر رکن یمانی کا چھونا مشکل ہو تو اس کو چھوڑ کر طواف کرتا رہے۔

رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

((ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار))

(البقرہ:۲۰۱)

Marfat.com

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔''

جب حجر اسود کے سامنے آئے تو اس کو چھوئے اور بوسہ دے اور اللہ اکبر کہے، اگر چھونا اور بوسہ دینا آسان نہ ہو تو جب بھی سامنے آئے تو اس کی طرف اشارہ کرے اور اللہ اکبر کہے، زمزم اور مقام ابراہیم کے پیچھے سے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بھیڑ کے وقت تو خاص طور پر، پوری مسجد حرام طواف کی جگہ ہے، اگر مسجد کے چھجوں میں طواف کیا جائے تو بھی کافی ہے، لیکن کعبہ کے قریب طواف افضل ہے بشرطیکہ آسان ہو، طواف سے فارغ ہو کر اگر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے، اگر بھیڑ وغیرہ کی وجہ ممکن نہ ہو تو مسجد کے کسی بھی حصے میں پڑھ لے۔

ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد ''قل یاایھا الکافرون''، اور قل ھو اللہ احد، کا پڑھنا مسنون ہے، افضل یہی ہے، لیکن اگر دوسری سورتیں پڑھ لے تو بھی کوئی حرج نہیں، طواف کے بعد حجر اسود کا رخ کرے اور اگر ممکن ہو تو نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے اس کو داہنے ہاتھ سے چھو لے۔

سعی اور اس کے آداب کا بیان:

باب صفا سے نکل کر صفا پہاڑی کی طرف جائے اور اس پر چڑھ جائے یا اس کے پاس کھڑا ہو جائے، اگر میسر ہو تو صفا پر چڑھنا افضل ہے، پہلا چکر شروع کرتے وقت یہ آیت کریمہ پڑھے:

((ان الصفا والمروة من شعائر الله)) (البقره ۱۵۸)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

مستحب ہے کہ قبلہ کو سامنے کرے اور اللہ کی حمد بیان کرے اور کہے:

((''لا اله الا الله، والله اكبر، لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحيى و يميت وهو على كل شيء قدير، لا اله الا الله وحده انجز وعده، ونصر عبده، وهزم الاحزاب وحده''))

''اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے تعریف، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور اس تنہا نے تمام جماعتوں کو شکست دی۔''

اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر جس قدر بھی دعا کر سکتا ہو کرے، یہ ذکر اور دعائیں تین مرتبہ پڑھے، پھر اتر کر مروہ کی طرف چلے، جب پہلے (سبز) نشان پر پہنچے تو مرد چلنے میں تیزی کرے یہاں تک کہ دوسرے نشان تک پہنچ جائے، لیکن عورت ان دونوں نشانوں کے درمیان نہ دوڑے، اس کے لئے پوری سعی میں صرف چلنا ہے، پھر چل

کر مروہ پر چڑھے یا مروہ کے پاس کھڑا ہو جائے، اگر ممکن ہو تو چڑھنا افضل ہے، مروہ پر بھی وہی دعا کرے، جو صفا پر کی تھی، البتہ آیت کریمہ: **ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ** نہ پڑھے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں اس کا صرف پہلے چکر میں صفا پر چڑھتے وقت چڑھنا مشروع ہے۔

پھر اتر کر چلنے کی جگہ چلے اور دوڑنے کی جگہ دوڑے، یہاں تک کہ صفا تک پہنچ جائے، ایسا سات مرتبہ کرے، جانا ایک سعی ہے اور لوٹنا ایک سعی ہے، نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((''خذوا عنیی مناککم''))

''مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو۔''

سعی میں جہاں تک ممکن ہو ذکر و دعا کثرت سے کرنا چاہئے اور حدث و نجاست سے پاک رہنا چاہئے، اگر بغیر وضو بھی سعی کرے تو کافی ہے، اسی طرح اگر طواف کے بعد عورت کو حیض یا نفاس ہو جائے اور وہ سعی کرے تو اس کی سعی ہو جائے گی، اس لئے کہ سعی میں طہارت شرط نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

جب سعی پوری کر لے تو اپنے بال منڈوالے یا چھوٹے کروالے، مرد کے لئے بال منڈوانا افضل ہے، لیکن اگر عمرہ میں قصر کر لے اور حلق حج کے لئے چھوڑ دے تو بہتر ہے، اگر اس کا مکہ آنا حج کے وقت سے قریب ہو تو اس کے حق میں بال چھوٹے کرانا افضل ہے تاکہ حج میں بقیہ بال منڈوالے، اس لئے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب جب ۴ ذی الحجہ کو مکہ آئے تو آپ نے ان لوگوں کو جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لائے تھے حکم دیا کہ وہ حلال ہو جائیں اور بال چھوٹے کرالیں، آپ نے انہیں بال منڈوانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ بال چھوٹے کرانے کی صورت میں پورے سر سے بال لینا ضروری ہے، سر کے بعض حصے کے بال چھوٹے کرانا کافی نہیں، اسی طرح سر کے بعض حصے کا منڈوانا بھی کافی نہیں، اور عورت کے لئے صرف بال چھوٹے کرانا ہی مشروع ہے، اس کو چاہئے کہ اپنی چوٹی سے انگلی کے پور کے برابر بال کاٹ لے، پورا انگلی کے سرے کو کہتے ہے، عورت اس سے زیادہ بال نہ کاٹے۔

اتنی باتیں محرم کر لے تو الحمدللہ اس کا عمرہ پورا ہو گیا اور اس کے لئے ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی، البتہ جو شخص قربانی کا جانور حل سے لایا ہو وہ اپنے احرام میں باقی رہے گا اور حج و عمرہ دونوں کر کے حلال ہوگا۔

جس شخص نے صرف حج یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو اس کے لئے مسنون ہے کہ عمرہ کر کے احرام کھول دے اور جس طرح حج تمتع والا کرتا ہے ایسا ہی وہ بھی کرے، ہاں اگر جانور ساتھ لایا ہے تب نہیں، اس لئے کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا:

((''لو لا انی سقت الھدی لا حللت معکم''))

''اگر میں جانور نہ لایا ہوتا تو تمہارے ساتھ حلال ہو جاتا۔''

اگر عورت عمرہ کے احرام کے بعد حیض یا نفاس سے دو چار ہو جائے تو پاک ہونے تک نہ بیت اللہ کا طواف کرے نہ صفا و مروہ کی سعی کرے، جب پاک ہو جائے تو طواف و سعی کرے اور بال بھی چھوٹے کروائے، اس سے

اس کا عمرہ پورا ہو جائے گا، لیکن اگر وہ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) سے پہلے پاک نہ ہو سکے تو جہاں ٹھہری ہوئی ہے وہیں سے حج کا احرام باندھ لے اور سب لوگوں کے ساتھ منیٰ چلی جائے، اور عرفات اور مشعر حرام کے وقوف، کنکری مارنے، مزدلفہ و منیٰ میں رات گزارنے، قربانی کا جانور ذبح کرنے اور بال چھوٹا کرنے میں ایسے ہی کرے جیسا سب حاجی کرتے ہیں، جب پاک ہو جائے تو بیت اللہ کا ایک طواف اور صفا و مروہ کی ایک سعی کر لے یہ اس کے حج اور عمرہ دونوں ہی کے لئے کافی ہوگا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق کہ ان کو عمرہ کے احرام کے بعد حیض آیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:

"حاجی جو کچھ کرتے ہیں تم بھی کرو، صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرنا یہاں تک کہ تم پاک ہو جاؤ۔"

(متفق علیہ)

جب حائضہ اور نفاس والی عورت قربانی کے دن کنکری مارلے اور اپنے بال چھوٹے کرالے تو اس کے لئے وہ تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی جو احرام کی وجہ سے حرام تھیں، جیسے خوشبو وغیرہ، سوائے شوہر کے یہاں تک کہ اپنا حج پورا کر لے، جب دوسری پاک عورتوں کی طرح وہ بھی اپنا حج پورا کر لے اور پاک ہونے کے بعد طواف و سعی کر لے تو اس کے لئے اس کا شوہر بھی حلال ہو گیا۔

۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر منیٰ جانے کا بیان:

جب آٹھویں ذی الحجہ (ترویہ کا دن) آئے تو جو لوگ عمرہ سے حلال ہو کر مکہ میں مقیم ہوں اور اہل مکہ میں سے جو لوگ حج کا ارادہ رکھتے ہوں، وہ اپنے گھروں سے حج کا احرام باندھیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب مقام ابطح میں مقیم تھے اور آپ کے حکم سے یوم الترویہ کو اپنی قیام گاہ ہی سے حج کا احرام باندھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ وہ بیت اللہ جائیں اور اس کے پاس سے یا میزاب کے پاس سے احرام باندھیں، اسی طرح آپ نے ان کو منیٰ جانے کے وقت طواف وداع کا بھی حکم نہیں دیا تھا، اگر یہ مشروع ہوتا تو آپ صحابہ کو ضرور بتلاتے، اور بھلائی تو سب کی سب نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع میں سے ہے۔

حج کے احرام کے وقت غسل کرنا اور خوشبو استعمال کرنا اور صاف ستھرا ہونا مستحب ہے، جیسے میقات کے پاس احرام باندھتے وقت کیا جاتا ہے۔

یوم الترویہ کو حج کا احرام باندھنے کے بعد زوال سے پہلے یا بعد منیٰ جانا مسنون ہے، اور جمرۃ العقبہ کی رمی کرنے تک کثرت سے لبیک پکارنا چاہئے، حجاج ظہر، عصر، مغرب عشاء اور فجر منیٰ ہی میں پڑھیں گے، سنت یہ ہے کہ ہر نماز اپنے وقت پر قصر پڑھی جائے، جمع نہ کی جائے، سوائے مغرب اور فجر کے کیونکہ ان میں قصر جائز نہیں، اس میں اہل مکہ اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ اور دوسروں نے منیٰ اور عرفہ اور مزدلفہ میں قصر ہی نماز پڑھائی تھی اور مکہ والوں کو نماز پوری کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، اگر یہ ضروری ہوتا تو آپ ان سے بیان کر دیتے۔

Marfat.com

عرفہ جانے کا بیان:

عرفہ کے دن آفتاب نکلنے کے بعد حاجی منیٰ سے عرفہ کی طرف جائیں گے، اور مسنون ہے کہ لوگ زوال تک مقام نمرہ میں ٹھہرے رہیں، بشرطیکہ ایسا کرنا ممکن ہو، تاکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کی اقتدا ہو جائے، آفتاب ڈھلنے کے بعد امام یا اس کا نائب لوگوں کو ایسا مناسب حال خطبہ دے جس میں اس دن اور اس دن کے بعد والے دن کے لئے ان باتوں کا ذکر ہو جو حاجی کے لئے مشروع ہیں، خطیب لوگوں کو تقویٰ، توحید الٰہی اور اخلاص فی العمل کی تاکید کرے، انہیں حرام باتوں سے ڈرائے، کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ نے مضبوط پکڑنے کی وصیت کرے اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام کاموں میں فیصلہ کن بنانے کی ترغیب دے، تاکہ ان تمام باتوں میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا ہو، خطبہ کے بعد لوگ ظہر و عصر اول وقت میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے مطابق قصر اور جمع پڑھیں۔ (صحیح مسلم بروایت جابر رضی اللہ عنہ)

اس کے بعد لوگ مقام عرفہ میں وقوف کریں بطن عرفہ کے علاوہ پورا عرفہ وقوف کی جگہ ہے، اگر میسر ہو تو قبلہ اور جبل رحمت کو سامنے رکھنا مستحب ہے، اگر دونوں کو سامنے کرنا میسر نہ ہو تو قبلہ کو سامنے کر لے اور جبل رحمت کو سامنے نہ کرے، اس وقوف میں حاجی کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس سے دعا، اس کی طرف آہ و زاری میں پوری جدوجہد کرے، دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھائے، اگر لبیک پکارتا رہے اور قرآن بھی پڑھتا رہے تو اور بھی بہتر ہے، اور اس دعا کو بکثرت پڑھنا مسنون ہے:

((" لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحيى ويميت، وهو على كل شئى قدير"))

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"سب سے اچھی دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے اچھی دعا جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی وہ یہ ہے:

((" لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحيى ويميت، وهو على كل شيء قدير"))

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ چار کلمے اللہ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں:

((" سبحان الله، والحمد لله، ولا اله الا الله، والله اكبر"))

اس دعا کو خشوع و خضوع اور حضور قلب کے ساتھ کثرت سے بار بار پڑھنا چاہئے، اسی طرح شرع میں جو دوسرے اذکار اور دعائیں دوسرے اوقات کے لئے آئی ہیں ان کو بھی کثرت سے پڑھے، خصوصیت سے اس جگہ

اور اس عظیم دن میں اور بھی پڑھنا چاہئے اور جامع اذکار اور دعاؤں کو خصوصیت سے منتخب کرنا چاہئے، جن میں خاص طور پر یہ دعائیں ہیں:

((''سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم''))

''پاک ہے اللہ اور اس کی حمد بیان کرتے ہیں، پاک ہے اللہ عظمت والا۔''

((''لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين''))

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔''

((''لا اله الا الله، ولا نعبد الا اياه، له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن، لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون''))

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم سب اسی کی بندگی کرتے ہیں، اسی کے لئے نعمت ہے اور فضل، اور اسی کے لئے اچھی تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں خواہ کافر پسند نہ کریں۔''

''لا حول ولا قوة الا بالله''

''نہیں ہے کسی کو زور اور قوت اللہ کے سوا۔''

((ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار))

''اے ہمارے رب! عطا کر ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہمیں جہنم کے عذاب سے۔''

((''اللهم اصلح لى دينى الذى هو عصمة امرى، واصلح لى دنياى التى فيها معاشى، واصلح لى اخرتى فيها معادى، واجعل الحياة زيادة لى فى كل خير، واجعل الموت راحة لى من كل شر))

''اے اللہ! میرے لئے میرے دین کو درست فرمادے جو میرے کام کی عصمت ہے، اور میرے لئے میری دنیا کو درست فرمادے جس میں میری روزی ہے، اور میرے لئے میری آخرت سدھار دے جس میں مجھے لوٹ کر جانا ہے، اور زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں زیادتی کا باعث بنادے اور موت کو میرے لئے ہر برائی سے راحت بنادے۔''

((''اعوذ بالله من جهد البلاء ودرك الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء''))

''پناہ چاہتا ہوں اللہ کی آزمائش کی سختی سے اور نحوست کے پانے سے اور برے فیصلے سے اور دشمنوں کے ہنسنے سے۔''

Marfat.com

((" اللھم انی اعوذبك من الھم والحزن، ومن العجز والکسل ومن الجن والبخل، ومن الماثم والمغرم، ومن غلبة الدین وقھر الرجال"))

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر سے اور غم سے اور عاجزی وسستی سے، اور بزدلی اور بخل سے اور گناہ اور قرض خواہ سے، اور قرض کے غلبہ اور لوگوں کے دباؤ سے۔"

((" اعوذ بك اللھم من البرص والجنون والجزام، ومن سئی الاسقام"))

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برص سے، جنون سے، کوڑھ سے اور بری بیماریوں سے۔"

((" اللھم انی اسالك العفو والعافیة فی الدنیا والآخرة"))

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں درگزر کا اور دنیا وآخرت میں عافیت کا۔"

((" اللھم انی اسألك العفو والعافیة فی دینی ودنیای واھلی ومالی"))

"اے اللہ! میں تجھ سے درگزر اور عافیت کا سوال کرتا ہوں اپنے دین اور دنیا اور اہل اور مال کے بارے میں۔"

((" اللھم استر عوراتی وامن روعاتی، اللھم احفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی' وعن شمالی ومن فوقی، واعوذبك بعظمتك ان اغتال من تحتئی))

"اے اللہ! میرے عیوب کو چھپا دے اور مجھے خوف سے محفوظ رکھ اور میری حفاظت کر میرے سامنے سے اور پیچھے سے اور دائیں بائیں اور اوپر سے اور تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں نیچے سے اچک لیا جاؤں۔"

((" اللھم اغفرلی خطیئتی وجھلی، واسرافی فی امری، وما انت اعلم به منی"))

"اے اللہ! میرے لئے بخش دے میری خطا اور نادانی کو، اور میرے کام میں میری زیادتی کو، اور جو کچھ بھی تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔"

((" اللھم اغفرلی جدی وھزلی وخطئتی وعمدی، وکل ذلك عندی"))

"اے اللہ! میری حقیقت، مذاق، خطا اور ارادے کو بخش دے، اور یہ سب ہی میرے پاس ہے۔"

((اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت، وما اسررت وما اعلنت، وما انت اعلم به منی، انت المقدم وانت الموخر، وانت علی کل شیء قدیر"))

"اے اللہ! معاف کر دے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور بعد میں کیا، اور جو کچھ خفیہ کیا اور جو کچھ اعلانیہ کیا، اور جس کو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے، تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر

Marfat.com

چیز پر قادر ہے۔"

((" اللهم انی اسالك الثبات فی الامر والعزیمة علی الرشد، واسألك شكر نعمتك وحسن عبادتك، واسألك قلباً سلیماً ولساناً صادقاً، واسألك من خیر ما تعلم واعوذبك من شر ما تعلم، واستغفرك لما تعلم، انك علام الغیوب"))

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کام میں ثابت قدمی کا اور ہدایت پر استقلال کا، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری نعمت پر شکر کا اور تیری عبادت اچھی طرح کرنے کا، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں قلب سلیم کا اور سچی زبان کا اور سوال کرتا ہوں اس بھلائی کا جس کو تو جانتا ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس برائی سے جس کو تو جانتا ہے، اور مغفرت چاہتا ہوں تجھ سے اس برائی کی جس کو تو جانتا ہے، بیشک تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔"

((" اللهم رب النبی محمد علیه الصلوة والسلام اغفرلی ذنبی واذهب غیظ قلبی واعذنی من مضلات الفتن ما ابقیتنی"))

"اے اللہ! نبی محمد ﷺ کے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصے کو دور کر دے اور گمراہ کن فتنوں سے مجھے بچا جب تک تو مجھ کو زندہ رکھے۔"

((" اللهم رب السموات ورب الارض ورب العرش العظیم، ربنا ورب کل شئی فالق الحب والنوی، منزل التوراة والانجیل والقرآن، اعوذ بك من شر کل شئی انت اخذ بناصیة، انت الاول فلیس قبلك شئی، وانت الآخر فلیس بعدك شیء وانت الباطن فلیس دونك شئی، اقض عنا الدین واغننا من الفقر"))

"اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے رب اور عرش عظیم کے رب! ہمارے اور ہر چیز کے رب! دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے! تورات، انجیل اور قرآن کو اتارنے والے! ہر اس چیز کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں تو جس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے، تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں، اور تو آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے اور تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں، اور باطن ہے تیرے ماوراء کوئی چیز نہیں، میری طرف سے قرض ادا کر دے اور مجھے فقر سے بے نیاز کر دے۔"

((" اللهم اعظ نفس تقواها، وزکها انت خیر من زکاها، انت ولیها ومولاها"))

"اے اللہ! عطا کر میرے نفس کو اس کی پرہیز گاری، اور اس کو صاف کر دے، تو ہی سب سے اچھا اس

Marfat.com

کو صاف کرنے والا ہے، تو ہی اس کا ولی اور مولی ہے۔"

((" اللهم انی اعوذبك من العجز والكسل واعوذبك من الجبن ولهرم والبخل، واعوذبك من عذاب القبر"))

"اے اللہ! میں تیری پنا چاہتا ہوں مجبوری اور سستی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی اور بڑھاپے اور بخیلی سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے۔"

((" اللهم لك اسلمت وبك امنت وعليك توكلت واليك انبت وبك خاصمت، اعوذ بعزتك ان تضلنی، لا اله الا انت،انت الحئی الذی لا يموت، والجن والانس يموتون"))

"اے اللہ! میں تیرے لئے فرمانبردار ہوا، اور تیری ذات پر ایمان لایا اور تیرے اوپر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا، اور تیرے سہارے لڑا، میں پناہ چاہتا ہوں تیری عزت کی کہ تو مجھے گمراہ کرے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو زندہ ہے مرے گا نہیں، جبکہ جن وانسان مرجائیں گے۔"

((" اللهم انی اعوذبك من علم لا ينفع، ومن قلب لا يخشع، ومن نفس لا تشبع، ومن دعوة لا يستجاب لها"))

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے، اور اس قلب سے جو خوف نہ کھائے، اور اس نفس سے جو آسودہ نہ ہو، اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔"

((" اللهم جنبنی منكرات الاخلاق والاعمال والاهوا والادواء"))

"اے اللہ! مجھ کو برے اخلاق اور برے اعمال اور بری خواہشات اور بیماریوں سے بچا۔"

((" اللهم الهمنی رشدی واعذنی من شر نفسی"))

"اے اللہ! مجھے میری ہدایت کی خبر کر، اور مجھے میرے نفس کے شر سے بچا۔"

((" اللهم اكفنی بحلالك عن حراملك، واغننی بفضلك عمن سواك"))

"اے اللہ! میری کفایت کر اپنے حلال کے ذریعہ اپنے حرام سے اور اپنے فضل کے ذریعہ اپنے ماسوا سے مجھے بے نیاز کردے۔"

((اللهم انی أسألك الهدى والتقى والعفاف الغنى))

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا، اور پارسائی کا، اور پاکدامنی اور بے نیازی کا۔"

((" اللهم انی أسألك الهدى والسداد"))

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت و درستگی کا۔"

((" اللهم انی أسالك من الخير كله عاجله و آجله ما علمت منه وما لم اعلم، واعوذبك من الشر كله عاجله و آجله ما عملت منه وما لم اعلم واسألك من خير ما سالك منه عبدك ونبيك محمد صلى الله عليه وسلم، واعوذبك من شر ما استعاذك منه عبدك ونبيك محمد صلى الله عليه وسلم"))

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر بھلائی کا جلد آنے والی اور دیر میں آنے والی، جس کو میں نے جانا اور جس کو نہیں جانا، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ہر برائی سے جلد آنے والی اور دیر میں آنے والی، جس کو میں نے جانا اور جس کو نہیں جانا، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بھلائی کا جس کو تیرے بندے اور نبی محمد ﷺ نے مانگا، اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کی برائی سے جس سے تیرے بندے اور نبی محمد ﷺ نے پناہ مانگی۔''

((" اللهم انی اسالك الجنة وما قرب اليها من قول او عمل، واعوذبك من النار وما قرب اليها من قول او عمل، واسالك ان تجعل كل قضاء قضية لى خيرا"))

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور اس عمل یا قول کا جو جنت سے قریب کرے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم سے اور اس عمل یا قول سے جو جہنم سے قریب کرے، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کا کہ ہر فیصلے کو جو تو نے میرے لئے مقرر کیا ہے اس کو بھلا و بہتر کر دے۔''

((" لا اله الا الله، وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحيى ويميت، بيده الخير، وهو على كل شیء قدير"))

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے سب تعریف، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

((" سبحان الله، والحمد لله، ولا اله الا الله، والله اكبر، ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم"))

''پاک ہے اللہ، اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اور نہ کوئی زور ہے نہ قوت مگر اللہ بلند عظمت والے کو۔''

((" اللهم صل على محمد وعلى آل محمد، كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم، انك حميد مجيد، وبارك على

Marfat.com

محمد وعلی آل محمد، کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم، انك حمید مجید"))

"اے اللہ! رحمت نازل کر محمد ﷺ پر اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر' بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے، اور برکت نازل کر محمد ﷺ پر اور آل محمد پر، جس طرح تو نے برکت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر، بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔"

((ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار))

"اے ہمارے رب! ہمیں عطا کر دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔"

عرفات کے اس عظیم موقف میں حاجی کو چاہئے کہ مذکورہ بالا اذکار اور دعائیں اور اس مفہوم کی دوسری دعائیں اور اذکار پڑھے اور نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے، دعا میں آہ زاری کرے اور اللہ سے دنیا و آخرت کی بھلائیاں مانگے، نبی کریم ﷺ جب دعا مانگتے تو دعا کو تین تین بار دہراتے تھے، لہٰذا اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرنی چاہئے۔

عرفات کے اس میدان میں مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے رب کی طرف رجوع کریں اور اس کے سامنے عاجزی وزاری کریں، اس کی بارگاہ میں جھکیں، اس کے سامنے انکساری کریں، اس کی رحمت ومغفرت کی امید رکھیں اور اس کے عذاب وناراضگی سے ڈریں، اپنے نفس کا حساب لیں اور خالص توبہ کی تجدید کریں، اس لئے کہ یہ بہت بڑی عظمت اور بڑے اجتماع کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سخاوت کرتا ہے اور ان کے ذریعہ اپنے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور اس دن کثرت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، اور یوم عرفہ سے زیادہ کسی اور دن شیطان کو ذلیل وحقیر اور پریشان ہوتے نہیں دیکھا گیا سوائے بدر کے دن کے، اس لئے کہ شیطان دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کتنا فضل واحسان ہے اور کتنی کثرت سے وہ لوگوں کو جہنم سے آزاد اور معاف کرتا ہے، صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"عرفہ سے زیادہ کسی اور دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا، اور وہ اس دن (اپنے بندوں سے) قریب ہوتا ہے اور ان کے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے یہ بندے کیا چاہتے ہیں۔"؟

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ کو اپنی طرف سے بھلائی دکھائیں اور اپنے دشمن شیطان کو ذلیل کریں اور کثرت سے ذکر ودعا اور تمام گناہوں سے استغفار وتوبہ کر کے شیطان کو مغموم کریں، آفتاب کے غروب ہونے تک حجاج برابر ذکر ودعا اور آہ وزاری میں مشغول رہیں۔

جب آفتاب غروب ہو جائے تو سکینت اور وقار کے ساتھ مزدلفہ کی طرف لوٹیں، کثرت سے لبیک پکاریں

Marfat.com

اور جہاں راستہ کھلا ملے نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں وہاں ذرا تیز چلیں، عرفات سے آفتاب غروب ہونے سے پہلے واپس آنا جائز نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ آفتاب غروب ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے اور آپ نے فرمایا:

(("خذوا عنی مناسککم"))

"مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو۔"

مزدلفہ میں رات گزارنے کا بیان:

لوگ جب مزدلفہ پہنچ جائیں تو فوراً پہلے مغرب تین رکعات اور عشاء دو رکعت ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع کر کے پڑھیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا، مزدلفہ میں لوگ مغرب کے وقت پہنچیں یا عشاء کے وقت نماز کی ترتیب یہی ہونی چاہئے۔

جو لوگ مزدلفہ پہنچتے ہی نماز سے پہلے کنکریاں چننے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی مشروع ہے تو ایسا کرنا بالکل غلط ہے اس کی کوئی اصل نہیں، نبی کریم ﷺ نے مشعر الحرام سے واپسی پر کنکری چننے کا حکم دیا تھا، جس جگہ سے بھی کنکری چن لی جائے کافی ہے، مزدلفہ ہی سے چننے کو خاص نہ کیا جائے، بلکہ منیٰ سے بھی چننا جائز ہے، آج کے دن نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں صرف جمرۃ العقبہ کو رمی کرنے کے لئے سات کنکریاں چننا سنت ہے، بقیہ تین دن منی ہی سے ہر روز اکیس کنکریاں چنی جائیں اور تینوں جمرات کو ماری جائیں۔

کنکریوں کو دھونا مستحب نہیں، بغیر دھوئے ہی مارنا چاہئے، کیونکہ کنکریوں کو دھونا نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے نہ آپ کے اصحاب سے، البتہ استعمال شدہ کنکریوں کو دوبارہ استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

حاجی کو آج کی رات مزدلفہ ہی میں گزارنی ہوگی، البتہ کمزور عورتوں اور بچوں وغیرہ کو اگر اخیر رات میں منیٰ بھیج دیں تو عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے، لیکن ان کے علاوہ دوسرے حجاج کے لئے ضروری ہے کہ نماز فجر پڑھنے تک مزدلفہ ہی میں مقیم رہیں، نماز فجر کے بعد قبلہ کو سامنے کر کے مشعر الحرام کے سامنے کھڑے ہوں اور کثرت سے ذکر الٰہی اور تکبیر اور دعا کریں، یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہو جائے، دعا کے دوران ہاتھ اٹھانا مستحب ہے، کوئی ضروری نہیں کہ حاجی مشعر الحرام ہی کے قریب کھڑے ہوں بلکہ جہاں کہیں کھڑے ہو جائیں کافی ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"میں یہاں یعنی مشعر الحرام کے قریب کھڑا ہوا اور پورا مزدلفہ کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔" (صحیح مسلم)

منیٰ میں جانا اور رمی جمار:

جب صبح خوب روشن ہو جائے تو آفتاب نکلنے سے پہلے منی کی طرف کوچ کر جائیں اور چلتے ہوئے کثرت سے لبیک پکاریں، جب وادی محسر آجائے تو ذرا جلدی سے گزریں، منی پہنچ کر جمرۃ العقبہ کے پاس لبیک کہنا بند کر دیں، وہاں پہنچتے ہی جمرہ کو پے در پے سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری کے وقت ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہیں، مستحب یہ ہے کہ کنکری مارتے وقت کعبہ کو اپنی بائیں جانب اور منی کو دائیں جانب کر کے وادی کے اندر سے کنکری

Marfat.com

ماریں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا، اگر دوسری جانب سے بھی ماردیا اور کنکری رمی کی جگہ پر پڑ گئی تو کافی ہے، یہ ضروری نہیں کہ کنکری رمی کی جگہ میں باقی رہے، بلکہ ضروری یہ ہے کہ اس میں گر جائے، اگر لگ کر نکل جائے تو اہل علم کے مشہور قول کے مطابق کافی ہے جس کی صراحت امام نووی نے شرح المہذب میں کی ہے، کنکریاں خزف کے برابر ہونی چاہئیں جو چنے سے کچھ بڑی ہوتی ہے۔

کنکری مارنے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرے، ذبح کرتے وقت ''بسم الله الله اکبر اللهم هذا منك ولك'' کہنا چاہیئے اور جانور کو قبلہ رخ کرنا چاہیے۔

اونٹ ذبح کرنے کا مسنون طریقہ ہے کہ وہ کھڑا ہو اور اس کا بایاں ہاتھ بندھا ہوا ہو، گائے اور بکری کو بائیں پہلو پر ذبح کرنا چاہیئے، اگر قبلہ کے علاوہ دوسری طرف رخ کر کے ذبح کر دیا تو سنت چھوٹ جائے گی لیکن ذبیحہ ہو جائے گا، کیونکہ ذبح کے وقت قبلہ رخ کرنا سنت ہے واجب نہیں، اپنی قربانی کے جانور میں سے خود کھانا اور ہدیہ دینا اور صدقہ کرنا مستحب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فكلو منها واطعموا لباس الفقير))(الحج ۲۸))

''اس میں سے خود کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی کھلاؤ۔''

قربانی کے ایام کا بیان:

اہل علم کے صحیح قول کے مطابق قربانی کا وقت ایام تشریق کے دوسرے دن آفتاب ڈوبنے تک ہے، لہٰذا قربانی کے کل تین دن ہوئے: دسویں ذی الحجہ اور دو دن اس کے بعد۔

جانور نحر یا ذبح کرنے کے بعد حاجی اپنا سر منڈا لے یا بال چھوٹے کرالے، لیکن حلق (سر منڈانا) افضل ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حلق کرانے والوں کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا تین بار فرمائی اور قصر کرنے والوں کے لئے ایک مرتبہ، سر کے کچھ حصے کے بال کٹوانا کافی نہیں بلکہ منڈانے کی طرح پورے سر کے بال چھوٹے کرانا بھی ضروری ہے، اور عورت انگلی کے پور کے برابر اپنی چوٹیوں میں سے کاٹ لے۔

کنکری مارنے اور بال منڈانے کے بعد محرم کے لئے عورت کے سوا وہ سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام تھیں، اس حلال ہونے کو تحلل اول کہا جاتا ہے، اس تحلل کے بعد حاجی کے لئے خوشبو لگانا اور مکہ جا کر طواف کرنا مسنون ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے اور حلال ہونے کے لئے طواف بیت اللہ سے پہلے خوشبو لگایا کرتی تھی۔ (بخاری مسلم)

اس طواف کو طواف افاضہ اور طواف زیارت بھی کہا جاتا ہے، جو حج کا ایک رکن ہے، اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا:

((ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم وليطوفوا بالبيت العتيق))

(الحج:۲۹))

''چاہیئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں، اپنی منتیں پوری کریں اور پرانے گھر (بیت اللہ) کا طواف

Marfat.com

کریں۔"

طواف اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اگر حاجی متمتع ہے تو صفا اور مروہ کی سعی کرے گا، یہ سعی اس کے حج کے لئے ہوگی اور اس کی پہلی سعی عمرہ کے لئے تھی۔

حج تمتع اور سعی:

علماء کے اصح قول کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی روشنی مین متمتع کے لئے ایک سعی کافی نہیں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے نکلے، اس حدیث میں وہ آگے چل کر کہتی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھے اور عمرہ و حج دونوں کر کے حلال ہو۔"

آگے فرماتی ہیں کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف و سعی کر کے حلال ہو گئے، پھر جب وہ منی سے واپس آئے تو حج کے لئے دوسرا طواف کیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا حج کے بعد منی سے واپس آکر انہوں نے دوبارہ طواف کیا، تو اس طواف سے مراد صفا و مروہ کا طواف (سعی) ہے، جو اس حدیث کی تشریح میں سب سے صحیح قول ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سے حضرت عائشہ کی مراد طواف افاضہ ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ طواف افاضہ تو سب کے لئے رکن ہے، جس کو سبھی نے کیا، اس طواف سے مراد وہ ہے جو متمتع حاجی کے ساتھ خاص ہے، یعنی صفا و مروہ کی دوبارہ سعی جو حج کی تکمیل کے بعد منی سے واپسی کے بعد کی جاتی ہے، اور اللہ کا شکر ہے کہ مسئلہ بالکل واضح ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول بھی ہے، اس کی صحت پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مہاجرین و انصار اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا، جب ہم مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اپنے حج کے احرام کو عمرہ بنالو، سوائے ان لوگوں نے جن کے پاس قربانی کا جانور موجود ہو۔"

چنانچہ ہم نے بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کیا، اپنی عورتوں کے پاس بھی آئے اور کپڑے بھی پہن لئے، آپ نے ان کے بارے میں جن کے پاس جانور تھے فرمایا کہ وہ ایسا نہ کریں، کیونکہ وہ اس وقت تک حلال نہ ہوں گے جب تک قربانی کا جانور اپنی جگہ یعنی منیٰ میں نہ پہنچ جائے، آٹھویں ذی الحجہ کی شام کو ہمیں آپ نے حکم فرمایا کہ ہم حج کا احرام باندھیں، جب ہم تمام مناسک حج سے فارغ ہو گئے تو مکہ آئے اور بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا۔"

اس تفصیل سے ہمارا مقصود پورا ہو گیا، اس میں متمتع حاجی کے لئے دو مرتبہ سعی کی صراحت موجود ہے،

Marfat.com

واللہ اعلم۔

رہی وہ حدیث جس کو مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے صفا و مروہ کا صرف ایک یعنی پہلا ہی طواف کیا تھا، تو یہ ان صحابہ کرام کے بارے میں ہے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ اپنے احرام میں باقی رہ گئے تھے، یہاں تک کہ وہ حج و عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے بھی حج و عمرہ ہی کا احرام باندھا تھا اور جو لوگ قربانی کا جانور لائے تھے ان کو حکم فرمایا کہ وہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھیں اور جب تک دونوں سے فارغ نہ ہو جائیں حلال نہ ہوں، اور حج و عمرہ کو اکٹھا کرنے والے (قارن) پر ایک ہی سعی ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے اور دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح جس نے صرف حج کا احرام باندھا اور قربانی کے دن تک اپنے احرام میں باقی رہا اس پر بھی ایک ہی سعی ہے، لہٰذا جب قارن اور مفرد طواف قدوم کے بعد سعی کرلیں تو طواف افاضہ کے بعد کی سعی کے لئے یہ کافی ہو جائے گی، اس طرح حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عباس کی حدیث اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی حدیث کے درمیان جمع و تطبیق ہو جاتی ہے اور اس سے تعارض بھی دور ہو جاتا ہے اور تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔

اس جمع و تطبیق کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ اور ابن عباس کی احادیث صحیحہ نے متمتع کے حق میں دوسری سعی کو ثابت کیا اور حضرت جابر کی حدیث کا ظاہر متن اس کی نفی کرتا ہے اور علم الاصول اور مصطلح حدیث کے مطابق مثبت، منفی پر مقدم ہوتا ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ الموفق للصواب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

یوم نحر کے احکام:

حاجی کے لئے افضل یہ ہے کہ یوم نحر کو یہ چاروں کام مذکورہ ترتیب کے ساتھ کرے، یعنی پہلے جمرۃ العقبہ کی رمی، پھر نحر، پھر حلق یا تقصیر، پھر بیت اللہ کا طواف۔ اس کے بعد متمتع کے لئے سعی، اور مفرد و قارن بھی اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی نہ کی ہو تو ان کے لئے بھی سعی ضروری ہے، اگر ان چاروں میں سے کسی کو کسی پر مقدم کر دیا جائے تو کچھ حرج نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے اس کی رخصت کا ثبوت موجود ہے، اور سعی کو طواف سے پہلے کر لینا بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ یہ بھی یوم النحر کو کئے جانے والے کاموں میں سے ایک ہے، لہٰذا صحابی کے اس قول میں داخل ہوگا کہ اس دن (یوم النحر کو) جو کام بھی مقدم و مؤخر کیا گیا اور اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا:

''کرو، کوئی حرج نہیں۔''

اور اس وجہ سے بھی کہ سعی کو مقدم و مؤخر کرنے میں بھول اور لاعلمی واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا یہ بھی ''کرو، کوئی حرج نہیں'' کے عموم میں داخل ہوگا، کیونکہ اس میں حجاج کے لئے آسانی اور سہولت ہے، اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے طواف سے پہلے سعی کرلی تھی، تو آپ نے فرمایا:

''کوئی حرج نہیں۔''

Marfat.com

اس حدیث کو ابو داؤد نے اسامہ بن شریک سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ طواف اور سعی کا مقدم و موخر کرنا بلاشبہ اس عموم میں داخل ہے، واللہ الموفق۔!

جن کاموں سے حاجی پورے طور پر حلال ہو جاتا ہے وہ تین ہیں: جمرۃ العقبہ کو کنکری مارنا، بال منڈانا یا کتروانا اور طواف افاضہ، اور اس کے بعد ان کے لئے سعی جس کا ذکر کیا گیا، جب یہ تینوں کام کر لے تو اس کیلئے ہر چیز حلال ہو گئی، مثلاً: بیوی خوشبو وغیرہ جو احرام کی وجہ سے حرام تھی، اور جس نے اس میں سے دو کام کئے تو اس کیلئے بیوی کے سوا بقیہ چیزیں حلال ہو جائیں گی اور اسے تحلل اول کہا جاتا ہے۔

زمزم پینے کا بیان:

حاجی کے لئے زمزم کا پانی پینا اور خوب آسودہ ہونا مستحب ہے، زمزم کا پانی پیتے وقت جتنی بھی مفید دعائیں یاد ہوں کرنی چاہئیں، زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جاتا ہے پوری ہوتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زمزم کے پانی کے بارے میں فرمایا:

''وہ غذا ہے۔''

ابو داؤد میں اتنا زیادہ ہے:

''زمزم بیماری کے لئے شفاء بھی ہے۔''

منی کے لئے واپسی اور وہاں تین دن کا قیام:

طواف افاضہ اور جن پر سعی واجب ہے ان کی سعی کے بعد حجاج منی جائیں اور وہاں تین دن اور تین راتیں قیام کریں، اور ہر دن آفتاب ڈھلنے کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں ماریں۔

کنکری مارنے میں اس ترتیب کا لحاظ کرنا ضروری ہے: پہلے اس جمرہ سے رمی شروع کرنی چاہئے جو مسجد خیف کے قریب ہے، اس کو متواتر سات کنکریاں مارنی چاہئے اور ہر کنکری کے ساتھ ہاتھ اٹھانا چاہئے، مسنون ہے کہ جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جائے اور اس کو اپنی دائیں بائیں جانب کر لے اس طرح کہ قبلہ سامنے ہو اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھالے اور خوب دعا آہ وزاری کرے۔

پھر پہلے کی طرح دوسرے جمرہ کو کنکری مارے، مسنون ہے کہ رمی کے بعد تھوڑا آگے بڑھ جائے اور جمرہ کو داہنی جانب اور قبلہ کو سامنے کر لے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر خوب دعا مانگے، پھر تیسرے جمرے کو کنکری مارے لیکن وہاں ٹھہرے نہیں۔

اسی طرح دوسرے دن زوال کے بعد ان تینوں جمرات کو کنکری مارے اور جس طرح پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس پہلے دن کیا تھا، ویسے ہی دوسرے دن کرے تاکہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا پوری ہو۔

ایام تشریق کے پہلے دو دنوں میں رمی کرنا حج کے واجبات میں سے ہے، اسی طرح پہلی اور دوسری رات منی میں گزارنا واجب ہے، سوائے پانی پلانے والوں اور چرواہوں کے اور جو ان کے حکم میں ہوں، ان کے لئے منی

Marfat.com

میں رات گزارنا ضروری نہیں۔

پہلے دو دنوں کی رمی کے بعد جو منی سے جلد جانا چاہے اس کے لئے جائز ہے، لیکن اس کو آفتاب ڈوبنے سے پہلے ہی نکل جانا چاہئے، لیکن جو تاخیر کرے اور تیسری رات بھی گزارے اور تیسرے دن بھی جمرات کو کنکری مارے تو وہ افضل اور ثواب میں زیادہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

((واذکروا الله فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه ومن تاخر فلا اثم علیه لمن اتقی))(البقرہ ۲۰۳)

''ان چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو، جو شخص (منی) دو دن قیام کر کے واپسی کی جلدی کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ اس شخص پر کوئی گناہ ہے جو تاخیر کر کے جائے، یہ اللہ سے ڈرنے والے کے لئے ہے۔''

تاخیر کرنا اس لئے بھی افضل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو تعجیل کرنے کی رخصت دی، لیکن خود تعجیل نہیں کی بلکہ منی میں ٹھہر کر ۱۳ تاریخ تک زوال کے بعد جمرات کو کنکری ماری، پھر ظہر پڑھنے سے پہلے آپ وہاں سے کوچ کر گئے۔

چھوٹے بچے جو کنکری نہیں مار سکتے ان کے ولی کے لئے جائز ہے کہ اپنی طرف سے کنکری مارنے کے بعد ان کی طرف سے بھی کنکری مارے، اسی طرح چھوٹی بچی جو کنکری نہیں مار سکتی اس کی طرف سے اس کا ولی کنکری مار سکتا ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے، ہم نے بچوں کی طرف سے لبیک بھی پکارا اور رمی بھی کی۔'' (ابن ماجہ)۔

جو شخص اپنی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے یا عورت اپنے حمل کی وجہ سے کنکری نہ مار سکتی ہو وہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل مقرر کر سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فاتقوا الله ما استطعتم))(التغابن ۱۶)

''جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔''

چونکہ یہ لوگ جمرات کے پاس لوگوں کی بھیڑ برداشت نہیں کر سکتے اور رمی کا وقت فوت ہو جائے گا جس کی قضاء مشروع نہیں، اس لئے ان کے لئے جائز ہے کہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کر دیں، دوسرے مناسک کے برخلاف جن کی ادائیگی کے لئے نیابت جائز نہیں، خواہ اس کا حج نفلی ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا خواہ وہ نفلی سہی ان کو پورا کرنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واتموا الحج والعمرة لله))(البقرہ ۱۹۶)

''اور حج وعمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔''

طواف وسعی کا زمانہ فوت نہیں ہوتا لیکن رمی کا وقت جو محدود ہے فوت ہو جاتا ہے، جہاں تک عرفہ کے

Marfat.com

وقوف، مزدلفہ اور منی میں رات گزارنے کی بات ہے، تو بلاشبہ اس کا وقت بھی فوت ہو جاتا ہے، لیکن کسی معذور کے لئے اس تکلیف اٹھا کر ان جگہوں میں پہنچ جانا ممکن ہے لیکن رمی کے لئے ایسا کرنا ممکن نہیں، نیز معذور کے لئے رمی میں نائب بنانا سلف صالحین سے ثابت ہے، لیکن دوسرے مناسک کے لئے ثابت نہیں ہے، اور عبادات کا معاملہ توفیقی ہے، یعنی ان کا دارومدار شریعت کی خبر ہے، لہذا کسی کے لئے جائز نہیں کہ دلیل کے بغیر کسی چیز کو مشروع کرے۔ نائب کے لئے جائز ہے کہ پہلے اپنی طرف سے رمی کرے، پھر اپنے موکل کی طرف سے ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے، یہ ضروری نہیں کہ پہلے تینوں جمرات کو اپنی طرف سے رمی کرے پھر اپنے موکل کی طرف سے دوبارہ سب کی رمی کرے، کیونکہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں اور علماء کا سب سے صحیح قول یہی ہے، اور اس کے خلاف کرنے میں تکلیف و مشقت بھی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وما جعل علیکم فی الدین من حرج))(الحج ۷۸)

"اور اللہ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی۔"

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"آسانی کرو سختی مت کرو۔"

نیز رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی سے ایسا مروی نہیں کہ انہوں نے اپنے بچوں اور کمزوروں کی طرف سے دوبارہ لوٹ کر رمی کی ہو، اگر ایسا کیا ہوتا تو ضرور منقول ہوتا کیونکہ نقل وروایات کے لئے ہمتیں پوری موجود تھیں، واللہ اعلم۔

متمتع اور قارن پر قربانی واجب ہے:

حاجی جب متمتع یا قارن ہو اور وہ مسجد حرام کا رہنے والا نہ ہو تو اس پر ایک قربانی واجب ہے، دم خواہ ایک بکری ہو یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ہو۔

ضروری ہے کہ یہ جانور حلال مال اور پاکیزہ کمائی سے ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو قبول کرتا ہے۔

مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ قربانی کے لئے یا غیر قربانی کے لئے لوگوں سے سوال کرنے سے بچے، خواہ وہ بادشاہ ہوں یا کوئی اور ہوں، جب اللہ اس کے مال میں اتنی آسانی پیدا کر دے کہ وہ اپنے پاس سے قربانی دے لے اور دوسروں کی کمائی سے خود بے نیاز کر دے، جیسا کہ بے شمار احادیث میں سوال کی مذمت اور اس کا عیب بیان کیا گیا ہے اور جو لوگ سوال نہیں کرتے ان کی تعریف کی گئی ہے۔

اگر متمتع اور قارن جانور ذبح کرنے سے عاجز ہوں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ ایام حج میں تین دن روزہ رکھیں اور جب گھر لوٹ جائیں تو سات دن اور رکھیں، ان کو اختیار ہے کہ یہ تینوں روزے یوم نحر سے پہلے ہی رکھ لیں یا ایام تشریق کے تینوں دنوں میں رکھیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم

یجد فصیام ثلاثه ایام فی الحج و سبعة اذا رجعتم تلك عشرة کاملة ذلك لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام))(البقره ۱۹۶)

''جس نے حج کا زمانہ آنے تک عمرہ کا فائدہ اٹھایا وہ حسب مقدور جانور ذبح کرے، اگر جانور میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے زمانے میں رکھے اور سات گھر پہنچ کر، اس طرح پورے دس روزے رکھ لے، یہ رعایت اس کے لئے ہے جس کا گھر مکہ میں نہ ہو۔''

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی صرف اسی کو رخصت دی گئی ہے جو قربانی کا جانور نہ پا سکے، یہ روایت نبی کریم ﷺ کی مرفوع حدیث کے حکم میں ہے، اور افضل یہ ہے کہ یہ تینوں روزے یوم عرفہ سے پہلے ہی رکھ لئے جائیں تا کہ یوم عرفہ کو حاجی روزہ سے نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کا وقوف افطار کی حالت میں کیا تھا، اور آپ نے یوم عرفہ کا مقام عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس لئے بھی کہ آج افطار کرنے سے ذکر و دعا میں زیادہ نشاط حاصل ہوگا، ان تینوں دن کا روزہ ایک ساتھ اور الگ الگ دونوں طرح رکھنا جائز ہے، اسی طرح ساتوں دن کے روزے بھی مسلسل رکھنے ضروری نہیں، اکٹھے اور متفرق دونوں طرح رکھے جا سکتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تسلسل کو مشروط نہیں کیا ہے اور نہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے، ان سات روزوں کو گھر جا کر رکھنا زیادہ افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

((وسبعة اذا رجعتم))

''اور سات روزے اس وقت رکھو جب تم گھر لوٹ جاؤ۔''

قربانی کی طاقت نہ رکھنے والے کے لئے امراء سے جانور مانگ کر ذبح کرنے کے بجائے روزہ رکھنا افضل ہے، اور جس شخص کو بغیر مانگے اور نفس کے لالچ کے بغیر قربانی کا جانور یا کچھ اور دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں، خواہ وہ حاجی حج بدل کے لئے آیا ہو، بشرطیکہ نائب بنانے والے لوگ اپنے دیئے ہوئے مال میں سے جانور خریدنے کی شرط نہ لگاتے ہوں، رہے وہ لوگ جو مانگتے ہیں تو بلا شبہ ایسا کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ جھوٹ بول کر کھانے کے برابر ہے۔

عافانا الله والمسلمین من ذلك

مسجد نبوی اور روضہ نبی کریم ﷺ کی زیارت:

حج سے پہلے یا اس کے بعد مسجد نبوی اور روضہ نبی ﷺ کی زیارت مسنون ہے، جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز دوسری مسجد کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے، مسجد حرام کے سوا۔'' (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے مسجد حرام کے علاوہ، اور مسجد حرام میں ایک وقت کی نماز میری مسجد کی ایک سو نماز سے بہتر ہے۔''

(احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے مسجد حرام کے سوا، اور مسجد حرام کی ایک نماز دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔'' (احمد و ابن ماجہ)

اور اس مضمون کی حدیثیں بکثرت ہیں۔

جب زیارت کرنے والا مسجد نبوی کے پاس پہنچے تو اس کو چاہئے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے اپنا داہنا پیر داخل کرے اور یہ دعا پڑھے:

((''بسم الله والصلاة والسلام على رسول الله، اعوذ بالله العظيم، وبوجهه الكريم، وسلطانه القديم، من الشيطان الرجيم، اللهم افتح لى ابواب رحمتك''))

''اللہ کے نام سے، اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول پر، اللہ عظمت والے کی پناہ چاہتا ہوں اور اس کی بزرگ چہرے اور قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے، اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

یہ ایسے ہی کہے جیسے دوسری مسجدوں میں داخل ہوتے وقت کہتا ہے، مسجد نبوی میں داخلہ کی کوئی مخصوص دعا نہیں ہے، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے جس میں اللہ سے دنیا و آخرت کی محبوب چیزیں مانگے، اگر یہ دونوں رکعتیں روضہ شریفہ (ریاض الجنہ) میں پڑھے تو اور افضل ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔''

نماز کے بعد نبی کریم ﷺ اور آپ کے صاحبین ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کرے اور نبی کریم ﷺ کی قبر کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور دبی آواز کے ساتھ آپ کو اس طرح سلام کرے:

((''السلام عليك يا رسول الله ورحمة الله وبركاته''))

جیسا کہ سنن ابی داؤد میں حسن سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دے گا، یہاں تک کہ میں اس کے

سلام کا جواب دے دوں گا۔"

اگر زیارت کرنے والا اپنے سلام میں یوں کہے تو بھی کچھ حرج نہیں:

(("السلام عليك يانبي الله، السلام عليك يا خيره الله من خلقه، السلام عليك يا سيد المرسلين و امام المتقين، اشهد انك قد بلغت الرسالة، واديت الامانة ونصحت الامة وجاهدت في الله حق جهاده))

"سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے نبی! سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے سب سے بہترین مخلوق! سلامتی ہو آپ پر اے رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کی تبلیغ فرمادی، امانت ادا کردی، امت کی خیرخواہی فرمادی اور اللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کا فریضہ ادا کردیا۔"

کیونکہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے اوصاف میں سے ہیں، اور آپ پر درود بھیجے اور آپ کے لئے دعا کرے جیسا کہ شریعت میں درود و سلام کو جمع کرنے کی مشروعیت ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یاایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما))(الاحزاب ۵۶)

"اے ایمان والو! آپ پر درود بھیجو اور سلام۔"

پھر ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجے اور ان دونوں کے لئے دعا کرے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام بھیجتے تھے تو عموماً اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے:

(("السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا ابابكر، السلام عليك يا ابتاه"))

یہ کہہ کر لوٹ جاتے تھے۔

یہ زیارت صرف مردوں کے لئے مشروع ہے، عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت جائز نہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجد بنانے والے اور چراغ جلانے والے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت عام ہے کیونکہ ارشاد نبوی ہے: "جس نے میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس کے حق میں واجب ہوگئی۔")

مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور اس میں دعا اور دوسری مسجدوں کی طرح مشروع کام کی نیت سے مدینہ کا قصد کرنا سب کے لئے مشروع ہے۔

زائر کو چاہیے کہ پانچوں وقت کی نمازیں مسجد نبوی پڑھے اور اس میں کثرت سے ذکر، دعا اور نفلی نمازوں کا اہتمام کرے، اور زیادہ ثواب کمانے کی اس فرصت کو غنیمت سمجھے۔ اسی طرح ریاض الجنہ میں کثرت سے نفلی نماز پڑھنا مستحب ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔"

لیکن فرض نمازوں کے لئے چاہئے کہ زائر آگے بڑھے اور جہاں تک ہو سکے پہلے صف کی پابندی کرے، اگرچہ اگلی صف وہ ہو جس کی قبلہ کی جانب توسیع ہوئی ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں پہلی صف کی ترغیب پائی جاتی ہے، مثلاً آپ کا یہ فرمانا:

"اگر لوگ جان جائیں کہ اذان اور پہلی صف میں کتنا ثواب ہے پھر قرعہ اندازی کئے بغیر جگہ نہ پا سکیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔" (متفق علیہ)

اسی طرح آپ کا یہ فرمانا:

"آگے بڑھو اور میری اقتدا کرو، اور تمہاری اقتدا تمہارے بعد والے کریں، آدمی نماز سے پیچھے ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ بھی اس کو پیچھے کر دیتا ہے۔" (صحیح مسلم)

ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"آدمی پہلی صف سے برابر پیچھے ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو جہنم سے بعد میں نکالے گا (اور جنت میں تاخیر سے داخل کرے گا)۔"

رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

"ایسی صف کیوں نہیں بناتے جیسی ملائکہ اپنے پاس بناتے ہیں۔"

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ملائکہ اپنے رب کے پاس کیسی صف بناتے ہیں؟ فرمایا: "اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور صفوں میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔" (صحیح مسلم)

اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں جو مسجد نبوی اور دوسری مسجدوں کے لئے عام ہیں، توسیع اضافہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی۔

نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ اپنے اصحاب کو صف کے داہنی طرف کھڑے ہونے کے لئے ترغیب دیتے تھے، اور یہ معلوم ہے کہ قدیم مسجد نبوی میں داہنی صف روضہ کے باہر ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صف اور داہنی طرف کی صفوں میں نماز کی پابندی کرنا ریاض الجنۃ میں نماز کی پابندی سے زیادہ افضل ہے، جو شخص بھی اس بارے میں وارد احادیث پر غور کرے گا اس کو یہ فرق واضح طور پر معلوم ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں:

"اے اللہ! اپنے نبی کو میرا شفیع بنا، اے اللہ! اپنے فرشتوں اور مومن بندوں کو میرا سفارشی بنا، اے اللہ! میرے فوت شدہ بچوں کو میرا سفارشی بنا۔"

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ سے شفاعت کا سوال کرنا جائز تھا اور قیامت کے دن بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ کو اس پر قدرت حاصل ہوگی، آپ کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ آپ آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے شفاعت کے طلب

Marfat.com

گار کی بابت سوال کریں، دنیا میں شفاعت طلب کرنے کے جواز کی بات تو معلوم ومعروف ہے، یہ صرف آپ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ایک عام بات ہے آپ کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی، لہٰذا مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے بھائی سے کہے کہ میرے رب سے میرے بارے میں ایسی اور ایسی شفاعت کردو، یعنی میرے لئے دعا کردو، اور جس سے کہا گیا اس کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ اللہ سے سوال کرے اور اگر طلب کی ہوئی چیز مباح ہے تو اپنے بھائی کے لئے اس کی شفارش کردے، لیکن قیامت کے دن کوئی شخص بھی کسی کیلئے اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کرسکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ))(البقرہ ۲۵۵)

"کون ہے، جو اللہ کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے۔"

اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں برزخی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں جو شہداء کی زندگی سے زیادہ کامل ہے، لیکن وہ ایسی زندگی کے مانند نہیں جیسی موت سے قبل تھی اور نہ قیامت کے دن کی زندگی کی طرح ہے، بلکہ قبر کی زندگی ایسی ہے جس کی حقیقت وکیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اسی لئے حدیث شریف میں آپ کا یہ ارشاد پہلے گزر چکا ہے:

"جو شخص مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ میں میری روح لوٹا دے گا، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں گا۔"

یہ موت آپ کی حیات برزخی کے لئے مانع نہیں، جیسے شہداء کی موت ان کی حیات برزخی کے لئے مانع نہیں، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

((ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون))(آل عمران ۱۶۹)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق بھی ملتا ہے۔"

زیارت کرنے والے بعض لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس آواز بلند کرتے ہیں اور دیر تک کھڑے رہتے ہیں یہ بھی خلاف شرع ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کو نبی کی آواز پر بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس طرح لوگ آپس میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہیں اس طرح آپ کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا ہے اور لوگوں کو آپ کے پاس آواز نیچی رکھنے کی ترغیب دی ہے، فرمایا:

((یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئك الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر

Marfat.com

عظیم))(الحجرات ا،۲)

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقوی کے لئے خاص کر دیا ہے، ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔''

اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ کی قبر کے پاس دیر تک کھڑے رہنے اور بار بار آپ پر سلام پڑھنے سے بھیڑ میں اضافہ ہوگا اور آپ کی قبر کے پاس شور وغل بڑھے گا، جو ان باتوں کے خلاف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مسلمانوں کے لئے مشروع کیا ہے، آپ ﷺ زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں قابل احترام ہیں، لہٰذا کسی مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ آپ کی قبر کے پاس ایسا عمل کرے جو ادب شرعی کے خلاف ہو۔

قبر نبوی ﷺ کی زیارت حج کے لئے نہ واجب ہے نہ شرط، جیسا کہ عوام الناس کا خیال ہے، بلکہ جو لوگ مسجد نبوی کی زیارت کریں یا مسجد سے قریب ہوں ان کے لئے مسجد کی زیارت کے ساتھ قبر کی زیارت بھی مستحب ہے، مسجد نبوی کے لئے سفر کر کے آنا سنت ہے، جب مدینہ آجائیں تو آپ کی قبر اور حضرت ابوبکر وعمر کی قبروں کی بھی زیارت کر لیں۔

ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''میری قبر کو عید (میلہ گاہ) مت بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان، اور مجھ پر درود بھیجو، تمہارا درود تم جہاں کہیں بھی رہو مجھ تک پہنچ جائے گا۔''

قبر اقدس کی زیارت کے بارے میں درج ذیل حدیثیں ہیں، یہ احادیث ضعیف اور بعض موضوع ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک ہی سال میں میری اور میرے والد ابراہیم کی زیارت کی میں اللہ کے پاس اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اگر کوئی حدیث ان میں سے صحیح بھی ہو تو اس کو شرعی زیارت پر محمول کیا جائے گا۔

☆☆☆

Marfat.com

قیامت کی ہولناکیاں

قیامت، علاماتِ قیامت اور دورِ حاضر

اس کتاب میں علاماتِ قیامت، نزولِ عیسیٰ، ولادتِ امام مہدی، دابۃ الارض، خروجِ دجال، فتنوں سے پُر دنیا، اچانک قیامت کے قائم ہونے، قیامت کی ابتداء، قیامت کے جمعہ کے دن قائم ہونے، صور کے پھونکے جانے، میدان قیامت میں جمع ہونے، حساب کتاب کی شروعات، اہل ایمان اور کفار کی حالت، اعضاء کے گواہی دینے، پل صراط، جہنم، جنت، انسانوں، جانوروں اور جنوں کے فیصلے، جنوں اور جانوروں کے نیست ونابود ہونے، مختلف افراد کے مختلف جھنڈے، میزان کے قائم ہونے، شفاعت کے قبول ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے شفاعت کرنے جیسے بے شمار موضوعات پر مشتمل پروفیسر احمد بن ولید الاعظمی کی تصنیف ''کتاب القارعۃ'' کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

مصنف

پروفیسر احمد بن ولید الاعظمی العراقی الحنفی

مترجم

مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ ایم فل)

مُشتاق بُک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور

Marfat.com

اہم ترین اخلاقی معاشرتی معاشی اور مذہبی موضوعات پر مشتمل امام سخاوی کی مشہور ترین تصانیف

المَقَاصِدُ الحَسَنَة اور الضَّوْءُ اللَّامِع

میں موجود احادیث کا منتخب اردو ترجمہ

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں

اقوالِ نبی کریم عربی، اُردو

انسائیکلوپیڈیا

مصنف

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی

ترجمہ:

مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم۔اے ایم فل)

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

Marfat.com

یاحی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یاقیوم

درود وسلام

انسائیکلوپیڈیا

ابرِ رحمت

تحقیق، تالیف، تصنیف

پروفیسر خورشید احمد

یہ مفید و متبرک کتاب 105 بصیرت افروز ابواب 200 ایمان افروز واقعات 233 رُوح پرور احادیث اور 100 دُرودوں پر مشتمل ہے۔ ان میں 51 دُرود شریف پہلی بار پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ نایاب دُرود شریف حصولِ برکات کے لئے بینظیر، زیارتِ رسالتِ مآبؐ کے لیئے اکسیر اور رفعِ مشکلات کے لئے پُرتاثیر ہیں۔ یہ کتاب حقیقت میں، دُرودی جواہر کا خزینہ ہے۔

مشتاق بُک کارنر

الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

القول البدیع

الصلاۃ علی النبیﷺ احکامہا وفضائلہا وفوائدہا

فضائلِ درود

درود شریف کی برکتیں

مصنفین

الامام الحافظ المؤرخ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی

شیخ عبداللہ سراج الدین

مترجم

مفتی محمد وسیم اکرم القادری

(ایم اے، ایم فل)

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

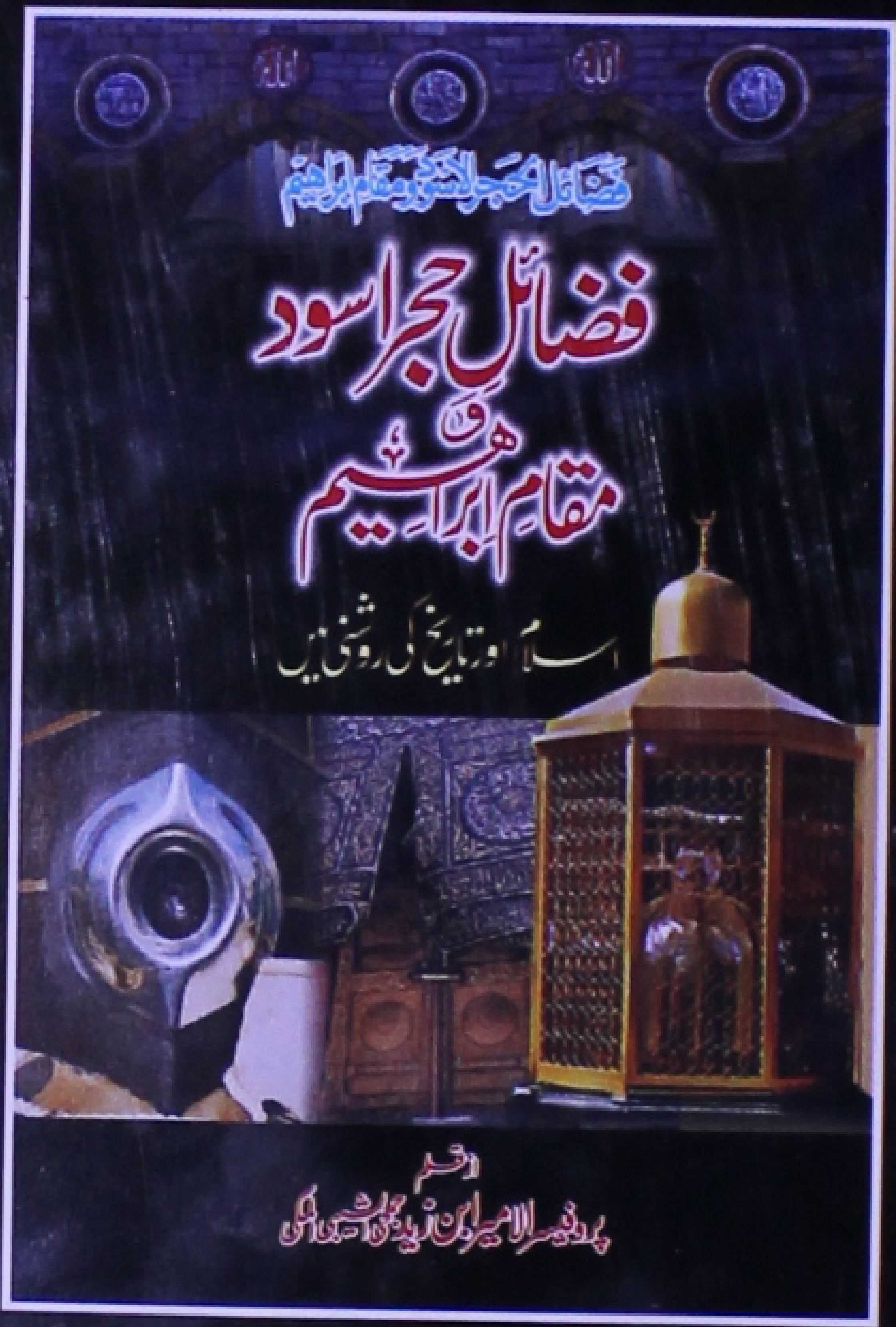

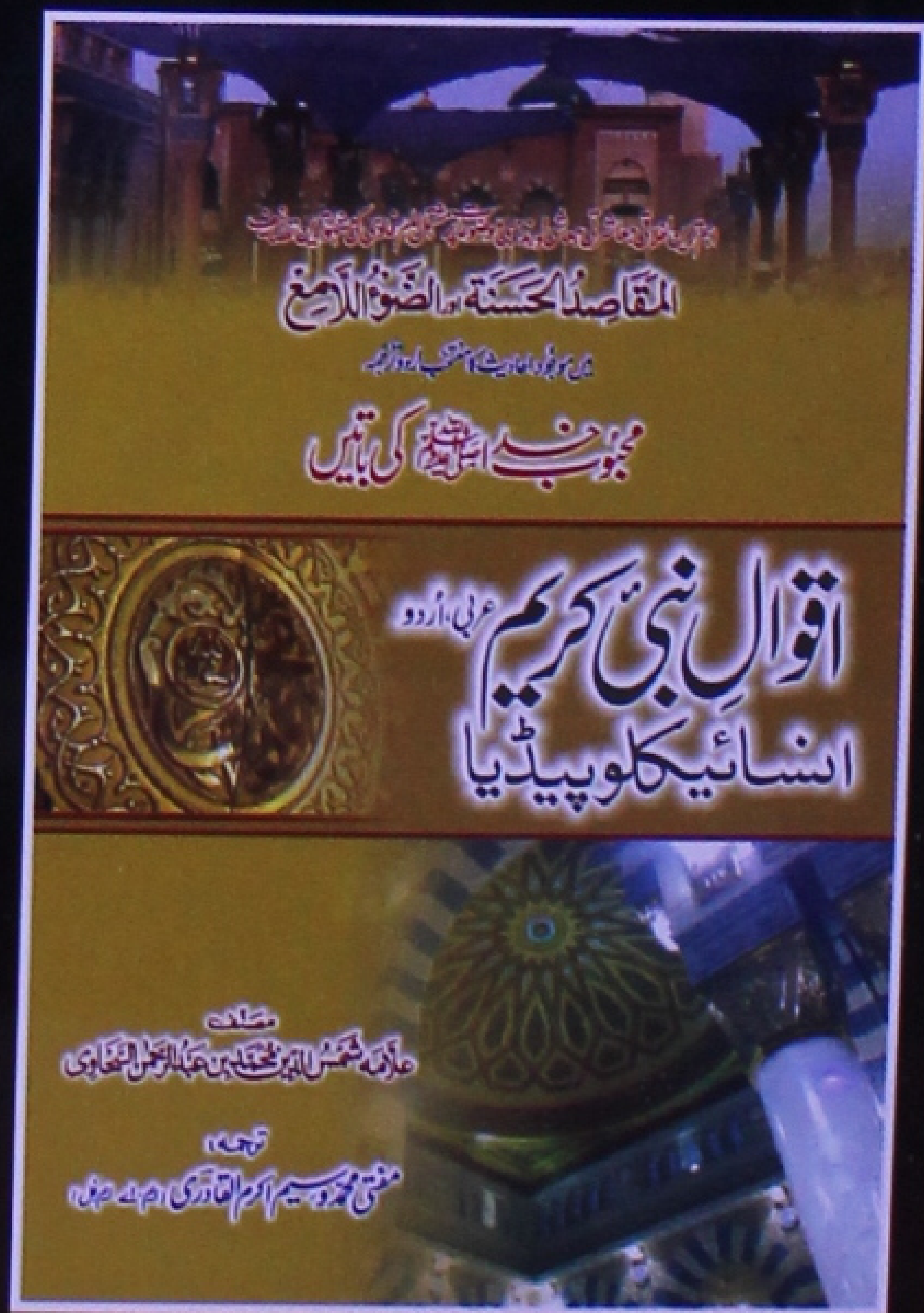

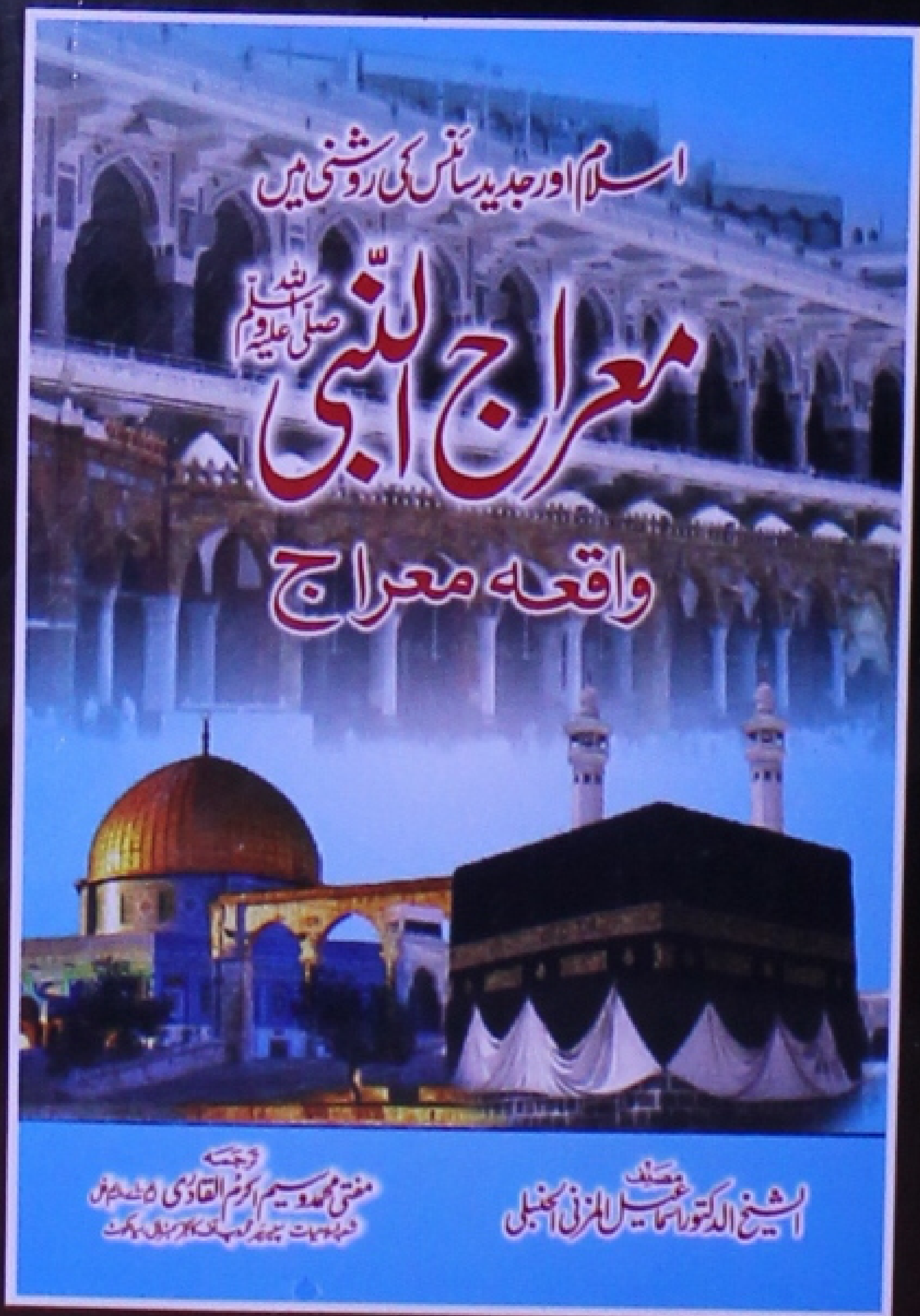

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

Marfat.com